"سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موضوع پر فکری و شعوری تحریر"

Marfat.com

"سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر فکری و شعوری تحریر"

سیرتِ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

تصنیف و تالیف

عبدالرؤف صدیقی

Marfat.com

297.9921
373 ع
140444
ر

طباعتی تفصیلات

کتاب : سیرتِ خیر البشر ﷺ

مصنف و مؤلف : محمد عبدالرؤف صدیقی (رؤف صدیقی)

ترتیب و تخریج : مفتی ڈاکٹر عنایت الرّحمان (پی ایچ ڈی)، ثناء عروج (ڈپٹی ڈائریکٹر آئی ٹی، سندھ اسمال انڈسٹریز کارپوریشن)، وسیم احمد (استاد، ونڈر لینڈ گرامر سیکنڈری سکول)، شائق احمد، کاشف صدیقی، احمد سلیم (اے ون گرافکس)

پروف ریڈنگ : ثناء عروج، وسیم احمد، کاشف صدیقی، شائق احمد، عبدالستار

کمپوزنگ : ثناء عروج، محمد عمران قریشی، حافظ محمد ذیشان احمد، احمد سلیم

گرافکس : رشید جمال، محمد رضا، عبدالعزیز

طبع دوئم : 28 رجب المرجب/1438ھ بمطابق 25/اپریل، 2017 بروز منگل

تعداد : 2000

مقامِ اشاعت : کراچی، پاکستان

مطبع : فیما امیزنگ پروسس

قیمت (پاکستان میں) : 990 روپے

سعودی عرب	:	35 ریال	متحدہ عرب امارات	:	40 درہم
برطانیہ	:	08 پاؤنڈ اسٹرلنگ	امریکہ و کینیڈا	:	10 ڈالر
مسقط، عمان	:	05 ریال	دوحہ، قطر	:	35 ریال

پتہ برائے خط و کتابت :

B-123/10، فیڈرل 'بی' ایریا، کراچی-38، پاکستان

ص-ب-21717، ریاض- 11485، سعودی عرب

email: maraufsiddiqui@hotmail.com
www.raufsiddiqui.com
facebook.com/RaufSiddiquiOfficial
twitter.com/MARaufSiddiqui
Tel. no. (Res.): 0092-21-36366895

ISBN 978-969-75-0407-7

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

Marfat.com

Marfat.com

انتساب

--------انسانیت--------

-------کے نام-------

---جو---

---آج تڑپ رہی ہے، سسک رہی ہے---

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
A1	مقدمہ ـــــــــــ ڈاکٹر صالح زین العابدین الشیبی	08
A2	تبصرہ ـــــــــــ صاحبزادہ محمد ریحان امجد علی نعمانی ، دارالعلوم امجدیہ	10
A3	تبصرہ ـــــــــــ مفتی محمد نعیم، جامعہ بنوریہ عالمیہ	13
A4	تبصرہ ـــــــــــ علامہ طالب جوہری	15
A5	تبصرہ ـــــــــــ حافظ محمد سلفی، جامعہ ستاریہ اسلامیہ	17
A6	تبصرہ ـــــــــــ عبد المالک مجاہد، مینجنگ ڈائریکٹر، دارالسلام پبلشرز	18
A7	تصدیق نامہ ـــــــــــ محکمہ اوقاف حکومت سندھ	20
.1	پیش لفظ	21
.2	توحید	34
.3	قرآن کے دلائل	35
.4	تخلیقِ کائنات	39
.5	پہلی تخلیق	41
.6	تخلیقِ آدم علیہ السلام	41
.7	سیّدہ حوّا علیہا السلام کی پیدائش	44
.8	ابلیس	45
.9	ابلیس کی ناشکری اور تکبر	46
.10	نبوت و رسالت	49

Marfat.com

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
.11	انبیاء اور رُسل علیہم السلام کی پہچان ونشانیاں	52
.12	سیّدنا آدم علیہ السلام تا سیّدنا محمد ﷺ - معلوم تاریخ	54
.13	صحیفہ ٔابراہیم علیہ السلام	57
.14	سیّدہ ہاجرہ علیہا السلام	58
.15	حضرت محمد ﷺ اور الہامی وغیر الہامی مذاہب	64
.16	زبور میں نبی کریم ﷺ کی واضح نشانیاں	66
.17	انجیل برنباس میں نبی کریم ﷺ کی واضح نشانیاں	66
.18	ہندومت کی نبی کریم ﷺ کیلئے پیشین گوئیاں	69
.19	گوتم بدھ کی نبی کریم ﷺ کیلئے پیشین گوئیاں	70
.20	پارسی مذہب میں نبی کریم ﷺ کیلئے پیشین گوئیاں	71
.21	عرب	73
.22	حضرت محمد ﷺ کا براہِ راست شجرۂ نسب	75
.23	حضرت محمد ﷺ کا شجرۂ نسب (والد ماجد کی طرف سے)	75
.24	حضرت محمد ﷺ کا شجرۂ نسب (والدۂ ماجدہ کی طرف سے)	76
.25	حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت	77
.26	حضورِ اکرم ﷺ کا نامِ مبارک "محمد"	80
.27	چاند سے کھیلنا	81
.28	حضرت محمد ﷺ کی رضاعت	82
.29	حضرت محمد ﷺ سیّدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی گود میں	82

Marfat.com

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
.30	حضرت محمد ﷺ کی سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر آمد	84
.31	دل کی حقیقت اور شقِ صدر	85
.32	شق الصدر کا واقعہ اور تعداد	89
.33	حضرت محمد ﷺ کا بچپن	91
.34	سیّدہ حضرت آمنہ کی وفات	92
.35	سیّدنا حضرت عبد المطلب اور سیّدنا حضرت ابو طالب کی کفالت	93
.36	حربُ الفجار	93
.37	حلفُ الفضول	94
.38	حضرت محمد ﷺ کا تجارتی سفر	95
.39	حضرت محمد ﷺ کا رُخِ روشن	97
.40	حسن و وجاہت کا حسین امتزاج	98
.41	سیّدہ اُمِ معبد رضی اللہ عنہا اور سراپائے نبوی ﷺ پر دل آویز گفتگو	101
.42	سیّدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح	103
.43	حضرت محمد ﷺ - سچے خواب	104
.44	غارِ حراء	105
.45	وحی	108
.46	نزولِ وحی کا انتظار	111
.47	خواب اور اُن کی تعبیر	112
.48	حضرت محمد ﷺ کا منصبِ رحمۃ للعالمین	115

Marfat.com

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
.49	دائیں ہاتھ پر چاند اور بائیں ہاتھ پر سورج	117
.50	زمانۂ جاہلیت اور اہل مکہ	121
.51	لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا	124
.52	بچوں کی وفات، والدین کیلئے ڈھال	129
.53	ہجرتِ حبشہ اوّل و دوم	133
.54	شعبِ ابی طالب	134
.55	معجزۂ شق القمر	137
.56	عام الحُزن (غم کا سال)	138
.57	سفر طائف	139
.58	معراجِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	141
.59	سیّدنا جبرائیل علیہ السلام کی آمد	143
.60	انبیائے کرام علیہم السلام کی امامت	144
.61	سیّدہ حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا کی روایت	144
.62	قافلے والوں کے احوال	145
.63	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ نشانیوں کی تصدیق	145
.64	مشرکین کا انکار اور سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا اقرار	146
.65	بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف سفر	146
.66	سیّدنا آدم علیہ السلام سے ملاقات	148
.67	دوزخ کے مکین	148

Marfat.com

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
68.	نمازوں کی فرضیت اور تخفیف	149
69.	بیعتِ عقبہ	152
70.	پہلی بیعتِ عقبہ	152
71.	دوسری بیعتِ عقبہ	153
72.	تیسری بیعتِ عقبہ	153
73.	اہلِ مدینہ- تبلیغ کا اہتمام	154
74.	مدینہ منورہ - شاہِ تبع	156
75.	شاہِ تبع کا خط	161
76.	حضرت محمد ﷺ کا مدینہ سے جذباتی تعلق	162
77.	حضرت محمد ﷺ کی مدینہ منورہ سے والہانہ محبت	165
78.	سفر ہجرت	167
79.	قصویٰ	172
80.	سردارانِ مکہ--- ظالمانہ اقدام	173
81.	غارِ ثور	175
82.	مسجدِ نبوی ﷺ- تعمیری مراحل	178
83.	عہدِ رسالت ﷺ میں مسجد نبوی ﷺ کی پہلی توسیع	188
84.	سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں توسیع	188
85.	سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں توسیع	189
86.	سیّدنا حضرت عثمان غنی بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں توسیع	189

Marfat.com

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
.87	ولید بن عبد المالک کے دور میں توسیع	189
.88	مہدی عباسی کے دور میں توسیع	190
.89	قیتبائی کے دور میں توسیع	190
.90	سلطان عبد المجید کے دور میں توسیع	190
.91	آلِ سعود کے دور میں توسیع	190
.92	شاہ فیصل کے دور میں توسیع	191
.93	خادمِ حرمین شریفین شاہ فہد بن عبد العزیز کے دور میں توسیع	191
.94	مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں منبر و محراب اور ریاض الجنۃ	191
.95	اصحابِ صفہ	198
.96	میثاقِ مدینہ	199
.97	میثاقِ مدینہ کا متن	199
.98	مؤاخاتِ مدینہ	204
.99	تحویلِ قبلہ	208
.100	صلحِ حدیبیہ	210
.101	صلحِ حدیبیہ (تحریر اور اُس کا ماحول)	212
.102	صلحِ حدیبیہ کی شرائط	214
.103	معاہدے کے گواہ	216
.104	حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ	217
.105	قید خانہ اور حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ	217

Marfat.com

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
.106	حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ	218
.107	اہلِ قریش کی فاش غلطی	220
.108	فتحِ مکہ - قدم بہ قدم	222
.109	فتحِ مکہ	228
.110	فتح مکہ اور اَمان	232
.111	غسلِ کعبہ کا پس منظر	232
.112	غزوات	235
.113	بنی نوع انسان کیلئے رحمت	239
.114	غزواتِ نبوی ﷺ - پس منظر	240
.115	غزوات کے نام	250
.116	سرایا نبوی ﷺ کے نام	250
.117	غزوۂ بدر	255
.118	غزوۂ بدر کے اسباب	256
.119	غزوۂ اُحد	259
.120	رسالت مآب ﷺ کا زخمی ہونا	260
.121	اسمائے گرامی شہدائے اُحد	262
.122	غزوۂ خندق (غزوۂ اَحزاب)	264
.123	غزوۂ خیبر	264
.124	غزوۂ خیبر کے اسباب	265

Marfat.com

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
125.	غزوۂ موتہ	265
126.	غزوۂ موتہ کے اسباب	266
127.	غزوۂ حنین	266
128.	غزوۂ حنین کے اسباب	267
129.	غزوۂ طائف	267
130.	غزوۂ تبوک	268
131.	غزوۂ تبوک کے اسباب	268
132.	مسجدِ ضرار	270
133.	غزواتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مقتولین کی تعداد	271
134.	بین الاقوامی تبلیغ کا آغاز	273
135.	شاہِ حبش "نجاشی" کے نام خط	278
136.	نجاشی بادشاہ کا جواب	279
137.	شاہِ رُوم قیصر "ہرقل" کے نام خط	280
138.	شاہِ ایران خسرو پرویز "کسریٰ" کے نام خط	281
139.	شاہِ مصر و اسکندریہ "مقوقس" کے نام خط	282
140.	عمان کے حکمران "جیفر" اور "عبد"، جلندی کے بیٹوں نام خط	283
141.	قیصرِ روم کے "گورنرِ مَعان" کے نام خط	283
142.	حاکمِ بحرین "منذر بن ساویٰ" کے نام خط	283
143.	حاکمِ یمامہ "ہوذہ" کے نام خط	284

Marfat.com

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
144.	دمشق کے حکمران "حارث بن ابی شمر غسانی" کے نام خط	284
145.	عامُ الوفود	284
146.	وفدِ بنی حنیفہ	284
147.	وفدِ اشعریین	285
148.	وفدِ ہمدان	285
149.	وفدِ نجیب	285
150.	وفدِ محارب	286
151.	وفدِ بنی حارث	286
152.	وفدِ غامد	286
153.	حجۃ الوداع	288
154.	حضرت محمد ﷺ کا خطبۂ حجۃ الوداع	289
155.	محمد رسول اللہ ﷺ کا سفر آخرت	294
156.	وصال سے پہلے مسواک کا استعمال	295
157.	سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دکھ اور کرب	296
158.	سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا شدتِ غم	298
159.	سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبہ	299
160.	غُسلِ مبارک ﷺ	301
161.	رحمتِ مجسم ﷺ کی نمازِ جنازہ	301
162.	تدفین	302

Marfat.com

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
163.	ایک قابلِ غور نکتہ	307
164.	قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت	307
165.	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان	309
166.	سیّدنا حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب (والدِ ماجد)	309
167.	سیّدہ حضرت آمنہ بنت وہب (والدۂ ماجدہ)	311
168.	والدہ کی قبر مبارک کی زیارت	312
169.	ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن	314
170.	اُم المؤمنین سیّدہ حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا	314
171.	اُم المؤمنین سیّدہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	322
172.	اُم المؤمنین سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	322
173.	سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آزمائش	323
174.	اُم المؤمنین سیّدہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	327
175.	اُم المؤمنین سیّدہ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا (اُم المساکین)	327
176.	اُم المؤمنین سیّدہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا (ہند)	328
177.	اُمّ المؤمنین سیّدہ حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا	328
178.	اُم المؤمنین سیّدہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	328
179.	اُم المؤمنین سیّدہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا	329
180.	اُم المؤمنین سیّدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	330
181.	اُم المؤمنین سیّدہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	331

Marfat.com

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
182.	اُم المؤمنین سیّدہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا	331
183.	ایلاء اور تخییر	332
184.	اولادِ مُبارک ﷺ	339
185.	سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بنتِ محمد رسول اللہ ﷺ	339
186.	سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنتِ محمد رسول اللہ ﷺ	344
187.	سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا بنتِ محمد رسول اللہ ﷺ	345
188.	سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا بنتِ محمد رسول اللہ ﷺ	345
189.	سیّدنا قاسم رضی اللہ عنہ بن محمد رسول اللہ ﷺ	347
190.	سیّدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن محمد رسول اللہ ﷺ	347
191.	سیّدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ بن محمد رسول اللہ ﷺ	347
192.	حضرت محمد ﷺ کے چچا	348
193.	حضرت محمد ﷺ کی پھوپھیاں	349
194.	سیّدنا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (متبنیٰ)	350
195.	حضرت محمد ﷺ اور اُمورِ خانہ داری	355
196.	زندگی کے معمولات	359
197.	لباسِ مبارک ﷺ	362
198.	تواضع اور سادگی	363
199.	غذا اور گفتگو	363
200.	قرآنِ مجید کی گواہی	366

Marfat.com

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
.201	حضرت محمد ﷺ کا حُسنِ اخلاق	367
.202	حُسنِ اخلاق ﷺ پر سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان	367
.203	حُسنِ اخلاق ﷺ پر سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان	369
.204	رسول اللہ ﷺ کا حُسنِ اخلاق اور سیّدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کا اظہار	370
.205	اخلاق کیا ہیں؟	371
.206	صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اُن کی تربیت	375
.207	حضرت محمد ﷺ - معاشرے کے رہنما اُصول	380
.208	پڑوسی	383
.209	غُلام	387
.210	حضرت محمد ﷺ - نام کی اہمیت	390
.211	عید کا تہوار	392
.212	حضرت محمد ﷺ اور عبادات	393
.213	عبادت میں سختیاں	394
.214	اسلام کے بنیادی ارکان	396
.215	کلمہ	396
.216	نماز	396
.217	روزہ	397
.218	زکوٰۃ	398
.219	حج	402

Marfat.com

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
.220	اُمّتی، اُمّتی	406
.221	خوف کی تین کیفیات	409
.222	موت کا خوف	409
.223	مستقبل کا خوف	409
.224	خُدا کا خوف	410
.225	اللہ تعالیٰ بے حد رحیم و کریم	410
.226	شہید	412
.227	معجزاتِ نبوی ﷺ	415
.228	قرآنِ کریم	419
.229	معراجِ نبوی ﷺ کا معجزہ اور سائنسی تحقیقات	425
.230	کشف و کرامات	430
.231	سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کشف و کرامت	431
.232	سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی کشف و کرامت	432
.233	سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی کشف و کرامت	433
.234	سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی کشف و کرامت	433
.235	عشرۂ مبشرہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	435
.236	عشرۂ مبشرہ کا مختصر تعارف	438
.237	سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ	438
.238	سیّدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ	438

Marfat.com

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
.239	سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ	439
.240	سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	439
.241	سیّدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ	440
.242	سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ	441
.243	خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم	442
.244	خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	444
.245	خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم امیر المؤمنین سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ	449
.246	خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم امیر المؤمنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	460
.247	شہادتِ سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	469
.248	خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم امیر المؤمنین سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ	474
.249	عدل	479
.250	سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قاضیوں (ججوں) کیلئے خط	486
.251	شریعت، خلافت و سیاست	489
.252	شریعت و خلافت	489
.253	شریعت اور سیاست کا پس منظر	492
.254	سیاست-ضرورت و اہمیت	492
.255	سیاست اور مذہب الگ الگ---؟	493
.256	شریعت اور سیاست	496
.257	اُمتِ مسلمہ کے معاشرتی زوال کے اسباب	498

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعون اللہ وتوفیقہ اکتب مقدمہ للکتاب الذی
الفہ الاستاذ عبد الرؤوف صہدلی وھو سیرۃ خیر البشر والی
قد اعجبت بالمجہود الذی بذلہ الکاتب فی ھذا الکتاب
فہو قد تکلم عن حیاۃ المصطفی عن حادثۃ شقہ الصدر وعن حیاتہ
علیہ الصلوۃ والسلام فی مکۃ المکرمۃ قبل البعثۃ وبعدھا وتحدث
عن الصفات التی وصفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی
سبیل الدعوۃ ثم کانت فتحا مبینا حتی ان اللہ سبحانہ وتعالی اشفقہ
علیہ بقولہ: «طہ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی» وقال الضحاک فی
سورۃ الکہف فلعلک باخع نفسک علی اثارھم ان لم یؤمنوا بہذا الحدیث
اسفا» وتحدث ھذا الکتاب مسہبا عن غزوات رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وعن ھجرتہ الی المدینۃ المنورۃ وعن صحبتہ مع ابوبکر
الصدیق وتحدث ایضا عن کرمہ وتحملہ لکل ما یلاقی من اھوال
فی سبیل دعوتہ وقد بذل الکاتب جہدا مشکورا للاستزادۃ
من سیرۃ حیاۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم فی کل الامور لتتحقق
قول اللہ سبحانہ وتعالی: «لقد کان لکم فی رسول اسوۃ حسنۃ»
وانی وانا اکتب ھذہ المقدمۃ لہذا الکتاب ادعو اللہ للکاتب
ان یثیبہ علی فضلہ وانہ یجعل ھذا العمل الجلیل فی
میزان حسناتہ وانہ یتحقق بہذا ما کانہ یامل الکاتب منہ
انہ سمیع مجیب واللہ اسأل ان یوفقنا جمیعا
لما فیہ الخیر والصلاح والسلام والسلامۃ والسلام علیکم
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

د/ صالحۃ بنت عابد بن حسین
بلیدۃ بنت اللہ الحرام
ورئیس قسم المقصد فی طیبۃ الزعرۃ سابقا

١٤٢٨/٧/٦

Marfat.com

مقدمہ

(ڈاکٹر صالح زین العابدین الشبیی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق سے میں محترم جناب محمد عبد الرؤف صدیقی صاحب کی تالیف کردہ کتاب ''سیرتِ خیر البشر ﷺ'' کا مقدمہ لکھ رہا ہوں اور میں بذاتِ خود مولف کی کاوش سے بے حد متاثر ہوا۔ مولف نے رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے مختلف پہلوؤں، واقعۂ شقِ صدر، مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کی بعثت سے قبل اور بعد کی زندگی کے حالات، دعوت و تبلیغ کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات اور آپ ﷺ کی راہِ دعوت میں جانفشانی اور شدتِ غم کا تذکرہ کیا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیامِ شفقت ملا، ارشاد ہے:

﴿ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۙ ﴾ [طٰہٰ 20:(2)]

''ہم نے تم پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم تکلیف اُٹھاؤ''۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۚ ﴾ [الکہف 18:(6)]

''اب اے پیغمبر! اگر لوگ قرآن کی اس بات پر ایمان نہ لائے تو ایسا لگتا ہے کہ تم افسوس کر کر کے ان کے پیچھے اپنی جان کو گھلا بیٹھو گے''۔

Marfat.com

اور اسی طرح اس کتاب ''سیرتِ خیر البشر ﷺ'' میں نبی کریم ﷺ کے غزوات، ہجرتِ مدینہ، سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہمراہی، آپ ﷺ کی صفاتِ کریمہ اور راہِ دعوت میں آنے والی مشکلات پر صبر و تحمل کا تذکرہ موجود ہے۔ مولف کی یہ کاوش انتہائی دقیع اور قابلِ تشکر ہے کیونکہ محترم مولف نے حیاتِ مصطفیٰ ﷺ کے تمام اہم پہلوؤں پر اس طرح تحقیق کر کے اجاگر کیا کہ یہ کتاب اس آیتِ مبارکہ کی عکاسی کر سکے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ [الاحزاب 33: (21)]

'' اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے''۔

یہ مقدمہ تحریر کرتے ہوئے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ مولفِ کتاب کو اس کارِ خیر کا بہترین صلہ عطا فرمائے اور اس عظیم عمل کو ان کے میزانِ حسنات میں ذخیرہ فرمائے اور مولف کی توقع کے مطابق اس کتاب کے فیض کو عام فرمائے۔ بیشک وہی دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو اُن نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے جن میں اسلام اور مسلمانوں کا بھلا ہو۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
ڈاکٹر صالح زین العابدین الشیبی
کلید بردار بیت اللہ الحرام
سابق صدر شعبہ عقیدہ، کلیہ دعوت

2 رجب، 1438ھ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلّی علیٰ رسولہِ الکریم ﷺ. اما بعد!

سیرت عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ لفظ دراصل ''ساریسیر سیرا و تیسیرا'' سے نکلا ہے۔ لغوی معنی ہیں ''طریقہ، چلنا'' نیز ''قصے اور واقعات بیان کرنے'' کو بھی کہتے ہیں۔

سیرت کیا ہے۔۔۔؟ قدمائے محدثین و فقہا اپنی اپنی کتب میں مغازی و سیر کے عنوان کے تحت فقط غزوات اور اس کے متعلقات کو بیان کرتے تھے مگر سیرتِ نبویہ ﷺ کے مصنفین نے اس عنوان کو اس قدر وسعت دے دی کہ حضور سیّدِ عالم ﷺ کی ولادت باسعادت سے وفات تک کے تمام مراحلِ حیات، آپ ﷺ کی ذات و صفات، آپ ﷺ کے دن رات اور تمام وہ چیزیں جن کو آپ ﷺ کی ذات والاصفات سے تعلقات ہوں خواہ وہ انسانی زندگی کے معاملات ہوں یا نبوت کے معجزات ہوں، ان سب کو کتابِ سیرت کے ابواب و فصول اور مسائل شمار کرنے لگے۔

دیگر انبیائے کرام علیہم السلام اور مصلحینِ اقوام کی زندگیوں کے سچے اور مستند حالات کہیں سے میسر نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے حالات و واقعات کا زیادہ تر انحصار تورات پر ہے جو آپ علیہ السلام کی وفاتِ شریفہ سے کوئی 300 سال بعد مرتب کی گئی اور پھر کئی مرتبہ صفحۂ ارضی سے مٹی، پھر مرتب کی گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی 33 سالہ زندگی میں سے صرف تین سالہ زندگی کے حالات ملتے ہیں وہ بھی غیر مستند، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام اور باقی انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے حالات عام طور پر جو کتب میں ملتے ہیں، ان کا مدار اسرائیلیات پر ہے جن کی جانچ پرکھ کا کوئی قابلِ وثوق ذریعہ

Marfat.com

موجود نہیں۔ یہ امتیاز صرف اور صرف اہلِ اسلام ہی کو حاصل ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کا کارنامہ زندگی اس طرح قلمبند کیا کہ ایک طرف تو صحت کا یہ انتظام و اہتمام تھا کہ کسی گزشتہ صحیفہ سماوی کیلئے بھی نہ ہو سکا اور دوسری طرف وسعت و تفصیل کا یہ عالم کہ آپ ﷺ کہ اقوال و احوال و اعمال و افعال، وضع و قطع، شکل و شباہت، رفتار و گفتار، مذاقِ طبیعت، اندازِ گفتگو، طرزِ زندگی، طریقِ معاشرت، چلنے پھرنے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے اور مسکرانے بولنے کی ایک ایک ادا محفوظ ہو گئی۔ اسی کو "سیرت النبی ﷺ" کا مقدس نام دیا جاتا ہے۔

"سیرتِ خیر البشر ﷺ" میں حضور سیّدِ عالم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کے تعلیم یافتہ، اصلاح یافتہ، تربیت یافتہ، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب، سیرت و کردار و خدمات کا بڑا حسین تذکرہ ہے۔ جسے پڑھنے سے قاری کا دل زندہ، ایمان تازہ، روح شاداں و فرحاں ہو گی۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنا ہمارے ایمان کا حصہ بھی ہے اور اللہ رب العزّت کا حکم بھی ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ [الاحزاب 33: (21)]

"اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے"۔

اس کی تفسیر میں صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کا اچھی طرح اتباع کرو اور دینِ الٰہی کی مدد کرو اور رسولِ کریم ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑو اور مصائب پر صبر کرو اور رسولِ کریم ﷺ کی سنتوں پر چلو، یہ بہتر ہے"۔

قرآنِ مجید نے نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو ہمارے لئے ایک کامل نمونہ قرار دیا ہے۔ اخلاق و اداکا کونسا ایسا معیار ہے جو آپ ﷺ کی حیات سے نہ ملتا ہو۔ اللہ عزوجل نے نبی کریم ﷺ کے ذریعے دینِ اسلام کی تکمیل ہی نہیں کی بلکہ نبوت کو آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر ختم کر کے نبوت کے خاتمے کے ساتھ سیرتِ انسان کی بھی تکمیل فرمادی تاکہ آج کے بعد اس سے بہتر و ارفع و اعلیٰ و اولیٰ اچھے خوبصورت نمونہ و کردار کا تصور بھی ناممکن اور محال ہو۔ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر متعدد زبانوں میں بے شمار کتب لکھی جا چکی ہیں جو ان مصنفین و

Marfat.com

مؤلفین کی طرف سے آپ ﷺ سے محبت کا ایک بہترین اظہار ہے۔ ''سیرتِ خیر البشر ﷺ'' تالیف لطیف عبدالرؤف صدیقی کی معرکۃ الآراء کتاب ہے۔ جو لاجواب ہے۔ بے نظیر ہے۔ بے مثال ہے۔ کتاب کیا ہے؟ موتیوں کی مالا ہے، یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ:

وہ گل جو نہ دیکھے گا روئے خزاں کبھی ہے
میرے باغ میں تری قسمت جو رسا ہو

''سیرتِ خیر البشر ﷺ'' تالیف لطیف جناب محترم و مکرم عبدالرؤف صدیقی کی ہے۔ یہ اہل ایمان و عرفان کیلئے راحتِ جاں ہے۔ اسے پڑھ کر حضور سیّد العالمین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے سراپا میں ایسا گم ہو جانا پڑتا ہے کہ اپنی خبر نہیں رہتی۔ تصورِ حبیب ﷺ کتنا حسین ہے کہ اس کو الفاظ کے قالب میں ڈھالنے سے ہم قاصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس تالیف لطیف کو مقبولیتِ عامہ عطا فرمائے۔ میں اگرچہ بالاستیعاب اس کتاب کا مطالعہ نہیں کر سکا ہوں مگر چند مقامات دیکھنے سے اندازہ ہوا کہ موصوف نے کافی محنت و جانفشانی کے بڑے عمدہ سہل ترین انداز میں تحریر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کی عمر میں، علم میں، عمل میں، حال میں، قول میں، کردار میں، سیرت میں بے شمار برکتیں وسعتیں عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

صاحبزادہ محمد ریحان امجد علی نعمانی
مہتمم و مینجنگ ٹرسٹی دارالعلوم امجدیہ، کراچی

Marfat.com

تقریظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلّی علیٰ رسولہِ الکریم ﷺ

قارئینِ کرام!

آپ کے ہاتھوں میں سیرتِ مقدسہ ﷺ پر ایک خوبصورت کتاب ہے جو آپ کی آنکھوں کو بھی تراوٹ بخش رہی ہوگی، یہ عظیم سعادت جناب عبد الرؤف صدیقی صاحب کو حاصل ہوئی ہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی پوری حیاتِ مبارکہ کے تمام پہلوؤں کو استحضار کے ساتھ موجودہ دور کے قارئین کی ذہنی سطح اور عدیم الفرصتی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انتہائی اختصار کے ساتھ جمع کیا ہے جو بقدرِ ضرورت ہونے کے ساتھ ساتھ سیرت سے شغف رکھنے والوں کیلئے ایک مہمیز کا کام انجام دے رہی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کو اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کیلئے نمونۂ عمل بنایا ہے۔ اس نمونۂ عمل کو بطور اختصار کامیابی کے ساتھ باعتبار نمونہ کے صدیقی صاحب نے جمع کیا ہے جو ہر ہر شعبۂ زندگی میں آپ ﷺ کی زندگی کو لائحہ عمل بنانے والے کیلئے مفید، ممد اور معاون ثابت ہوگی۔

صدیقی صاحب کی یہ کامیاب کاوش لائقِ تحسین ہے، مکمل احتیاط کے ساتھ صدیقی صاحب نے اپنے قلم کو زحمت دیتے ہوئے پوری امت پر ایک احسانِ عظیم کیا ہے۔ بعد میں آنے والے مؤلفین کیلئے بھی یہ کتاب رہنما

Marfat.com

بنی رہے گی اور یقیناً سیرت پر قلم اٹھانے والے اس کتاب سے استفادہ کیلئے محتاج رہیں گے۔

یہ کتاب اس قابل ہے کہ اس کے بعض مندرجات پر اگر کسی کو اختلاف بھی ہو تو بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے اور یقیناً امت کا دینی ذہن رکھنے والا طبقہ اس کو پذیرائی دے گا اور سیرتِ طیبہ ﷺ سے شغف رکھنے والا طالب علم علمی اور عملی معلومات میں اضافے کیلئے اس کتاب سے رہنمائی حاصل کرتا رہے گا۔

یہ کتاب نہ صرف ہر لائبریری کی زینت ہونی چاہیے بلکہ ہر گھر کی تعلیمی میز کا حصہ بنی رہنی چاہیے۔ مصروف وریٹائرڈ مرد و عورت اور تعلیمی میدان میں مشغول عصری و دینی طلبا و طالبات کے مطالعے کا یقینی حصہ ہونی چاہیے، یہ میری اور نبی کریم ﷺ سے تعلق و محبت رکھنے والے ہر مسلمان کی خواہش تھی، ہے اور رہنی چاہیے۔

صدیقی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے تصنیف و تالیف کا بے پناہ ذوق اور ملکہ عطا فرمایا ہے۔ اس سے قبل ''تاریخِ بیتُ اللہ'' تصنیف کی ہے جو ایک منفرد اور تاریخی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیت اللہ اور ہدت اللہ کے کنجی برداروں سے خصوصی تعلق کا موقع عنایت فرمایا جو انتہائی قابلِ رشک ہے۔ بیت اللہ کے کنجی برداروں سے تعلق ہی راہِ نجات و ہدایت کا ذریعہ ہے۔ صدیقی صاحب کا جیل میں رہنا اچھی تصانیف کا ذریعہ بنا۔ ہمارے اکابرین نے بھی جیل میں رہ کر بڑی بڑی تصانیف کا اضافہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نہ صرف نافع بنائے بلکہ اپنی جناب میں قبول اور بندوں کی نگاہوں میں مقبول بنادے اور مؤلف کو دارین میں اجرِ جزیل اپنی شایانِ شان عطا فرمائے۔ آمین

مفتی محمد نعیم
مہتمم جامعہ بنوریہ عالمیہ
سائٹ ایریا، کراچی

28 جنوری، 2017

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادرِ عزیز رؤف صدیقی صاحب سے میری پہلی ملاقات اُس وقت ہوئی جب وہ صوبہ سندھ کے وزیرِ داخلہ کے اہم عہدے پر فائز تھے اور صوبے کی مختلف الجہات شورشوں کو ختم کرنے کے عمل میں مبتلا تھے۔ مجھے ہمیشہ سے ہر قسم کے وزراء سے ملاقات کرنے میں الجھن محسوس ہوتی رہی ہے۔ اس میں وزیرِ اعظم سے لے کر دیگر وزراء شامل ہیں۔ میری ناقص رائے میں یہ حضرات کچھ سیاسی اور سماجی جملوں کو رٹ کر دورانِ اقتدار انہی جملوں کو دہراتے رہتے ہیں لیکن مجھے اکثر کسی اجتماعی نشست میں اور بیشتر اپنے غریب خانے پر ملاقاتیں کرنی پڑتی تھیں۔

رؤف صدیقی صاحب سے میری پہلی ملاقات شہر کے اُن پُر آشوب دنوں میں ہوئی جب وہ دن اپنے نوکیلے دانت نکالے ہوئے شہر پر حملہ آور تھے۔ حسبِ دستور وہی الجھن اُس وقت بھی مجھ پر طاری تھی جب وہ ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ باہمی گفت و شنید کے بعد جب ہم فارغ ہوئے تو یک بیک انتہائی غیر متوقع طور پر ان کے اندر چھپا ہوا دانشور باہر نکل آیا۔ ایسے عالم میں میرا خانۂ عقل انگشت بر نداں اور نفسِ ناطقہ سر بہ کوہ و بیاباں تھا کہ کیا اقتدار اور دانشوری کسی میں قدرے مشترک ہو سکتی ہے؟ لیکن وہ قدرے مشترک تھی اور ڈنکے کی چوٹ پر تھی۔ تاریخِ آدم و عالم سے بقدرِ ضرورت واقفیت، عالمی ادبی تحریکات پر نگاہ، اردو کی شعری روایات کا غالب مطالعہ۔۔۔ یہ اور ایسے ہی دوسرے موضوعات زیرِ بحث آئے جن پر وہ سنجیدگی سے بات کر رہے تھے۔ اُس وقت میں یہ سوچ رہا تھا کہ دنیا کا کوئی منظر ایسا نہیں ہے جو اپنا پسِ منظر اپنے ساتھ نہ رکھتا ہو، جس طرح علم الحدیث میں ہر روایت کے پیچھے ایک روایت ہوتی ہے، اسی طرح انسانوں کے حوالے سے ہر روایت کے عقب میں ایک روایت پوشیدہ ہوتی ہے۔ جسے میں نے روایت کا نام دیا ہے، اُسے آپ آسان لفظ میں خاندانی پسِ منظر بھی کہہ سکتے ہیں، یعنی انسان کی سب سے واضح شناخت اُس کے خاندانی پسِ منظر کے حوالے سے کی جا سکتی ہے۔ غیر منقسم برِ صغیر میں

Marfat.com

بہت سے ایسے علمی خاندان اور گھرانے تھے جن کی طرف انتساب کسی بھی انسان کیلئے باعثِ افتخار ہوتا تھا۔ جناب محمد عبد الرؤف صدیقی صاحب کے اسلاف میں پدری و مادری دونوں سلسلوں کے افراد علم اور شعر و ادب کا شانِ راہ تھے جس کے بیان کا یہ موقع نہیں ہے، دونوں سلسلے جب رؤف صدیقی صاحب میں جمع ہوئے تو ایک اچھا انسان، اچھا دانشور اور اچھا شاعر ظہور پذیر ہوا۔ مستند علمی اور ادبی حوالے ہی اس بات کی دلیل ہیں کہ ادب ان کے نہاد و مزاج میں شامل ہے۔ وہ ہر دلعزیز ادبی اور سیاسی شخصیت کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔

ادبی اور شعری مصروفیات کے علاوہ سرزمینِ عرب میں طویل عرصے تک رہنے کے سبب رسول اللہ ﷺ سے جو شدید محبت ان کی طبیعت اور سرشت میں نہاں تھی، وہ منصۂ شہود پر آگئی اور انہوں نے ایک مفصل کتاب تحریر فرمائی جس کا نام ''سیرتِ خیر البشر ﷺ'' ہے۔ میں اپنے عارضی بصری مرض کے سبب کتاب کے مطالعے سے قاصر ہوں لیکن مجھے امید ہے کہ یہ کتاب توقعات پر پوری اُترے گی۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ یہ کتاب نادر و نایاب تصاویر سے مزین ہے جو انشاء اللہ مستقبل میں ایک دستاویز کا کام کرے گی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ رؤف صدیقی صاحب جب وزیرِ داخلہ تھے تو عشرۂ محرم کی بڑی مجالس میں ذاتی طور پر حفاظتی اقدامات کی نگرانی کرتے تھے اور مجالس میں شریک ہو کر انہماک و توجہ سے سماعت کیا کرتے تھے۔ اس میں عزاداری، سیّد الشہداء علیہ السلام سے ان کی رغبت اور آلِ محمد علیہم السلام سے ان کی شدید محبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ جلد ہی درودِ ابراہیمی میں شامل رسول اللہ ﷺ کی ''ذریتِ طیبہ'' پر بھی کتاب لکھیں گے جن میں سے بہت سوں کے مراقدِ مطہرہ سعودی عرب میں پائے جاتے ہیں۔

میں ان کی توفیقات کیلئے دستِ دعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی عزتوں میں اضافہ فرمائے اور دین و علم و ادب کی خدمات کی توفیق ادا کرتا رہے۔

طالب جوہری

علامہ طالب جوہری

Marfat.com

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ و الصلوٰۃ و السلام علیٰ سیّد الانبیاء محمد ﷺ
و علیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین و بعد

کائنات میں اللہ تعالیٰ کی توصیف کے بعد کسی بشر کی توصیف پر کتب کا شمار کیا جائے تو وہ خیر البشر محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ محترم عبد الرؤف صدیقی صاحب نے جس گہرائی اور تفصیل سے سیرت کے پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے، صرف مراجعات کی فہرست ہی اس کتاب ''سیرتِ خیر البشر ﷺ'' کے معتبر ہونے کی گواہی ہے۔ سیرتِ طیبہ ﷺ پر قلم اٹھانا اعزاز ہی نہیں، سعادت اور نجاتِ اخروی کا ذریعہ بھی ہے اور مصدقہ معلومات مہیا کرنا خدمتِ خلق بھی ہے۔ دعا ہے کہ خلقِ خدا زیادہ سے زیادہ اس سے مستفید ہو۔

وصلی اللہ و بارک علیٰ نبینا محمد و آلہٖ وصحبہٖ و اجمعین

حافظ محمد سلفی
پرنسپل جامعہ ستاریہ اسلامیہ
گلشنِ اقبال، کراچی

1 مارچ، 2017

Marfat.com

کچھ اس کتاب کے بارے میں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

برادرِ عزیز جناب عبد الرؤف صدیقی صاحب سے تعلق اُس زمانے سے ہے جب وہ ریاض میں مقیم تھے۔ یہ تو میرے علم میں تھا کہ ان کا گھرانہ علم و ادب سے شناسائی رکھتا ہے۔ ان کا تعلق ایک متوسط گھرانے سے ہے لیکن یہ تقدیر کے فیصلے ہیں کہ مالک جس کو چاہے عزت و عروج عطا کرے، وہ کتنی ہی مرتبہ الیکشن جیتے، نجانے کتنی مرتبہ مختلف وزارتوں پر فائز رہے۔ میں نے اس سارے عرصے میں ان کے اندر ایک خوبی دیکھی کہ اقتدار کے ایوانوں میں ہوتے ہوئے بھی ان کی شخصیت میں تواضع اور انکساری کا عنصر غالب رہا۔ انہوں نے اپنا تعلق علم و ادب سے ہمیشہ قائم رکھا۔ وہ یاروں کے یار ہیں۔ اقتدار کے دور میں انہوں نے لوگوں کے ساتھ تعاون کیا اور حتی المقدور اُن کی خدمت بھی کی۔ گزشتہ ہفتے انہوں نے مجھے فون کیا، ایامِ اسیری کی باتیں ہوئیں؛ اچانک صدیقی صاحب کہنے لگے: یار مجاہد! میں نے جیل میں رہتے ہوئے سیرتِ نبوی ﷺ پر کتاب لکھی ہے۔ اس پر آپ کا تبصرہ بھی ہونا چاہیے۔ میں نے سوچا کہ ایک سیاستدان اور وزیر سیرت پر کیا کتاب لکھے گا۔ وہ علم و ادب سے محبت اور تعلق تو رکھتے ہیں، مگر سیرت پر قلم اٹھانا تو علمائے دین کا کام ہے اور سچ بھی یہی ہے کہ وہی سیرتِ پاک ﷺ لکھنے کا حق رکھ سکتے ہیں۔

جب سے سویڈن کے ایک چھوٹے سے اخبار نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں ناپاک خاکے شائع کئے، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی کے حوالے سے دارالسلام نے اس مقدس موضوع پر 64 سے زائد کتابیں مختلف زبانوں میں شائع کی ہیں۔ میں نے ان کی کتاب دیکھنے اور پڑھنے سے پہلے سوچا کہ صدیقی صاحب سے کہوں: محترم! یہ آپ کس طرف نکل گئے ہیں؟ آپ جائیں سیاست کریں۔ آپ کا دینی علوم سے کیا تعلق، آپ سیرت

Marfat.com

پر کیا لکھیں گے ؟ سوچا زیادہ سے زیادہ صدیقی صاحب ناراض ہی ہو جائیں گے نا! بعد میں انہیں راضی کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ ابھی اسی شش و پنج میں تھا کہ ان کی طرف سے کتاب کا مسودہ ای میل کے ذریعے موصول ہو گیا۔ میں نے اس کتاب کو جستہ جستہ پڑھا۔ قارئینِ کرام! بعض واقعات کی صحت کے بارے میں محدثانہ نقطۂ نظر سے عدم اتفاق بھی کیا جا سکتا ہے۔ سیرت نگاری کے میدان میں قلم اٹھانا کوئی آسان کام نہیں۔ یہاں تو بڑے بڑے محدثین اور علمائے کرام ہاتھ باندھے اپنے عجز اور علمی کمزوری کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں۔

مجھے تو اس بات کی خوشی ہے کہ صدیقی صاحب نے بڑے آسان اور ادیبانہ اسلوب میں سیرتِ پاک ﷺ کو بطورِ خاص عصرِ حاضر کے لوگوں کیلئے لکھا ہے۔ ان کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ میں ان کا اخلاص، دردِ دل اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گہری محبت و عقیدت نظر آتی ہے۔ انہوں نے جن الفاظ کا چناؤ کیا ہے اور جو انداز اپنایا ہے، وہ ایسا دلنشیں ہے کہ قاری کتاب کو مزے لے لے کر پڑھتا ہے۔ ہماری علمی کمیٹی نے کتاب کا جائزہ لینے کے بعد بعض الفاظ کی طرف اشارہ کیا کہ ان پر اہلِ علم کے کچھ ملاحظات ہیں، مگر میں نے کتاب کو پڑھنا شروع کیا اور پھر پڑھتا ہی چلا گیا۔ واقعتاً اس کتاب میں سیرتِ پاک ﷺ کے بیان کا انداز اچھوتا اور نرالا ہے۔ خود میرے لئے بھی بعض معلومات نئی تھیں۔ ہمارے علمائے کرام نے بڑی بڑی عمدہ کتابیں سیرتِ پاک ﷺ پر لکھی ہیں جن کو عرب و عجم میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی اور ایک زمانہ اُن کا قدردان اور معترف ہے؛ تاہم ایک سیاستدان اور سابق وزیر نے اپنے انداز میں بڑی عمدہ سیرت لکھی ہے۔ میرے علم میں نہیں ہے کہ کسی سیاستدان یا کسی سابق وزیر نے سیرتِ مطہرہ ﷺ کے نازک موضوع پر اتنی اچھی کتاب لکھی ہو۔ جناب عبد الرؤف صدیقی صاحب! آپ کو بہت بہت مبارک ہو کہ آپ کا نام بھی سیرت نگاروں کی صف میں شامل ہو گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن انشاء اللہ یہ کتاب آپ کیلئے نجات کا سبب ہو گی۔

عبد المالک مجاہد
مینجنگ ڈائریکٹر، دار السلام پبلشرز، ریاض، سعودی عرب

5 مارچ، 2017

Marfat.com

دفتر ریسرچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر اوقاف

(حکومتِ سندھ)
جامع مسجد آرام باغ۔ کراچی

فون نمبر: 0333-3311811
موبائل 0300-3311811

نشانِ مجاریہ:۔ آر۔ آر۔ او (اوقاف) A-11/2017

مورخہ 18/1/2017

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصدیق نامہ

میں نے محمد عبدالرؤف صدیقی صاحب کی تصنیف کردہ کتاب ''سیرت خیر البشر ﷺ'' کو بغور پڑھا، اس میں قرانی آیات واحادیث نبوی ﷺ اور اس کے تمام اعراب وحروف چیک کیے۔ یہ سب درست ہیں۔

میں تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا کتاب ''سیرت خیر البشر ﷺ'' ہر قسم کی اغلاط سے مبرا ومنزہ ہے۔

المصدق
18/1/2017
مفتی منیر احمد طارق
ریسرچ ورجسٹریشن آفیسر اوقاف سندھ
حکومتِ سندھ
مفتی منیر احمد طارق
ریسرچ ورجسٹریشن آفیسر
محکمہ اوقاف سندھ کراچی

MUFTI MUNEER AHMED TARIQ
RESEARCH & REGISTRATION OFFICER
AWQAF DEPARTMENT GOVT OF SINDH

Marfat.com

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"سیرتِ خیر البشر ﷺ" پڑھنے سے قبل اللہ تعالیٰ اپنے محبوب رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین اور خیر البشر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں صحیفۂ کائنات یعنی قرآنِ مجید میں کیا ارشاد فرما رہا ہے، اسے پہلے پڑھ لیجئے:

﴿ اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ ۙ وَ وَضَعۡنَا عَنۡكَ وِزۡرَكَ ۙ الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَهۡرَكَ ۙ وَ رَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ؕ فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ۙ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ؕ فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ۙ وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارۡغَبۡ ۙ ﴾ [الانشراح 94: (1-8)]

"(اے محمد ﷺ!) کیا ہم نے تمہارا سینہ کھول نہیں دیا؟ (بے شک کھول دیا) اور تم پر سے بوجھ بھی اتار دیا، جس نے تمہاری پیٹھ توڑ رکھی تھی، اور تمہارا ذکر بلند کیا، تو بے شک مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے، (اور) بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے، تو جب فارغ ہوا کرو تو (عبادت میں) محنت کیا کرو، اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جایا کرو"۔

نیز ارشاد ہوتا ہے: ﴿لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الاحزاب 33: (21)]

"بے شک رسول اللہ (ﷺ) کی ذات میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے"۔

Marfat.com

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝﴾ [الاحزاب 33:(56)]

"خدا اور اس کے فرشتے پیغمبر پر دُرود بھیجتے ہیں، مومنو! تم بھی ان پر دُرود اور سلام بھیجا کرو"۔

متذکرہ بالا تین قرآنی آیات ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و بزرگی اور مقام و مرتبے کا بیان نہیں ہے، بلکہ پورا قرآنِ مجید ہی میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء و توصیف کو اُجاگر کر رہا ہے نیز اسی ذات کے ذریعے اور واسطے سے خالقِ کائنات جل جلالہ بنی نوع انسان سے کلام فرماتا ہے۔ اب آپ حضرات خود اندازہ لگائیں کہ محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر عظیم و جلیل مقام پر فائز ہیں۔۔۔!

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو بنانے کا فیصلہ فرمایا تو ایک مکمل انسان، اُس کا کردار، اُس کا اخلاق، اُس کی خوبیاں، اُس کی عظمت، اُس کی علمیت، اُس کی عبادت اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کامل یقین اور ایسی ہی بے بہا خوبیاں جمع کر کے اپنا خلیفہ اور نائب بنانے کا اعلان فرمایا تھا۔ اس کائنات میں صرف اور صرف رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہی کو اللہ تعالیٰ نے معیار قرار دیا ہے اور تمام رُسل و انبیاء علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے کمالات کا پرتو ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی امام الانبیاء ہیں، یہی وجہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل ہی جنت الفردوس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی جگہ جگہ آویزاں تھا اور اللہ ربّ العزت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا تذکرہ بار بار مثال کی صورت میں پیش فرماتا رہا اور یہاں تک محبت کی انتہا قرار پائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر نسبت کو اللہ تعالیٰ نے وہ عزت و تکریم بخشی کہ اُسے قبولیت کے درجے پر فائز کر دیا گیا۔ اب اس سے زیادہ اور کیا لکھوں کہ یومِ حشر یعنی قیامت کے دن جب تمام بنی نوع انسان زندہ کر کے کھڑے کئے جائیں گے اور اُن کے انبیاء اور رُسل علیہم السلام بھی موجود ہوں گے، اُس دن اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کو دم مارنے کی طاقت نہیں ہو گی، اُس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود عطا فرمایا جائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بات کرنے کی اجازت ہو گی، شفاعت کرنے کی اجازت ہو گی، اپنی اُمت کے ہر فرد کے دفاع کی

Marfat.com

اجازت ہو گی اور آپ ﷺ کا کیا جانے والا دفاع قبول کیا جائے گا۔ وہ کیا عالم ہو گا کہ جب رشتے ناطے گھبراہٹ اور خوف کے عالم میں ایک دوسرے کو پہچان نہیں رہے ہوں گے۔ اس آیتِ مبارکہ کو پڑھتے جایئے:

﴿ وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّ لَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴾ [المؤمن 40: (18)]

"اور (اے نبی ﷺ!) انہیں ڈراؤ اُس نزدیک آنے والے آفت کے دن سے، جب دل گلوں کے پاس آجائیں گے، غم میں بھرے، اور ظالموں کا کوئی دوست ہو گا نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے"۔

گرمی، تپش اور گھبراہٹ سے حلق خشک ہو رہے ہوں گے، حوضِ کوثر آپ ﷺ کے پاس ہو گا، مقامِ محمود پر آپ ﷺ جلوہ افروز ہوں گے، میں اپنی یہی کتاب لے کر آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش ہو جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم پر یقین اور اُس سے اُمید ہے کہ وہ اس کے صدقے میں مجھے، میرے خاندان، دوست اور احباب کو بخشتے ہوئے جنت الفردوس میں داخل فرمادے گا، جہاں میرا جانا بہت ضروری ہے۔۔۔ انشاء اللہ۔۔۔

حضور نبی کریم ﷺ کا مقام و مرتبہ کتنا بلند و بالا ہے کہ اللہ ربّ العالمین بھی آپ ﷺ پر دُرود نازل فرماتا ہے اور اس کے معصوم فرشتے بھی اس مبارک ورد کو پڑھتے رہتے ہیں۔ اسی لئے اُمتِ مسلمہ کو بھی دُرود و سلام پڑھنے کا حکم فرمایا گیا ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ. وَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ. إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ. وَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

"اے اللہ! دُرود بھیج محمد (ﷺ) اور آپ کی آل پر، جیسا کہ دُرود بھیجا ابراہیم اور اُن کی آل پر، بے شک تو سراہا گیا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما محمد (ﷺ) اور آپ کی آل پر، جیسا کہ برکت نازل کی ابراہیم اور اُن کی آل پر، بے شک تو سراہا گیا اور بزرگی والا ہے"۔

Marfat.com

اس دُرودِ ابراہیمی کے بارے میں ایک اہم نکتہ موجود ہے جس کی وضاحت بہت ضروری ہے۔ اس نکتے نے اچھے خاصے پڑھے لکھے مسلمانوں کو بھی شش و پنج میں ڈال رکھا ہے۔ یہودیوں کی جانب سے ایک طعنہ یہ دیا جاتا ہے کہ تم مسلمان ہم پر تا قیامت سلام بھیجتے رہو گے اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس دُرود میں تم آلِ ابراہیم علیہ السلام کہہ کر سلام بھیجتے ہو اور ہم یہودی سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے سیّدنا اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، حالانکہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کے وقت جو دعا مانگی تھی، وہ یہ تھی:

﴿ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ ﴾ [البقرۃ2: (127-129)]

”اور جب اُٹھاتے تھے ابراہیم اس گھر کی بنیادیں اور اسماعیل، یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بے شک تو ہی ہے سننے والا، جاننے والا ہے۔ اور اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک تیری فرمانبردار اُمت رکھ اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ توبہ قبول فرما، بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اور اے ہمارے رب! ان (لوگوں) میں انہی میں سے ایک پیغمبر مبعوث فرما جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے اور کتاب اور دانائی سکھائے اور ان (کے دلوں) کو پاک صاف کرے، بے شک تو ہی غالب اور صاحبِ حکمت ہے“۔

سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا کہ میں تیرے اور تیری اولاد کے حق میں یہ دعا قبول کرتا ہوں، صرف اُن کیلئے جو حق پر رہیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

Marfat.com

﴿ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ ﴾ [البقرۃ2: (124)]

"(اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے) فرمایا: میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں، (اُنہوں نے) کہا: اور میری اولاد سے بھی، (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: میرا وعدہ ظالموں کیلئے نہیں ہے"۔

اس کا واضح مطلب ہے کہ جو حق پر نہیں ہوں گے اور گمراہ ہوں گے، اُن کیلئے یہ دعا قبول نہیں کی گئی تھی؛ بالکل ایسے ہی جیسے حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا یام جس کا لقب کنعان تھا، گمراہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اُسے عذاب میں مبتلا کر دیا جسے دیکھ کر حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کی: یہ میرا بیٹا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوح! یہ تیرا بیٹا نہیں، گمراہ ہو گیا ہے؛ اور اُسے غرق کر دیا۔

سیرتِ خیر البشر ﷺ پڑھتے وقت اس ایک اور نکتے کو پڑھیئے جو میرے ذہن میں اور دل میں رہا ہے، گو ضروری نہیں ہے کہ آپ میرے اس نقطۂ نظر سے اتفاق کریں۔۔۔ چلیئے پڑھیئے۔۔۔

افواہوں، تہمتوں اور الزامات کی بھرمار کا براہِ راست ہدف حضور ﷺ کو بنایا۔۔۔ اور ساتھ ساتھ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن اور عشرۂ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کفارِ مکہ، یہودیوں اور منافقین نے نشانہ بنائے رکھا۔۔۔ کیوں۔۔۔؟ صرف اس لئے کہ پورے اسلام کی بنیاد ہی یہیں سے مضبوطی کے ساتھ رواں دواں تھی اور اسلام تیزی سے پھیلتا جا رہا تھا لہٰذا ان لوگوں نے باقاعدہ منصوبہ بندی اور چالاکی سے انہی تین اطراف سے اسلام کو زد پہ لئے رکھا کہ اگر ان باطلانہ کوششوں سے ان تینوں اطراف میں سے کسی ایک جگہ بھی کامیابی ہو گئی تو مسلمانوں کا شیرازہ بکھر جائے گا۔۔۔ لیکن ہوا اس کے برعکس۔۔۔ ہر افواہ، ہر سازش، ہر تہمت پر اس کی تردید اور اس کی گواہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی رہی اور وہ بھی اس طرح کہ ہر ہر افواہ، سازش اور تہمت کے جواب میں بنی نوع انسان کیلئے قانون سازی ہوتی چلی گئی لہٰذا یہ تمام باطل حربے بہترین قوانین میں تبدیل ہو گئے اور انسانی معاشرے میں رائج اور راسخ برائیوں کی جگہ ان کے اندر بہترین اوصاف داخل ہو گئے جس سے وہ سنورتے چلے گئے اور اس طرح ایک مکمل معاشرہ تاریخِ انسانی میں پہلی دفعہ وجود میں آ گیا۔۔۔ لیکن عہدِ رسالت ﷺ کے بعد

Marfat.com

ہمیں نہیں معلوم کہ ہم سے نجانے کہاں یہ غلطیاں سرزد ہو گئیں کہ اس تمام منفی پراپیگنڈے کے دفاع میں ہم خود ہی الجھ گئے۔۔۔ وہ کیسے۔۔۔؟ وہ ایسے کہ اسلام دشمن جو جو افواہیں اور الزامات لگاتے گئے، ہم نے ان الزامات اور افواہوں کو جواب دینے کی غرض سے تحریر کرنا شروع کر دیا تا کہ دفاع کیا جائے۔ اس میں بلاشبہ بہترین نیت اور اخلاص شامل رہا لیکن ہم نے ان تمام لغو الزامات اور افواہوں کو اپنی ہی کُتب میں شامل کر کے الجھنیں بڑھا لیں۔۔۔ اور اُن کے پراپیگنڈے کو دائمی صورت میں اپنے پاس رکھ لیا۔۔۔ لیکن دفاع تو ہر حال میں کیا جائے گا۔۔۔ خواہ قلم سے ہو۔۔۔ خواہ جان و مال سے۔۔۔ لیکن نہایت حکمت کے ساتھ۔۔۔

''سیرتِ خیر البشر ﷺ'' میں موضوعات کے اعتبار سے جو ترتیب میں نے رکھی ہے، وہ اس آسانی کے پیشِ نظر کہ آج کے طالبعلم کو ایک موضوع پر مختلف واقعات ایک ہی جگہ تسلسل کے ساتھ مل جائیں اور میں نے یہ خیال رکھنے کی کوشش کی ہے کہ اس ترتیب کے ساتھ سیرتِ طیبہ کا تسلسل بھی قائم رہے۔ یوں تو سیرتِ طیبہ کے موضوع پر جس قدر چاہیں تحریر کو بڑھایا جا سکتا ہے حتیٰ کہ ایک ایک واقعہ اور ایک ایک موضوع کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہو سکتا ہے لیکن مختلف جلدوں پر مشتمل سیٹ کو ساتھ لے کر چلنا محال ہے۔ اس لئے میری کوشش یہ رہی ہے کہ ایک ہی کتاب میں سیرتِ طیبہ کے اہم گوشوں کو تحریر میں لایا جائے۔ انشاء اللہ زندگی رہی تو اس کے ایک ایک موضوع پر مزید اضافے کے ساتھ لکھا جاتا رہے گا۔۔۔

سیرتِ طیبہ پر مشتمل کتاب ''سیرتِ خیر البشر ﷺ'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کو پڑھتے وقت یہ ذہن میں رکھیئے گا کہ یہ ایک ایسے شخص نے لکھنے کی کوشش کی ہے جو اپنی کوتاہیوں، خامیوں اور اپنی کم علمی کے ساتھ زندگی کو برت رہا ہے۔ میں کیا، میری ہستی کیا، کہ میں اُس جلیل القدر پیغمبرِ رسول ﷺ کی شان میں کچھ لکھوں یا اُس مقدس ہستی کے بارے میں کچھ کہہ بھی سکوں۔ آج سے تقریباً 14 برس قبل جب میں سعودی عرب میں مقیم تھا تو میں نے چاہا کہ سیرتِ طیبہ پر ایک کتاب لکھوں جو نہایت آسان الفاظ میں عام گفتگو کا انداز لئے ہوئے ہو کیونکہ آپ ﷺ پر لکھی جانے والی لاکھوں کتابیں موجود ہیں اور 14 سو برس سے یہ سلسلہ جاری ہے اور انشاء اللہ تا قیامت

Marfat.com

جاری رہے گا لیکن جب میں کئی صدیوں قبل کے نامور مؤرخین کی سیرت پر مبنی کُتب کا مطالعہ کر رہا تھا تو مجھے اندازہ ہوا کہ اُن کی تحریریں اپنے وقت کے لحاظ سے تو بہترین تحریریں تھیں لیکن مشکل الفاظ کی بہتات کے باعث آج کے طالبعلم کیلئے اُنہیں سمجھنا آسان نہ تھا۔ اس لئے میں نے چاہا کہ آسان الفاظ میں سیرتِ طیبہ لکھی جائے۔ ابھی یہ آرزو میرے دل ہی میں تھی اور کاغذ و قلم لے کر لکھنے بیٹھا تو مجھ پر عجیب و غریب خوف طاری ہو گیا اور میں سوچنے لگا کہ میں کس قدر عظیم اور مقدس ہستی پر لکھنے جا رہا ہوں، خدانخواستہ ایسا نہ ہو جائے کہ کوئی لفظ یا کوئی جملہ میری بشری کوتاہی کے باعث اللہ تعالیٰ اور رسالت مآب ﷺ کو اچھا نہ لگے اور میں اپنی دنیا و آخرت تباہ و برباد کر بیٹھوں لہٰذا میرا قلم لکھنے سے پہلے ہی رُک گیا۔ کئی دن اسی کشمکش میں گزر گئے کہ اگر میں لکھوں تو کیا اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیبِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں قبول ہو گا یا نہیں۔۔۔! لہٰذا لکھنے سے پہلے میری دلی تمنا تھی کہ کسی طرح یہ یقین میرے دل میں اُتر جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے گا۔ پھر اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا کہ اپنے ذہن و دل پر چھائے اس بوجھ کو اُتار دوں اور دعا کی کہ۔۔۔ اے اللہ! میں رسالت مآب ﷺ پر لکھنا چاہتا ہوں۔۔۔ یہ میری تمنا ہے۔۔۔ میری آرزو ہے۔۔۔ اور میری حالت یہ ہے کہ۔۔۔ میرے پاس نہ علم ہے۔۔۔ نہ دل اور دماغ میں ٹھہراؤ۔۔۔ میرا قلم اس قدر بے باک ہے کہ لکھتے وقت میرے قابو میں ہی نہیں رہتا۔۔۔ لہٰذا میں اب یہ فیصلہ تیری ذات کے بھروسے پر چھوڑتا ہوں کہ اگر میں سیرتِ طیبہ پر پہلا لفظ لکھ سکا تو میں سمجھ لوں گا کہ یہ تیری مرضی و منشاء سے ہو رہا ہے۔۔۔ اور پھر یوں ہوا کہ روزانہ اپنے بستر پر رکھے رائیٹنگ پیڈ اور قلم جو بڑے اہتمام سے پہلے روز لے کر بیٹھا تھا، اُس پر جب نگاہ پڑتی تو میرا دل بجھ سا جاتا تھا۔ اس اضطراب میں کئی ہفتے گزر گئے اور ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی کہ لکھنا شروع کروں۔۔۔ پھر اچانک پاکستان میں عام انتخابات کا اعلان ہو گیا۔ میں جو پاکستان میں ہونے والے انتخابات میں باوجود بے حد اصرار کے ہر مرتبہ شدت سے الیکشن لڑنے پر انکار کرتا رہا تھا، اس مرتبہ 2002ء میں الیکشن لڑنے کیلئے اصرار ہوا تو نہ چاہتے ہوئے بھی میں الیکشن میں حصہ لینے کیلئے پاکستان آ گیا اور قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کی دونوں نشستوں سے بیک وقت انتخاب جیت گیا۔۔۔

Marfat.com

پھر سیاسی جھمیلوں اور وزارتوں میں اس قدر اُلجھ گیا کہ ماہ و سال کو جیسے پَر لگ گئے اور لمحوں میں یہ وقت تیزی سے گزرتا گیا لیکن اس تمام عرصے میں جب جب سیرتِ طیبہ نہ لکھنے کا احساس ہوتا تھا تو دل پر ایک چوٹ سی لگ جاتی اور ایک ہُوک سی اٹھتی رہتی تھی اور پھر اقتدار کے اس گورکھ دھندے میں اُلجھتا ہی چلا گیا۔۔۔

اب بغیر تمہید کے ان باتوں کو مختصر کرتا ہوں کہ 19/ جولائی 2016ء کو انسدادِ دہشت گردی کی عدالت نے بنا کسی جرم اور بغیر کسی خطا پر مجھے قید کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ جیل میں پہلے ہی دن وقت تھم گیا۔ سکوت کا یہ عالم تھا کہ گھڑی پر جب نظر پڑتی تو اُس گھڑی کی سوئی جیسے آگے سرکنے کا نام ہی نہ لیتی تھی۔ میں نے کاغذ اور قلم اُٹھایا کہ چلو کچھ لکھنا شروع کروں تاکہ کچھ وقت تو کٹے اور گھڑی کی سوئی چلنا شروع کر دے۔ پہلے دنیاداری کے دو جملوں کے بعد سے خود بخود رسالت مآب ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر قلم چلنے لگا اور پھر اس طرح چلا کہ رُکنے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ 14 برس قبل سیرتِ طیبہ لکھنے سے پہلے میں نے جس قدر آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کو پڑھا تھا اور مکہ و مدینہ میں جو وقت گزارا اور جو مشاہدے کئے تھے، وہ سب میرے ذہن میں جاگنے لگے اور یہ خیالات اس تیزی کے ساتھ آتے تھے کہ میں جو اقتدار کے سنگھاسن پر رہتے ہوئے اپنے ہاتھ سے لکھنا بھول چکا تھا جس کی وجہ سے قلم بھی میرے ذہن میں آنے والے خیالات کا ساتھ نہیں دے پاتا تھا، جیل میں وسائل نہ ہونے کے باوجود ہر روز پندرہ بیس صفحات لکھتا تھا اور دوسرے دن بھائی بہن جب ملاقات کیلئے آتے تو یہ صفحات میرے گھر کی دیکھ بھال کرنے والے عبد الغفور کے ہاتھ عمران قریشی کو بھجوا دیتا تھا تاکہ وہ اسے کمپوز کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے جیل میں ہی سیاسی اسیروں کاشف صبور، نادر اور ریحان کو میرے پاس بھیج دیا اور پھر یہ آسانی ہو گئی کہ میں بولتا جاتا اور کاشف صبور لکھتے جاتے تھے۔ سینٹرل جیل کراچی میں دو کُتب خانے تھے جہاں سے چند کتابیں مجھے ملیں جس سے میرے لئے مزید آسانی ہو گئی۔ اب پوری رفتار سے یہ کتاب ”سیرتِ خیر البشر ﷺ“ مکمل ہونے لگی۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ قید سے رہائی کیلئے ضمانت کا آسان سا مرحلہ طویل ہوتا چلا گیا اور اسی دوران سیرتِ طیبہ تحریر کرنے کا 80 فیصد کام مکمل ہو چکا تھا لیکن سب سے اہم مرحلہ سیرتِ طیبہ کے حوالہ جات اور اس کی نوک پلک درست کرنا تھا اور سیرتِ طیبہ میں لکھے جانے والے مضامین میں جو تشنگی باقی رہ گئی تھی، اُسے پورا کرنا تھا کیونکہ وہ جیل میں کسی بھی

Marfat.com

صورت مکمل نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ صورتحال میری طبیعت میں بے چینی کا سبب بنتی جارہی تھی اور میں سوچتا تھا کہ الٰہی اس جیل خانہ سے میں باہر کیسے جاؤں۔۔۔؟ کیا یہ سب ایسا ہی رہ جائے گا۔۔۔؟ میرے وکلاء جناب بیرسٹر فروغ نسیم، جناب شوکت حیات ایڈووکیٹ، جناب عابد زمان، جناب عامر منسوب قریشی ایڈووکیٹ اور میرا چہیتا بیٹوں جیسا کاشف صدیقی اعلیٰ عدلیہ کے روبرو ضمانت کی درخواستیں جمع کراتے جاتے تھے اور سندھ ہائی کورٹ کی ایک کے بعد دوسری بینچ Not Before کر کے میری درخواست سننے کیلئے ہی تیار نہ تھی۔۔۔ اپنی بے بسی کا احساس بڑھتا جارہا تھا۔۔۔ یہ قید خانہ پہلے نہیں اب پل پل مجھے کاٹنے کو دوڑتا تھا۔۔۔ اسی دوران اچانک میرے سینے میں درد ہوا اور جیل سے مجھے فوراً قومی ادارۂ امراضِ قلب (NICVD) میں چیک اپ کیلئے لے جایا گیا جہاں مجھے چیک اپ کے بعد داخل کر لیا۔ خبریں تمام میڈیا پر چلنے لگیں اور اہلِ خانہ کے ساتھ بے شمار لوگ عیادت کیلئے آنے لگے، میں مزید پریشان (disturb) ہو گیا۔ ڈاکٹرز نے مجھے بتایا کہ آپ کی انجیو گرافی (angiography) ہو گی اور کچھ دن یہاں رہنا ہو گا۔ میں نے صاف منع کر دیا اور جیل واپس جانے کے اصرار پر ڈاکٹرز حیران ہوئے تو میں نے اُن کی حیرانی دُور کرتے ہوئے کہا کہ میں اپنی زندگی کی ایک اہم کتاب "سیرتِ خیر البشر ﷺ" لکھ رہا ہوں، آپ انجیو گرافی کرنے کے بعد کچھ اور کرنے کو کہیں گے جو میرے لئے اس وقت ناممکن ہے، میں وعدہ کرتا ہوں کہ کتاب مکمل ہونے کے بعد خود کو آپ ڈاکٹرز حضرات کے حوالے کر دوں گا، پھر آپ جو چاہیں میرے دل کے ساتھ کرتے رہیئے گا۔ اس طرح ان تین دنوں میں سیرتِ طیبہ کا ایک لفظ بھی نہیں لکھ سکا لہٰذا ہسپتال سے جان چھڑا کر میں جیل واپس آگیا۔ جیل کا عملہ اور تمام قیدی مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔۔۔

خیر، میرے وکلاء اور کاشف صدیقی نے ایک دفعہ پھر درخواستِ ضمانت جمع کروائی اور یہ پانچویں درخواست سندھ ہائی کورٹ کی بینچ جناب جسٹس محمد علی مظہر اور جناب جسٹس عبد المالک گدی کے روبرو پیش ہوئی تو سماعت کے پہلے ہی روز مجھ پر قائم سیاسی مقدمے نے ڈرامائی رُخ اختیار کیا اور ان دونوں قابلِ احترام جسٹس صاحبان نے کسی بھی قسم کا دباؤ قبول کئے بغیر عدل کے تمام تر تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے 117 دن بعد درخواست منظور کی اور میری رہائی کا حکم جاری فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں جسٹس صاحبان کو دنیا و آخرت میں

Marfat.com

کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے اور عدل کرنے میں انہیں یکتائے زمانہ اور عزت و شہرت عطا فرمائے۔۔۔ آمین۔۔۔!

اب میں آزاد تھا۔۔۔ اب اس سلسلے میں ہر کام کر سکتا تھا۔۔۔ لہٰذا میں نے "سیرتِ خیر البشر ﷺ" کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوششیں تیز کر دیں۔۔۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے ایک اور آسانی پیدا فرمائی کہ۔۔۔ ثناء عروج (ڈپٹی ڈائریکٹر آئی ٹی، سندھ اسمال انڈسٹریز کارپوریشن)، وسیم احمد (استاد، ونڈر لینڈ گرامر سیکنڈری اسکول)، کاشف صدیقی، شائق احمد اور احمد سلیم کو بھیج دیا۔۔۔ جنہوں نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا نیز جو کمی بیشی رہ گئی تھی، اُسے پورا کرنے میں ہمہ وقت رات دن کام کرتے رہے۔۔۔ اس کتاب کی نوک پلک درست کرنے میں ان کا اہم ترین کردار رہا ہے۔۔۔ اب گھر کے کمرے میں جملہ صاحبان نے "سیرتِ خیر البشر ﷺ" پر رات دن زور و شور سے کام شروع کر دیا۔۔۔

اسی طرح مفتی عنایت الرّحمان، مفتی منیر احمد طارق، محمد رضا اور عبدالعزیز (گرافکس ڈیزائنرز)، عبدالستار، اعجاز بشیر، حامد علی، کامران قریشی، مدینہ منورہ میں محمود الحق اور مدینہ منورہ میوزیم کے گائیڈ شاہ میر محمد ہاشم، مکہ مکرمہ کے اکرام، الیاس اور جاوید نے اس سلسلے میں کافی تعاون کیا۔ اسی دوران دو مرتبہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ چند یوم کیلئے جانا ہوا تو سیرتِ طیبہ کے بارے میں دیگر حوالہ جات اور مضامین میں مزید اضافے کی سعادت مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کے روبرو، مسجدِ نبوی ﷺ میں ریاض الجنۃ اور روضۂ رسول ﷺ کی جالیوں کے پاس حاصل ہو گئی۔ مسجد نبوی ﷺ میں سعودی پولیس آفیسر ابو انس جن کا مدینہ منورہ کے حربی قبیلے سے تعلق ہے، اُنہوں نے دوستی کا حق ادا کیا۔

میں یہ بھی چاہتا تھا کہ میری زندگی میں میرے خاندان کے بڑے جو مجھے اچھے کاموں کی ترغیب دیتے رہے اور حق و سچائی کی راہ پر چلنے میں ہمیشہ مدد کرتے رہے، اس سیرتِ طیبہ میں اُن کا نام بھی درج ہو جائے تاکہ وہ بھی دعاؤں کے مستحق قرار پائیں۔ میری والدہ محترمہ حمیرا مجید صدیقی، میرے والد محترم محمد عبدالمجید صدیقی، میرے بھائی عبد الرّحیم صدیقی، عبدالعزیز صدیقی، میری بہن رفعت صدیقی (اپیا)، میری بھابھی سعیدہ رحیم صدیقی، میرا گیارہ سالہ بھتیجا

Marfat.com

عبد البصیر صدیقی، جو اب اس دنیا میں نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے۔ میرے اہلِ خاندان عبد الباسط صدیقی، سعید الظفر صدیقی، میرے بہنوئی مبشر زیدی، خاص طور سے میری دونوں بہنوں صوفیہ صدیقی اور رعنا صدیقی، میرے بہنوئی مظہر خان جمالی (جدہ)، میرے بھانجے محمد عالم جمالی اور منصور زیدی، ان پانچوں نے بار بار مکہ و مدینہ کا سفر کر کے اس کتاب کیلئے اہم تصاویر جمع کرنے میں بھرپور مدد کی، اختر رسول (ذیشان)، رحمٰن زیدی، عظیم صدیقی، علیم (حماد) صدیقی، کلیم صدیقی، زید صدیقی، رافع صدیقی، سمعیہ صدیقی، عائشہ صدیقی، بشریٰ صدیقی، صالحہ صدیقی، شافعہ زیدی، صفا صدیقی، امبر (حنا)، فراز، عدنان (غوث)، معراج، نعیم احمد، ناہید احمد، وجیہہ احمد، نگہت مرزا حنا، عظمیٰ عظیم، وردہ علیم، جویریہ کلیم، سیما (بے بی)، عفت زیدی، ماہ نور، سعدیہ زیدی، عروسہ زیدی، ظفر زیدی، اظفر زیدی، مظفر زیدی، ناصر زیدی، طیبہ خالہ، غلام محمد، شاہین آراء، عبد الصمد، سعدیہ محمد اور فاروق عابدی سمیت دیگر تمام افراد کے ساتھ ساتھ میری دو پیاری پیاری بیٹیاں شیماء صدیقی اور شعونہ صدیقی جنہیں میں نے گود لیا ہے اور میں ان دونوں سے بے انتہا پیار کرتا ہوں، جنہیں میں دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں کو ٹھنڈک ملتی ہے؛ وسیم اختر جو اَب میئر کراچی ہیں، جیل میں ہم دونوں ایک ہی کمرے میں تھے، رات رات بھر جب میں لکھتا تھا تو یقیناً اُن کے آرام میں خلل ہوتا ہو گا لیکن اُنہوں نے کبھی برا نہیں منایا، اس طرح اس تحریر میں وہ بھی شریک ہو گئے ہیں؛ ان سب کے علاوہ آغا سراج دُرّانی (اسپیکر سندھ اسمبلی)، منظور وسان (صوبائی وزیر)، آصف مرغوب صدیقی، ظہیر خان، شریف خان، سید عدنان علی قادری (شرکتہ الاعجاز)، آفتاب پٹھان، رشید جمال، محمد نور (جدہ)، طارق دین (مکہ ہلٹن)، سعید سومرو، نادر علی، محمد رئیس، محمد نعیم، اسد، جمشید چاندی والا، اقبال احمد، ڈاکٹر خالد مقبول صدیق (MNA)، ڈاکٹر محمد علی خالد (میڈیکل فریکوئنسی سینٹر)، ڈاکٹر بلال فیض، ڈاکٹر اعظم، ڈاکٹر تبسم؛ NICVD کے ڈاکٹر خالد، ڈاکٹر آفاق اور ڈاکٹر اشفاق؛ ڈاکٹر جمیل بھٹی، ڈاکٹر مسعود ذکائی (ڈینٹل سرجن)، ڈاکٹر موسیٰ اور جی ایم مصطفیٰ (دبئی) وغیرہ، اللہ تعالیٰ ان سب کو اس دنیا میں حاسدوں کے حسد اور شریوں کے شر سے محفوظ فرمائے اور آخرت میں خیر کے انعامات سے نوازے۔۔۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی عظیم مملکت پاکستان کو اپنی رحمت کے سائے میں رکھے اور اہلِ پاکستان کو دنیا میں عزت و وقار عطا فرمائے۔۔۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری اُمت اور تمام اسلامی ممالک کو وہ ترقی و عروج عطا فرمائے جو ان کے شایانِ شان ہو۔۔۔ آمین۔۔۔!

Marfat.com

اس کتاب ''سیرتِ خیر البشر ﷺ'' میں جس قدر مدد مجھے ان کُتب سے ملیں، میں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کُتب کے مؤلفین و مصنفین کے حق میں دعائے خیر نہ کروں لہٰذا میں ان کُتب اور ان کے مصنفین کے نامِ نامی کو درج کرتے ہوئے اُن کیلئے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے خالق و مالک! ان میں سے جو حیات ہیں اُنہیں دنیا و آخرت میں خیر و برکت عطا فرما اور جو اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اُنہیں آخرت کی ہر منزل پر کامیابی عطا فرما۔۔۔ آمین۔۔۔!

''صحیح بخاری'' از امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ''صحیح مسلم'' از امام مسلم بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ، ''موطأ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ'' از امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ، ''تفسیر ابنِ کثیر'' از علامہ عماد الدین ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ، ''سیرت النبی ﷺ'' از ابو محمد عبد الملک بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ، ''مقدمہ تاریخ ابنِ خلدون'' از علامہ عبد الرحمٰن ابنِ خلدون رحمۃ اللہ علیہ، ''تاریخِ طبری'' از امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ، ''الرحیق المختوم'' از مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ، ''خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک''، ''فضائلِ اعمال'' از مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ، ''پیغمبرِ امن'' از حکیم محمود احمد ظفر رحمۃ اللہ علیہ، ''سیرتِ احمد مجتبیٰ'' از شاہ مصباح الدین شکیل رحمۃ اللہ علیہ، ''رسول اکرم ﷺ کا اندازِ تربیت'' از مفتی ثناء اللہ محمود، ''معاملاتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ'' از قیوم نظامی، ''حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ'' از طالب الہاشمی، ''حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی'' از ذکیہ جہانگیر، ''سیرتِ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ'' از ڈاکٹر علی محمد الصلابی، ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ'' از نبی احمد سُہا، ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی'' از ذکیہ جہانگیر، ''سیرتِ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ'' از ڈاکٹر علی محمد الصلابی، ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہدِ تاریخ'' از خالد محمود، ''حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ'' از طالب الہاشمی، ''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' از طالب الہاشمی، ''آسان نماز'' از مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ، ''منتخب احادیث'' از مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، ''صحیح احادیثِ قدسیہ'' از محمد امان اللہ ناصر مدنی، ''جب دنیا ریزہ ریزہ ہو جائے گی'' از ڈاکٹر محمد بن عبد الرحمٰن العریفی، ''حضور ﷺ کا مثالی بچپن'' از مولانا ارسلان بن اختر میمن، ''حکایاتِ صحابہ کرام'' از پروفیسر خالد پرویز، ''تاریخِ اسلام'' از اکبر شاہ نجیب آبادی، ''تاریخِ جنّات و شیاطین'' از امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ''تاریخِ بیت اللہ'' از رؤف صدیقی، ''جادو کی کوئی حقیقت نہیں'' از علامہ ابراہیم خلیل، ''جنت میں لے جانے والے اعمال'' از امام حافظ محمد شریف الدین عبد المؤمن بن خلف دمیاطی،

Marfat.com

"تاریخِ اسلام کی چار سو باکمال خواتین" از طالب الہاشمی، "اسلام میں رفاہِ عامہ کا تصور اور خدمتِ خلق کا نظام" از امیر الدین مہر، "عبدہٗ ورسولہٗ" از پروفیسر بزم انصاری، "سنتِ نبوی ﷺ اور جدید علمِ نفسیات" از مولانا محمد ہارون معاویہ، "قرآنی آیات اور سائنسی حقائق" از ڈاکٹر ہلوک نور باقی، "قرآن رہنمائے سائنس" از ہارون یحیٰی، "لازوال خالق کے تخلیقی عجائب" از ہارون یحیٰی اور "نظریہ ارتقا، ایک فریب" از ہارون یحیٰی۔

میں یہاں ایک بات واضح کرتا چلوں کہ میری کتاب "سیرتِ خیر البشر ﷺ" کا اگر کوئی کسی بھی زبان میں ترجمہ کرنا چاہے تو اس شرط کے سوا کہ اس میں اپنی طرف سے کوئی تبدیلی نہ کرے، اسے شائع کرنے کی اجازت ہے۔ البتہ صرف شائع کرنے والے کا نام، ترجمہ کرنے والے کا نام یا اُس کے ادارے کے نام کا وہ اضافہ کر سکتا ہے۔۔۔ اور اس کے جملہ حقوق نہ میرے لئے ہیں اور نہ ہی میرے اہلِ خانہ کیلئے۔۔۔ میں تو صرف دعاؤں کا طلبگار ہوں، وہ بھی اگر کوئی دے تو اُس کا شکر گزار رہوں گا، میں کسی پر غیر ضروری بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا۔۔۔ اللہ تعالیٰ مجھے میرے اندر ابھرتی انسانی خواہشات یعنی تعریف وخود نمائی اور ریاکاری سے بچائے۔۔۔ آمین۔۔۔!

؎ دنیا کی غلامی سے دشوار ہے آزادی
تقلید نہ ہو جب تک مختارِؐ دو عالم کی
عاجز ہے زباں ناطق آلفاظ ہیں ناکافی
تعریف ادا کیا ہو سرکارِؐ دو عالم کی

دعاؤں کا طالب

رؤف صدیقی

B-123/10، فیڈرل 'بی' ایریا، کراچی-38، پاکستان
ص۔ب۔21717، ریاض- 11485، سعودی عرب
email: maraufsiddiqui@hotmail.com
www.raufsiddiqui.com
facebook.com/ RaufSiddiquiOfficial
twitter.com/ MARaufSiddiqui
Tel. no. (Res.): 0092-21-36366895

Marfat.com

توحید

انسان تخلیقی اعتبار سے دو حصوں پر مشتمل ہے، ایک رُوح اور دوسرا جسم یعنی یہ دو جز مل کر ایک مکمل انسان بنتا ہے۔ ظاہری طور پر بدن ہمیں نظر آتا ہے، محسوس کیا جا سکتا ہے وغیرہ وغیرہ لیکن رُوح چونکہ ایک لطیف شے ہے، اس لئے نظر نہیں آسکتی البتہ بدن کی تمام تر حرکات وسکنات کا اصل محرک رُوح ہی ہوتی ہے۔ اس کا عملی مشاہدہ آپ ہر روز دیکھتے ہیں یعنی جب کسی انسان کی موت واقع ہوتی ہے تو یہ دونوں وجود جسم اور رُوح ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جاتے ہیں، جسے ہم موت کہتے ہیں لیکن سوچنے کی بات ہے کہ انسان کی موت کس حصے پر آتی ہے، جسم پر یا رُوح پر؟ دراصل موت نہ جسم پر آتی ہے اور نہ رُوح پر بلکہ ان دونوں اجزاء کو جس بندھن سے جوڑا ہوا ہوتا ہے، اُس پر موت آتی ہے، اُس کو "نفس" کہتے ہیں کیونکہ رُوح آسمان سے آتی ہے اور آسمان پر واپس چلی جاتی ہے اور جسم زمین کے اجزاء سے مل کر بنتا ہے لہٰذا زمین میں واپس ہو جاتا ہے۔۔۔ اور یہ سب باریک، پوشیدہ اور مکمل عمل کسی عظیم آرگنائزر (organiser) کی بڑی حکمت، بڑے علم پر مکمل اور قابلِ گرفت طاقت کے بغیر ممکن ہی نہیں یعنی موت وزندگی جو انسان کا بنیادی معاملہ ہے، اس کے علاوہ تمام ظاہر وپوشیدہ چیزیں جن کا ادراک انسان کو ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے یا ہو گا یا نہیں بھی ہو گا، ان تمام معاملات کا کوئی مرکز و محور اور اسے تسلسل سے قائم رکھنے والا یقیناً موجود ہے جو انسان کو روحانی وجسمانی طور پر احساس دلاتا رہتا ہے، اُس کا حکم انسان کو ہر لمحے چونکا دیتا ہے، خوشی اور خوف کی صورت میں اپنی طرف متوجہ رکھتا ہے لہٰذا دیگر فلاسفہ، الہامی یا غیر الہامی

Marfat.com

مذاہب، دانشور، فلسفی آخر میں آکر مجبور و بے بس ہو کر تسلیم کرتے ہیں کہ۔۔۔ یقیناً ایک ایسی قوت ماورائے انسان موجود ہے۔۔۔ جو میدانِ کارزارِ کائنات کو بنا رہی ہے، چلا رہی ہے۔۔۔ کسی وقفے کے بغیر اس کی وسعت میں اضافہ کر رہی ہے۔۔۔ اور وہ بھی بغیر کسی نقص کے۔۔۔ تمام عیوب سے پاک۔۔۔

لہٰذا وہ قوتِ واحد ہے جسے "توحید" کہتے ہیں اور قرآن جس کی مکمل و جامع آگاہی اس آیت میں بیان کرتا ہے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾، یہ کلام اپنے وجود کی اسمی تعریف اور تشریح ہے جس کیلئے ہر مذہب، دانشور اور فلسفیوں نے جانے کہاں کہاں ٹھوکریں کھانے کے بعد بھی نہ جاننے کا اعتراف کیا ہے یا ان میں سے بعض کم علمی کے باعث قدرت کے بے بہا مظاہر کو علیحدہ علیحدہ جانتے ہوئے اور ہر اکائی میں ایک طاقت ماننے کا فریب کھا بیٹھے اور یوں ایک سے زائد طاقتوں کا کلیہ اور اُسے ماننے اور پوجنے کا جواز تراش لیا۔

" توحید " تو انسانی فطرت و جبلت کا اہم حصہ ہے لہٰذا اس کو نہ جاننے یا علم نہ ہونے کے باعث یہی دھوکا کھایا جاتا رہا، ورنہ پہلا ثبوت بھی یہی ہے کہ کارخانۂ کائنات کا پورا نظام اگر ایک ہی طاقت اور ایک ہی تخلیق کار کا ہو گا تو ہی مکمل اور بے عیب ہو گا اور اگر بالفرض ایک سے زیادہ قوتیں اس نظام کو تشکیل دیتیں تو ہر ہر قدم پر نقص یا پے در پے خرابیوں کی آماجگاہیں ہوتیں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ "توحید" اس کارخانۂ حیات کا خالق اور تخلیق کار اور تمام تر حسن و خوبی کا بلا شرکتِ غیرے مالک و مختار ہے۔۔۔ اور باقی سب کچھ اُس کی ملکیت اور مخلوق ہے۔۔۔ اور اُسے ہم "اللہ تعالیٰ" اور اُس کے بہترین ناموں سے پہچانتے ہیں۔۔۔

قرآن کے دلائل

آیئے! خدائے بزرگ و برتر کی یکتائی اور وحدانیت کو ایک نئے طریقے سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔۔۔ انسان ہزاروں برس سے اس کوشش میں مصروف ہے کہ کسی طرح یہ جان لے کہ حیاتِ انسانی کا ظہور کیسے ہوا۔۔۔؟ ہزاروں مفکر، فلسفی، طبیعیات اور کیمیاء کے بڑے بڑے حکماء اپنے اپنے نظریات دیتے رہے اور گمراہ بھی کرتے رہے،

Marfat.com

خال خال ہی کوئی کہیں دور سے حیاتِ انسانی کے ظہور کے قریب پہنچا بھی تو لڑکھڑا کر اپنے بنیادی فلسفے کی ہی نفی کر گیا نیز زیادہ تر کا زور اسی بات پر رہا کہ کائنات ایک اکائی ہے، اسی سے ہر چیز کا ظہور ہوا اور انسان کے افعال و اشکال بھی ارتقاء کے نتیجے میں وجود میں آئے۔ اگر ہم حیاتِ انسانی، حیوانات اور نباتات کا اجمالی یعنی سرسری جائزہ لیں تو صورتحال واضح ہو جائے گی اور ارتقاء کا عمل بھی سمجھ میں آجائے گا۔

بے شک ہر شے جو زندگی رکھتی ہے، وہ ارتقائی عمل بھی رکھتی ہے لیکن یہ ارتقائی اور غیر محسوس عمل ہر ہر جنس میں بالکل مخالف ارتقائی عمل کے ذریعے ناممکن ہے۔ مثال کے طور پر بکری ارتقائی عمل کے اپنے محلِ وقوع، آب وہوا اور دیگر عناصر کے باعث اپنی ہی جیسی جنس (فیملی) جیسے ہرن، پہاڑی بکرا، بکری وغیرہ میں ترقی و تنزلی کر سکتی ہے لیکن بکری کبھی بھی ارتقائی عمل کے ذریعے اپنے آپ میں ہزاروں برس بعد بھی شیر کے رنگ روپ، نظامِ ہاضمہ، طاقت اور دانتوں میں تبدیل نہیں لا سکتی۔

اسی طرح نباتات میں دیکھیں تو موسمبی اپنے قبیلے میں تو تبدیلی لا سکتی ہے اور مالٹے میں تبدیلی قبول کر سکتی ہے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ موسمبی اپنے آپ کو آم یا تربوز میں ہزاروں سال کے ارتقائی عمل کے باوجود تبدیل کر لے۔۔۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خدائی فیصلہ ہے۔۔۔ تمام فلاسفہ، حکمائے طبیعیات و کیمیاء وغیرہ اس حوالے سے آج تک کسی حتمی اظہار تک نہیں پہنچ سکے۔ سالہا سال کرۂ ارض پر تخلیق نے پانی اور مٹی سے مل کر جنم لیا، یہ بات اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کتنے سہل انداز و الفاظ میں بیان فرما دی یعنی جس کی تلاش میں انسان ہزاروں برس سے سرگرداں ہو کر بھی اسے نہ جان پایا، وہ راز اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا:

﴿ الَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۚ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۚ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ ﴾ [السجدۃ 32: (7)]

”وہ (اللہ تعالیٰ) جس نے ہر چیز خوب بنائی اور انسان کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے کی، پھر اُس کی نسل رکھی ایک بے قدر پانی کے خلاصہ میں، پھر اُسے مکمل کیا اور اُس میں اپنی طرف سے رُوح پھونکی“۔

Marfat.com

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ ﴾ [فاطر 35: (28)]

"اور انسانوں اور جانوروں اور چوپایوں کے رنگ مختلف قسم کے ہیں"۔

آپ نے اوپر دی گئیں آیاتِ مبارکہ پڑھ لیں اور سمجھ بھی لی ہوں گی۔۔۔ لیکن ابھی اور آگے چلتے ہیں اسی موضوع پر۔۔۔ کیا انسان جانور کے مدارج طے کرتا ہوا انسان بن سکتا ہے۔۔۔؟ اس پر تھوڑی سی گفتگو اُوپر کر چکا ہوں۔۔۔ ہر گز نہیں۔۔۔ یہ ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔۔۔ جہاں انسان غور و خوض میں غلطی کھاتا رہا ہے، وہ یہ کہ رحمِ مادر کو کائنات سمجھ لیا۔۔۔ ایک قطرہ جو بتدریج ارتقائی عمل سے پروان چڑھتا ہوا بچے کی شکل اختیار کرتا ہے بعینہٖ پوری دنیا ایسے ہی ارتقائی عمل سے گزر کر یہاں تک پہنچی ہے لیکن وہ ایک اہم نکتہ بھولتی گئی کہ رحمِ مادر میں ایک قطرے نے ایمبریو (embryo) کی شکل اور پھر اس نے بچے کی شکل اختیار کر لی لیکن وہ قطرہ اور اس کے تمام مراحل ایک انسان کو جنم دیتے ہیں۔۔۔ کبھی سنا کہ ایک عورت نے اس ابتدائی عمل کے بعد بکری یا شیر یا کسی اور جانور کو جنم دیا۔۔۔؟ نہ کبھی سنا ہو گا۔۔۔ نہ کبھی پڑھا ہو گا۔۔۔ کہ گائے نے اس عمل سے کوئی انسان پیدا کر دیا ہو۔۔۔ اب آیئے حتمی اور آخری سند کی طرف جو قرآن میں باری تعالیٰ نے دی ہے اور اس عظیم تخلیق کا راز انسان کو عطا فرماتے ہوئے قرآن پاک میں فرمایا:

﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۙ ﴾ [الرحمن 55: (14)]

"اسی نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے بنایا"۔

حقیر قطرے سے تمہاری پیدائش کی۔۔۔ مورت سنواری۔۔۔ مرد اور عورت کی شکل دی۔۔۔ اب دوسری آیت کو ملا کر پڑھیں:

﴿ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۙ ﴾ [المرسلات 77: (20)]

"کیا ہم نے تم کو حقیر پانی سے نہیں پیدا کیا؟"

Marfat.com

اب انسان کے ارتقائی عمل پر آپ تجربے بھی کر سکتے ہیں۔۔۔ معلومات بھی جمع کر سکتے ہیں کہ انسانی صورتیں ایک دوسرے سے مختلف کیوں ہیں۔۔۔؟عادات واخلاق واطوار میں فرق کیوں ہے۔۔۔؟رنگت کا اس قدر اختلاف۔۔۔ کھانے اور لباس یا رہن سہن اور قد و کاٹھ میں فرق وغیرہ۔۔۔ اس کا سبب ڈھونڈ لینا کم از کم مشکل نہیں ہے۔۔۔ ایک انسان حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی اولاد سے ہی سارے انسان پیدا ہوئے ہیں۔۔۔ زمین گول (بیضوی) ہے اور انسان زمین کے مختلف حصوں میں آباد ہوتا رہا ہے، بستا رہا ہے۔۔۔ آب وہوا کی تبدیلی۔۔۔ گرم سرد ہوائیں۔۔۔ سورج کی روشنی اپنی تمام شعاعوں سے زمین کی گولائی کی وجہ سے علیحدہ علیحدہ اثر پذیر ہوتی ہے۔۔۔ اس لئے صرف انسانی حیات ہی نہیں، حیوانات، نباتات، حشرات الارض تک میں تغیرات پیدا ہوتے رہے ہیں۔۔۔ مگر یہ سب ایک ہی خدا کا نظام ہے۔۔۔ یہ سب "امرِ ربی" کے ہی تابع ہیں۔۔۔ اور روزِ آخر تک رہیں گے۔۔۔ جب فنا کا حکم دیا جائے گا۔۔۔ تو کون ہو گا۔۔۔؟ بس وہی جو ہمیشہ سے ہے۔۔۔ اور ہمیشہ رہے گا۔۔۔ اللہ تبارک وتعالیٰ۔۔۔

Marfat.com

تخلیقِ کائنات

اس کائنات کی تخلیق کے حوالے سے آج کے سائنسی تجربات ومشاہدات کی بنیاد پر ہم یہ جان گئے ہیں کہ کائنات کی ہر چیز آپس میں باہم ملی ہوئی تھیں اور سائنس نے ہمیں یہ بتایا کہ بگ بینگ (BIG BANG THEORY) کی تحقیق 1927ء میں شروع ہوئی اور 1965ء میں اس کا باقاعدہ اعلان کیا گیا) کی صورت میں کائنات کی تشکیل کا آغاز ہوا اور یہ تھیوری (theory) ابھی کچھ عرصہ قبل پیش کی گئی لیکن آج سے 14 سو برس قبل قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ﴾ [الانبیاء، 21: (30)]

”کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین آپس میں جُڑے ہوئے تھے، تو ہم نے اُنہیں الگ کر دیا اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی، تو کیا وہ ایمان لائیں گے“۔

اسی طرح تخلیقِ کائنات کے بارے میں ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ﴾ [ہود، 11: (7)]

”اور وہی (اللہ تعالیٰ) تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا“۔

Marfat.com

اس آیت میں چھ دن میں تخلیقِ کائنات کی تکمیل کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ سیّدنا عبد اللہ بن سلام، سیّدنا ضحاک، سیّدنا عکرمہ، سیّدنا عبد اللہ بن عباس، سیّدنا ابو ہریرہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف روایات میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی ابتدا فرمائی اور زمین کو اتوار اور پیر کے روز پیدا فرمایا، منگل اور بدھ کے دن رزق، خوراک، پہاڑوں، معدنیات اور درختوں کو پیدا کیا، جمعرات اور جمعہ کو آسمان اور ملائکہ کو پیدا فرمایا، یہاں تک کہ جمعہ کی تین ساعات باقی رہ گئیں تو پہلی ساعت میں لوگوں کی عمریں، دوسری ساعت میں آفات و مصائب اور تیسری ساعت میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا نیز اسی ساعت کے آخر میں شیطان کو جنت سے نکالا گیا۔ (تاریخ طبری)

اب میں خوفِ خدا کے ساتھ۔۔۔ خوفِ خدا کو دل میں رکھتے ہوئے۔۔۔ اس موضوع میں اضافہ کرتا ہوں۔۔۔ اس سے آپ اتفاق کریں۔۔۔ یا اسے مکمل رد کر دیں۔۔۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ چھ دن جو مختلف روایات میں آیا ہے تو اس سے ہماری زمین کے چوبیس گھنٹے (رات و دن) یعنی ایک دن شمار نہیں ہوتا بلکہ اگر آسمانوں کا دن پچاس ہزار (50,000) برس کا اور رات پچاس ہزار (50,000) برس کی مان لی جائے تو اس طرح دن رات ملا کر ایک لاکھ (1,00,000) برس بنتے ہیں، اس طرح چھ لاکھ (6,00,000) برس میں کائنات کی تخلیق ہوئی۔۔۔ یا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ چھ مختلف اَدوار میں تخلیقِ کائنات کی تکمیل ہوئی۔۔۔

اب اگر ہم ان تمام باتوں کو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ سائنسی علوم کی روشنی میں مزید تحقیقی زاویے سے دیکھیں تو اور زیادہ حیرت انگیز باتیں ہمارے مشاہدے میں آتی جائیں گی چونکہ ہمارا علم ناقص ہے اور سائنسی علوم بھی اپنے آخری منطقی مرحلے تک نہیں پہنچ سکے ہیں لہٰذا ہمارے لئے آج کے دور تک یہی کافی ہے کہ ہم اپنا یقین اسی بات پر مرکوز رکھیں کہ کائنات کی تشکیل مرحلہ وار وہاں تک پہنچی ہے، جہاں ہم دیکھ رہے ہیں۔ آنے والا دور اور جدید ٹیکنالوجی قدرت کے ان عظیم الشان شاہکاروں کو اور بہتر انداز سے ثابت کرتی جائے گی۔ اس پر غور و خوض کا سلسلہ ہرگز ختم نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں اپنی تخلیقات کو اپنی عظیم نشانیاں قرار دے کر ان میں غور و فکر اور انہیں مسخر کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔

Marfat.com

پہلی تخلیق

سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ "قلم" ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے قلم کو حکم دیا: لکھو، قلم نے عرض کی: اے میرے رب! کیا لکھوں؟ فرمایا: تقدیر لکھو، پس قلم لکھنا شروع ہوا اور اس نے اُس وقت سے لے کر قیامت تک ہونے والے تمام اُمور لکھ دیئے۔ (سنن ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب فی القدر، رقم: 4700)

آج کل لوگ جو کچھ بھی کر رہے ہیں، وہ پہلے ہی لکھا جا چکا ہے یعنی قلم لکھ کر فارغ ہو چکا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ آپ ﷺ دنیا و آخرت اور کائنات کے بارے میں سب سے زیادہ باخبر و مستند ہیں لہٰذا اس پر کامل یقین ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا وہ "قلم" ہے۔۔۔ معلوم ہوا کہ قلم سے پہلے نہ عرش، نہ پانی اور نہ کوئی اور چیز۔۔۔ یہی سب سے پہلی چیز ہے جو پیدا ہوئی۔۔۔

تخلیقِ آدم علیہ السلام

سیّدنا ابو البشر آدم علیہ السلام کی تخلیق عظیم الشان تخلیقاتِ ربّانی میں سے ایک حسین تخلیق ہے اور قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ آدم علیہ السلام کو "احسن التقویم" قرار دیا ہے۔۔۔ آپ خود سوچیئے۔۔۔ نہ ماں۔۔۔ نہ باپ۔۔۔ یا صرف بغیر باپ کے۔۔۔ یا بغیر ماں کے۔۔۔ ان میں سے کوئی بھی ایک علامت حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق پر دلیل نہیں دیتی۔۔۔ اور بنی نوع انسان حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی اس دلیل پر قائل ہے کہ وہ بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے۔۔۔ میں اس سلسلے میں اس موضوع پر آگے چل کر تذکرہ کروں گا لیکن پہلے تخلیقِ آدم پر تحریر پڑھ لیجئے۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴾ [الحجر 15: (26)]

"اور ہم نے انسان کو کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے"۔

Marfat.com

سیّدنا علی، سیّدنا ابنِ عباس، سیّدنا ابنِ مسعود، سیّدنا سعید بن جبیر اور سیّدنا موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم سے روایات منقول ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹی سے پیدا کیا ہے جس کو تمام زمین سے لیا گیا تھا پس بنی آدم زمین کی اس مٹی کے موافق پیدا ہوئے ہیں، بعض ان میں سے سُرخ رنگ ہیں، بعض سیاہ رنگ، بعض سفید رنگ اور بعض درمیانے رنگ، اسی طرح خوش اخلاق و بد اخلاق، نیک و بد ہر قسم کے لوگ ہیں، پھر اس مٹی کو ایسے ہی رہنے دیا یہاں تک کہ اس میں بُو پیدا ہو گئی، پھر اسے مزید چھوڑ دیا گیا یہاں تک کہ وہ خشک ہو کر ٹھیکرے کی صورت ہو گئی۔ (سنن ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب فی القدر، رقم:4693)

دیگر مختلف روایات سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی کو چالیس دن تک خمیر بنا کر رکھا، پھر اس کو اپنے دستِ قدرت میں جمع کیا، اس کے پاکیزہ حصے کو دائیں اور خبیث حصے کو بائیں الگ کر دیا، پھر دونوں کو آپس میں ملا دیا، اس طرح نیک اور بد انسان میں تفریق پیدا ہو گئی۔ پھر اسی مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام کو پتلے کی شکل میں ترتیب دے کر چھوڑ دیا گیا یہاں تک کہ ٹھیکرے کی طرح اس میں آواز پیدا ہو گئی حالانکہ مٹی کے اس پتلے کو آگ پر تپایا نہیں گیا تھا۔ جب اس پتلے پر مقررہ مدت گزر گئی اور اللہ تعالیٰ نے اس میں رُوح پھونکنے کا ارادہ فرمایا تو اسے فرشتوں کے سامنے کر دیا اور کہا:

﴿اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿٧١﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿٧٢﴾﴾ [ص38: (71-72)]

”جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں، جب اُس کو درست کر لوں اور اُس میں اپنی رُوح پھونک دوں تو اُس کے آگے سجدے میں گر پڑنا“۔

اسی طرح سیّدنا حضرت ابنِ عباس اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے اندر رُوح پھونکی تو وہ رُوح اُن کے سر کی جانب سے داخل ہوئی اور وہ جسم کے جس حصے میں پہنچتی وہ

Marfat.com

گوشت اور خون میں تبدیل ہو جاتا۔ جب رُوح ناف تک پہنچی تو اُنہوں نے اپنے جسم کو دیکھا، وہ بڑا خوبصورت معلوم ہوا اور اُٹھنا چاہا لیکن اُٹھ نہ سکے۔ (تاریخ طبری)

اُن کی اسی جلد بازی پر اللہ تعالیٰ کا قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

﴿خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ﴾ | الانبیاء، 21: (37) |

"انسان کو جلد بازی کی صفت پر پیدا کیا گیا ہے"۔

اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک حدیث میں بھی فرمایا گیا ہے کہ آدم علیہ السلام سے مارے خوشی کے صبر نہ ہو سکا اور رُوح جب آدم علیہ السلام کے پورے جسم میں پہنچ گئی تو چھینک آئی، اُنہوں نے "الحمد للہ" کہا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رَحِمَكَ رَبُّكَ، یعنی آپ کا رب آپ پر رحم کرے۔ (تاریخ طبری)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور اُن میں رُوح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ اُن کو سجدہ کریں، سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا، پھر آدم علیہ السلام بیٹھ گئے اور اُنہیں چھینک آئی، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ فرشتوں کے پاس جاؤ اور انہیں سلام کرو، پس وہ فرشتوں کے پاس آئے اور انہیں "السلام علیکم" کہا، فرشتوں نے جواب میں "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ" کہا۔ پھر آدم علیہ السلام اپنے رب کی طرف لوٹ آئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تمہاری اولاد کی ملاقات کے وقت کا سلام ہے۔ اس طرح ابو البشر سیّدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق و پیدائش جمعہ کے روز کی آخری ساعتوں میں مکمل ہوئی۔ (تاریخ طبری)

سیّدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک منقول ہے:

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش جمعہ کے دن ہوئی، جمعہ ہی کے دن اُنہیں زمین کی طرف اُتارا گیا اور جمعہ ہی کے دن سیّدنا آدم علیہ السلام کی وفات ہوئی۔ (تاریخ طبری)

Marfat.com

سیّدہ حوّا علیہا السلام کی پیدائش

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ﴾ [النساء4: (1)]

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے“۔

سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد اُن کا رہنا، بسنا اور ٹھکانہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں فرمایا تھا جہاں وہ اکیلے رہا کرتے تھے تو اسی دوران سیّدہ حوّا علیہا السلام کی پیدائش انتہائی منفرد اور معجزاتی طور پر ہوئی۔ مختلف روایات اور اس کے علاوہ توریت اور دیگر الہامی کتابوں میں بھی حضرت حوّا علیہا السلام کی پیدائش کے اس عظیم الشان واقعے کے بارے میں تفصیل ملتی ہے۔ حضرت ابنِ عباس، حضرت ابنِ مسعود اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:

”حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تنہائی محسوس کرتے تھے، اُن کا کوئی ساتھی نہ تھا جس سے وہ اُنسیت اور سکون حاصل کریں، پس وہ ایک رات سوئے، جب بیدار ہوئے تو اپنے سرہانے ایک عورت کھڑی دیکھی جسے اللہ تعالیٰ نے اُن کی پسلی سے پیدا فرمایا تھا۔ اُس سے پوچھا: تم کون ہو؟ کہنے لگیں: عورت ہوں، آپ علیہ السلام نے پوچھا: کس لئے پیدا کی گئی ہو؟ کہنے لگیں: تاکہ تو مجھ سے سکون حاصل کرے۔ ملائکہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ دیکھنے کیلئے آئے اور کہا کہ: اے آدم (علیہ السلام)! اس کا نام کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: حوّا، پھر پوچھا: یہ نام کیوں رکھا؟ اُنہوں نے کہا: اس لئے کہ وہ حی، یعنی زندہ آدم (علیہ السلام) سے پیدا کی گئی ہے“۔ توریت میں بھی اس واقعے کا تذکرہ ہے۔

ابنِ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے سیّدنا عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے:

پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر اُونگھ ڈال دی اور پھر اُن کی بائیں پسلیوں میں سے ایک پسلی لی اور خالی جگہ میں گوشت برابر کر دیا اور آدم علیہ السلام سوئے ہوئے تھے اور اپنی نیند سے بیدار نہیں ہوئے تھے، یہاں تک کہ اُن کی اس

Marfat.com

پسلی سے اُن کی زوجہ حوّا علیہا السلام بنادی گئیں اور اُنہیں سنوار دیا تا کہ آدم علیہ السلام اُن کے ساتھ سکون حاصل کریں، جب اُونگھ ختم ہوئی اور بیدار ہوئے تو حوّا علیہا السلام کو اپنے پہلو میں کھڑا دیکھا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت منقول ہے کہ آدم علیہ السلام کی پسلیوں میں سے ایک پسلی سے حوّا علیہا السلام پیدا ہوئیں۔ (تاریخِ طبری وغیرہ)

ابلیس

سیّدنا ابنِ عباس، سیّدنا ابنِ مسعود اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مختلف روایات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بدھ کے دن، جنّات کو جمعرات کے دن اور سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو جس کا پہلا نام عزازیل تھا، اُسے آسمانوں میں بڑا مقام عطا کیا تھا، اس کے علاوہ اُس کا اعزاز جنت الفردوس کا محافظ و نگراں ہونا بھی تھا۔ ایک روایت کے مطابق سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر اُتارے جانے سے قبل یہاں جنّات آباد تھے اور ابلیس اُن کا سربراہ اور قاضی بھی تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ جنّات کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرتا تھا۔ یہ مدت روایات کے مطابق ایک ہزار برس پر مشتمل ہے۔۔۔ ابلیس کے بارے میں روایت ہے کہ اُس کی بے انتہا بزرگی، شرافت اور عبادتِ الٰہی کے باعث اُسے جن و ملائک دونوں کی سرداری عطا فرمادی گئی تھی۔۔۔ زمین پر جب جنّات رہتے تھے تو اُنہوں نے زمین پر بے انتہا فساد برپا کیا۔۔۔ خون بہایا۔۔۔ ایک دوسرے کا قتلِ عام کیا۔۔۔ قتل و غارت کا یہ سلسلہ دو ہزار برس تک جاری رہا۔۔۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کی سرکوبی کیلئے عزازیل (ابلیس) کو، جو کہ اُس وقت تک مقرب اور عبادت گزار تھا، اُسے فرشتوں کے ایک لشکر کے ساتھ زمین پر بھیجا اور اُنہوں نے زمین پر موجود فتنہ فساد کی سرکوبی کی۔۔۔ اس روایت کی دلیل دینے والے کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا:

﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ [البقرۃ2: (30)]

"میں زمین میں خلیفہ بنانا چاہتا ہوں"۔

Marfat.com

تو فرشتوں نے جواب میں کہا:

﴿قَالُوْا أَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ﴾ [البقرۃ2: (30)]

"کیا آپ ایسا خلیفہ بنانا چاہتے ہیں جو زمین میں فساد برپا کرے اور خون بہائے"۔

قرآن کی یہ آیت بھی سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت اشارہ کرتی ہے کہ زمین پر اُن سے پہلے فساد و خون خرابہ ہو چکا تھا، جب ہی تو فرشتوں نے اس خدشے کا اظہار کیا۔

ابلیس کی ناشکری اور تکبر

ابلیس پر اللہ تعالیٰ کی نوازشات، اختیارات، بزرگی اور کثرتِ علم سے اُس کے اندر سرکشی پیدا ہوئی کیونکہ جنّات میں سرکشی اور بغاوت کا مادہ موجود تھا لہٰذا ابلیس کی اس خود پسند طبیعت نے بغاوت و سرکشی کا اظہار عین اُس وقت کیا جب اللہ تعالیٰ نے سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی اور فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا:

﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا إِلَّآ إِبْلِيْسَ ۖ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهٖ ۖ﴾ [الکہف18: (50)]

"اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس (نے نہ کیا) وہ جنات میں سے تھا تو اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا"۔

تکبر اور خود پسندی کے سبب ہی اللہ تعالیٰ نے اُسے دھتکار کر شیطان میں بدل دیا اور اُس کی اہمیت کو گرا دیا اور اُس کو دیے گئے اعزازات، تکریم اور عظمت و بزرگی چھین کر اُس پر لعنت فرما دی گئی اور آخرت میں اُسے اور اُس کے گروہ کو جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔

پڑھنے والوں کیلئے یہ ہی سبق کافی ہے اگر وہ سبق حاصل کرنا چاہیں کہ عظمت، بزرگی، عزت، عبادت یا اختیارات میں عجز و انکساری نہ آئی اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے ان انعامات پر ادائے شکر کے بجائے خود پسندی، غرور و تکبر میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو کسی بھی لحاظ سے افضل جانا تو یہی کچھ اُن کے ساتھ بھی ہو گا۔۔۔ یہ تو آپ ہر روز مشاہدہ کرتے ہی رہتے ہوں گے۔۔۔ اللہ تعالیٰ بچائے اپنے اس غضب سے۔۔۔۔ کہ نعمت عطا ہونے کے بعد وہ چھین

Marfat.com

لی جائے۔۔۔ یاد رکھیئے۔۔۔! نعمت عطا ہونے کے بعد نہیں چھینی جاتی جب تک کہ انسان غرور و تکبر سے بچتا رہے۔۔۔

یہ بات ذہن میں رکھیئے کہ ابلیس یعنی شیطان نے اللہ تعالیٰ کے حکم کا صرف ایک بار انکار کیا تھا اور وہ بھی اُس خدا کی خدائی کا منکر نہیں ہوا تھا بلکہ اُس نے یہ کہا: انسان کو تو نے مٹی سے بنایا ہے اور مجھے آگ سے لہٰذا یہ انسان مجھ سے برتر کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔؟ سجدہ تو وہ اللہ تعالیٰ کو کرتا تھا۔۔۔ عبادت میں اُس کا کوئی ثانی نہیں تھا، جبھی تو وہ جنّات اور ملائکہ کا سردار بنا دیا گیا تھا۔۔۔ اسی عبادت کے زعم نے ہی تو اُسے اس حد تک مغرور بنا دیا کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکار کیا۔۔۔ غالباً اُس کا گھمنڈ یہی ہو گا کہ میں اس قدر عبادت کرتا ہوں لہٰذا اللہ تعالیٰ مجھ سے کوئی باز پُرس نہیں فرمائے گا۔۔۔ اور سجدہ بھی انسان کو کرنے سے انکاری تھا۔۔۔ وہ قطعی طور پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو چیلنج نہیں کر رہا تھا۔۔۔ کیونکہ اُس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ قدرت اور طاقت کو کون جان سکتا تھا۔۔۔؟ لیکن غرور و تکبر میں انکار کر بیٹھا۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ کے غیض و غضب کا شکار ہوا۔۔۔ ابلیس کو جمعہ کی آخری ساعت میں سجدے کا حکم دیا گیا تھا، سرکشی اور انکار کے باعث اسی آخری ساعت کے آخر میں ابلیس کو مردود قرار دے کر نکال دیا گیا۔۔۔ اسی دوران ایک اور حکم عدولی بھی ہوئی۔۔۔ وہ بھی پڑھتے جایئے۔۔۔

اللہ تعالیٰ نے جب سیّدنا آدم علیہ السلام کو جنت کی تمام نعمتیں عطا کیں لیکن ساتھ ہی ایک پھل کھانے سے منع کیا تو اُن سے (بلا ارادہ) لغزش ہو گئی۔۔۔ اور وہی پھل کھا بیٹھے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا تھا۔۔۔ لہٰذا آدم علیہ السلام کو بھی جنت سے نکالنے کی سزا کا حکم ملا۔۔۔ دوسری طرف ابلیس کو بھی راندۂ درگاہ کیا گیا، نکال دیا گیا۔۔۔ تو دونوں میں فرق کیا ہوا۔۔۔؟ ابلیس شیطان بنا دیا گیا۔۔۔ اور سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام کو معاف کر دیا گیا۔۔۔ کیوں۔۔۔؟

وجہ یہ تھی کہ جب ابلیس کو سزا کا حکم ہوا تو اُس نے توبہ کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگ لی کہ اس انسان کی وجہ سے مجھے ذِلت ملی ہے تو قیامت تک مجھے مہلت دے کہ میں اسے تیری راہ سے گمراہ کروں۔۔۔ چونکہ اُس نے یہ مہلت یعنی دعا اللہ تعالیٰ سے مانگی تھی تو اللہ تعالیٰ نے وہ قبول کر لی اور قیامت تک مہلت مل گئی۔۔۔ لیکن دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے پیارے سیّدنا آدم علیہ السلام کو جب عتاب کا سامنا ہوا تو اُنہوں نے کسی لیت و

Marfat.com

لعل سے کام نہیں لیا۔۔۔ بلکہ فوراً اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے لگے۔۔۔ اور معافی کی درخواست کی۔۔۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا قبول کرلی۔۔۔

آپ ذرا سوچئے۔۔۔ کہ جنت میں جرم دونوں نے ایک جیسا ہی کیا تھا۔۔۔ مگر دعا کے انداز نے دونوں کے جرم کی تقدیر بدل ڈالی۔۔۔ لہٰذا اس غلط فہمی کو دور کر لیجئے کہ نعوذ باللہ شیطان اللہ تعالیٰ کے برابر قوت ہے۔۔۔ نجانے کس نے یہ جملہ انسانوں کے منہ میں ڈال دیا کہ دنیا میں دو قوتیں کار فرما ہیں۔۔۔ ایک رحمانی قوت اور دوسری شیطانی قوت۔۔۔ جی نہیں، بالکل نہیں۔۔۔ اس پوری کائنات میں حاکمیت اور طاقت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔۔۔ بدی کی قوت کسی بھی صورت اللہ تعالیٰ کی قوت کے برابر نہیں ہو سکتی۔۔۔ نعوذ باللہ۔۔۔ یہ تو قیامت تک مہلت ہے جو شیطان کو دی گئی ہے۔۔۔ اور اب سوال یہ اُٹھتا ہے کہ پھر ہم انسان اُس سے کیسے دور رہیں۔۔۔؟ تو جواب بھی اور طریقہ بھی اللہ تعالیٰ نے بتا دیا۔۔۔ کہ ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم'' پڑھ لو۔۔۔ اور شیطان کو بھگا دو۔۔۔

لہٰذا ہر وہ عمل جو آپ کو توحید پر قائم رکھے۔۔۔ اور رحمت للعالمین ﷺ نے جو سیدھی راہ کا طریقہ سمجھا دیا۔۔۔ اُس پر قائم ہو جایئے۔۔۔ شیطان کی قوت کو کبھی بھی دائمی مت سمجھیئے گا۔۔۔ ورنہ نادانستگی میں یہ یقین کفر تک لے جا کر دم لے گا۔۔۔

Marfat.com

نبوت و رسالت

اللہ تعالیٰ نے اپنی شاہکار تخلیقات میں سے بڑی اور بہترین تخلیق " انسان "کو قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۪ ﴾ [التین 95: (4)]

"بلاشبہ ہم نے انسان کو احسنِ تقویم (صورت) میں تخلیق کیا ہے"۔

لہٰذا ایک سوال خود بخود سامنے آجاتا ہے کہ اتنی بڑی، اہم اور محبوب تخلیق کو وہ سب کچھ عطا ہونا چاہیے جو اُسے اپنی بقاو سلامتی کے ساتھ اپنے خالق کو پہچاننے کیلئے ضروری ہو یعنی علم و عرفان، قوت واختیار، حسِ لطافت کے تمام جذبے، منفی اور مثبت جذبوں کے ساتھ ساتھ اُن پر قابو پانے کیلئے متوازن ذہنی سطح کو قائم رکھنے کی صلاحیت، ان سب کیلئے قدم قدم پر انسانی معاشرت کا نظام تشکیل دینا جس کی اُسے ضرورت درپیش ہو، اُس کی رہنمائی کیلئے تجربے اور مشاہدے کے علاوہ بھی ہمہ وقت انتظام کرتے رہنا بہت ضروری ہے ورنہ اس کے بغیر قدرت کی اتنی عظیم الشان تخلیق یعنی انسان اوراُس کی بقاء ہی خطرے میں پڑ جائے گی۔۔۔ لہٰذا اس کے انتظام واہتمام کیلئے ہمیں تین متعین ذرائع نظر آتے ہیں:

1۔ انسان کو انسان کے ذریعے سکھایا جائے۔

2۔ انسان کو جانوروں کے ذریعے سکھایا جائے۔

3۔ انسان اپنے وجدان سے سیکھے۔

Marfat.com

اس کے علاوہ ذریعہ قضاء وقدر ہے جس کا ہمیں اس کے واقع ہونے سے پیشتر علم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آخر الذکر دو ذرائع یعنی جانور سے انسان کا سیکھنا یا اپنے وجدان سے کچھ حاصل کرنا، یہ بحث عام بھی ہے اور مشاہدے میں بھی رہتی ہے لیکن پہلا ذریعہ یعنی انسان کے ذریعے انسان، تو اس صورت میں وہ نتائج کی بنیاد پر تجربے منتقل کر دیتا ہے۔ خالقِ کائنات نے اس ضروری علم کو انسانوں تک پہنچانے کیلئے جس کا معلوم ہونا اَز حد ناگزیر ہے، انسان کے ذریعے انسانوں تک قدم بہ قدم پہنچانے کا ایسا بندوبست وانتظام فرمایا کہ اس ترسیل و تعلیم میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہی۔

اس کیلئے ضروری تھا کہ وہ طریقہ انسانیت کے مزاج اور اُس کی فطرت کے عین مطابق ہو یعنی جس انسان کا اس سلسلے میں انتخاب کیا جائے وہ اپنے وقت کے بہترین حسب ونسب، مقام ومرتبے اور بلند اخلاق کا حامل ہو۔ اُسے جہانوں کا علم بھی ہو اور وہ پورے وثوق کے ساتھ علم و آگاہی کا شعور انسانیت تک پہنچائے لہٰذا انسانوں میں سے ہی اللہ تعالیٰ اپنی مشیت ومرضی کے مطابق عظیم المرتبت افراد کو چُن کر اس کارِ عظیم کے فرائض اُن کے ذمہ ڈال دیتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ لمحہ بہ لمحہ اُن کی رہنمائی بھی فرماتا رہتا ہے۔

ایسے جلیل المرتبت اشخاص کو ہم "نبی ورسول" کی حیثیت سے جانتے اور مانتے ہیں کیونکہ انسانوں کیلئے ان حضراتِ قدسیہ کا وجود اہم ترین ضرورت ہے۔ ان کی تعلیمات ورہنمائی کے بغیر انسانوں کو گمراہی کے گڑھے میں گرنے سے نہیں بچایا جاسکتا تھا کیونکہ انسان کو جو بے بہا طاقت وقدرت عطا کی گئی ہے وہ دودھاری تلوار کی طرح ہے جسے رہنمائی کی قدم بہ قدم ضرورت ہے ورنہ یہ نہ صرف انسانیت کیلئے ضرر رساں ثابت ہو سکتی ہے بلکہ خود کو بھی نقصان پہنچا سکتی ہے، اسی لئے انسانوں کی تخلیق کے روزِ اوّل سے ہی علم وآگاہی اور نصیحت وہدایت کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔

پہلے انسان یعنی سیّدنا ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام سے انسانیت کا آغاز ہوا اور اُنہی سے کارِ نبوت کا سلسلہ بھی شروع کر دیا گیا پھر یکے بعد دیگرے انبیاء اور مرسلین علیہم السلام مختلف اقوام میں متواتر یا وقفے سے منتخب ہو کر تشریف لاتے رہے اور سب سے آخر میں حضور ختمی مرتبت محمد ﷺ کے ذریعے آسمانوں سے رہنمائی اور ہدایت کے اس

Marfat.com

تسلسل کا اختتام ہوا کیونکہ انسانی شعور کو علم وآگاہی کے تمام مراحل حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس کے ذریعے بڑی فصاحت و بلاغت کے ساتھ طے کروادیئے گئے اورانہی کے ذریعے انسانی اخلاق کی اعلیٰ تعلیم بھی عملی اور تحریری (قرآن وحدیث) صورت میں مکمل کردی گئی یعنی پہلو بہ پہلو علم وآگاہی کا ایک عظیم ذخیرہ "قرآنِ مجید وفرقانِ حمید"، اسے بھی بنی نوع انسان کے سپرد کر دیا گیا اور اس کی حفاظت کا ذمہ انسانوں کے بجائے خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے کر روزِ آخر تک کیلئے محفوظ فرمادیا:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝﴾ [الحجر 15: (9)]

"بے شک یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے اُتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں"۔

اس گفتگو میں مزید وسعت اور فہم پیدا کرنے کیلئے ان جلیل المرتبت انبیائے کرام علیہم السلام میں سے چند کا مختصر تعارف بھی ضروری ہے تاکہ علم و آگاہی کا تسلسل ہمارے موضوع کے ساتھ برقرار رہے لیکن اس سے قبل انبیائے کرام علیہم السلام کی پہچان کے بارے میں جان لینا مفید ہو گا۔

جب معاشرتی نظام میں جہالت زوروں پر ہو۔۔۔ بے انصافی کا دوردَورا ہو۔۔۔ فسق و فجور اپنی انتہاؤں کو پہنچ جائے۔۔۔ تو انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعے اس پر اگندہ ماحول کو دوبارہ پاکیزہ ماحول میں تبدیل کیا جاتا ہے۔۔۔ ایسے میں انبیاءورُسل علیہم السلام کی ہستیاں نہایت پاکیزہ شخصیت کے طور پر سامنے آتی ہیں جس کی وجہ سے لوگ متوجہ ہوتے ہیں۔۔۔ انبیاء ورُسل علیہم السلام حیاء کا پیکر ہوتے ہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا عملی نمونہ ہوتے ہیں۔۔۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو جاہلوں کی جہالت اور ارد گرد کے ماحول سے محفوظ رکھنے کا بھی انتظام کیا گیا۔۔۔ اگر ایسا نہ ہو تو پہلے ہی مرحلے میں ان کی جانوں کو خطرہ لاحق ہو جانے کا امکان تھا۔۔۔ میں ایک مثال سے اس بات کو واضح کرتا ہوں۔

بنی اسرائیل غلامی کے دور سے گزر رہے تھے اور فرعون نے بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر لڑکے کو قتل کرنے کا حکم صادر کر دیا تھا تو اسی دوران اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیّدنا موسیٰ علیہ السلام ایک ایسے خاندان میں پیدا

Marfat.com

ہوئے جو اسی ماحول میں موجود تھا لہٰذا اُن کی والدہ ماجدہ نے فرعون کی دست وبرد سے بچانے کیلئے اُنہیں ایک صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دیا تاکہ یہ صندوق بہتا ہوا کسی محفوظ جگہ پہنچ جائے۔۔۔ مشیت ایزدی دیکھئے۔۔۔! انبیائے کرام علیہم السلام کی حفاظت کس طرح ہوتی ہے۔۔۔! یہ صندوق دریا میں بہتے ہوئے عین فرعون کے محل کے اندر پہنچ گیا اور فرعون کی پاکباز بیوی سیّدہ آسیہ نے جب صندوق میں ایک خوبصورت بچہ دیکھا تو پیار سے اُسے گلے لگا لیا۔ بس مختصر یہ کہ آپ علیہ السلام اُسی محل میں شہزادوں کی طرح پرورش پانے لگے یعنی فرعون جو بنی اسرائیل کے بچے قتل کرواتا رہا تھا صرف اس پیشن گوئی کی وجہ سے کہ بنی اسرائیل کا ایک بچہ پیدا ہو کر فرعون کی مستقل بادشاہت کا خاتمہ کرے گا، تو دیکھیں۔۔۔! بنی اسرائیل کا وہی بچہ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام دریا کی موجوں پر تیرتے ہوئے، فرعون کے شقی القلب فوجیوں اور سب سے بڑھ کر فرعون کی تیز عقابی آنکھوں سے بچ کر اُسی محل میں پرورش پاتے رہے جسے ایک زمانے میں خود اُنہی کے دستِ حق پر نیست ونابود ہونا تھا۔۔۔ ان باتوں کو دیکھ کر دل و زبان سے بے ساختہ یہی جاری ہوتا ہے کہ۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی تدبیریں۔۔۔ !اور وہ یقیناً بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔۔۔ !اور اُس کا کوئی شریک نہیں۔۔۔!

انبیاء اور رُسل علیہم السلام کی پہچان ونشانیاں

سب سے پہلی پہچان یہ ہے:

وہ حسب ونسب میں بہترین نصیب رکھتے ہیں۔

دوسری پہچان یہ ہے:

وہ اخلاق میں لاجواب وبے مثال ہوتے ہیں۔

تیسری پہچان یہ ہے:

وہ لہو ولعب، فسق وفجور کے قریب بھی نہیں جاتے ہیں۔

Marfat.com

چوتھی پہچان یہ ہے:

وہ جھوٹ، فریب اوران جیسے غلیظ الفاظ واعمالِ قبیحہ سے دور رہتے ہیں۔

پانچویں پہچان یہ ہے:

اُن کے خواب ہمیشہ سچے ہوتے ہیں۔

چھٹی پہچان یہ ہے:

اُن کی دعااور بد دعادونوں قبول ہوتی ہیں۔

ساتویں اور سب سے بڑی پہچان یہ ہے:

وہ توحید کے طرفدار ہی نہیں بلکہ اپنی جانوں تک کو داؤ پر لگادیتے ہیں۔

آٹھویں پہچان یہ ہے:

وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی مدد کے طلبگار نہیں ہوتے ہیں۔

نویں پہچان یہ ہے:

اُن پر وحی کانزول ہوتا ہے، اس لئے وہ غیب کی خبروں سے آگاہ ہوتے ہیں۔

دسویں پہچان یہ ہے:

اُن سے معجزات کا مسلسل ظہور ہوتا ہے جو خدا کی وحدانیت کی دلیل اور شرک کے خلاف بیزاری کا اظہار ہوا کرتا ہے۔

گیارہویں پہچان یہ ہے:

اُن کی پوری زندگی بغیر کسی ہچکچاہٹ کے انسانوں کو بدترین کاموں سے روکنے اور اچھے کاموں کی ترغیب دینے میں صرف ہوتی ہے۔

بارہویں پہچان یہ ہے:

وہ ہر صورت میں اعتدال وتوازن کو قائم رکھتے ہیں وغیرہ

Marfat.com

ایک وضاحت اور پڑھتے جایئے۔۔۔ وحی نبی اور رسول دونوں پر آتی ہے۔۔۔ فرق یہ ہوتا ہے کہ رسول وہ نبی ہوتا ہے جو صاحبِ شریعت ہو۔۔۔ اور رسول کا درجہ نبی سے بڑا ہوتا ہے۔۔۔ جبکہ نبی وہ ہوتا ہے جو کسی بھی رسول کی شریعت پر عمل پیرا ہوتا ہے اور اس کا نفاذ کرنے کی جدوجہد کرتا ہے۔۔۔ یعنی ہر رسول نبی ہوتا ہے۔۔۔ لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔۔۔

سیّدنا آدم علیہ السلام تا سیّدنا محمد ﷺ - معلوم تاریخ

اس اہم موضوع شجرۂ نسب کے اسمائے گرامی کیلئے سیرت و تاریخ کے جن کُتب سے استفادہ کیا ہے اُن بزرگان رحمۃ اللہ علیہما کے نام میں پہلے ہی پیش لفظ میں لکھ چکا ہوں اور اُنہوں نے اس اہم موضوع پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔۔۔ اس میں بے حد احتیاط کی ضرورت تھی اور جس قدر میرے بس میں تھی وہ میں نے کی۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ بہتر جاننے والا ہے۔۔۔ (واللہ اعلم)۔۔۔ لیکن ذرا ٹھہریئے۔۔۔! سلسلۂ نسب میں ایک کے بعد ایک بیٹے کا نام درج ہے، اس سے یہ تاثر ہرگز نہ لیجئے گا کہ ان تمام بزرگوں کے ہاں صرف ایک بیٹا ہی پیدا ہوتا رہا ہے اور کوئی بیٹیاں بھی نہیں تھیں بلکہ یہ کثیرُ العیال بزرگ تھے۔ اہلِ عرب میں کثیرُ العیال ہونا بڑا اشرف سمجھا جاتا تھا۔ اگر اس پورے موضوع میں ناموں کی تکرار ہے تو یہ تکرار ضروری تھی تاکہ آپ کے ذہن میں کوئی ابہام پیدا نہ ہو۔ اب نام پڑھتے جایئے:

1۔ حضرت آدم علیہ السلام: نوعِ بشر کے والدِ بزرگوار اور پہلے انسان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خلافت الارض کیلئے پیدا کیا۔ قرآنِ پاک میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد جنت میں ٹھہرنے کا ذکر ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے 930 سال عمر پائی۔

2۔ حضرت شیث (سیت) علیہ السلام: حضرت شیث علیہ السلام جب حضرت آدم علیہ السلام کے گھر پیدا ہوئے تو حضرت آدم علیہ السلام کی عمر 130 برس تھی۔ حضرت شیث علیہ السلام 150 برس کے تھے تو اُن کے گھر حضرت اَنوش پیدا ہوئے، حضرت شیث علیہ السلام نے 912 سال عمر پائی۔

Marfat.com

3۔ حضرت اَنوش (انوس): جب حضرت انوش کی عمر 90 برس ہوئی تو اُن کے گھر حضرت قینان کی ولادت ہوئی، حضرت انوش نے 905 سال عمر پائی۔

4۔ حضرت قینان: جب حضرت قینان کی عمر 70 برس ہوئی تو اُن کے گھر حضرت مہلائیل کی ولادت ہوئی، حضرت قینان نے 910 سال عمر پائی۔

5۔ حضرت مہلائیل (ملہل ایل): جب حضرت مہلائیل کی عمر 65 برس ہوئی تو اُن کے گھر حضرت یارد کی ولادت ہوئی، حضرت مہلائیل نے 895 سال عمر پائی۔

6۔ حضرت یارد (یرد): جب حضرت یارد کی عمر 162 برس ہوئی تو اُن کے گھر حضرت ادریس علیہ السلام کی ولادت ہوئی، حضرت یارد نے 962 سال عمر پائی۔

7۔ حضرت اخنوخ علیہ السلام: اخنوخ کو ہی غالب اکثریت حضرت ادریس علیہ السلام کہتی ہے جو نبی تھے یعنی آپ علیہ السلام کو نبوت بھی عطا ہوئی۔ قلم سے لکھنا حضرت ادریس علیہ السلام نے ہی ایجاد فرمایا۔ جب آپ علیہ السلام کی عمر 65 برس ہوئی تو اُن کے گھر حضرت متوشلخ کی ولادت ہوئی، حضرت ادریس علیہ السلام نے 365 سال عمر پائی۔

8۔ حضرت مُتَوَشِلخ (متوسلح): جب حضرت متوشلخ کی عمر 135 برس ہوئی تو اُن کے گھر حضرت لامک کی ولادت ہوئی، حضرت متوشلخ نے 969 سال عمر پائی۔

9۔ حضرت لامَک (لمک): جب حضرت لامک کی عمر 502 برس ہوئی تو اُن کے گھر حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت ہوئی، حضرت لامک نے 777 سال عمر پائی۔

Marfat.com

10۔ حضرت نوح علیہ السلام: جب حضرت نوح علیہ السلام کی عمر 502 برس ہوئی تو اُن کے گھر حضرت سام کی ولادت ہوئی، حضرت نوح علیہ السلام نے ایک ہزار سال سے زائد عمر پائی۔

11۔ حضرت سَام (سِم): جب حضرت سام کی عمر 100 برس ہوئی تو اُن کے گھر حضرت ارفخشذ کی ولادت ہوئی، حضرت سام نے 602 سال عمر پائی۔

12۔ حضرت اَرْفَخْشَذ (ارفخسد): جب حضرت ارفخشذ کی عمر 35 برس ہوئی تو اُن کے گھر حضرت شالخ کی ولادت ہوئی، حضرت ارفخشذ نے 438 سال عمر پائی۔

13۔ حضرت شَالِخ (شَلِخ): حضرت شالخ کی کنیت ابو عابر ہے، حضرت شالخ نے 239 سال عمر پائی۔

14۔ حضرت عابِر (عبر): جب حضرت عابر کی عمر 34 برس ہوئی تو اُن کے گھر حضرت فالخ کی ولادت ہوئی، حضرت عابر نے 460 سال عمر پائی۔

15۔ حضرت فَالَخ (فَلَخ): جب حضرت فالخ کی عمر 30 برس ہوئی تو اُن کے گھر حضرت راعو کی ولادت ہوئی، حضرت فالخ نے 239 سال عمر پائی۔

16۔ حضرت راعو: حضرت راعو کے بیٹے کا نام حضرت ساروغ ہے۔

17۔ حضرت سَارُوْغ (سَارُوْع): جب حضرت ساروغ کی عمر 32 برس ہوئی تو اُن کے گھر حضرت ناحور کی ولادت ہوئی، حضرت ساروغ نے 239 سال عمر پائی۔

18۔ حضرت نَاحُور (نحور): جب حضرت ناحور کی عمر 29 برس ہوئی تو اُن کے گھر حضرت تارخ کی ولادت ہوئی، حضرت ناحور نے 159 سال عمر پائی۔

Marfat.com

19۔ حضرت تارِخ: جب حضرت تارخ کی عمر 70 برس ہوئی تو اُن کے گھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی، حضرت تارخ نے 205 سال عمر پائی۔

20۔ حضرت ابراہیم (ابراہم) علیہ السلام: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام حضرت تارخ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے 175 سال عمر پائی۔۔۔(واللہ اعلم)۔۔۔

صحیفہ ٔابراہیم علیہ السلام

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل ہوئے۔ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا: اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں نازل فرمائیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: چار کتابیں البتہ ان کے علاوہ حضرت آدم علیہ السلام پر دس صحیفے، حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے، حضرت اخنوخ علیہ السلام پر تین صحیفے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل فرمائے اور کتابیں یہ ہیں: توریت، زبور، انجیل اور قرآنِ مجید۔ میں نے عرض کی: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ساری کی ساری ضرب الامثال تھیں۔ ایک دو مثالیں آپ علیہ السلام کے صحیفے سے پیش کرتا ہوں:

"اے بادشاہ! تو غرور میں مبتلا ہو گیا ہے، میں نے تجھے دنیا میں اس لئے نہیں بھیجا کہ تو زیادہ مال جمع کرے بلکہ میں نے تجھے دنیا میں اس لئے بھیجا تھا کہ تو مظلوم کی پکار کو مجھ تک نہ آنے دے، بلکہ اس کو اس سے پہلے ہی انصاف فراہم کر دے، اس لئے کہ میں مظلوم کی پکار کو واپس نہیں کرتا، خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو"۔ (تاریخِ طبری)

ایک دوسری مثال میں ہے:

"عقل مند جب تک عقل سے مغلوب نہ ہو جائے تو اس کے اوقات مقرر ہونے چاہئیں کہ کچھ وقت اپنے رب کے ساتھ مناجات میں گزارے، کچھ وقت اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے بارے میں غور و فکر

Marfat.com

کرے اور کچھ وقت اپنے آپ کا محاسبہ کرے کہ اس نے کیا کیا اعمال کئے، کچھ وقت کھانے پینے کی ضروریات پورا کرنے میں گزارے۔ عاقل کو حالاتِ زمانہ معلوم ہونے چاہئیں، اپنے رتبے کا خیال اور اپنی زبان کی حفاظت کرے یعنی فضول باتوں سے اجتناب کرے"۔(تاریخِ طبری)

سیّدہ ہاجرہ علیہا السلام

مختلف کُتب خصوصاً انجیل میں اور یہودیوں کی روایت میں لکھا جاتا ہے کہ سیّدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام فرعون کی باندی (کنیز) تھیں۔۔۔ مگر اُن کا مقدر اور قدر و منزلت تو دیکھو۔۔۔! جلیل القدر رسول، ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجۂ محترمہ۔۔۔! کیا کم عظمت اور بزرگی کی بات ہے۔۔۔! یا پھر جلیل القدر نبی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ ہونے کو آپ کس مقام پر رکھیں گے۔۔۔! صفا و مروہ کے دوران سعی کی سنت سیّدہ ہاجرہ علیہا السلام ہی سے منسوب ہے، جو مسلمانوں کی عبادت کا اہم رکن ہے۔ آبِ زم زم کے تحفے کی برکت جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کیلئے بزرگی کی علامت ہے وہیں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کیلئے بھی بزرگی کی علامت ہے۔(تاریخِ طبری)

21۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام: حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے والد کا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام ہے، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے 137 سال عمر پائی۔

22۔ حضرت قیدَار

23۔ حضرت عرّام

24۔ حضرت عَوْضَ (عَوْص): آپ کا لقب ثمر اور صفی ہے۔

25۔ حضرت مِزّی: آپ کو ہرمز بھی کہتے ہیں۔

Marfat.com

26۔ حضرت سَمّي (شَمّي): آپ کالقب المحشر ہے۔

27۔ حضرت زَارح: آپ کالقب قمیر ہے۔

28۔ حضرت ناحِث

29۔ حضرت مُقَصِّر: آپ کالقب حصن اور نزال ہے۔

30۔ حضرت اَیھَام: آپ کو یہامی بھی کہتے ہیں اور آپ کالقب روس القق اور اجمل الخلق ہے۔

31۔ حضرت اَقناد: آپ کالقب اَیاھمہ ہے۔

32۔ حضرت عَیصر: آپ کو عاصر، نیدوان اور ذوالاذیہ بھی کہتے ہیں۔

33۔ حضرت دَیشان: آپ کالقب الزاعیہ ہے۔

34۔ حضرت عیفی: آپ کالقب عاقر ہے۔

35۔ حضرت اَرْعُوَي: آپ کالقب دعدع ہے۔

36۔ حضرت یَلْحَن (یَلْجَن): آپ کالقب عنود ہے۔

37۔ حضرت یَحْزَن: آپ کالقب تسور ہے اور آپ کو نحزن نام سے بھی پکارا گیا ہے۔

38۔ حضرت یَثْرَبِي: آپ کالقب یثرم اور طمع ہے۔

39۔ حضرت سَنْبَر: آپ کو بشمین اور مُطعِم فی المحل بھی کہتے ہیں کیونکہ آپ کے محل میں ہر شخص کیلئے کھانا تیار رہتا تھا۔

Marfat.com

40۔ حضرت حمدَان: آپ کو اسمٰعیل ذو الاعوج بھی کہتے ہیں، اعوج آپ کے گھوڑے کا نام تھا، اب اعوج نسل اسپاں اسی کی جانب منسوب ہے۔

41۔ حضرت الدّعَا: آپ کو تیرن الطعان بھی کہتے ہیں، آپ پہلے شخص تھے جنہوں نے جنگ میں نیزے کا استعمال کیا۔

42۔ حضرت عُبَید: آپ کو اسماعیل ذو المطابخ بھی کہتے ہیں کیونکہ آپ نے مسافروں کیلئے سارے ملک میں ضیافت خانے بنائے۔

43۔ حضرت عَبقر: آپ کو ابراہیم جامع الشمل بھی کہتے ہیں، آپ کا یہ لقب اس لئے مشہور ہوا کہ آپ کے عہد میں امن کا دور دَورا تھا، راستے بے خطر جاری تھے۔

44۔ حضرت عیفی: آپ کو عافی اور عبقر ابو الجن بھی کہتے ہیں، جنت عبقر انہی کی جانب منسوب ہے۔

45۔ حضرت مَاخِی: آپ کو اہلِ عرب الظریب خاطم النادِ بھی کہا کرتے ہیں۔

46۔ حضرت تاحِش: آپ کا لقب علتہ ہے۔

47۔ حضرت جاحِم

48۔ حضرت طانخ: آپ کو طاہب بھی کہتے ہیں اور آپ کا لقب عیقان ہے۔

49۔ حضرت یَدُلاَف: آپ کا لقب رائمہ ہے۔

50۔ حضرت بلُدَاس: آپ کو محتمل بھی کہتے ہیں۔

51۔ حضرت حَزا: آپ کو ذوالعوام بھی کہتے ہیں۔

Marfat.com

52۔ حضرت ناشِد: آپ کا لقب محلم ذوالعین ہے۔

53۔ حضرت عوّام: آپ کو قموال اور بریح الناحب بھی کہتے ہیں۔

54۔ حضرت اُبّی: آپ کو سعد رجب بھی کہتے ہیں، رسمِ رجبیہ آپ ہی نے نکالی۔

55۔ حضرت قِمُوَال: آپ کو یوز اور عشر الغنار بھی کہتے ہیں، رسمِ عشرہ آپ ہی نے نکالی۔

56۔ حضرت بُوز: آپ کو ثعلبہ بھی کہتے ہیں اور عرب میں قبیلہ ثعلبہ آپ ہی کی جانب منسوب ہے۔

57۔ حضرت عِوَص: آپ کو منجر اور نبیت بھی کہتے ہیں۔

58۔ حضرت سَلَامان: آپ کو ہمیدع اور شاحب بھی کہتے ہیں۔

59۔ حضرت ہمیسع

60۔ حضرت اُود (اُدّ): آپ کی اولاد میں حضرت عدنان پیدا ہوئے ہیں جن کا نسب مشہور ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ نے اپنی حدیثِ مبارک میں جو شجرہ بیان فرمایا ہے اب وہ اسمائے گرامی لکھ رہا ہوں:

61۔ حضرت عدنان: حضرت عدنان نبی کریم ﷺ کے اجداد میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو معد ہے۔

62۔ حضرت مَعَدّ: آپ کی کنیت ابو نِزار ہے۔

63۔ حضرت نِزار: آپ کی کنیت ابو ایاد ہے۔

Marfat.com

64۔ حضرت مُضَر: آپ کی کنیت ابو الیاس ہے چونکہ آپ کے والد نزار نے تقسیم میں سرخ رنگ کی چیزیں (خیمہ، دینار) دی تھیں، اونٹوں کیلئے حدی آپ ہی کی ایجاد تھی۔ آپ بنو عدنان میں حجاز میں سب سے بڑھ کر صاحبِ دولت وثروت تھے۔

65۔ حضرت اِلیاس: حضرت الیاس کی کنیت ابو عمر اور لقب کبیرِ قوم ہے۔

66۔ حضرت مُدرِکہ: آپ کا نام عمرہ اور کنیت ابو ہذیل ہے۔

67۔ حضرت خُزَیمہ: آپ کی کنیت ابو الاسد ہے۔

68۔ حضرت کِنَانہ: آپ کی کنیت ابو النضر ہے۔

69۔ حضرت نَضْر: آپ کا نام تو قیس تھا مگر خوبیٔ حسن وجمال کے باعث عرب کے لوگ آپ کو نضر کہتے تھے، آپ کی کنیت اَبو یَخْلُد ہے۔

70۔ حضرت مالِک: آپ کی کنیت ابو الحارث ہے۔

71۔ حضرت فِہر ملقب بہ قریش: حضرت فہر کا لقب قریش ہے، قریش لغتِ حجاز میں "وہیل مچھلی" کو کہتے ہیں جو سمندر میں سب سے بڑا جانور ہے، فہر اور اولادِ فہر کو اسی لئے قریش کہنے لگے کہ وہ بھی عرب میں جملہ قبائل سے طاقتور اور عظیم الشان تھے۔

72۔ حضرت غالِب: آپ کی کنیت ابو تیم ہے۔

73۔ حضرت لُوَي: آپ کی کنیت ابو کعب ہے۔

Marfat.com

74۔ حضرت کَعب: آپ کی کنیت اَبو ہصیص ہے، آپ اپنے نام کے موافق اور بلندیٔ جاہ میں مسلم تھے۔

75۔ حضرت مُرّہ: آپ کی کنیت ابو یقظہ ہے، آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چھٹی پشت کے دادا لگتے ہیں۔

76۔ حضرت کلاب: آپ کا نام حکیم اور کنیت ابو زہرہ ہے، آپ نے شکاری کتے پال رکھے تھے اس لئے لقب کلاب ہو گیا۔

77۔ حضرت قُصَی: آپ کا نام زید تھا۔

78۔ حضرت عبدِ مَناف: آپ کا نام مغیرہ تھا، ماں نے پہلے پہل منات بت پر (جسے مناف بھی کہتے ہیں) بھیجا تھا اس لئے عرفِ عام میں مناف مشہور ہو گئے۔ حسن و جمال میں ایسے فائق تھے کہ آپ کا لقب قمر البطحاء پڑ گیا۔

79۔ حضرت ہاشم: آپ کا نام عمرو تھا، ہاشم اس لئے کہا جاتا ہے کہ قحط سالی کے زمانے میں اپنی قوم کو ثرید کھلایا کرتے تھے۔

80۔ حضرت عبد المطلب: آپ کا نام شیبۃ الحمد ہے، آپ کے والد ہاشم نے مکہ مکرمہ میں انتقال کے وقت اپنے بھائی مُطلب سے کہا تھا کہ یثرب میں موجود اپنے غلام کو سنبھال لینا، اسی وجہ سے نام عبد المطلب پڑ گیا۔ آپ نے 140 سال عمر پائی۔

81۔ حضرت عبد اللہ: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد ہیں، اپنے زمانے میں قریش کے سب سے خوبصورت نوجوان تھے، بہت سی خواتین ان سے نکاح کی خواہاں تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت سیّدہ آمنہ کیلئے چُن رکھا تھا۔ نوجوانی کے عالم میں ہی مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور وہیں تدفین ہوئی۔ ان کے بارے میں اخیر میں خاندان کے موضوع کے تحت مزید ذکر کروں گا۔

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم: اللہ تعالیٰ کے آخری نبی، محمد رسول اللہ، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

Marfat.com

حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور الہامی و غیر الہامی مذاہب

(توریت، زبور، انجیل، عہد نامہ قدیم وجدید، یسعیاہ، استثناء، ہندومت، گوتم بدھ، پارسی مذہب)

تقریباً تمام انبیاء اور رُسل علیہم السلام نے جہاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اُس کا پیغام اپنی اپنی قوموں تک پہنچایا وہیں اپنی پیشین گوئیوں میں نہ صرف آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بشارت بمعہ نشانیوں کے بتاتے رہے بلکہ اُن کی حمایت کی تلقین بھی کرتے رہے اور وہ صرف اس لئے کہ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ظہور ہو تو بنی آدم ان کی آمد سے مانوس ہو چکی ہو۔۔۔ میں نے بہت جاننے کی کوشش کی کہ کیا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے قبل کسی نبی یا رسول کے حوالے سے قبل از وقت کسی بھی نبی یا پیغمبر نے اپنی قوم کو آگاہ کیا تھا۔۔۔؟ لیکن مجھے تو اس کا علم نہ ہو سکا اور نہ ہی کسی مذہبی یا تاریخی کتاب میں ماسوائے رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بشارت کے کہیں کوئی تذکرہ ملتا ہے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کیلئے بشارتیں اور پیشین گوئیاں چند ماہ اور چند برس کی بات نہیں بلکہ یہ تسلسل کے ساتھ ہزاروں برس پر محیط ہیں۔۔۔ ان پے در پے اور مسلسل خبروں کا اہتمام ہی بتا رہا ہے کہ آپ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت کس قدر عظمت اور بزرگی کا احاطہ کئے ہوئے ہے جو کم از کم انسانی عقل سے ماوراء نظر آتی ہے۔۔۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے متعلق کی جانے والی بشارتوں میں کس قدر ہم آہنگی اور مماثلت ہے، یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح ہمارے سامنے عیاں ہوتی جاتی ہے۔۔۔ اب آپ اللہ تعالیٰ کا حکم جو قرآن میں موجود ہے پہلے وہ پڑھیئے:

Marfat.com

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝﴾ [آل عمران 3:(81)]

"اور جب خدا نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اُس پر ایمان لانا ہو گا اور ضرور اُس کی مدد کرنی ہو گی اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا (یعنی مجھے ضامن ٹھہرایا)، اُنہوں نے کہا (ہاں) ہم نے اقرار کیا، (خدا نے) فرمایا کہ تم (اس عہد و پیمان کے) گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں"۔

یہودیت اور مسیحیت کی دونوں کتابوں عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید کا مطالعہ کیجئے تو حضورِ اکرم ﷺ کی آمد اور رسالت کا تذکرہ بڑی وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ توریت کی پانچویں کتاب Book of Deuteronomy (کتابِ استثناء) کے باب 18، آیت 18-19 پڑھ لیجئے یا Book of Isaiah (کتابِ یسعیاہ) کے باب 29، آیت 12 اور Songs of Solomon (سلیمان کی مناجات) کے باب 5، آیت 16 میں پڑھ لیجئے، یوحنا (John) کی انجیل کے باب 14 آیت 16، باب 15 آیت 26، باب 16 آیت 7 اور 12-14 اور ایسی ہی دیگر آیات میں آپ ﷺ کی آمد کی واضح پیشین گوئیاں اور نشانیاں موجود ہیں، مثال کے طور پر Book of Isaiah (کتابِ یسعیاہ) میں ایک آیت ہے، ذرا آپ پڑھ لیجیے، آپ کو حیرت ہو گی: "جب کتاب اُس کو دی گئی جو کہ اُمّی ہے اور کہا کہ اس کو پڑھو، میں تمہارے لئے دعا کروں گا، تو اُس نے کہا: میں پڑھا لکھا نہیں ہوں"۔۔۔ اب پڑھنے والے ذرا یاد کریں۔۔۔ غارِ حرا میں پہلی وحی نازل ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ "پڑھو" تو آپ ﷺ نے کہا تھا کہ "میں پڑھا لکھا نہیں ہوں"۔ اسی طرح توریت میں تو آپ ﷺ کا نامِ نامی محمد (ﷺ) کہہ کر آپ ﷺ کی صفت تک بیان کی گئی ہے۔

Marfat.com

زبور میں نبی کریم ﷺ کی واضح نشانیاں

"میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دِلاؤں گا پس سارے لوگ ابدالآباد تیری ستائش کریں گے"۔
(زبور:45-17)

"اس کا نام ابد تک باقی رہے گا، جب تک آفتاب رہے گا اُس کے نام کا رواج رہے گا، لوگ اس کے باعث اپنے تئیں مبارک کہیں گے، ساری قومیں اسے مبارک باد دیں گی"۔(زبور:72-17)

"اس کے حق میں سدا دعا ہو گی، ہر روز اس کی مبارک باد کہی جائے گی"۔(زبور:72-15)

انجیل برنباس میں نبی کریم ﷺ کی واضح نشانیاں

رسالت مآب ﷺ کی بعثت کے متعلق مختلف مذہبی کتابوں اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے دورانِ تبلیغ آپ ﷺ کی خصوصیات نیز آپ ﷺ کی مکمل نشانیاں حتیٰ کہ والد ماجد اور والدہ ماجدہ اور آپ ﷺ کی صورت و سیرت تک کے ارشادات موجود ہیں۔ سب سے پہلے انجیل میں تفصیل پڑھیئے اور اس سے پہلے انجیل کے باب اور آیات کے نمبر لکھ دیتا ہوں، چند باب اور آیات پیش کر دیتا ہوں، مزید تفصیل جاننے کیلئے پوری انجیل کا مطالعہ کر لیں۔

1- باب 39، آیت 14-20
2- باب 44، آیت 27-37
3- باب 55 مکمل
4- باب 72، آیت 101-105
5- باب 97، آیت 14-18
6- باب 112، آیت 14-18
7- باب 136، آیت 17-19
8- باب 137 مکمل
9- باب 163، آیت 4-11
10- باب 220، آیت 20

اب میں انجیل برنباس کی چند آیات کا ترجمہ پیش کرتا ہوں جن میں حضورِ اکرم ﷺ کی واضح نشانیاں بیان کی گئی ہیں:

Marfat.com

باب نمبر 39:

14۔ پس جبکہ آدم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تو اُس نے آسمان میں تحریر سورج کی طرح چمکتی دیکھی جس کی عبارت یہ تھی: لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

15۔ تب آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا: میں تیرا شکر کرتا ہوں، اے میرے پروردگار اللہ! کیونکر تو نے مہربانی کی پس مجھ کو پیدا کیا۔

16۔ لیکن میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو مجھے خبر دے کہ ان کلمات کے کیا معنی ہیں: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

17۔ تب اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: مرحبا ہے تجھ کو اے میرے بندے آدم!

18۔ اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا۔

19۔ اور یہ شخص جس کو تو نے دیکھا ہے، تیرا ہی بیٹا ہے جو اس وقت کے بہت سے سال بعد دنیا میں آئے گا۔

20۔ اور وہ میرا ایسا رسول ہو گا کہ اس کیلئے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔

21۔ وہ رسول کہ جب آئے گا، دنیا کو ایک روشنی بخشے گا۔

22۔ یہ وہ نبی ہے کہ اس کی رُوح اور روشنی آسمان میں ساٹھ ہزار سال قبل رکھی گئی تھی کہ میں کس چیز کو پیدا کروں؟

23۔ پس آدم نے بمنت یہ کہا کہ اے پروردگار! یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں پر عطا فرما۔

24۔ تب اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان کو یہ تحریر اُس کے دونوں انگوٹھوں پر عطا کی، دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ عبارت: لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ۔

25۔ اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر عبارت: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

26۔ تب پہلے انسان نے ان کلمات کو اپنی دونوں آنکھوں سے ملایا اور کہا: مبارک ہے وہ دن جس میں تو دنیا کی طرف آئے گا۔

باب نمبر 41:

31۔ اس لئے کہ میں عنقریب اپنے اس رسول کو جو کہ جلد ہی آنے والا ہے، تمام چیزیں عطا کروں گا۔

Marfat.com

32۔ پھر اللہ تعالیٰ پوشیدہ ہو گیا اور فرشتہ میخائیل نے ان دونوں (آدم و حوا) کو جنت سے نکال دیا۔

33۔ پس جب آدم نے مڑ کر نگاہ کی، اُس نے (فردوس کے) دروازہ (کی پیشانی) پر لکھا دیکھا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

34۔ تب وہ اس وقت رویا اور کہا: اے بیٹا کاش! اللہ تعالیٰ یہ ارادہ کرے کہ تو جلد آئے اور ہم کو اس کم بختی اور مصیبت سے چھڑائے۔

باب نمبر 43:

8۔ اور یوں اُس نے عمل کا ارادہ کیا، سب چیز سے پہلے اپنے رسول کی رُوح پیدا کی، وہ رسول جس کے سبب تمام چیزوں کے پیدا کرنے کا قصد کیا۔

9۔ تا کہ مخلوقات اللہ تعالیٰ سے خوشی اور برکت پائے۔

10۔ اور اُس کا رسول اس کی تمام خلائق سے خوش ہو جس کیلئے خدا نے یہ مقدر کیا ہے کہ وہ اس کے بندے ہوں۔

11۔ اور کس لئے اور کیا یہ یونہی ہوا مگر اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ارادہ کیا۔

12۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک نبی جب وہ آتا ہے تو وہ فقط ایک ہی قوم کیلئے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانی اُٹھا کر لاتا ہے۔

13۔ اور اس وجہ سے ان انبیاء کا کلام اُس قوم سے آگے نہیں بڑھا جس کی جانب وہ بھیجے گئے تھے۔

14۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کا آخری رسول آئے گا، اللہ تعالیٰ اُس کو وہ چیز عطا کرے گا جو کہ اُس کے ہاتھ کی انگشتری کی مانند ہے۔

15۔ پس وہ زمین کی ان تمام قوموں کیلئے خلاصی اور رحمت لائے گا جو کہ اُس کی تعلیم کو قبول کریں گے۔

16۔ اور عنقریب وہ ظالموں پر ایک زور کے ساتھ آئے گا۔

17۔ اور بتوں کی عبادت کرنے والے ظالموں پر ایک زور کے ساتھ آئے گا۔

Marfat.com

18۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم سے ایسا ہی وعدہ کیا ہے اور کہا ہے: تو دیکھو کہ میں تیری نسل سے تمام زمینوں کے قبیلوں کو برکت دوں گا اور جس طرح کہ تو نے اے ابراہیم! بتوں کو توڑ کر پارہ پارہ کر دیا ہے ویسے ہی تیری نسل کرے گی۔

ہندومت کی نبی کریم ﷺ کیلئے پیشین گوئیاں

ہندومت کی تمام قدیم مذہبی کتابوں میں حضورِ اکرم ﷺ کی بڑی واضح اور صاف نشانیوں کے ساتھ نام بنام آمد کی پیشین گوئیاں ہزاروں برس سے متواتر موجود ہیں۔ مثلاً ایک مذہبی کتاب اتھروید کی بیسویں کتاب کے بھجن 21 منتر 6۔7، بھجن 126 اور 127 کے 1 سے 14 تک کے منتروں میں محمد (ﷺ) کی آمد کے نام نامی کیلئے سنسکرت کا لفظ "ناراشنسا" استعمال ہوا ہے، جس کے معنی ہیں: "وہ آدمی جو قابلِ تعریف ہو" اور اس کا عربی ترجمہ ہو گا "محمد" (ﷺ)۔

"کلکی پورانا" بھی ہندو مت کی بڑی مشہور و معروف کتاب ہے، اس کے باب 2 کے منتر 5، 7، 9، 11 اور 14 میں تو آپ ﷺ کے والد ماجد، والدہ ماجدہ کے نام، جائے پیدائش اور یہی نہیں غارِ حرا، مدینہ منورہ حتیٰ کہ خلفائے راشدین کے ساتھ ساتھ غزوۂ بدر کے میدانِ جنگ کا واقعہ بھی درج ہے۔ چلیئے پہلے کلکی پورانا کے اوپر دیئے گئے منتر آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جس میں "کلکی اوتار" کی آمد کے بارے میں پیشین گوئی کی گئی ہے۔

اس میں درج ہے کہ کلکی اوتار کے والد کا نام "وشنو یاس" ہو گا جس کا مطلب ہے "Servant of God" اور اس کا عربی ترجمہ ہے: "عبد اللہ"، پڑھا آپ نے۔۔۔! محمد ﷺ کے والد کا نام عبد اللہ تھا۔ کلکی پورانا میں یہ بھی لکھا ہے کہ: کلکی اوتار کی والدہ کا نام "سومتی" ہو گا، اس سنسکرتی نام کا ترجمہ ہے "امن والی" جس کا عربی ترجمہ ہے: "آمنہ"۔۔۔ اور آپ جانتے ہی ہیں۔۔۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام "آمنہ" تھا۔

اس میں یہ بھی درج ہے کہ کلکی اوتار شہر "شمبالا" میں پیدا ہو گا۔ "شمبالا" کا ترجمہ "امن والی جگہ" ہے اور عربی میں ترجمہ "دار الامان" ہو گا جو کہ مکہ مکرمہ کا دوسرا مشہور و معروف نام ہے اور آپ ﷺ کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے۔۔۔ اب میں مزید سنسکرتی الفاظ کا استعمال کئے بغیر لکھتا ہوں کہ کلکی پورانا کی پیشین گوئی کے

Marfat.com

مطابق آپ ﷺ کی پیدائش قریش کے سردار کے گھر ہوگی۔12 ربیع الاوّل آپ ﷺ کی تاریخِ پیدائش ہوگی۔ پہاڑ پر وحی نازل ہوگی جیسا کہ غارِ حرا پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ مزید یہ کہ وہ ہجرت کریں گے اور واپس نہیں آئیں گے، آپ ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کی اور وہیں آپ ﷺ کا روضۂ مبارک ہے۔

کلکی پورانا میں یہاں تک ہے کہ ''فرشتوں کے ذریعے آپ ﷺ کی مدد کی جائے گی''۔۔۔آپ کے علم میں ہے کہ میدانِ بدر میں فرشتوں کے ذریعے آپ ﷺ کی مدد کی گئی تھی۔۔۔اس میں ایک منتر کا مزید حوالہ دے دیتا ہوں کہ ''ان کے چار ساتھی ہوں گے''، یہ اشارہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی طرف ہے۔

اب میں ہندو مت کی چند کتابوں کا حوالہ دے دیتا ہوں، اگر کوئی تحقیق کرنا چاہے تو کر سکتا ہے: کتاب اترچک کے منتر 1500 میں ''احمد'' کی آمد کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔۔۔اسی طرح رگ وید کی پہلی کتاب باب 53 منتر 9، اسی کتاب کے بھجن 13 منتر 3، رگ وید کی دوسری، پانچویں اور دسویں کتاب کے بالترتیب بھجن 3 منتر 5، بھجن 5 منتر 2 اور بھجن 64 منتر 3 میں آپ ﷺ کی آمد کی تمام تفصیل مل جائے گی۔ اسی طرح دیگر مذہبی کتب یجر وید، اندرا، بھگوت گیتا، بھویشیا پورانا اور اُپنشد وغیرہ میں بھی آپ ﷺ کی آمد اور ان کا تذکرہ پڑھ سکتے ہیں۔ اب میں ہندوؤں کو مزید بتانے کیلئے کیا لکھوں۔۔۔! یہ دلائل خود اُن کی مقدس کتابوں میں موجود ہیں۔۔۔!

گوتم بدھ کی نبی کریم ﷺ کیلئے پیشین گوئیاں

گوتم بدھ اور بدھ مت کی تمام مقدس کتابوں میں تو حضورِ اکرم ﷺ کی نہ صرف آمد حتیٰ کے آپ ﷺ کی خوبیاں، آپ ﷺ کے عروج سمیت تقریباً ہر جہت میں آپ ﷺ کو پہچاننے کیلئے ہدایات موجود ہیں۔ بدھ مت کی مقدس کتابوں دھمّاپدّا، ترای پیتاکہ، ابھی دھمّہ اور ماہایاوستو وغیرہ میں بھی آپ ﷺ کا ذکر فصاحت کے ساتھ موجود ہے مثلاً ایک جگہ لکھا ہے کہ ''دنیا میں ایک بدھا مایتریا (سخی) کے نام سے ظاہر ہوگا، ایک مقدس، ایک عالیشان، ایک روشن فکر، حکمت سے نوازا ہوا، مبارک (انسان) جو کائنات کو سمجھے گا''۔ ایک اور جگہ بدھا اپنے خادم کے اس سوال کے جواب میں کہ آپ کے جانے کے بعد ہمیں کون تعلیم دے گا؟ فرماتے ہیں:

Marfat.com

"میں پہلا بدھا نہیں ہوں جو روئے زمین پر آیا اور مناسب وقت میں ایک اور بدھا روئے زمین میں اُبھرے گا، ایک مقدس، ایک روشن فکر، چال چلن میں حکمت سے نوازا ہوا، مبارک (انسان)، کائنات کو جاننے والا، انسانوں کا بے نظیر رہنما، فانی (مخلوق) اور فرشتوں کا آقا۔ وہ آپ کے سامنے وہی ابدی حق آشکار کرے گا جس کی میں نے آپ کو تعلیم دی ہے، وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرے گا جو اپنے ابتداء میں بھی عالیشان ہو گی، اپنے عروج میں بھی عالیشان ہو گی، اپنے مقصد میں بھی عالیشان ہو گی، وہ ایک مذہبی زندگی کی تشہیر کرے گا جو خالص اور کامل ہو گی اور اس کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہو گی جبکہ میرے (شاگردوں کی تعداد) سینکڑوں میں ہے۔ خادم نے پھر پوچھا: ہم اُس کو کس طرح پہچانیں گے؟ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ وہ "مایتریا" کے نام سے جانا جائے گا۔ "مایتریا" کا ترجمہ کریں تو اس کے لفظی معنی ہیں: رحم، دوستی، پیار اور سخاوت کرنے والا۔ اگر ان تمام الفاظ کو ملا کر عربی میں کہیں گے تو وہ لفظ ہے: "رحمت" اور قرآن مجید کی سورۂ انبیاء کی آیت 107 میں ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۝﴾

"اور ہم نے آپ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔

پارسی مذہب میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کیلئے پیشین گوئیاں

اب پڑھتے ہوئے آگے چلیئے۔۔۔! پارسی مذہب (یعنی آتش پرست یا مجوسیت) اور اس کی مقدس کتابوں "زند آوستا" اور "دساتیر" میں بھی نہ صرف آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے متعلق واضح نشانیاں موجود ہیں حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی بڑی وضاحت کے ساتھ نشانیاں موجود ہیں۔ چند سطروں میں اس کو بھی لکھتا جاتا ہوں۔۔۔!

- زند آوستا میں درج ہے (پارسی مذہب کی مقدس کتاب):

جس کا نام "فاتح سوی شنت" ہو گا اور جس کا نام "استوت، ایریٹا" ہو گا۔ وہ سوی شنت (رحم کرنے والا) ہو گا کیونکہ وہ ساری مادی مخلوقات کیلئے رحمت ہو گا۔ وہ استوت، ایریٹا (وہ جو عوام اور مادی مخلوقات کو سرخرو کرے گا) ہو گا کیونکہ خود مثل مادی مخلوقات اور زندہ انسان کے، وہ مادی مخلوقات کی تباہی کے خلاف کھڑا ہو گا اور دو پائے والی مخلوق (انسان) کے نشے کے خلاف کھڑا ہو گا۔ (فروردین یاشت، سورہ 28، آیت 129)

Marfat.com

سوی شنت اور استوت، ایریٹا ان دونوں کے معنی فارسی میں تحقیق کئے جائیں تو یہ ہیں: ”وہ جس کی تعریف کی گئی ہو“۔

زند آوستا کے ”زمیادیاشت“ میں درج ہے:

”اور اُس کے دوست (صحابہ) سامنے آئیں گے، استوت، ایریٹا کے دوست، جو شیطان کو ہرانے والے، اچھی سوچ رکھنے والے، اچھا بولنے والے، اچھے اعمال والے اور اچھے قانون کی پابندی کرنے والے اور جن کی زبانیں باطل و جھوٹ کا ایک حرف بھی بولنے کیلئے کبھی بھی نہیں کھلیں“، یہاں بھی آپ ﷺ کا ”استوت، ایریٹا“ کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں پیغمبر ﷺ کے دوستوں کا ذکر مثل ہمنواؤں کے کیا گیا ہے جو باطل کے خلاف لڑیں گے، جو بہت نیک اور مقدس بندے ہوں گے، جو اچھے اخلاق رکھتے ہوں گے اور ہمیشہ سچ بولیں گے۔۔۔! یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے ایک حوالہ ہے جو آپ ﷺ کے دوست ہیں۔

دساتیر (پارسی مذہب کی ایک اور مقدس کتاب):

اس مقدس کتاب میں لکھی جانے والی پیشین گوئیوں کا لبِ لباب یہ ہے کہ زرتشی لوگ اپنے مذہب کو ترک کر دیں گے اور بدکار ہو جائیں گے، تب عرب میں ایک مقدس انسان نمودار ہو گا جس کے ماننے والے فارس کو فتح کر لیں گے اور فارسی لوگوں کو مغلوب کر دیں گے۔ اپنے عبادت خانوں میں وہ آگ کی پرستش کی بجائے کعبۂ ابراہیم (علیہ السلام) کی طرف منہ کر کے عبادت کریں گے (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ ہے)۔ وہ (پیغمبر ﷺ) ساری دنیا کیلئے رحمت ہوں گے۔ وہ فارس، مدائن، طوس، بلخ، زرتشی قوم کے مقدس مقامات اور آس پاس کے علاقوں کے آقا بنیں گے۔ اُن کا پیغمبر ایک بلیغ انسان ہو گا جو معجزاتی باتیں کرے گا۔۔۔ اسی طرح اُن کی ایک اور کتاب ”بندا حش“ میں تحریر ہے کہ ”سوی شنت آخری پیغمبر ہوں گے“۔ (باب 30، آیت 6-27)

یہ تمام مقدس کُتب میں آنے والے وہ دلائل ہیں جو آپ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے ہزاروں برس قبل بیان کئے گئے تھے۔۔۔ اب آپ کی مرضی ہے۔۔۔! اور ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔۔۔!

Marfat.com

عرب

عرب کے اُس وقت کی جغرافیائی حدود پر نظر ڈالیں تو ایک طرف مشرقی حصے پر سلطنتِ ایران (فارس) تو جنوب میں سلطنتِ حبش اور شمالی حصے کی جانب روم کی سلطنت کا قبضہ نظر آتا تھا۔ اس کے اندرونی حصے بظاہر آزاد تھے لیکن ان کے اطراف سلطنتیں انہیں اپنا محکوم سمجھتی تھیں اور قبضے کی کوششوں میں مصروف رہتی تھیں۔۔۔ اہلِ عرب اپنی اس خود مختاری پر اس قدر گھمنڈ میں مبتلا رہتے تھے کہ خود سری اور سرکشی کے سبب اپنے ہی مظلوم لوگوں کو نشانہ بنا رکھا تھا۔۔۔ بے کاری، کاہلی اور فخر و مباہات نے انہیں شراب کا رسیا اور جوے کا خوگر بنا دیا تھا۔۔۔ دیگر ممالک سے رابطے کے باوجود ان کی نسل اور زبان محفوظ رہی مگر اپنی فصاحت اور صلاحیتوں کو خود ستائش اور دوسری اقوام کی تحقیر کے طور پر استعمال کرتے تھے۔۔۔ یا پھر زبان و بیان کی شیرینی سے فحش گوئی اور محبوباؤں کے ساتھ گزرے واقعات کی تشہیر کی جاتی تھی۔۔۔ حیاء نام کی کسی چیز کو یہ جانتے تک نہ تھے۔۔۔ علم سے دوری نے انہیں جہالت کے اندھیروں میں غرق کر رکھا تھا۔۔۔ توہم پرستی نے انہیں پتھر، درخت، چاند سورج، پہاڑ اور ہر ڈرانے والی چیز کی پرستش کی طرف راغب کر دیا تھا۔۔۔ اسی جہل کا سب سے دردناک پہلو یہ تھا کہ اپنی ہی بیٹیوں کو زندہ دفن کرتے تھے وہ بھی غیرت کے نام پر۔۔۔ دوسری طرف اپنے باپ کی بیویوں میں سے سگی ماں کو چھوڑ کر شادیاں رچا لیتے۔۔۔ یا اُنہیں لونڈیاں بنا کر رکھتے تھے۔۔۔ انسانی حقوق کا تصور تک ان کے شریر دماغوں میں نہیں آتا تھا۔۔۔ انسانی قتل اور قتل کے جواب میں قتل عام۔۔۔ رہزنی۔۔۔ عورتوں کو بھگا کر لے جانا تو ایک معمول تھا۔۔۔ غرض یہ کہ کسی قانون وضابطے کے پابند نہیں تھے۔۔۔ جب لڑنے کا دل چاہا تو اپنے ہی

Marfat.com

ضابطے توڑ کر شوق پورے کر لئے۔۔۔ اور جب چاہا خود ہی ضابطہ لاگو کر لیا۔۔۔ فسق و فجور کے تمام اسباب استعمال میں لاتے۔۔۔ معاش کیلئے اہلِ عرب میں تجارت ہی مرغوب پیشہ بچا تھا۔۔۔ جس کے باعث ملکوں ملکوں آتے جاتے رہتے۔۔۔ وہاں سے بھی انہیں اخلاقیات کہاں ملتیں۔۔۔ اُن جگہوں کا حال تو یہاں سے بھی بدتر تھا۔۔۔

اس دوران انہیں سابقہ الہامی مذاہب کے ماننے والوں سے واسطہ ضرور پڑا لیکن اُن سے بھی یہ کیا حاصل کرتے۔۔۔؟ اُن کے یہاں تو خود اتنا مذہبی، اخلاقی اور اعتقادی تنزل ہو چکا تھا کہ وہ لوگ اپنے مذہب ہی سے روگرداں ہو چکے تھے۔۔۔ مثلاً عیسائیوں نے سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا یہ حال کر رکھا تھا کہ اُنہیں اللہتعالیٰ کا بیٹا اور بعض تو اُنہی کو خدا کہتے اور مانتے تھے۔۔۔ نعوذ باللہ۔۔۔ ایسی ہی کچھ حالت یہودیوں کی تھی۔۔۔ اُنہوں نے سیّدنا عزیر علیہ السلام کو اللہتعالیٰ کا بیٹا اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دے رکھا تھا۔۔۔ باقی رہے آتش پرست یعنی مجوسی۔۔۔ تو اوّلاً اُن کے پاس مذہب نام کی کوئی باقاعدہ تعلیمات ہی موجود نہ تھیں۔۔۔ اور اخلاقیات کا عالم تو یہ تھا کہ۔۔۔ اپنی ہی ماں، بہن، بیٹی کو گھر میں اپنے پاس رکھ لیتے تھے۔۔۔ فلسفہ مزدک کے شیدا تھے۔۔۔ اس طرح اطراف کے ان حالات کے اثرات نے ان کے ماحول کو اور دو آتشہ بنا دیا تھا۔۔۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ چند پڑھے لکھے لوگوں کو چھوڑ کر غالب اکثریت اَن پڑھ۔۔۔ علوم سے بے بہرہ۔۔۔ فنون سے عاری۔۔۔ تمدن سے ناواقف۔۔۔ کھیل کود۔۔۔ بے حیائی اور بے شرمیوں جیسے عیوب نے انہیں برائیوں اور بدکاریوں کا مجموعہ بنا دیا تھا۔۔۔

افریقہ، یورپ اور ایشیاء تینوں برِاعظموں سے قریبی تعلق ہونے کے باعث عرب کو ایک مرکزی حیثیت حاصل تھی اور یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے رسالت و نبوت کا اعلان کیا تو آپ ﷺ کی آواز کی گونج کو ان برِاعظموں تک پہنچنے میں دیر نہ لگی۔۔۔ حالانکہ توحید کا پرچار کرنا ان حالات میں کس قدر مشکل تھا، اس کا سمجھنا کوئی مشکل بات نہیں۔۔۔ لیکن آپ ﷺ نے اس فرض کو کس خوش اسلوبی، صبر و تحمل اور استقامت سے شروع کیا۔۔۔ نیز تہذیب و تمدن اور علم و اخلاق کی تعلیمات کو کن مصائب و آلام سے نبرد آزما ہوتے ہوئے انجام تک پہنچایا۔۔۔ یہ بذاتِ خود ایک عظیم معجزے سے کم نہیں۔۔۔ آپ ﷺ نے نسلوں، قوموں کی تمام حالتوں، امیر و غریب کے امتیازات، فاتح و مفتوح اور مختلف زبانوں کو ایک دین پر متحد و متفق اور ہم آواز بنا دیا۔۔۔ یہ آج بھی مؤرخین کیلئے حیرت کا سبب بنا ہوا ہے۔۔۔

Marfat.com

حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا براہِ راست شجرۂ نسب

(والد ماجد کی طرف سے)

سیّدنا محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر (جن کا لقب قریش تھا) بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ حضرت عدنان اللہ تعالیٰ کے نبی سیّدنا اسماعیل ذبیح اللہ بن سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں۔۔۔۔۔(سیرتِ ابنِ ہشام)

میں یہاں پر شجرۂ طیبہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تفصیلات درج کر رہا ہوں اور ساتھ ہی مختصر تعارف بھی تاکہ پڑھنے والوں کو اندازہ ہو کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا شجرۂ نسب کس قدر اعلیٰ اور مکمل ہے یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم والد اور والدہ دونوں کی جانب سے انتہائی قابلِ احترام ہستیوں کی اولاد میں سے ہیں جن میں شرفائے عرب اور انبیائے کرام علیہم السلام جیسی شخصیات شامل ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علاوہ کسی بھی رسول اور نبی کا شجرۂ نسب زمانے کے حالات کے باعث محفوظ نہیں رہا جبکہ رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا شجرۂ نسب اتنا طویل زمانہ گزر جانے کے باوجود محفوظ چلا آرہا ہے۔ ابو البشر سیّدنا آدم علیہ السلام سے لے کر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تک کے مختصر حالات جو مختلف قدیم مذہبی کتابوں میں منتشر تھے، اُنہیں جمع کر کے سلیقے کے ساتھ آپ کیلئے پیش کر رہا ہوں، مبارک شجرہ ملاحظہ فرمائیں:

۔۔۔۔۔اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام بن تارخ بن ناحور بن ساروغ بن راعو بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس) علیہ السلام بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہما السلام۔

Marfat.com

حضرت محمد ﷺ کا شجرۂ نسب

(والدۂ ماجدہ کی طرف سے)

سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی والدۂ ماجدہ کا نام سیّدہ حضرت آمنہ ہے اور اُن کا سلسلۂ نسب یوں ہے: آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔۔۔۔۔ اس طرح کلاب پر جا کر آپ ﷺ کی والدۂ ماجدہ کا شجرۂ نسب اسی شجرے سے مل جاتا ہے جس کی تفصیل یوں ہے:

سیّدنا مُحمّد رسول اللہ ﷺ بن آمنہ بنت وہب بن عبد مَناف بن زہرہ بن کِلاَب بن مُرّہ بن کَعب بن لُوَیّ بن غَالِب بن فِہر (جن کا لقب قریش تھا) بن مَالِک بن نَضر بن کِنَانہ بن خُزَیمہ بن مُدرِکہ بن الیاس بن مُضَر بن نِزار بن مَعَدّ بن عَدنان بن اُود بن ہُمَیسع بن سَلاَمان بن عِوَص بن بُوز بن قِمُوَال بن اُبَیّ بن عَوّام بن نَاشِد بن حَزا بن بلدَاس بن یَدلاَف بن طَابِخ بن جَاحِم بن تَاحِش بن مَاخِي بن عیفی بن عَبقَر بن عُبَید بن الدّعا بن حَمدَان بن سَنبَر بن یَثرِبی بن یَحزَن بن یَلحَن بن اَرعُوِي بن عیفی بن دَیشَان بن عیصر بن اقناد بن اَیہام بن مُقصِّر بن نَاحِث بن زَارح بن سَمّی بن مِزّي بن عَوض بن عَرّام بن قَیدَار بن اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام بن تارخ بن نَاحُور بن سَارُوغ بن راعو بن فَالَخ بن عَابِر بن شَالِخ بن اَرفَخشَذ بن سَام بن نُوح علیہ السلام بن لاَمک بن مُتَوشلخ بن اَخنُوخ (ادریس) علیہ السلام بن یَارُد بن مہلَائیل بن قَینَان بن انوش بن شِیث بن آدم علیہما السلام۔

Marfat.com

حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ولادت باسعادت

سیّدنا جابر بن عبد اللہ اور سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیدائش مبارک مکہ مکرمہ میں 12/ ربیع الاوّل "عام الفیل" بمطابق 20/ اپریل، 570 عیسوی بروز پیر صبح صادق کے وقت اُس مکان میں ہوئی جو صفا و مروہ کے پیچھے کی جانب ہے، یہ مکان اب ایک لائبریری کی صورت میں موجود ہے۔

جلیل القدر صحابی سیّدنا عبد الرّحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ شفا بنت عمرو بن عوف آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ولادت باسعادت کے موقع پر سیّدہ حضرت آمنہ کے پاس موجود تھیں، اللہ تعالیٰ نے اُنہیں آپ کی دایہ ہونے کا اعزاز عطا فرمایا تھا، آپ فرماتی ہیں: جب سیّدہ حضرت آمنہ کے ہاں حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ولادت ہوئی تو اُس رات اُنہیں ہر چیز آفتاب کی مانند روشن نظر آتی تھی، سیّدہ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ ستاروں کو میں نے دیکھا تو یوں معلوم ہوتے تھے جیسے میری طرف چلے آرہے ہیں، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور ایک غیبی آواز سُنی جو کہہ رہی تھی: رَحِمَكِ رَبُّكِ، یعنی آپ کا رب آپ پر رحم کرے، آپ مزید فرماتی ہیں: اس نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ظہور سے میرے سامنے، مشرق و مغرب اور دائیں بائیں ہر جانب سے روشنی پھیل گئی۔ (سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد)

حضرت صفیہ بنت عبد المطلب فرماتی ہیں:

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ولادت کے وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نور چراغ کی روشنی کو ماند کر رہا تھا، آپ فرماتی ہیں: جب

Marfat.com

حضور ﷺ کا گھر مبارک جہاں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی (مکہ مکرمہ)

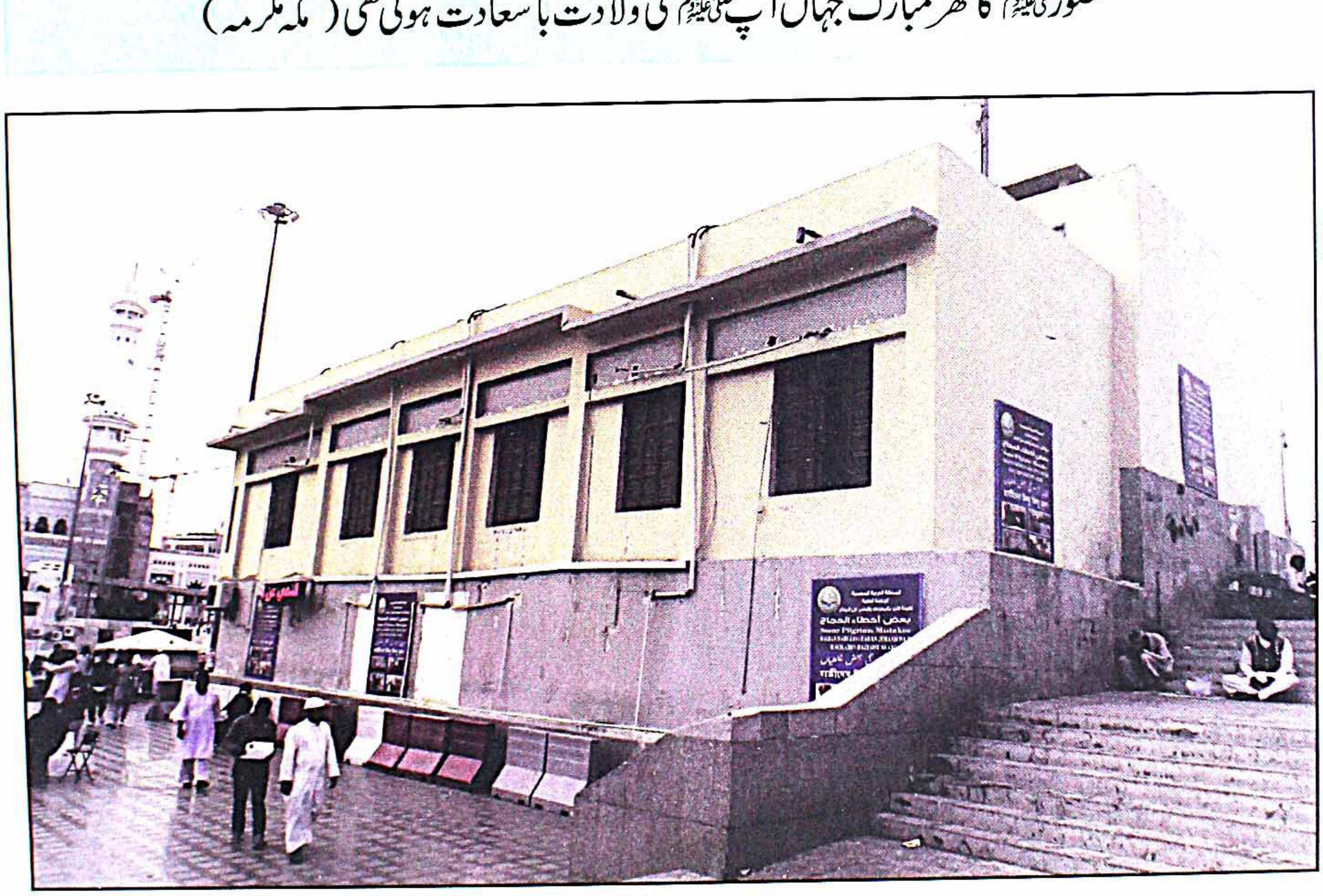

حضور ﷺ کا گھر مبارک ۔ آپ مسجدِ حرام (خانہ کعبہ) کا مینار دیکھ سکتے ہیں ۔

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر مبارک (جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی) کا اندرونی منظر

78-a

Marfat.com

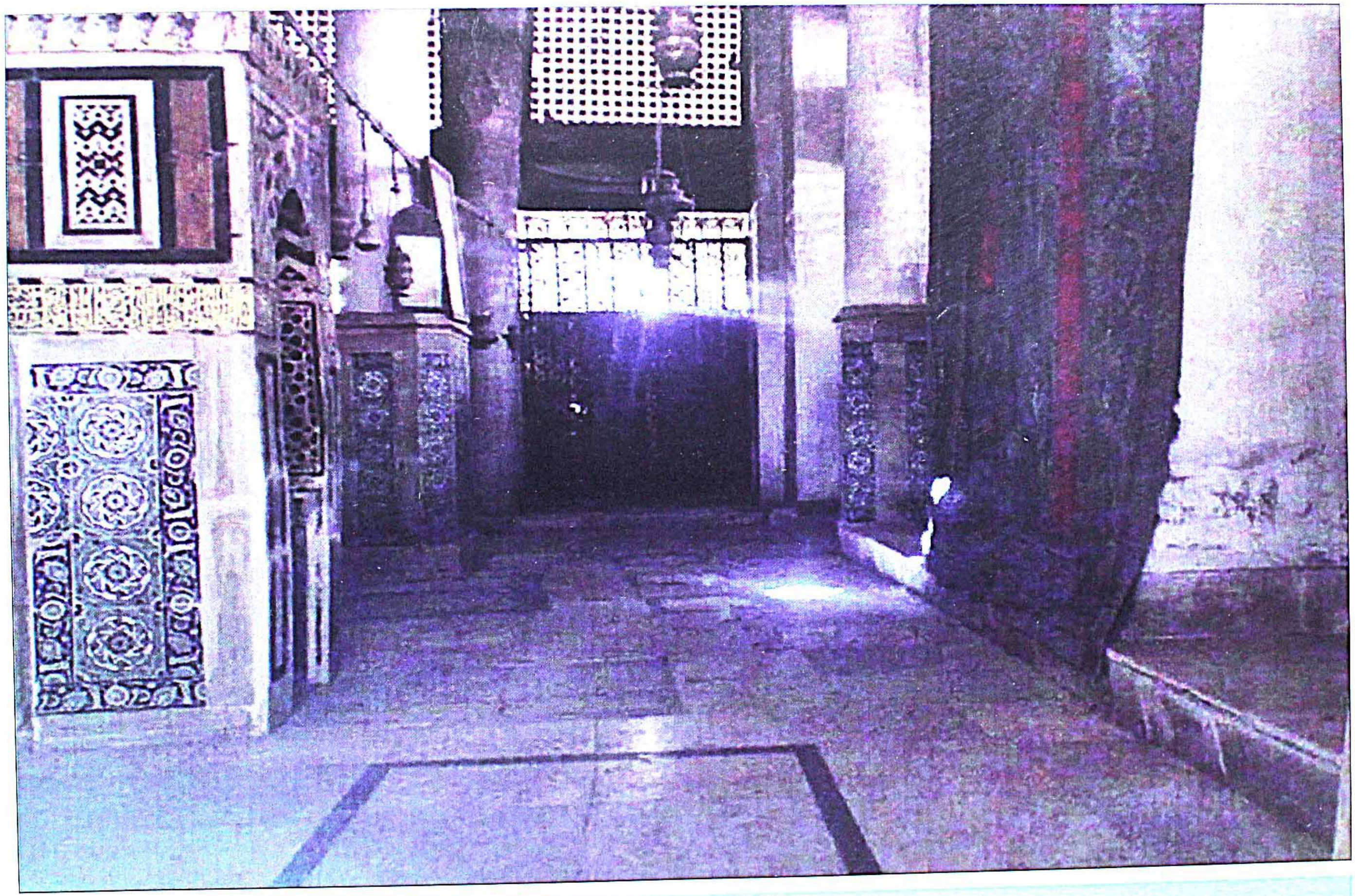

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کا اندرونی منظر

Marfat.com

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پیدا ہوئے اور میں نے چاہا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو نہلاؤں تو غیب سے آواز آئی: ہم نے اپنے محبوب کو پاک وصاف پیدا کیا ہے پھر جب میں نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ لڑکا ہے یا لڑکی تو میں نے دیکھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے اور جب میں نے چاہا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کسی کپڑے میں لپیٹ دوں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پشت پر کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت دیکھی۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ محترمہ سیّدہ حضرت آمنہ فرماتی ہیں:

ولادت کے وقت چند دراز قد خواتین نظر آئیں، پوچھنے پر ایک نے اپنا نام آسیہ (فرعون کی بیوی جنہوں نے سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی تھی) اور دوسری نے مریم (سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ) بتایا، اُن کے ساتھ باقی جنت کی حوریں تھیں۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ سیّدہ حضرت آمنہ اس موقع پر جو کچھ بیان فرماتی ہیں، اب آپ اُسے پڑھیں۔۔۔

جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ولادت ہوئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم زمین پر گھٹنوں کے بَل تھے اور آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ناف کٹی ہوئی تھی، جب یہ خوشخبری آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دادا حضرت عبد المطلب کو دی گئی تو اُس وقت وہ خانۂ کعبہ کے ایک حصے میں جسے "حطیم" کہتے ہیں، وہاں تشریف فرما تھے۔ آپ انتہائی خوشی و مسرت کی حالت میں سیّدہ آمنہ کے پاس تشریف لائے تو سیّدہ آمنہ نے ولادت کے وقت جو نور اور تجلی دیکھی اور جو غیبی آوازیں سنی تھیں، اُن کے بارے میں آپ کو بتایا، تب حضرت عبد المطلب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو گود میں لے کر خانۂ کعبہ میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں کیں اور اُس وقت آپ کی زبان پر برجستہ یہ اشعار جاری ہو گئے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَعْطَانِي هَذَا الْغُلَامَ الطَّيِّبَ الْأَرْدَانِ
قَدْ سَادَ فِي الْمَهْدِ عَلَى الْغِلْمَانِ أُعِيذُهُ بِالْبَيْتِ ذِي الْأَرْكَانِ
حَتَّى يَكُونَ بُلْغَةَ الْفِتْيَانِ حَتّٰى أَرَاهُ بَالِغَ الْبُنْيَانِ
أُعِيذُهُ مِنْ كُلّ ذِي شَنَآنِ مِنْ حَاسِدٍ مُضْطَرِبِ الْعِنَانِ

Marfat.com

"تمام تعریفیں اللہ کیلئے جس نے مجھے پاک آستین والا بچہ عطا فرمایا، یہ اپنے پنگھوڑے میں سارے بچوں کا سردار ہے، میں اسے بیتِ شریف کی پناہ میں دیتا ہوں، یہاں تک کہ میں اس کو طاقتور اور توانا دیکھوں، میں اسے ہر دشمن اور ہر حاسد، آنکھوں کے گھمانے والے کے شر سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں"۔ (سیرتِ نبویہ ابنِ کثیر)

حضورِ اکرم ﷺ کا نامِ مبارک "محمد"

آخری نبی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے۔۔۔ وہ نبی بنو اسماعیل میں سے ہو گا اور اُس کا نام "محمد" ہو گا، اسی لئے لوگ یہ نام رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کی ولادت کے وقت "محمد" نام کے پندرہ لوگ تھے، ان پندرہ میں سے بیشتر حضورِ اکرم ﷺ پر ایمان لائے لیکن اہم بات یہ ہے کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ کسی شخص کا نام اس سے پہلے "احمد" رکھا گیا ہو حالانکہ سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صاف صاف ارشاد موجود ہے کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام "احمد" ہو گا۔

﴿ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ﴾ [الصف 61: (6)]

"اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب مریم (علیہا السلام) کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کے اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں (اور) جو (کتاب) مجھ سے پہلے آچکی ہے (یعنی) توریت اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد (ﷺ) ہو گا اُن کی بشارت سناتا ہوں"۔

اب آپ یہ خصوصیت دیکھئے کہ "محمد" اور "احمد" یہ دونوں نام اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے منسوب رکھے اور ان ناموں کو عظمت، بزرگی اور دوام بخشا۔۔۔

Marfat.com

آپ ﷺ کی والدہ سیّدہ حضرت آمنہ کو اللہ تعالیٰ نے سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سیّدہ ہاجرہ علیہا السلام اور سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ سیّدہ مریم علیہا السلام کی طرح الہام کی قوتوں سے بھی نوازا تھا۔ ولادت باسعادت کے موقع پر غیبی آوازوں کے الہام و گونج میں جو نام آپ کو عطا فرمایا گیا اُسی کی وجہ سے آپ ﷺ کا نام "احمد" رکھا نیز ایک روایت میں ذکر ہے کہ: "محمد" نام بھی آپ کا ہی رکھا ہوا ہے۔۔۔ "محمد" اور "احمد" دونوں کا مادہ وماخذ "حمد" یعنی تعریف وتوصیف ہے۔ روایت میں ہے کہ سیّدہ آمنہ نے حضرت عبد المطلب سے فرمایا: آپ ﷺ کی ولادت کے وقت غیب سے مجھے بتایا گیا کہ اس بچے کا نام "محمد" ہے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی)

عرب کے دستور کے مطابق جب آپ ﷺ کی پیدائش کا ساتواں دن ہوا تو حضرت عبد المطلب نے قربانی کی، اہلِ قبیلہ کو کھانے پر بلایا، کھانا کھلا کر فارغ ہوئے تو اہلِ قبیلہ نے پوچھا: اے سردار! آپ نے اپنے پوتے کا کیا نام رکھا ہے؟ حضرت عبد المطلب نے جواب دیا: میں نے اس کا نام "محمد" رکھا ہے، مہمانوں نے پھر کہا: اپنے خاندانی ناموں سے آپ نے کیوں انحراف کیا؟ آپ نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اس کی مدح فرمائے اور زمین پر مخلوق اس کی مدح کرے۔

چاند سے کھیلنا

حضورِ اکرم ﷺ جھولے میں لیٹے لیٹے چاند سے کھیلتے تھے۔ سیّدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ ﷺ چاند کو جس طرف اشارہ فرماتے تو چاند اُسی طرف جھک جاتا تھا نیز آپ ﷺ کے جھولے کو فرشتے جھلاتے تھے (سیرتِ نبویہ ابنِ کثیر)۔ اسی طرح کے اور بہت سے واقعات سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں جن میں بچپن ہی سے آپ ﷺ کی عظمت وشان کی جھلک نمایاں دکھائی دیتی ہے۔

Marfat.com

حضرت محمد ﷺ کی رضاعت

آپ ﷺ کو والدۂ ماجدہ سیّدہ حضرت آمنہ نے کئی دن تک دودھ پلایا، پھر ابو لہب کی آزاد کی ہوئی لونڈی ثویبہ نے چند روز ایسا ہی کیا بعد ازاں سیّدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی۔ اُس زمانہ میں عرب کا دستور تھا کہ شہر کے روساء و شرفاء اپنے شیر خوار بچوں کو بدوی آبادی (دیہات) میں بھیج دیتے تھے تاکہ بچے بدوؤں میں پل کر فصاحت اور عرب کی خالص خصوصیات حاصل کر لیں۔۔۔ بہت سی خواتین اس خدمت کیلئے آئیں لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت ازل سے ہی سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے مقدر میں لکھ دی تھی تو پھر بھلا کوئی دوسری عورت کیسے اس خدمت کو انجام دے سکتی تھی۔۔۔؟ اور یہ بات تو شواہد کی روشنی میں واضح ہے کہ ۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کیلئے سارے انتظام پہلے سے ہی کر رکھے تھے۔۔۔ اس لئے اسے اتفاق نہیں کہہ سکتے۔۔۔ بہر حال آگے کی باتیں اور واقعات کا نقشہ خود سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی زبانی پڑھیں۔۔۔

حضرت محمد ﷺ سیّدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی گود میں

سیّدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں:

میں قحط سالی کے زمانے میں بنی سعد بن بکر کے ساتھ مکہ مکرمہ آئی تاکہ کوئی بچہ دودھ پلانے کیلئے مل جائے، جب میں گھر سے چلی تو میرے ساتھ میرا بچہ اور ایک نہایت کمزور اونٹنی بھی تھی، واللہ! اُس میں سے ایک قطرہ دودھ بھی نہیں نکلتا تھا، میں اپنے بچے کے ساتھ پوری رات سو نہ سکی اور نہ ہی مجھ میں اتنا دودھ تھا جو اس بچے کو کفایت کرتا اور نہ ہی اونٹنی کے تھنوں میں اتنا دودھ تھا جو اس بچے کی غذا بن سکتا۔ بہر حال ہم مکہ مکرمہ پہنچے۔ اللہ کی قسم! میرے ساتھ جتنی بھی عورتیں تھیں اُن سب کے سامنے حضور نبی کریم ﷺ پیش ہوئے لیکن جب اُنہیں بتایا جاتا کہ وہ یتیم ہیں تو وہ عورتیں اُنہیں لینے سے انکار کر دیتیں۔ واللہ! میرے ساتھ والی تمام ہی عورتوں نے دودھ پلانے کیلئے

Marfat.com

کسی نہ کسی بچے کو لے لیا لیکن مجھے اُن کے علاوہ کوئی دوسرا بچہ نہ مل سکا لہٰذا میں نے اپنے شوہر سے کہا: میں اپنی ہمراہیوں کے ساتھ خالی ہاتھ لوٹنے کو اچھا نہیں سمجھتی، تم میرے ساتھ چلو اور اس یتیم بچے کو ہی لے چلتے ہیں۔ جب میں کاشانۂ اقدس ﷺ پر حاضر ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ سفید اُونی کپڑے میں لپیٹے ہوئے ہیں جو دودھ کی طرح سفید تھا اور اُن کے دہنِ اقدس ﷺ سے مُشک کی خوشبو پھیل رہی تھی اور آپ ﷺ کے نیچے سبز ریشمی کپڑا بچھا ہوا تھا جس پر بیٹھ کے بل آرام فرما رہے تھے اور سانسوں کی ہلکی ہلکی آواز آ رہی تھی۔ اُن کے حسین و جمیل پیکر کو دیکھ کر مجھے اچھا نہیں لگا کہ اُنہیں بیدار کروں لہٰذا میں نے قریب ہو کر اُن کے سینے پر ہاتھ رکھا تو آپ ﷺ مسکراتے ہوئے اُٹھ گئے اور آنکھیں کھول کر مجھے دیکھنے لگے۔ اُن کی آنکھوں سے ایسا نور نکلا جو آسمان کی گہرائیوں میں جا کر گم ہو گیا۔ میں یہ منظر دیکھتی رہ گئی، پھر اُن کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

اس کے بعد لوگوں نے ایک دوسرے کو رخصت کیا اور میں نے بھی آپ ﷺ کی والدۂ ماجدہ سے رخصت حاصل کی اور محمد ﷺ کو اپنی گود میں لے لیا تو میری سواری خانۂ کعبہ کی جانب متوجہ ہوئی اور تین مرتبہ سجدہ کیا اور اپنے سر کو آسمان کی طرف بلند کیا۔ پھر وہ اونٹنی چلی تو میرے ساتھ والی دیگر اونٹنیوں سے بھی آگے نکل گئی، لوگ مجھ پر تعجب کرنے لگے تو جو عورتیں مجھ سے پیچھے رہ گئیں، وہ پکاریں: اے ابوذوئیب کی بیٹی! کیا یہ وہی سواری ہے جس پر تو پہلے سوار ہو کر ہمارے ساتھ آئی تھی جو کبھی تجھے نیچے پٹخ دیتی تھی اور کبھی اُٹھا کر چلتی تھی تو میں نے اُن عورتوں سے کہا: اللہ کی قسم! یہ وہی سواری ہے، اس پر وہ تعجب کرتے ہوئے بولیں: آج تو اس کے نرالے انداز ہیں۔ اسی دوران میں نے سنا: میری اونٹنی بول رہی تھی: بے شک میری عجب شان ہے، بڑی شان ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا اور ناتوانی کے بعد مجھے طاقت و قوت بخشی، اے بنی سعد کی عورتوں! تم پر افسوس ہے، بے شک تم غفلت میں ہو، میری پشت پر خیر الانبیاء ﷺ ہیں جو کہ سیّد المرسلین، افضلُ الاولین والآخرین اور محبوب ربّ العالمین ﷺ ہیں۔۔۔

Marfat.com

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر آمد

حضرت سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

پھر ہم بنی سعد میں اپنے گھروں میں پہنچ گئے اور اُس وقت تک اللہ تعالیٰ کی زمین میں ہمارا علاقہ سب سے زیادہ قحط زدہ تھا لیکن میری بکریاں جب چر کر لوٹتیں تو دودھ سے بھری ہوتیں اور ہم اُن کا دودھ دوہتے اور پی کر سیر اب ہو جاتے جبکہ دیگر گھروں کی بکریوں میں کسی کے گھر دودھ نہیں دوہا جاتا تھا اور نہ ہی وہ اپنی بکریوں کے تھنوں میں اتنا دودھ پاتے تھے حتیٰ کہ لوگ ہماری بکریاں چرانے والے چرواہے سے آکر کہتے تھے کہ اُن کی بکریاں بھی وہیں چرایا کرو جہاں ابوذوئیب کی بکریاں چراتے ہو لیکن اُن کی بکریاں پھر بھی اس حال میں واپس آتیں کہ اُن کے تھنوں میں دودھ کا ایک قطرہ تک نہ ہوتا البتہ میری بکریاں سرِ شام دودھ سے لبریز آتیں۔ اس خداداد برکت کی وجہ سے سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے مویشیوں میں روز افزوں اضافہ ہی ہوتا رہا اور خود سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی قدر و منزلت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے دوبالا ہو گئی اور اسی طرح خیر و برکت کی بارشیں ہوتی رہیں۔

Marfat.com

دل کی حقیقت اور شقِ صدر

اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام تخلیق میں انسان کی تخلیق کو فخریہ طور پر پیش کیا ہے اور فرمایا ہے کہ میں نے انسان کو "احسن التقویم" پر پیدا کیا ہے۔ انسان ہزاروں برس سے خود اپنی تلاش میں سرگرداں ہے اور آسمانوں کی بلندی سے زمین کی اتھاہ گہرائیوں تک کے قدرتی رازوں سے واقفیت کی کوششوں میں بھی مصروف ہے، بہت کچھ جان لینے کے باوجود نہ جاننے کا احساس اُسے اور آگے بڑھنے کی جستجو کی ہمت دلاتا رہتا ہے۔ اس تگ و دو کیلئے اللہ تعالیٰ نے جسمِ انسانی کو ایک شاہکار بنایا ہے اور اسے بہت ساری صلاحیتیں فراہم کی ہیں۔ یوں تو انسان کا ہر ہر عضو اس قدرتِ خداوندی کا مکمل شاہکار ہے لہٰذا میں پورے جسمِ انسانی کے بجائے انسان کو عطا کی گئی صرف ایک خاص نعمت کا تذکرہ کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہوں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے زمین پر بھیجنے سے قبل انسان کو دو اہم ہتھیار یا اَوزار سے لیس کر کے بھیجا ہے۔۔۔ ایک فہم و فراست جو دماغ میں آنے والی معلومات کو چھان پھٹک کر حاصل کر لیتی ہے۔۔۔ اور دوسرا دل جو اپنے وجدان کو خود ٹھیک کرتا رہتا ہے۔۔۔ اور اس عمل کیلئے اُسے انسان کے کسی دوسرے عضو کی ضرورت نہیں پڑتی۔۔۔ یعنی دماغ کے ذریعے اور بحث و مباحثے کے ذریعے معلومات کو استعمال کرتے ہوئے منطقی نتائج برآمد کر لیتے ہیں۔۔۔ مگر دل کے ذریعے ہم علم کو ایک نئے انداز سے حاصل کر سکتے ہیں۔۔۔ اور مشاہدہ یا محسوس کر لیتے ہیں۔۔۔ اس عجوبے انداز کو ہم "وجدان" کہتے ہیں۔۔۔

Marfat.com

وجدان دماغ میں جمع معلومات ہی کا مرہونِ منّت نہیں ہوتا بلکہ یہ اُس خدائی راز کے ذریعے علم کا حصول ہوتا ہے جسے ہم شعور یا ادراک سے تعبیر کرتے ہیں۔ رسالت مآب ﷺ جو کائنات کی عظیم ترین ہستی ہیں اُن کے اُمّی یعنی ناخواندہ ہونے کا راز یہی ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے دنیاوی زندگی کے احساس سے ماوراء عظیم سچائیوں کو اپنے مبارک دل کے شعور سے بیان کیا ہے۔ الہام یا آگاہی اس حقیقت کو بیان کرتی ہے کہ ذہن نہ تو دیکھ سکتا ہے اور نہ محسوس کر سکتا ہے مثلاً بے چینی، مسرت کا احساس یا ضمیر کی کوئی خلش دل ہی کی حیران کُن خوبصورت صلاحیتیں ہیں۔ اس سے اگر آگے جائیں تو سب سے بڑی اور حیران کُن صلاحیت کا اظہار ہوتا ہے اور وہ ہے۔۔۔ محبت کی خاصیت۔۔۔ محبت کا جذبہ جسے کوئی مادی چیز ظاہر کرنے سے قاصر ہے۔۔۔ ایک طرح سے خود دل ہی کی وجہ سے ہے۔۔۔ دل۔۔۔ آنکھوں کے حجاب کے پیچھے سے انسانی وجود کے جس حسین پہلو کا نظارہ کرتا ہے۔۔۔ وہ ہے محبت۔۔۔

محبت کی حسن ورعنائی جو صرف دل سے تعلق رکھتی ہے، اس کا انکار کرنا اس طرح ہے جیسے پوری کائنات کا انکار کر دیا جائے، جب آپ محبت کا احساس اپنے اندر بھرپور طریقے سے محسوس کرتے ہیں تو آپ کو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا دل اُس وقت کس شدت سے دھڑک رہا ہوتا ہے۔ آپ کبھی اپنے محبوب کو دیکھتے یا سنتے ہیں تو آپ کے دل کا میدان گونجنے لگتا ہے۔ کیا آپ مسرت کے ان لمحات کو الفاظ کا لبادہ پہنا سکتے ہیں۔۔۔؟ نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔ اب ایک اور طرح سے سمجھیں کہ جب آپ کوئی قدیم زمانے کی دکھ بھری داستان سنتے، پڑھتے ہیں یا پھر بہت پہلے بیتے ہوئے لمحوں کو یاد کرتے ہیں تو دل کی عجیب وغریب دھڑکنیں آپ کو مجبور کر دیتی ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اب اس تمہید کے بعد کچھ سائنسی مگر ہلکی پھلکی توجیہ کے ذریعے میں دوبارہ اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔

یورپ اور خاص طور پر روسی سائنسدانوں نے جو زبردست ریسرچ کی ہیں، اُن کے مطابق دل کا ایک علیحدہ سیریبرل (cerebral) نظام دماغ میں واقع ہوتا ہے، یہ حقیقت اس امر کے باوجود ہے کہ ایک واضح نس بھی دل کو دماغ سے ملاتی ہے، علمِ اجسام کے بہت سے ماہرین نے اس حقیقت کو مان لیا ہے کہ دل کا ہر ایک خلیہ خود اپنی برقی

Marfat.com

لہریں پیدا کر سکتا ہے اور یہ آزادانہ طور پر اعصاب کی طرح کام کرتا ہے۔ یہ دل کے اپنے الگ سے موجود نروس سسٹم کی برکت ہے کہ اگر دل تک دماغ سے آنے والی بجلی منقطع ہو جائے، تب بھی دل اپنا کام جاری رکھ سکتا ہے۔ آج کل کے روسی سائنسدانوں نے دل کے ثمر بخش سسٹم کے علاوہ تیسرے سسٹم کا خیال پیش کیا ہے۔ اُنہوں نے اس تیسرے نظام کو اس طرح پیش کیا ہے کہ انسانی سینے کے اندر ایک ایسا حیران کُن فعل ہوتا ہے جس کے مقام کا تعین نہیں کیا جا سکتا مگر حقیقت یہ ہے کہ اس نروس سسٹم کا مرکز "دل" ہی ہوتا ہے جو دماغ سے بالا یا ماوراء جذباتی واقعات کو اپنے ساتھ ہم آہنگی عطا کرتا ہے، یہ حقیقت جس کی دہلیز پر سائنس ابھی پہنچی ہے، انسان کی ہستی کا ایک بنیادی راز ہے۔ دل سے متعلق سب سے زیادہ اہم اور دلچسپ پہلوؤں میں سے ایک اس کی مخصوص برقی مقناطیسی (electromagnetic) بناوٹ ہے، اپنے عمل کے دوران ہر عضو بہت تھوڑی سی برقی کرنٹ پیدا کرتا ہے مگر دوسرے ٹشوز کے مقابلے میں دل کے اندر اس کرنٹ کی مقدار یا طاقت اس قدر زیادہ ہو جاتی ہے کہ اسے جسم کے تمام حصوں میں محسوس کیا جا سکتا ہے وغیرہ۔

دل کا سب سے اہم سائنسی پہلو یہ ہے کہ اس مقناطیسی میدان میں دل کو قدرت نے چھاتی میں بے ترتیب بنا کسی مقصد کے نہیں رکھ دیا ہے بلکہ یہ ایسا الیکٹرانک عضو ہے جس کے ہزاروں زاویوں کے تخمینے کے بعد قدرت نے اسے اپنی جگہ پر رکھا ہے۔ خیر، اور بھی بہت سی سائنسی حقیقتیں ہیں دل کی مگر اتنا جان لینے کے بعد اب قرآنِ مجید کی ان آیات کو پڑھیں جس میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ دل کو مخاطب کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم دل سے ہم کلام ہوتا ہے، اہلِ شرک یا کفار جو قرآن کا انکار کرتے تھے، وہی ان قرآنی آیات کو سُن کر بے اختیار رو پڑتے تھے۔ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کی صرف ایک ہی آیت پر اپنا ماضی، حال، مستقبل، مال و دولت، گھر بار اور بال بچے تک اس پر لُٹا دینے کو تیار تھے۔

جب بھی دل سے دل کلام کرتا ہے تو پھر اس کی دھڑکن الفاظ بن کر دل تک پہنچ جاتی ہے۔ یاد رکھیئے۔۔۔! یہ محاورہ جو آپ ہمیشہ سنتے ہیں کہ۔۔۔ دل میں خدا رہتا ہے۔۔۔ یا یہ سنتے ہیں کہ۔۔۔ مظلوم کی آہ سے بچو۔۔۔ یہ بغیر کسی حجاب کے آسمانوں پر پہنچ جاتی ہے۔۔۔ یہ آہ ہی تو ہے جو دل سے نکلتی ہے۔۔۔ اور بارگاہِ خداوندی تک

Marfat.com

پوری طاقت سے پہنچ جاتی ہے۔۔۔ درمیان میں کوئی بھی قوت اسے روک نہیں پاتی ہے۔۔۔ دل سے جو آہ نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔۔۔!

اب آپ نے دل کا موضوع مکمل اور اچھی طرح پڑھ لیا ہے تو میرا مشورہ ہے کہ آپ صحیفۂ کائنات قرآنِ مجید کو ذہن اور خصوصاً دل کی تمام تر کیفیتوں کے ساتھ پڑھیں گے تو آپ قرآنِ مجید میں موجود علم و دانائی کے خزانوں سے مستفید ہو سکیں گے اور اسی طرح آپ رسالت مآب ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے لمحہ بہ لمحہ گزرنے والے واقعات اور حالات کو بھی اس طرح سمجھ جائیں گے کہ پھر پوری زندگی یہ سب کچھ آپ کے ذہن یا دل سے محو نہیں ہو سکے گا۔۔۔ یہاں دل سے متعلق دو اہم جلیل القدر رسول علیہما السلام کے واقعات دلیل کی صورت میں پیش کرتا ہوں:

اللہ کے نبی سیّدنا حضرت ایوب علیہ السلام جن کا "صبر ایوبی" مشہور ہے، اُن کی فرمانبرداری کے باعث شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا: تو مجھے ایوب (علیہ السلام) کے مال و دولت پر دسترس عطا کر دے تو میں دیکھتا ہوں کہ وہ کیسے تیرا فرمانبردار رہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو آپ علیہ السلام کے مال پر دسترس دے دی تو ایک ہی دن میں حضرت ایوب علیہ السلام کے کھیت کھلیان اور دیگر اشیاء جل کر خاک ہو گئیں لیکن سیّدنا ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بنے رہے، تب شیطان نے دوبارہ اللہ تعالیٰ سے کہا: ایوب (علیہ السلام) کو یہ یقین ہے کہ اُسے یہ مال و متاع دوبارہ مل جائے گا، اسی لئے وہ تیرا فرمانبردار ہے، پس مجھے اُس کی آل و اولاد پر دسترس دے دے پھر دیکھتا ہوں وہ کیسے تیرا شکر گزار بنتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ اختیار بھی دے دیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام پھر بھی اللہ تعالیٰ کے شکر گزار اور فرمانبردار بندے بنے رہے۔ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا: چونکہ مال، احباب اور اولاد پر اُس کو یقین ہے کہ یہ اُس کو دوبارہ مل جائیں گے، اسی لئے وہ شکر گزار بنا ہوا ہے، تو مجھے ایوب (علیہ السلام) کے جسم پر اختیار دے دے؟ تب اللہ تعالیٰ نے کہا: ایوب (علیہ السلام) میرا فرمانبردار اور شکر گزار بندہ ہے، وہ کبھی تیرے بہکاوے میں نہیں آئے گا۔۔۔ جا! میں نے تجھے ایوب (علیہ السلام) کے بدن پر اختیار دیا سوائے اُس کے "دل" کے۔۔۔ تو اُس کے بدن کے ساتھ چاہے کچھ بھی کر۔۔۔ اختیار دیا جاتا ہے۔۔۔ لیکن اُس کے "دل" پر تیرا اختیار نہیں ہو گا۔۔۔

Marfat.com

تو دیکھا آپ نے۔۔۔! اللہ تعالیٰ نے قلبِ ایوب علیہ السلام کو شیطان کی دسترس سے دور رکھا۔۔۔ہاں اگر کوئی انسان اپنا دل خود ہی مردہ یا سیاہ و سخت کر لے تو اُس کا اپنا ہی قصور ہے۔۔۔

دوسری اہم ترین دلیل منجانب اللہ حضور ﷺ کے "شق الصدر" کا معجزہ ہے جس میں چار مرتبہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آپ ﷺ کے دل کو پاکیزگی سے بھرنے اور شیطانی وسوسوں سے صاف کرنے کیلئے بھیجا تھا۔۔۔یہاں بھی اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور رسول ﷺ کے قلبِ اطہر کے معاملات پر توجہ فرما رہا ہے۔۔۔تو معلوم ہوا کہ۔۔۔ قلبِ انسانی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔۔۔ان تمام تفصیلات کے بعد اب میں سیرتِ نبوی ﷺ کے اہم عنوان یعنی "شق الصدر" پر لکھ رہا ہوں۔۔۔چلیئے پڑھیئے۔۔۔

شق الصدر کا واقعہ اور تعداد

حضور ﷺ کی عمرِ مبارک جب دو سال ہوئی تو دستور کے مطابق سیّدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ کے پاس مکہ لے آئیں اور سیّدہ حضرت آمنہ سے فرمایا: کاش! آپ اپنے بیٹے کو میرے پاس اور رہنے دیں تاکہ وہ قوی ہو جائے کیونکہ مجھے مکہ کی پھیلتی ہوئی بیماریوں کا ڈر ہے، یہ سن کر سیّدہ آمنہ نے آپ ﷺ کو سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ سیّدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: ہمیں واپس آئے دو یا تین ماہ گزرے تھے، ایک روز آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائی عبد اللہ کے ساتھ ہمارے گھر کے پیچھے بھیڑوں کے ساتھ تھے کہ عبد اللہ دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا: میرے قریشی بھائی کے پاس دو شخص آئے جن پر سفید کپڑے تھے اور اُنہوں نے ان کو پہلو کے بل لٹا کر پیٹ پھاڑ دیا۔ یہ سن کر میں اور میرے شوہر دوڑے ہوئے گئے اور دیکھا کہ آپ ﷺ کھڑے ہیں اور چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے، میں اور میرے شوہر دونوں نے آپ ﷺ کو سینے سے لگایا اور پوچھا: بیٹا! تجھے کیا ہوا؟ آپ ﷺ نے بیان کیا: دو شخص میرے پاس آئے تھے جن پر سفید کپڑے تھے، اُنہوں نے پہلو کے بل لٹا کر میرا پیٹ پھاڑ دیا اور اس میں سے ایک خون کی پھٹکی نکال کر کہا: یہ تجھ سے شیطان کا حصہ ہے پھر اسے ایمان و حکمت سے بھر کر سی دیا۔ ہم آپ ﷺ کو گھر لے آئے، میرے خاوند نے کہا: حلیمہ! مجھے ڈر ہے کہ اس لڑکے کو کچھ آسیب ہے، آسیب ظاہر ہونے سے پہلے اسے اس کے کنبے میں چھوڑ آؤ لہٰذا میں

Marfat.com

آپ ﷺ کو سیّدہ آمنہ کے پاس لے آئی اور بڑے اصرار کے بعد اُن سے حقیقتِ حال بیان کی۔ سیّدہ آمنہ نے کہا: اللہ کی قسم! ان پر شیطان کو دخل نہیں اور میرے بیٹے کی تو بڑی شان ہے۔

واضح رہے کہ حضور ﷺ کا شقِ صدر چار مرتبہ ہوا تھا۔۔۔ ایک واقعہ تو پڑھ لیا آپ نے۔۔۔ یہ اس واسطے ہوا کہ حضورِ انور ﷺ شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہیں اور بچپن ہی سے اخلاقِ حمیدہ پر پرورش پائیں۔۔۔ دوسری مرتبہ آپ ﷺ کا شقِ صدر دس برس کی عمر میں ہوا۔۔۔ تیسری مرتبہ غارِ حراء میں بعثت کے وقت ہوا تاکہ آپ ﷺ وحی کے بوجھ کو برداشت کر سکیں۔۔۔ چوتھی مرتبہ شبِ معراج میں ہوا تاکہ آپ ﷺ عباداتِ الٰہی کے انوار و تجلیات کیلئے تیار ہو جائیں۔۔۔ حضور ﷺ کا "شق الصدر" بھی دیگر معجزات کی طرح اہم معجزہ ہے۔۔۔

Marfat.com

حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا بچپن

سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عمرِ مبارک جب دو برس ہوئی تو میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو واپس لوٹانے کیلئے مکہ مکرمہ پہنچی، میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ یہ خیر و برکت ہم سے جدا ہو، اسی لئے ہم نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدۂ ماجدہ سیّدہ حضرت آمنہ سے کہا: ہم نے کسی بچے کو اس بچے سے زیادہ بابرکت نہیں دیکھا، مکہ کی گرمی اور وباء سے بچانے کیلئے اپنے بچے کو مزید ہمارے پاس ہی رہنے دیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ نے اس بات سے اتفاق کیا اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مزید ایک سال کیلئے ہمارے سپرد کر دیا۔

حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو لے کر جب سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں داخل ہوئیں تو آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہمارے قبیلے بنو سعد کے گھروں میں کوئی گھر ایسا نہیں رہا جس میں سے ہمیں مُشک کی خوشبو نہ آنے لگی ہو اور اس طرح لوگوں کے دلوں میں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت اور عقیدت قائم ہو گئی۔ عرب کے سالانہ میلے ذوالمجاز میں سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو لے گئیں تو وہاں ایک بہت بڑا کاہن آیا ہوا تھا، لوگ اپنے بچوں کی قسمت کا حال معلوم کرنے کیلئے اُسے دکھا رہے تھے۔ جب سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دکھایا تو جیسے ہی اُس کی نظر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر پڑی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آنکھوں کی سرخی اور مہرِ نبوت دیکھی تو وہ چیخ پڑا: اے اہلِ عرب! اس بچے کو قتل کر دو۔

Marfat.com

سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا گھبرا کر اُس پر جھپٹ پڑیں اور آپ ﷺ کو اُس سے چھین کر وہاں سے جلدی جلدی نکل گئیں، لوگ کاہن سے پوچھنے لگے: کون سا بچہ؟ کاہن (نجومی) نے پلٹ کر جو دیکھا تو وہاں کوئی بچہ نہ تھا کیونکہ سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا تو آپ ﷺ کو لے کر وہاں سے جا چکی تھیں۔ لوگوں نے کاہن سے دوبارہ پوچھا: تجھے کیا نظر آیا تھا؟ وہ کہنے لگا: ابھی میں نے ایک بچہ دیکھا ہے، خدا کی قسم! وہ تم پر غالب آئے گا، تمہارے بُت توڑ ڈالے گا اور تم پر اُس کی حکومت قائم ہو گی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس واقعے کے بعد سے میں آپ ﷺ کو کسی کو نہیں دکھاتی تھی۔

اسی طرح ایک دفعہ سیّدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بستی میں ایک کاہن آیا، بستی کے لوگ اپنے بچے لے کر اُس کے پاس گئے مگر سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے اُس کے پاس جانے سے انکار کر دیا، کچھ ہی دیر بعد آپ ﷺ جھونپڑی سے باہر آ گئے، کاہن نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا اور اپنی طرف بلایا، آپ ﷺ نے اُس کی بات سنی اَن سنی کر دی، کاہن نے بڑی کوشش کی کہ آپ ﷺ کو اُسے دکھایا جائے مگر سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے نہیں دکھایا تو کاہن کہنے لگا: بخدا یہ نبی ہے۔۔۔ بخدا یہ نبی ہے۔۔۔

آپ ﷺ کے بچپن کے تمام واقعات ابتداء ہی سے آپ ﷺ کی بزرگی اور عظمت کی گواہی دیتے ہوئے ملتے ہیں۔۔۔!

سیّدہ حضرت آمنہ کی وفات

حضورِ اکرم ﷺ کی عمرِ مبارک جب چھ برس ہوئی تو سیّدہ آمنہ آپ ﷺ کو ساتھ لے کر آپ ﷺ کے دادا کے ننھیال بنو عدی بن نجار سے ملنے مدینہ گئیں جبکہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کیلئے گئیں۔ اس سفر میں حضرت اُمِ اَیمن بھی ساتھ تھیں، جب واپس ہوئیں تو مدینہ منورہ سے کچھ فاصلے پر راستے ہی میں "ابواء" کے مقام پر وصال فرمایا اور اسی مقام پر تدفین ہوئی۔

Marfat.com

سیّدنا حضرت عبد المطلب اور سیّدنا حضرت ابو طالب کی کفالت

سیّدہ حضرت آمنہ کے انتقال کے بعد حضرت اُمِ ایمن حضورِ اکرم ﷺ کو مکہ لے آئیں اور جب آپ ﷺ کی عمرِ مبارک آٹھ برس ہوئی تو حضرت عبد المطلب بھی انتقال فرما گئے اور حسبِ وصیت آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب (جو سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد تھے)، آپ ﷺ کے سرپرست ہو گئے۔ حضرت ابو طالب نے آپ ﷺ کی کفالت کو بہت اچھی طرح انجام دیا اور آپ ﷺ کو اپنی ذات اور آل و اولاد پر مقدم رکھا۔

آپ ﷺ بچپن میں جب اپنے چچا حضرت ابو طالب اور اُن کے دیگر بچوں کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے تو سب کے سب شکم سیر ہو جاتے تھے اور جب کہیں آپ ﷺ کھانے میں شریک نہ ہوتے اور وہ سب مل کر کھانا کھاتے تو شکم سیر نہ ہوتے۔ حضرت ابو طالب کے گھر میں جب صبح دیگر بچے سو کر اُٹھتے تو سارے بچے پراگندہ حال ہوتے تھے لیکن آپ ﷺ تر و تازہ اور تزئینِ حسن کے ساتھ بیدار ہوتے تھے۔

حضرت اُمِ ایمن جو سیّدنا حضرت عبد اللہ اور سیّدہ حضرت آمنہ کی کنیز تھیں، ان کے انتقال کے بعد سے آپ ﷺ کی نگراں تھیں، وہ فرماتی ہیں: آپ ﷺ نے بچپن میں کبھی بھوک یا پیاس کا اظہار نہ فرمایا اور بڑے ہو کر بھی آپ ﷺ کا رویہ ایسا ہی رہا۔

حربُ الفجار

عرب کے زمانۂ جاہلیت کی تاریخ بہت سی خونریز لڑائیوں سے بھرپور نظر آتی ہے، انہی لڑائیوں کے ایک معرکے کا نام "حربُ الفجار" ہے۔ یہ معرکہ قریش اور قیس کے قبیلوں کے درمیان پیش آیا، پہلے پہل قبیلہ قیس نے قریش پر کامیابی و غلبہ پالیا لیکن بعد میں قریش نے پانسہ پلٹ دیا اور بالآخر صلح پر جنگ کا خاتمہ ہوا۔ اس جنگ میں نبی کریم ﷺ نے اپنے چچاؤں کے اصرار پر شرکت تو کی لیکن قتال میں شامل نہیں ہوئے۔۔۔ اس کی وجہ تاریخ کی کتابوں میں یہ لکھی ہے کہ یہ جنگ حُرمت والے مہینوں کے دوران ہو رہی تھی، اس لئے آپ ﷺ نے حصہ نہیں لیا۔۔۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ۔۔۔ مومن کو جنگ کرنے کا حکم صرف اُس صورت میں دیا گیا ہے

Marfat.com

جبکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنا اور اُس کا پیغام پھیلانا مقصود ہو۔۔۔ لیکن یہاں ایسا نہیں تھا۔۔۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے اصرار کرنے پر صرف ساتھ رہے، حصہ نہیں لیا۔

حلفُ الفضول

عرب جب جنگ اور قتل و غارت سے تھک گئے تو ان کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جس طرح بہت عرصے پہلے قتل و غارت گری اور فسادات کے انسداد کیلئے فضل بن فضالہ۔۔۔ فضل بن وداعہ۔۔۔ اور فضل بن حارث نے امن کا ایک معاہدہ مرتب کر کے نافذ کیا تھا۔۔۔ جو اُن کے ناموں کی نسبت سے ہی "حلفُ الفضول" کہا جاتا تھا۔۔۔ تو اب اسی معاہدے کی تجدید کرتے ہیں۔۔۔ جب حربُ الفجار کا خاتمہ صلح پر ہوا تو اس کے کچھ مہینوں بعد ہی حلفُ الفضول کا معاملہ طے پایا۔۔۔ اس کے پہلے محرک وداعی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت زبیر بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بنے، اس معاہدے کی بنیادی دفعات یہ تھیں:

1۔ ہم ملک سے بدامنی دور کریں گے۔

2۔ ہم مسافروں کی حفاظت کریں گے۔

3۔ ہم غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے۔

4۔ ہم زیرِ دست یعنی غلاموں اور ماتحتوں پر ظلم کرنے سے روکیں گے۔

بنو ہاشم۔۔۔ بنو تیم۔۔۔ اور دیگر قبائل عبداللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہوئے۔۔۔ معاہدے کی تجدید ہوئی۔۔۔ اور سب ہی نے مظلوم کی بلا امتیاز مدد و حمایت کرنے۔۔۔ اور فسادات کو روکنے کا عزم کیا۔۔۔ اس معاہدے کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے۔۔۔ آیئے ! میں آپ لوگوں کو بتاؤں کہ ہمارے پیارے نبی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے امن کے اس خوبصورت معاہدے کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لقد شهدت في دار عبد الله بن جدعان حلفا ما احب ان لي به حمر النعم ولو دعي به في الإسلام لأجبت. لينظر أحدنا اليوم أنّه مع الظالمين أو معاوني المظلوم....

Marfat.com

"معاہدے کے وقت میں بھی عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں موجود تھا، اس معاہدے کے بدلے میں اگر مجھے سُرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں ہرگز قبول نہ کرتا اور اگر آج بھی اسلام کے زمانے میں اس قسم کے معاہدے میں مجھے بلایا جائے تو میں ضرور شرکت کروں گا۔ آج ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ہم ظلم کرنے والوں کا ساتھ دے رہے ہیں یا امن کرنے والوں کے معاون و مددگار ہیں"۔ (سیرتِ ابنِ ہشام)

حضرت محمد ﷺ کا تجارتی سفر

حضرت محمد ﷺ کی عمرِ مبارک جب آٹھ برس ہوئی اور حضرت ابو طالب حسبِ معمول قافلہ قریش کے ساتھ بغرضِ تجارت ملکِ شام جانے لگے تو یہ دیکھ کر آپ ﷺ اُن سے لپٹ گئے، اس لئے حضرت ابو طالب نے آپ ﷺ کو بھی ساتھ لے لیا۔ جب یہ قافلہ شہر بصرہ پہنچا تو وہاں بحیرا راہب نے آپ ﷺ کو دیکھ کر پہچان لیا اور آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا: یہ سارے جہاں کا سردار ہے اور ربّ العالمین کا رسول ہے، اللہ تعالیٰ اس کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنائے گا۔

قریشیوں نے پوچھا: تجھے کیونکر معلوم ہوا؟ اُس نے کہا: جس وقت تم گھاٹی سے چڑھے تو کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا جس نے سجدہ نہ کیا ہو، درخت اور پتھر پیغمبر کے سوا کسی دوسرے شخص کو سجدہ نہیں کیا کرتے اور میں ان کو مہرِ نبوت سے پہچانتا ہوں جو ان کے شانے کی ہڈی کے نیچے سیب کی مانند ہے پھر راہب نے کھانا تیار کیا، جب وہ آپ ﷺ کیلئے کھانا لایا تو آپ ﷺ اونٹوں کو چرانے میں مشغول تھے، اُس نے آپ ﷺ کو کھانے کیلئے بلوایا، جب آپ ﷺ تشریف لائے تو بادل نے آپ ﷺ پر سایہ کیا ہوا تھا، جب آپ ﷺ لوگوں کے نزدیک آئے تو آپ ﷺ پر درخت نے سایہ کیا ہوا تھا لیکن جب آپ ﷺ بیٹھے تو درخت کا سایہ آپ ﷺ کی طرف ہٹ آیا جس پر راہب بولا: دیکھو! درخت کا سایہ ان کی طرف ہٹ آیا ہے، پھر پوچھنے لگا: تمہیں خدا کی قسم ہے! بتاؤ، ان کا ولی کون ہے؟ اُنہوں نے کہا: ابو طالب، پھر راہب نے حضرت ابو طالب سے کہا: ان کو مکہ واپس لے جاؤ کیونکہ اگر تم

Marfat.com

آگے بڑھو گے تو ڈر ہے کہ کہیں یہودی ان کو قتل نہ کر دیں لہٰذا حضرت ابو طالب آپ ﷺ کو واپس لے آئے اور شہر بصرہ سے آگے نہیں گئے۔ راہب نے آپ ﷺ کو خشک روٹی اور زیتون کا تیل بطور زادِ راہ دیا۔

Marfat.com

حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا رُخِ روشن

محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میانہ قد و قامت، متوازن۔۔۔ رنگ چمکتا ہوا سُرخی مائل سفید۔۔۔ نہ زیادہ گندم گوں، نہ بہت سفید۔۔۔ پیشانی چوڑی۔۔۔ اَبرو پیوستہ۔۔۔ مائل بہ درازی۔۔۔ چہرۂ اقدس متوازی گول۔۔۔ جاذبِ قلب و نظر۔۔۔ دہانۂ اقدس کشادہ۔۔۔ دندانِ مبارک موتیوں کی مثل۔۔۔ گردن مبارک لمبی۔۔۔ سرِ انور خوبصورتی کے ساتھ بڑا۔۔۔ سینۂ اقدس کشادہ۔۔۔ جس پر نافِ مبارک تک بالوں کی ہلکی سی لکیر۔۔۔ سر کے بال نہ گھنگریالے، نہ زیادہ سیدھے۔۔۔ بلکہ قدرے خم دار۔۔۔ ریش مبارک گھنی۔۔۔ آنکھیں سیاہ اور سرگیں۔۔۔ پلکیں بڑی بڑی۔۔۔ شانے پُر گوشت۔۔۔ مونڈھوں کی ہڈیاں مضبوط۔۔۔ شانوں اور کلائیوں پر بال۔۔۔ ہتھیلیاں پُر گوشت اور فراخ۔۔۔ کلائیاں لمبی۔۔۔ ایڑھیاں نازک۔۔۔ تلوے بیچ سے اتنے خالی تھے کہ اُن کے نیچے سے پانی نکل جاتا تھا۔۔۔ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خوش ہوتے تو روئے انور میں ایک خاص چمک دمک رونما ہو جاتی تھی۔۔۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔۔۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چہرۂ مبارک کو دیکھتے ہی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خوشی کا اندازہ کر لیتے تھے۔۔۔ پسینے میں ایک خاص خوشبو۔۔۔

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

میں نے کسی ریشم اور دیبا کو نہیں چھوا جو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور نہ کبھی عنبر یا مشک یا کوئی ایسی خوشبو سونگھی جو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (کے بدن) کی خوشبو سے بہتر ہو۔

سیّدہ ربیع بنتِ معوذ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

Marfat.com

اگر تم رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے تو لگتا کہ تم نے طلوع ہوتے ہوئے سورج کو دیکھا ہے۔

سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

میں نے ایک بار چاندنی رات میں آپ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ پر سُرخ جوڑا تھا، میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا اور پھر چاند کو دیکھتا، آخر (نتیجہ یہ نکلا کہ) آپ ﷺ چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔

سیّدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

میں نے ایک مرتبہ آپ ﷺ کا ہاتھ اپنے چہرے پر رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مُشک سے زیادہ خوشبو دار تھا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ تَقْوَی اللّٰہِ تُبَیِّضُ الْوُجُوْہَ.

"خدا کا تقوی ہی چہروں کو روشن کرتا ہے"۔ (سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد)

حسن و وجاہت کا حسین امتزاج

حضرت محمد ﷺ کا رُخِ انور ہی نبوت پر واضح دلیل ہے۔ سیّدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو ایمان لانے سے پہلے یہودیوں کے بڑے عالم تھے، نبی کریم ﷺ کے مدینہ تشریف لانے پر آپ ﷺ ملنے چلے گئے، آپ ﷺ کو دیکھتے ہی اتنے متاثر ہوئے کہ بلند آواز سے کہنے لگے: آپ ﷺ کا چہرہ ایک جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔۔۔ اور اُسی موقع پر ایمان لے آئے اور آپ رضی اللہ عنہ کا نام "عبد اللہ" رکھا گیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی)

سیّدنا ابو رشد تیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر حاضر ہوا تو لوگوں نے دکھایا کہ یہ ہیں خدا کے رسول ﷺ، دیکھتے ہی میں نے کہا: واقعی، یہ اللہ کے نبی ﷺ ہیں۔ (شمائل الترمذی)

سیّدنا طارق بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

مدینہ میں ایک تجارتی قافلہ وارد ہوا اور شہر سے باہر ٹھہرا۔۔۔ حضور ﷺ کا اتفاقاً اُس طرف سے گزر ہوا تو ایک اونٹ کا سودا کر لیا اور یہ کہہ کے اونٹ اپنے ساتھ لے گئے کہ قیمت بھجوائے دیتا ہوں، بعد میں قافلے والوں کو تشویش لاحق ہوگئی کہ بغیر جان پہچان کے معاملہ طے کر لیا۔۔۔ اس تشویش کو دیکھتے ہوئے قافلے کی سردار جو ایک معزز خاتون تھی، کہنے لگی: مطمئن رہو، میں نے اُس شخص کا چہرہ دیکھا ہے جو چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن تھا، وہ کبھی تمہارے ساتھ دھوکہ کرنے والا شخص نہیں ہو سکتا، اگر ایسا آدمی اونٹ کی رقم ادا نہ کرے تو میں اپنے پاس سے ادا کر دوں گی۔ کچھ ہی دیر بعد آپ ﷺ نے اونٹ کی طے شدہ قیمت سے زیادہ مقدار میں کھجوریں بھجوا دیں۔ (کتاب الزہد والرقاق، لابن المبارک)

جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زبانی آپ ﷺ کے سراپائے مبارک کی تفصیل پڑھتے جایئے۔۔۔!

سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

آپ ﷺ کے آگے کے دونوں دانت الگ الگ تھے (یہ خوبصورتی کی علامت ہے)، جب آپ ﷺ گفتگو کرتے تو ان دانتوں کے درمیان سے نور نکلتا دکھائی دیتا تھا۔

سیّدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب آپ ﷺ خوش ہوتے تو چہرۂ مبارک دمک جاتا، گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔

چہرہ: چہرہ بالکل گول نہیں تھا۔۔ ہلکی سی گولائی لئے ہوئے تھا۔۔ (سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ)

بدر یعنی چودھویں کے چاند کی طرح گولائی لئے ہوئے۔۔ (سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ)

پیشانی کشادہ: اَبرو خمدار، باریک، گنجان۔۔ اُن کے درمیان رگ تھی جو غصہ پر اُبھرتی۔۔ (سیّدنا ہند ابی ہالہ رضی اللہ عنہ)

رنگت: سفید۔۔ مگر ملاحت دار۔۔ (سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ)

نہ بالکل سفید۔۔ نہ سانولا پن۔۔ بلکہ سفید سُرخی مائل۔۔ (سیّدنا انس رضی اللہ عنہ)

سفید۔۔ مگر چمک دار۔۔ (سیّدنا ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ)

Marfat.com

آنکھیں: آنکھیں سیاہ۔۔ پلکیں دراز۔۔ (سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ)

پُتلیاں سیاہ۔۔ نظریں نیچی۔۔ گوشۂ چشم سے دیکھنے کا حیاء دارانہ انداز۔۔ (سیّدنا ہند ابی ہالہ رضی اللہ عنہ)

سفید حصے میں سُرخ ڈورے۔۔ آنکھوں کا خانہ لمبا۔۔ قدرتی سرگیں۔۔ (سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ)

ناک: بلندی مائل۔۔ اس پر نورانی چمک جو ابتدائی نظر میں بڑی معلوم ہوتی۔۔ (سیّدنا ہند ابی ہالہ رضی اللہ عنہ)

رخسار: ہموار اور ہلکے۔۔ (سیّدنا ہند ابی ہالہ رضی اللہ عنہ)

دہن: کشادہ و فراخ۔۔ (سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ)

بہ اعتدال فراخ۔۔ (سیّدنا ہند ابی ہالہ رضی اللہ عنہ)

دندانِ مبارک: باریک، آبدار۔۔ سامنے کے دانتوں میں خوش نما فاصلہ۔۔ (سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ)

گفتگو فرماتے تو دانتوں سے چمک سی نکلتی۔۔ (سیّدنا انس رضی اللہ عنہ، سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ)

ریش: بھرپور اور گنجان۔۔ (سیّدنا ہند ابی ہالہ رضی اللہ عنہ)

گردن: پتلی لمبی۔۔ گردن کی رنگت چاندی جیسی اُجلی اور خوش نما۔۔ (سیّدنا ہند ابی ہالہ رضی اللہ عنہ)

سر: بڑا۔۔ مگر اعتدال اور مناسبت کے ساتھ۔۔ (سیّدنا ہند ابی ہالہ رضی اللہ عنہ)

بال: قدرے خم دار۔۔ (سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

نہ بالکل سیدھے۔۔ نہ زیادہ پیچ دار۔۔ (سیّدنا قتادہ رضی اللہ عنہ)

گنجان۔۔ کبھی کبھی کانوں کی لو تک لمبے۔۔ کبھی شانوں تک۔۔ (سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ)

درمیان سے نکلی ہوئی مانگ۔۔ (سیّدنا ہند ابی ہالہ رضی اللہ عنہ)

سینے سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر۔۔ (سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سیّدنا ہند ابی ہالہ رضی اللہ عنہ)

کندھوں، بازوؤں اور سینے کے بالائی حصہ پر تھوڑے بال تھے۔۔ (سیّدنا ہند ابی ہالہ رضی اللہ عنہ)

قدو قامت: نہ زیادہ لمبا۔۔ نہ پست۔۔ میانہ و متوازن۔۔ (سیّدنا انس رضی اللہ عنہ)

قامت مائل بہ درازی۔۔ مجمع میں ہوں تو سب سے ممتاز معلوم ہوتے۔۔ (سیّدنا ہند ابی ہالہ رضی اللہ عنہ)

Marfat.com

مجموعی بدن: بدن قدرے فربہ تھا لیکن موٹا نہیں۔۔(سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ)

اعضائے مبارک کے جوڑوں کی ہڈیاں بڑی اور مضبوط۔۔ (سیّدنا ہند ابی ہالہ رضی اللہ عنہ)

سینہ: سینہ چوڑا۔۔سینہ اور پیٹ ہموار۔۔ (سیّدنا ہند ابی ہالہ رضی اللہ عنہ)

سینہ چوڑا و کشادہ۔۔ (سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ)

کندھے: مونڈھوں کا درمیانی فاصلہ عام پیمانے سے زیادہ۔۔ (سیّدنا ہند ابی ہالہ رضی اللہ عنہ)

بازو اور ہاتھ: کلائیاں دراز۔۔ ہتھیلیاں فراخ۔۔ انگلیاں موزوں۔۔ (سیّدنا ہند ابی ہالہ رضی اللہ عنہ)

قدم: پنڈلیاں پُر گوشت نہ تھیں۔۔ ہلکی ہلکی سُتی ہوئیں۔۔ (سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ)

ہتھیلیاں اور پاؤں پُر گوشت۔۔ تلوے قدرے گہرے۔۔ قدم چکنے کہ پانی نہ ٹھہرے۔۔

(سیّدنا ہند ابی ہالہ رضی اللہ عنہ) (ماخوذ از سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد)

سیّدہ اُمِ معبد رضی اللہ عنہا اور سراپائے نبوی ﷺ پر دل آویز گفتگو

نبی کریم ﷺ کی شخصیت کی جسمانی خوبصورتی کو متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے دلکش انداز سے بیان فرمایا ہے۔۔۔ تاہم سیّدہ اُمِ معبد رضی اللہ عنہا نے رُخِ روشن کا جو منظر بیان کیا ہے۔۔۔ وہ پڑھیئے۔۔۔! کیا لاجواب اندازِ بیان ہے کہ پڑھ کر دل خوش ہو جاتا ہے۔۔۔ ہجرتِ مدینہ کے سفر کے دوران رسالت مآب ﷺ جب سیّدہ اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کے خیمے میں پہنچے اور آپ ﷺ نے سیّدہ اُمِ معبد رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کچھ کھانے پینے کو ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر کچھ ہوتا تو میں آپ (ﷺ) کے کہنے سے پہلے ہی پیش کر دیتی مگر یہ ایک مریل سی بکری ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اجازت ہو تو میں دودھ دوہ لوں۔ سیّدہ اُمِ معبد رضی اللہ عنہا نے حیرت سے بکری کو دیکھا اور کہا: دودھ دوہ سکتے ہیں تو دوہ لیں۔ آپ ﷺ نے اللہ کا نام لیکر دودھ دوہنا شروع کیا تو اس قدر دودھ نکلا کہ آپ ﷺ اور سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیر ہو کر پیا پھر بھی پیالے میں کافی دودھ بچ گیا اور آپ ﷺ وہاں سے روانہ ہو گئے، کچھ دیر بعد جب سیّدہ اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کے شوہر خیمے میں پہنچے اور دودھ کو دیکھا تو حیران ہو کر

Marfat.com

پوچھا: اس بیابان میں یہ دودھ کہاں سے آیا؟ تب سیّدہ اُمِ معبد رضی اللہ عنہا نے سارا حال بیان کیا۔۔۔ وہ پوچھنے لگا: اچھا اُس قریشی نوجوان کا حُلیہ تو بیان کرو؟ یہ وہی تو نہیں جس کی باتیں ہو رہی ہیں۔۔۔ حالانکہ سیّدہ اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کا نہ تو آپ ﷺ سے کوئی تعارف تھا اور نہ کسی طرح کی شناسائی۔۔۔ بس جو دیکھا۔۔۔ من و عن کہہ دیا۔۔

اب پڑھیئے اس شاہکار اندازِ بیاں کو۔۔۔!

"پاکیزہ رُو۔۔۔ کشادہ چہرہ۔۔۔ پسند یدہ خو۔۔۔ نہ پیٹ باہر نکلا ہوا۔۔۔ نہ سر کے بال گرے ہوئے۔۔۔ زیبا۔۔۔ صاحبِ جمال۔۔۔ آنکھیں سیاہ و فراخ۔۔۔ بال لمبے اور گھنے۔۔۔ آواز میں بھاری پن۔۔۔ بلند گردن۔۔۔ روشن مردمک۔۔۔ سُرمگیں چشم۔۔۔ باریک و پیوستہ اَبرو۔۔۔ سیاہ گھنگریالے بال۔۔۔ خاموش و پُر وقار۔۔۔ گویا دل بستگی لئے ہوئے۔۔۔ دور سے دیکھنے میں جاذب و دلفریب۔۔۔ قریب سے نہایت شیریں و کمالِ حسیں۔۔۔ شیریں کلام۔۔۔ واضح الفاظ۔۔۔ کلام کمی و بیشی سے مبرا۔۔۔ تمام گفتگو جیسے لڑی پروئی ہو۔۔۔ میانہ قد۔۔۔ کہ کوتاہی سے حقیر نظر نہیں آتے۔۔۔ نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرے۔۔۔ زیبندہ نہال کی تازہ شاخ۔۔۔ زیبندہ منظر والا قد۔۔۔ رفیق ایسے کہ ہر وقت اُس کے گرد و پیش رہتے ہیں۔۔۔ جب وہ کچھ کہتے تو یہ چپ چاپ سُنتے۔۔۔ جب حکم دیتے تو تعمیل کیلئے دوڑتے ہیں۔۔۔ مخدوم و مُطاع۔۔۔ نہ کوتاہ سخن۔۔۔ نہ فضول گو"۔ (رحمت للعالمین)

Marfat.com

سیّدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

نبی کریم ﷺ کی عمرِ مبارک جب پچیس برس ہوئی تو آپ ﷺ کے صدق و امانت کا شہرہ دور دور تک پہنچ چکا تھا یہاں تک کہ زبانِ خلق نے آپ ﷺ کو "صادق" اور "امین" کا لقب دے دیا تھا۔ یہ شہرت سُن کر سیّدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جو ایک معزز اور مالدار خاتون تھیں، آپ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آپ (ﷺ) میرا مالِ تجارت لے کر شام جائیں، جو معاوضہ میں اور لوگوں کو دیتی ہوں آپ (ﷺ) کو اُس کا دُگنا دوں گی۔ حضور ﷺ نے قبول فرمالیا اور مالِ تجارت لے کر شام کے سفر پر روانہ ہوئے، سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا جو آپ ﷺ کی خدمت کرتا اور دوسری ضروریات کا خیال رکھتا تھا۔ جب آپ ﷺ شام پہنچے تو بازارِ بصریٰ میں نسطورا نام کے ایک راہب کی خانقاہ کے نزدیک اُترے، وہ راہب میسرہ کی طرف آیا اور اُسے جانتا بھی تھا، پوچھنے لگا: اے میسرہ! یہ کون ہیں جو اس درخت کے نیچے اُترے ہیں؟ میسرہ نے کہا: اہلِ حرم، قریش میں سے ہیں، راہب نے کہا: سوائے نبی کے اس درخت کے نیچے کبھی کوئی نہیں اُترا، پھر اُس نے پوچھا: کیا ان کی دونوں آنکھوں میں سرخی ہے؟ میسرہ نے جواب دیا: ہاں ہے اور کبھی دور نہیں ہوتی، یہ سُن کر راہب بولا: یہ وہی ہیں اور یہی آخر الانبیاء ہیں، کاش! میں ان کو اُس وقت پاؤں جس وقت یہ مبعوث ہوں گے، ان سے کبھی جدا نہ ہونا اور نیک نیتی سے ان کے ساتھ رہنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت کا شرف عطا کیا ہے۔۔۔ آپ ﷺ بازارِ بصریٰ میں خرید و فروخت کر کے واپس مکہ آئے تو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا عورتوں کے درمیان ایک بالا خانے میں بیٹھی تھیں، اُنہوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے سرِ مبارک پر دو فرشتے سایہ کئے ہوئے تھے۔ میسرہ نے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا

Marfat.com

کہ میں نے تمام سفر میں آپ ﷺ کا یہی حال دیکھا ہے اور اُس راہب کے قول اور وصیت کی خبر بھی دی نیز اللہ تعالیٰ نے اس تجارت میں کئی گنا نفع بھی دیا تھا۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جو دیکھا اور سنا، اُس سے وہ جان گئیں کہ۔۔۔ بے شک ان کی بڑی شان ہے۔۔۔ اور یہی وہ رسولِ برحق ہیں جن کا انتظار کیا جا رہا تھا۔۔۔

سیّدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اُمورِ مذکورہ بالا کو مدِ نظر رکھ کر نبی کریم ﷺ کے واپس آنے کے تقریباً تین ماہ بعد نفیسہ کی وساطت سے آپ ﷺ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ اُس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بیوہ تھیں اور اُن کی دو شادیاں ہو چکی تھیں، اُن کی پاکدامنی کے سبب لوگ زمانۂ جاہلیت میں بھی اُنہیں "طاہرہ" کہا کرتے تھے۔ اُن کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں حضور ﷺ کے خاندان سے ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے پیغامِ نکاح کی خبر اپنے چچاؤں کو دی تو اُنہوں نے قبول کیا اور تاریخِ معین پر حضرت ابو طالب اور سیّدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر روسائے خاندان حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر گئے اور اُن کے چچا عمرو بن اسود نے اور بعض کے مطابق اُن کے بھائی عمر بن خویلد نے اُن کا نکاح کر دیا۔ حضرت ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور پانچ سو درہم مہر قرار پایا۔ آپ ﷺ کی دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے مہر بھی پانچ سو درہم تھے۔ شادی کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس برس تھی، آپ ﷺ کی تمام اولاد اسی نیک نام بیوی سے پیدا ہوئی سوائے ایک صاحبزادے سیّدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے جو 08 ہجری میں سیّدہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے اور 10 ہجری میں انتقال فرما گئے۔

حضرت محمد ﷺ - سچے خواب

وحی کی آمد سے چھ ماہ قبل ہی نبی کریم ﷺ کو سچے خواب آنا شروع ہو گئے تھے جس کا مطلب یہ نہیں سمجھا جائے کہ چھ ماہ قبل آپ ﷺ کو کوئی پریشان کُن خواب آتے تھے۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔ انبیائے کرام علیہم السلام کو پریشان کُن خواب کبھی نہیں آتے۔۔۔ آپ ﷺ کو سچے خواب آتے کہ رات کو جو کچھ بھی آپ حالتِ خواب میں دیکھتے، صبح آپ ﷺ کے سامنے ویسا ہی واقعہ رونما ہوتا تھا۔ اس لئے سچے خوابوں کا آنا دراصل وحی کے آنے اور سہنے کی تربیت کا حصہ ہی تھا۔

Marfat.com

غارِ حراء

مکہ مکرمہ سے دو کلو میٹر کے فاصلے پر ایک مشہور پہاڑ جبلِ نور ہے، اسی جبلِ نور میں غارِ حراء ہے جہاں رسول اللہ ﷺ اعلانِ نبوت سے قبل کئی کئی دن عبادتِ الٰہی اور غور و فکر کیلئے قیام کیا کرتے تھے۔

اگر آپ جبلِ نور یعنی غارِ حراء پر چڑھ جائیں تو وہاں سے "کعبۃ اللہ" براہِ راست نظر آتا ہے، غالباً اسی اہم وجہ سے حضور ﷺ نے عبادت کیلئے اس پہاڑ کو منتخب کیا تاکہ اہلِ مکہ سے دور مگر نظر کے سامنے کعبہ کا وجود ہو، جو آپ ﷺ کے قلبی سکون کا باعث رہے۔ آپ ﷺ کعبۃ اللہ سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔۔۔ دشوار گزار چڑھائی اور پھر غار تک پہنچنے کیلئے انتہائی تنگ راستہ ہے۔۔۔ مجھے تو حیرت ہوا کرتی ہے کہ سینکڑوں پہاڑوں کے درمیان آپ ﷺ نے کس طرح اس غار کو ڈھونڈا ہو گا مگر میرا تجسس اہم نہیں ہے کیونکہ جس کی رہنمائی خود اللہ تعالیٰ کر رہا ہو اور وہ جلیل القدر رسول اور رحمت للعالمین ہو، اُن کا ہر عمل عبادت، ہر کام تابع فرمانِ خداوندی اور ہر فیصلہ حق و صداقت کی حکمت سے بھرپور ہوا کرتا ہے۔ اسی غارِ حراء میں حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلی وحی لے کر آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور وحی کی پہلی آیت تھی: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ﴾ [العلق 96: (1)] "اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے (عالم کو) پیدا کیا۔"

Marfat.com

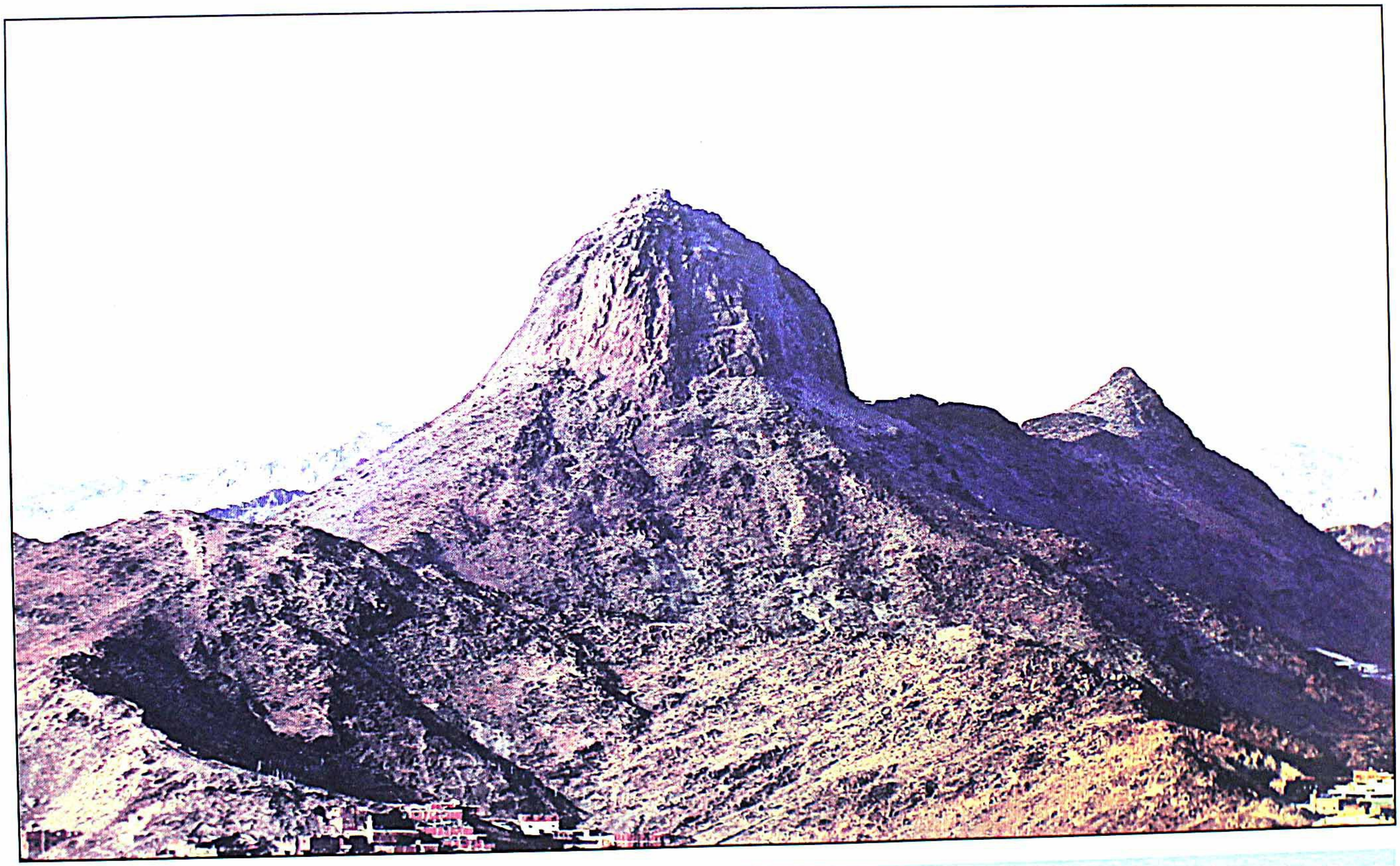

جبل نور (غارِ حرا) کا دلکش نظارہ جہاں آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی

Marfat.com

جبل نور غارِ حرا کا اندرونی منظر

جبل نور (غارِ حرا) کا دلکش نظارہ

Marfat.com

وحی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کان کھول کر سن لو! میں وہی جانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے سکھا دیا ہے۔ اب بات بالکل واضح ہو جاتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے ایک بلند مرتبہ انسان کو چُن لیتا ہے تا کہ وہ انسانوں کو گمراہی سے بچائے۔۔۔ امن وصداقت کی تعلیم دے۔۔۔ انسان میں موجود شر اور خیر کی قوتوں میں سے خیر کی تعلیم دے کر شر کی قوتوں کو کمزور سے کمزور کر دے۔۔۔ تا کہ نوعِ انسانی فتنہ وفساد میں نہ پڑ جائے۔۔۔ اس لئے ان منتخب انسانوں یعنی نبیوں اور رسولوں سے اللہ تعالیٰ اور اُس کے بندوں کے درمیان واسطہ براہِ راست تمام ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسولوں کو اپنے کلام سے شرف بخش کر رُشد وہدایت کا سلسلہ جاری رکھا لہٰذا ان دو واسطوں کے درمیان ہونے والے رابطے کو "وحی" سے جوڑ دیا یعنی ایک جلیل القدر فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کا کلام اور غیب کی خبریں رسولوں تک پہنچانے کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ وحی جس کے معنیٰ ہیں تیزی سے گزر جانا یعنی وحی کی کیفیت بظاہر بہت دیر تک قائم نہیں رہتی تھی بلکہ جب انبیائے کرام علیہم السلام پر وحی کا نزول ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ کا پیغام یا غیب کی خبریں چند ساعتوں میں مکمل ہو جایا کرتی تھیں پھر وحی کے بعد یہ پیغام ہمیشہ کیلئے ان کے ذہنِ اقدس میں محفوظ ہو جایا کرتا تھا جسے بعد میں بیان کر کے تحریر کیا جاتا تھا نیز اسی مختصر عرصے میں اس وحی کے مطالب ومفاہیم بھی انہیں اس طرح ذہن نشین کرا دیئے جاتے کہ یہ جب وحیِ خداوندی کو دنیا والوں کے سامنے پیش کریں اور کوئی سوال واعتراض ہو تو اس کا ایسے جواب دیں تا کہ سائل کی تشفی وتسلی کا سامان ہو جائے۔

Marfat.com

دورانِ وحی انبیائے کرام اور رُسل علیہم السلام بہت مشقت سے دوچار ہوا کرتے تھے۔ بسا اوقات وحی کا نزول اچانک شروع ہو جاتا تھا، سوتے میں یا محفل میں، جیسے ہی وحی آنی شروع ہوتی تو انبیاء ورُسل علیہم السلام ارد گرد کے ماحول سے بے خبر ہو جایا کرتے تھے، غنودگی طاری ہو جاتی تھی (سونے اور جاگنے کی درمیانی کیفیت کو غنودگی کہتے ہیں)، اسی ہلکی ہلکی نیم خواب کیفیت میں جیسے ہی وحی مکمل ہو جاتی ویسے ہی طبیعت بہتر ہو جاتی اور کلامِ ربّانی یا غیب کی خبریں جاری ہونا شروع ہو جاتیں۔ ان کیفیات کو دیکھتے ہوئے جاہلوں نے ہمیشہ انبیاء اور رسولوں پر نعوذ باللہ دیوانگی کا الزام لگایا حالانکہ دیوانگی تو سراسر ذہن کا خلل ہوتا ہے جو ٹھیک نہیں ہوتا اور انبیاء ورسول تو ایسے عیوب ونقائص سے پاک ومبرا تھے۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ سے نزولِ وحی کی کیفیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مجھ پر اس طرح سے وحی کا نزول ہوتا ہے کہ کانوں میں گھنٹیوں کی مسلسل آوازیں آنا شروع ہو جاتی ہیں اور یہ آوازیں آہستہ آہستہ پیغام میں تبدیل ہو کر یادداشت میں محفوظ کر دی جاتی ہیں یعنی گھنٹیوں کی آواز ختم ہوتے ہی پورا مضمون واضح اور یادداشت میں محفوظ ہو چکا ہوتا ہے۔ یہ کیفیت مجھ پر بہت شدت سے گزرتی ہے، دوسرا یہ کہ فرشتہ میرے پاس انسان کی شکل میں آکر بیان کرتا ہے اور میں اسے دہرا کر یاد کر لیتا ہوں"۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: دورانِ وحی انتہائی سردی میں پیشانی مبارک ﷺ پر پسینہ آجاتا تھا نیز یہ مشہور واقعہ تو آپ نے پڑھا ہو گا کہ جب غارِ حراء میں پہلی وحی کا نزول ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: فرشتہ آیا اور اس نے مجھے سینے سے لگا کر زور سے بھینچا اور کہا: پڑھیے، میں نے کہا: میں پڑھنا نہیں جانتا، اُس نے دوبارہ سینے سے لگا کر زور سے بھینچا کہ میں چُور چُور ہو گیا۔ جب آپ ﷺ غارِ حراء سے واپس آئے تو آپ ﷺ پر کپکپی طاری تھی اور بدن مبارک پسینے سے شرابور تھا، آپ ﷺ چادر طلب فرما رہے تھے۔

ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ ﷺ نے جب اپنی کیفیت کا اظہار سیّدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تو اُنہوں نے کہا: کہ آپ (ﷺ) تو رحم دل ہیں، قطع رحمی نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ضائع نہیں فرمائے گا چنانچہ

Marfat.com

وہ آپ ﷺ کو لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو مسیحیت اور انجیل کے عالم تھے اور عبرانی زبان پر اُنہیں عبور حاصل تھا۔ ورقہ بن نوفل نے حضورِ اکرم ﷺ سے اس واقعے کی کیفیت دریافت کی، آپ ﷺ کے بیان کے بعد اُنہوں نے بے ساختہ کہا: یہی وہ ناموس (فرشتہ) ہے جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر وحی لے کر آیا کرتے تھے۔ الغرض ورقہ بن نوفل نے آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق فرمائی۔

ایسے ہی تذبذب کی ایک اور کیفیت کا ذکر ہے کہ جب وحی کا نزول ہو رہا تھا تو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے عرض کی: مجھے اپنی چادر میں لے لیجئے، جیسے ہی آپ ﷺ نے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو چادر میں لیا تو وحی جاتی رہی۔

دیکھا آپ نے۔۔۔! اوّل اوّل حضور نبی کریم ﷺ وحی کے موقع پر کس قدر گھبرا جاتے تھے کہ اس کا بوجھ سہنا آسان نہیں ہوتا تھا، خود قرآن میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

﴿اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۝﴾ [المزمل 73: (5)]

"بہت جلد ہم آپ (ﷺ) کے کاندھوں پر بہت بڑا بوجھ ڈالنے والے ہیں"۔

یہ آپ ﷺ ہیں جو وحی کا بوجھ اٹھا لیتے ہیں، ایک جگہ مزید ارشاد ہے:

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ﴾ [الحشر 59: (21)]

"اگر یہ بوجھ پہاڑوں پر ڈال دیتے تو اللہ کے خوف سے وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے"۔

پڑھا آپ نے۔۔۔! عام انسان تو دوسروں پر گزرنے والی کیفیات کو آسان ہی سمجھتا ہے کیونکہ اُس نے خود محسوس نہیں کیا ہوتا۔۔۔ لہٰذا اس کی شدت و احساس کا اندازہ بھی نہیں ہو سکتا۔۔۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ قَطُّ مِثْلَ مَآ اُوْذِیْتُ "کوئی نبی اتنا نہیں (ستایا) گیا جتنا میں ستایا گیا ہوں"۔ (تفسیر الالوسی)۔۔۔ پڑھا یہ جملہ۔۔۔ اس حدیثِ قدسی کے ایک ایک لفظ سے کس قدر کرب جھلک رہا ہے۔۔۔ یہ وہ ہستی فرما رہی ہے جو وجہِ تخلیقِ کائنات ہے۔۔۔ اللہ بزرگ و برتر کے محبوب ترین محبوب ﷺ۔۔۔ اللہ اللہ۔۔۔! کس قدر

Marfat.com

صبر۔۔۔ اور صبر کے ساتھ ساتھ کتنے بہترین اخلاق۔۔۔ مسلمان تو مسلمان۔۔۔ آپ ﷺ کو نہ تسلیم کرنے والے انسانوں کو بھی چھوڑیئے۔۔۔ چرند پرند اور نباتات پر بھی رحم و کرم۔۔۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔۔۔ بس ایک احساس ہے۔۔۔ جو حبِ رسول ﷺ سے معمور ہے۔۔۔ رحمۃ للعالمین ﷺ سے بے پناہ محبت کیجئے۔۔۔ کہ دنیا اور آخرت کا حاصل یہی ہے۔۔۔ انشاء اللہ۔۔۔

نزولِ وحی کا انتظار

وحی کا نزول چونکہ نہایت ہی مشقت اور بدن پر سختی کا موجب ہوتا ہے جس کا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں، اسی لئے پہلی وحی آنے کے بعد رسول اللہ ﷺ مضطرب تھے، اس کے بعد دوسری اور تیسری وحی کا نزول ہوا۔۔۔ آپ غور کریں کہ مکی دور میں چھوٹی سورتیں نازل ہوتی رہیں، اُس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ کی طبیعت پر براہِ راست اور دیر تک سختی نہ رہے اور آہستہ آہستہ آپ ﷺ وحی کے بوجھ کو اٹھاتے اٹھاتے عادی ہو جائیں کیونکہ ایک کے بعد دوسری وحی پر آپ ﷺ پہلے والی تکلیف اور سختی کو کم محسوس کرتے تھے اور پھر آپ ﷺ وحی کا باقاعدہ انتظار فرمانے لگے لہٰذا وہ مشہور واقعہ ہوا کہ ایک مرتبہ نزولِ وحی کے درمیان قدرے وقفہ ہو گیا تو کفارِ مکہ نے طعنہ دینا شروع کر دیا۔۔۔ محمد (ﷺ) کا رب ان سے ناراض ہو گیا ہے۔۔۔ آپ ﷺ فکر مند رہنے لگے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے وحی بھیج کر آپ ﷺ کی پریشانی دور فرمائی، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَالضُّحٰى ۙ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ؕ﴾ [الضحیٰ 93: (1-3)]

"قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جبکہ وہ قرار پکڑے، آپ (ﷺ) کے پروردگار نے نہ آپ (ﷺ) کو چھوڑا اور نہ آپ (ﷺ) سے ناراض ہوا"۔

Marfat.com

خواب اور اُن کی تعبیر

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کے حوالے سے فرمایا:

خواب تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، صاف شفاف اور خیر لئے ہوئے اور اس خواب کی تعبیر کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ یہ بالکل واضح ہوتا ہے۔ دوسرا خواب فرشتے کی طرف سے ہوتا ہے اور تمثیل کی صورت میں ہوتا ہے، اس خواب کو تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ تیسرا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے جو پریشان کرتا ہے، ایسے خوابوں کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ڈراؤنے اور شیطانی قسم کے خواب کے درمیان آنکھ کھل جائے تو لیٹے لیٹے بائیں طرف تین مرتبہ تھو تھو کر دیا جائے۔ (صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، رقم: 2262)

خواب کیا ہیں۔۔۔؟ آیئے ذرا! اس پر بھی مختصر بات کر لیتے ہیں۔۔۔ یہ معاملہ ہر روز کسی نہ کسی کے ساتھ پیش آتا ہے اور اس میں علم نہ ہونے کے باعث تہمتوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری و ساری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: نبوت سے صرف مبشرات باقی رہ گئے ہیں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مبشرات کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: خواب، اور یہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔

یہاں اس سے مراد نعوذ باللہ نبی کے برابر کا حصہ نہیں بلکہ سچے خواب کی الہامی کیفیت اور مزاج کی سچائی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ سچا خواب ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھایا جاتا ہے۔۔۔ یاد رکھیے۔۔۔ اپنے آپ کو کسی بھی

Marfat.com

لحاظ سے نبی یا رسول جیسا سمجھنا۔۔۔اُن کیلئے نفرت کے شائبہ کا دل یا زبان سے اظہار کرنا۔۔۔کفر اور توہینِ انبیاء ہو جاتا ہے۔۔۔ لہٰذا احتیاط کرتے رہا کیجئے۔۔۔ خواب کی حقیقت قرآنِ کریم میں بیان فرمائی ہے ،اس لئے یہ حق ہے۔۔۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا معجزہ بھی خواب کی تعبیر دینے کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو باقاعدہ خواب کی تعبیر بیان کرنے کا علم عطا فرمایا تھا۔۔۔لہٰذا خواب کو خواب سمجھ کر نظر انداز نہ کیجئے۔۔۔

آپ ﷺ اکثر فجر کی نماز کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف رُخِ روشن فرما دیتے پھر صحابہ سے پوچھتے کہ اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے تو سنائے، صحابہ آپ ﷺ کو خواب سناتے اور آپ ﷺ تعبیر بتایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: خواب کی پہلی تعبیر اس خواب کی تعبیر ہو جائے گی اور جب تک تعبیر نہ دی جائے، وہ خواب محفوظ رہے گا۔۔۔ لہٰذا آپ لوگ بھی احتیاط کیا کریں، اپنے خواب کبھی بھی کسی پاگل، بے وقوف، دشمن، مخالف یا مذاق اُڑانے والے کے سامنے ہر گز بیان نہ کریں ورنہ آپ کے خواب کی تعبیر وہی ہو جائے گی جو پاگل یا مخالف دے دے گا۔۔۔ خواب ہر حالت میں نیک، ایماندار اور مخلص کے سامنے پیش کیجئے اور اگر کوئی اہلِ علم ہے تو خود ہی اپنے حق میں کوئی بہتر تعبیر کر لیا کرے۔۔۔اس میں پریشان ہونے کی قطعی ضرورت نہیں۔۔۔ لیکن اگر ارد گرد کوئی خود ہی تعبیر بیان کرنے میں استاد ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کو بالکل نظر انداز کیجئے۔۔۔ان تمام باتوں سے آپ حضرات اتنا تو جان چکے ہوں گے کہ خواب کس قدر اہمیت رکھتے ہیں۔۔۔ قرآن کے دلائل اور رسالت مآب ﷺ کے ارشادات خواب کی حقیقت بیان کر رہے ہیں۔۔۔ تو پھر خواب کسی بھی طرح ہماری زندگی میں غیر اہم کیسے ہو سکتے ہیں۔۔۔؟

ایک دفعہ صحابیٔ رسول ﷺ مسجدِ نبوی جا رہے تھے کہ ایک دوسرے صحابی نے اُن سے دریافت کیا: جلدی جلدی کہاں جا رہے ہیں؟ اُنہوں نے کہا: حضور ﷺ کے پاس جا رہا ہوں، ایک خواب کی تعبیر پوچھنی ہے، دوسرے صحابی نے پوچھا: خواب کیا ہے؟ اُنہوں نے اپنا خواب بیان کیا تو اُس صحابیٔ رسول ﷺ نے فرمایا: اس خواب کی تعبیر تو یہ ہے اور پھر تعبیر بیان کر دی، بعد ازاں جب وہ پہلے صحابی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب عرض کیا تو

Marfat.com

آپ ﷺ نے پوچھا: کیا اس خواب کو کسی اور سے بھی بیان کیا ہے؟ اُنہوں نے عرض کی: فلاں سے بیان کیا تھا اور اُنہوں نے یہ تعبیر دی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس خواب کی وہی تعبیر ہو گی جو پہلے دے دی گئی ہے۔ (سنن ابنِ ماجہ، کتاب تعبیر الرؤیا، رقم: 3914)

اسی لئے میں آپ لوگوں سے پھر تاکید کرتا ہوں کہ خواب کو کم نہ جانیں۔۔۔ وہم اور توہم پرستی سے بچیں۔۔۔ کہ اس کی بہت آفات ہیں۔۔۔ ایک دفعہ وہم اور وسوسہ دل میں ڈال لیا تو پوری زندگی اس شیطانی چکر سے باہر نکلنا مشکل ہو جائے گا۔۔۔ یکے بعد دیگرے وہم اور وسوسے بڑھتے بڑھتے آپ کی زندگی اجیرن کر دیں گے۔۔۔ اچھے اچھے خواب دیکھیں۔۔۔ اُن کی تمنا کریں۔۔۔ اللہ تعالیٰ مدد کرنے والا ہے۔۔۔!

ایک طریقہ بتاتا چلوں۔۔۔ شاید آپ لوگوں کے کام آجائے۔۔۔ اور وہ یہ ہے کہ تین، پانچ یا سات مرتبہ دُرود شریف پڑھیں پھر تین، پانچ یا سات مرتبہ سورۃ الشرح پڑھیں اور پھر دوبارہ اتنی ہی مرتبہ دُرودِ پاک پڑھیں اور جو سوال یا حاجت ہو دل میں رکھ کر سو جائیں، انشاء اللہ مقصد ضرور پورا ہو گا ورنہ کم از کم تلاوتِ قرآنِ مجید اور دُرود پاک کا ثواب تو ضرور ملے گا۔۔۔

خواب میں انسان زیادہ تر وہی کچھ دیکھتا ہے جو جاگتے ہوئے ہو رہا ہوتا ہے یا سوچ رہا ہوتا ہے چونکہ سوتے ہی اُس کا روحانی ہالہ اُس سے الگ ہو جاتا ہے اور انسان کے تحت الشعور میں موجود علم بھی اُس کے شعور کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے، اس طرح آنے والے واقعات کا کچھ حصہ بھی خواب میں شامل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ہم خواب میں بعض اوقات مستقبل کے کچھ واقعات کی جھلک دیکھ لیتے ہیں بشرطیکہ خواب یاد رہ جائے۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ آنکھ کھلتے ہی خواب کو ایک دو مرتبہ دہرا لیں تاکہ خواب ذہن سے محو نہ ہو جائے۔ آپ نوٹ کیجئے گا کہ جو افراد عبادت یا ذکرِ خداوندی میں زندگی بسر کرتے ہیں اُنہیں اللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے مستقبل کے واقعات اور خود اُن کے بارے میں خواب میں بشارت دے دیتا ہے تاکہ اُن کا دل مطمئن اور محبت سے معمور رہے اور وہ پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور مخلوق کی خدمت کرتے رہیں۔۔۔ لیکن یاد رکھیں کہ حقیقی اور کامل علم تو صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کا ہے۔۔۔ ہم تو سب کچھ جان کر بھی نہ جاننے کی کیفیت سے ہر لمحہ دوچار رہتے ہیں۔۔۔

Marfat.com

حضرت محمد ﷺ کا منصبِ رحمۃ للعالمین

آیئے۔۔۔!اب میں آپ کو اُس منصبِ عظیم کے بارے میں بتاتا ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو فائز فرمایا ہے۔۔۔ آپ ﷺ نبوت و رسالت کے منصب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس شان سے جلوہ افروز ہوئے کہ کسی بھی نبی یا رسول کو وہ مرتبہ و مقام عطا نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ کی محبوبیت جس قدر رسول اللہ ﷺ کو حاصل رہی، اب بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی، وہ اللہ تعالیٰ کی کسی بھی مخلوق کو حاصل نہیں۔ اس کائنات کی تشکیل و تخلیق سے قبل ہی عالمِ بالا میں آپ ﷺ نبوت و رسالت کے منصب پر فائز کر دیئے گئے تھے اور کائنات کے وجود کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے منسوب کر کے فرمایا:

"یہ ساری کائنات آپ ہی کی وجہ سے تخلیق کی گئی"۔ (شرح الشفا، لعلی القاری)

خالقِ کائنات اپنے براہِ راست کلام میں آپ ﷺ پر دُرود و سلام نازل فرماتا ہے۔۔۔ ذرا اس پر ہی غور کرلیں تو آپ ﷺ کی قدر و منزلت کو بیان کرنا کم از کم کسی زبان کے الفاظ میں تو ممکن سجھائی نہیں دیتا۔۔۔ ہاں! آپ ﷺ کی شانِ کریمی کیلئے کوئی ایسی الہامی زبان وجود میں آئے جو اپنے معنی کے اعتبار سے آپ ﷺ کی مکمل تعریف کرسکے تو بات دیگر ہے۔۔۔ لیکن مجھے تو کم از کم ایسا ہونا محال لگتا ہے۔۔۔ ہاں! ایک موقع ایسا ضرور آئے گا جب بنی آدم روزِ حشر پوری تعداد میں ایک ہی جگہ جمع ہوں گے۔۔۔ اُس وقت خود اللہ تعالیٰ ہی آپ ﷺ کی شان و عزت کو بیان فرمائے گا۔۔۔ ورنہ انسان تو ایسی شان بیان کرنے سے عاجز ہے۔۔۔ آپ ﷺ کی رسالت اور نبوت

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا بنی نوع انسان اور بالخصوص مسلمانوں پر ایک ایسا احسان ہے جس کی شکر گزاری ہر انسان و مسلمان پر واجب ہے۔۔۔بایں طور کہ دل میں اقرار و محبت کا اظہار ہوتے رہنا چاہیے۔۔۔کیونکہ محبت کو اظہار کی ضرورت ہے۔۔۔دل میں کیا ہے یہ معاملہ تو بس اللہ تعالیٰ اور انسان کے درمیان ہی رہتا ہے۔۔۔

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کی تخلیق اور اُسے زمین پر اپنا خلیفہ نامزد کرنے کا ارادہ فرمایا تو یقیناً بنی نوع انسان میں اس منصب کے اہل ہونے کیلئے مکمل و بے عیب انسان کا ہونا بھی ضروری تھا تاکہ انسان اس بات کو جان لیں اور مان لیں کہ خلقِ انسانی ان اوصافِ حمیدہ کا چلتا پھرتا شاہکار ہے اور اُن کے سامنے ایسا شاہکار موجود ہو جو توحید اور اس کے قدوسی نظام کو انسان کی خیر و شر کی قوتوں کے ساتھ لے کر چلتا رہے یعنی اچھائی اور برائی میں تفریق کرنے کیلئے خدائی تعلیم کا عکاس انسانوں میں سے ہو حالانکہ قدرت کو انسان کیلئے انسانوں ہی کے درمیان میں سے کسی کا انتخاب کرنے کے بجائے کسی اور مخلوق کا انتخاب کر لینا کیا مشکل تھا۔۔۔؟ مگر اللہ تعالیٰ چونکہ انسان کی تخلیق میں رکھی جانیوالی خوبیوں و خامیوں، خیر و شر، سوال و جواب کے امتزاج سے واقف ہے، اس لئے مخلوقات میں سے انسانوں ہی کو چنا گیا کہ یہ منتخب شدہ انسان اللہ تعالیٰ کی حقانیت اور اُس کے قدسی نظام کی مکمل معرفت رکھتے تھے۔۔۔

اسی لئے نبیوں کا ظہور ہوتا رہا اور اخیر میں جب انسانی شعور مسلسل تعلیم سے تقریباً وسط تک پہنچا دیا گیا تو پھر ایک ایسا انسان جو تمام تر خوبیوں اور علمی کمالات کا حامل نیز صبر کی لازوال قدرت سے بھرپور ہو، اُسے بھیجنا تاکہ اللہ تعالیٰ اُس کے ذریعے سے اپنے احکامات کا نفاذ فرمائے تو ایسی جامعُ الصفات ہستی کا مبعوث کیا جانا از حد ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نظامِ فطرت کا نفاذ اور انسانیت کو اس کا شعور حاصل ہو جائے اور پھر یہ سلسلہ مقررہ وقت تک جاری و ساری رہے خواہ کوئی اسے تسلیم کرے یا نہیں، اس بات کا فیصلہ یومِ آخرت تک کیلئے انسانوں کے اختیار میں دے کر اپنے محبوب ﷺ سے محبت اس طرح پوری کر دی کہ رسول اللہ ﷺ کو تحریری صورت میں اپنے کلام یعنی قرآنِ مجید فرقانِ حمید کو ہر ایک سے محفوظ رکھنے کا ذمہ اٹھا کر دیا تاکہ جب انسان کسی بھی حجت اور سوال و جواب کی طلب کرے

Marfat.com

تو اُسے تشنگی کا گلہ نہ رہے۔۔۔ اور یہ ہی وہ عظیم معجزہ ہے۔۔۔ یعنی آپ ﷺ کا مبعوث ہونا۔۔۔ اور قرآن کے مکمل علم کا بر قرار رہنا۔۔۔ اور وہ بھی تا قیامت۔۔۔ اللہ تعالیٰ کا معجزاتی احسان انسانوں پر جاری وساری ہے۔۔۔

دائیں ہاتھ پر چاند اور بائیں ہاتھ پر سورج

رسول اللہ ﷺ پر جب پہلی وحی کا آغاز ہوا اور اس کا پہلا اظہار اپنی زوجہ سیّدہ حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے سامنے کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے لمحے میں آپ ﷺ کی گواہی دی۔ بیوی سے زیادہ کون اپنے شوہر کو جان سکتا ہے۔۔۔؟ اُم المؤمنین سیّدہ حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا عورتوں کیلئے عزت و وقار کا سبب بن گئیں جنہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔۔۔ عورتوں کو برملا محفل میں کہنا چاہیے کہ رسولِ اکرم ﷺ پر پہلا ایمان لانے والی عورت ہی تھی۔۔۔ یہ فخر کا مقام عورت کیلئے ہے۔۔۔ بے شک عورتوں کو یہ اعزاز اُم المؤمنین سیّدہ حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے باعث ہی نصیب ہوا۔۔۔

اب دوسرا واقعہ ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے نبوت و رسالت کا اظہار سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا جو آپ ﷺ کے بچپن کے دوست اور ہمراز تھے، فطری طور پر ہر انسان اپنے دوستوں سے رازو نیاز کا تبادلہ کرتا ہے اور دوست ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں لہٰذا جیسے ہی آپ ﷺ نے اپنے دوست سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی نبوت و رسالت اور وحی کا واقعہ بیان کیا تو وہ بے ساختہ کہہ اُٹھے: ”بے شک! یہ سب سچ ہے۔۔۔ آپ (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔۔۔ میں ایمان لاتا ہوں۔۔۔“

تیسرا واقعہ یہ ہوتا ہے کہ ابھی کُھلے عام دعوتِ اسلام کی اجازت اللہ تعالیٰ سے نہیں ملی ہے سوائے اہلِ خانہ کے۔۔۔ آپ ﷺ اپنے خاندان کیلئے دعوت کا اہتمام کرتے ہیں۔۔۔ جب سب آگئے تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا۔۔۔ اور بتایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔۔۔ ایمان قبول کریں۔۔۔ آپ ﷺ کی بات ختم ہوئی تو سب ہی اُسے ماننے سے انکار کر دیتے ہیں لیکن اسی محفل میں ایک معصوم سا بچہ کھڑا ہوتا ہے اور با آوازِ بلند کہتا ہے: ”میں مانتا ہوں کہ آپ (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں“۔ اہلِ خاندان کی اتنی بڑی محفل اور اس میں سے

Marfat.com

ایک معصوم بچے کی گواہی۔۔۔اور جانتے ہیں آپ ۔۔۔ وہ بچہ کون تھا۔۔۔؟ سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔۔۔ کیا شان ہے آپ رضی اللہ عنہ کی۔۔۔! آج بھی ہر بچے کو یہ کہنا چاہیے کہ ہم بچوں نے سب سے پہلے حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت ورسالت پر گواہی دی تھی۔۔۔!تو بے شک ان بچوں کا حق ہے۔۔۔!وہ اس کا اظہار فخر سے کر سکتے ہیں۔۔۔ !کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں یہ اعزاز سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ہستی سے بخشا ہے۔۔۔!خوب، خوب، خوش ہوں بچے۔۔۔!بس ایک ہم ہی بد نصیب رہ گئے کہ اُس وقت نہیں تھے۔۔۔!کاش ہوتے۔۔۔!اور اس عظیم حقاینت کو قبول کرتے۔۔۔!

حضرت محمد ﷺ کا قافلۂ حق و صداقت اب اس طرح بن گیا کہ ایک خاتون سیّدہ حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا، ایک مرد سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ایک بچہ سیّدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔۔۔ جد وجہدِ حق جاری ہے۔۔۔ اہلِ کفار پر دباؤ بڑھنا شروع ہو گیا۔۔۔ بس پھر کیا تھا۔۔۔ ہر روز، ہر صبح، ایک نئی خبر۔۔۔ سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔۔۔ پھر خبر آئی۔۔۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔۔۔ پھر خبر آئی۔۔۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔۔۔ پھر خبر آئی فلاں رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔۔۔ پھر خبر۔۔۔ پھر خبر۔۔۔ اور خیر ہی خیر۔۔۔ اور ہر ہر خیر کا مرکز آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس۔۔۔!

اِدھر مشرکانِ مکہ پر دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔۔۔ تھک تھک کر۔۔۔ بالآخر تھک ہار کر کفارِ مکہ کے ممتاز سردار اِکھٹے ہوئے اور اس کا ایک حل سوچا۔۔۔ حل بھی ایسا معرکتہ الآراء کہ جس کا انکار ہی ممکن نہیں۔۔۔ پہلے آپ یہ واقعہ اور مکالمہ پڑھیں۔۔۔

اہلِ مکہ کے سرداروں کا ایک وفد سیّدنا حضرت ابو طالب کی رہائش گاہ پر پہنچا، ان میں حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے جنہوں نے تمام سرداروں کی متفقہ پیشکش بیان کرنا شروع کی۔۔۔ ذرا پڑھیئے تو سہی۔۔۔

”آپ اپنے بھتیجے سے پوچھیں، اگر وہ سرداری چاہتے ہیں تو ہم سب سردار مل کر اُنہیں اپنا ”سردار“ تسلیم کر لیتے ہیں، اگر وہ مال چاہتے ہیں تو ہم سب مل کر بے حساب مال دے دیتے ہیں، اگر وہ چاہتے ہیں تو ہم اپنے میں سے

Marfat.com

خوبصورت ترین لڑکی سے اُن کی شادی کروادیتے ہیں، ان تینوں پیشکشوں کے ساتھ ہم تیار ہیں، صرف اس شرط پر کہ وہ ہمارے معبودوں (بُتوں) کو بُرا کہنا چھوڑ دیں"۔

سیّدنا حضرت ابو طالب سرداروں کی آمد اور اندازِ گفتگو سے فکر مند ہو گئے، اب حالات کی سنگینی کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں رہا، اب دو ٹوک موٴقف اختیار کرنا بہت ضروری ہو گیا تھا۔۔۔ لہٰذا سیّدنا حضرت ابو طالب نے آپ ﷺ سے اس بارے میں بات کی: "بھتیجے! میری ہڈیاں بوڑھی ہو گئی ہیں اور یہ سب سردار ایک ہو کر آئے ہیں، یہ شرط لائے ہیں، بولو کیا کہتے ہو؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "اے میرے چچا! یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر چاند اور بائیں ہاتھ پر سورج بھی رکھ دیں، تب بھی میں اس راہِ حق سے پیچھے نہیں ہٹوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ نہ کر دے"۔ سیّدنا حضرت ابو طالب نے اپنے بھتیجے کی ایسی پُر تاثیر گفتگو سنی تو بے دھڑک کہنے لگے: "جاؤ! اپنے کام کو جاری رکھو، میں انہیں دیکھ لوں گا"۔ (تاریخ طبری)

آیئے۔۔۔ ذرا اس واقعے پر مزید غور کرتے ہیں کہ کسی انسان کو مسخر کرنے کیلئے ایسی جاذب اور قابلِ توجہ پیشکشیں ہوں تو پھر بھلا اُسے اور کیا چاہیے؟ ان میں سے ہر پیشکش ایسی تھی کہ جس کیلئے انسانی ضمیر ذلت برداشت کرنے پر ہمیشہ آمادہ ہی نظر آئے گا، یہ پیشکش کفار کے کسی ایک سردار کی جانب سے نہیں تھی بلکہ سب ہی کی متفقہ پیشکش تھی جس میں کفارِ عرب کا مشہور دانشور عمر بن ہشام جسے ابو جہل کہتے ہیں، سردارِ کفار ابو لہب اور دیگر اعلیٰ دماغ شامل تھے اور ان سب کے پسِ پشت اُن کا چال سازی اور مکاری کا راز پنہاں تھا یعنی اس میں کسی گوشے میں چھپی دھمکی بھی شامل تھی اور ان سرداروں کو پورا یقین تھا کہ حضور ﷺ ان تینوں پیشکشوں کو فوراً قبول کر لیں گے۔۔۔ یعنی سرداروں کا سردار بن جانے سے ہر آسانی میسر آجاتی ہے۔۔۔ مال کی فراوانی سہولیات فراہم کر دیتی ہے۔۔۔ حسین عورت کا ساتھ زندگی کو پُر رونق بنا دیتا ہے۔۔۔ یہ تینوں تیر اس قدر مؤثر تھے کہ ان سے بچنا محال تھا۔۔۔ نہ ماننے کی صورت میں زندگی کا خطرے میں آجانا۔۔۔ لیکن ماننے کی صورت میں پہلے ہی لمحے اس حقانیت کی نفی ہو جانا تھی۔۔۔ لہٰذا جس سطح سے شیطانیت سے بھرپور یہ پیشکشیں ہوئیں تو جواب بھی علمیت، استقلال اور فصاحت و

Marfat.com

بلاغت سے بھرپور ملا۔۔۔ عش عش کر اُٹھیں۔۔۔ یعنی ایک ہاتھ میں چاند (دنیا کی تمام نعمتیں) اور دوسرے ہاتھ میں سورج (تمام سزائیں، بلائیں، مصائب وآلام اور جان تک چلی جانا) رکھ دو تب بھی میں (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) باز نہیں آؤں گا۔۔۔ غور طلب نکتہ یہ ہے کہ اس موقع پر وحی کا نزول نہیں ہو رہا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذہنی اور قلبی طبیعت کو اس قدر روشن بنا دیا تھا کہ آپ ﷺ از خود بھی کوئی فیصلہ فرماتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کی ہی طرف ہو جاتا تھا۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ بیشتر مواقع پر آپ ﷺ کے اہم ترین فیصلوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کی تربیت، ذہنی پختگی، میانہ روی، اخلاقی اقدار اور علم و دانائی نے آپ ﷺ کو حق کا ایک مکمل شاہکار بنا دیا تھا۔۔۔ اسی لئے آپ ﷺ بے ساختہ گفتگو بھی فرماتے تو علم کے دریا بہا دیتے تھے۔۔۔ اور وہ بھی کیا علم تھا کہ جس کی تردید ممکن ہی نہ تھی۔۔۔ اور آج بھی تر و تازہ ہمارے سامنے موجود ہے۔۔۔ اور تا قیامت قائم و دائم رہے گی۔۔۔ انشاء اللہ۔۔۔

Marfat.com

زمانۂ جاہلیت اور اہلِ مکہ

مکہ مکرمہ میں خانۂ کعبہ اور اس کے اطراف میں مختلف انواع و اقسام کے 334 بُت رکھے ہوئے تھے، ان میں سے ہر بُت عرب کے مختلف قبائل کی طرف سے عبادت کیلئے ہوا کرتا تھا، یہی نہیں بلکہ سردارانِ مکہ کی جانب سے بھی بُت رکھے ہوئے تھے گویا بیتُ اللہ اہلِ کفار و مشرک کا مشترکہ عبادت گاہ بنا ہوا تھا اور ان بُتوں سے عقیدت کے باعث تمام قبائل کی مجموعی طاقت بھی اُسے حاصل تھی نیز ان بُتوں سے ماخوذ جھوٹی کہانیاں گڑ کر عوام الناس میں ان کی اہمیت کو اجاگر کیا جاتا تھا، کاہنوں کی طرف سے مشرکانہ کلمات کو مذہبی رنگ دے کر رٹایا جاتا تھا حتیٰ کہ طواف جو اہلِ مکہ ہزاروں سال سے دیکھتے اور عمل کرتے آرہے تھے، اُنہوں نے اس کے رنگ کو اس طرح تبدیل کر دیا کہ برہنہ ہو کر اور تالیاں بجا بجا کر طواف ہوتے دیکھا کرتے تھے۔ یہ نئی نئی عریاں جدت پیدا کرنے کا مقصد بھی یہی ہوا کرتا تھا کہ کسی بھی طرح انسان کی تذلیل کی جائے حالانکہ اہلِ مکہ کفار ہونے کے باوجود بے لباس طواف نہیں کرتے تھے کہ شرم وحیاء خال خال ہی سہی اشرافِ مکہ میں موجود تھی۔

اب ذلت وپستی کی اس افسوسناک حالت اور اخلاقی گراوٹ پر مشتمل یہ واقعہ پڑھیئے۔۔۔ یمن سے ایک پریمی جوڑا اِصاف ونائلہ نامی بھاگ کر مکہ مکرمہ آیا، یہاں آنکھ بچا کر کعبہ میں داخل ہوئے اور زنا کا ارتکاب کیا جس پر غضبِ خداوندی جوش میں آیا اور یہ دونوں پتھر کے بن گئے، اُس وقت کے اہلیانِ مکہ اور سرداروں نے ان کے مجسموں کو حقارت اور عبرت کیلئے مطاف کے فرش میں لگوا دیا تاکہ طواف کرنے والا انہیں اپنے پیروں تلے روندتا ہوا طواف کرے۔

Marfat.com

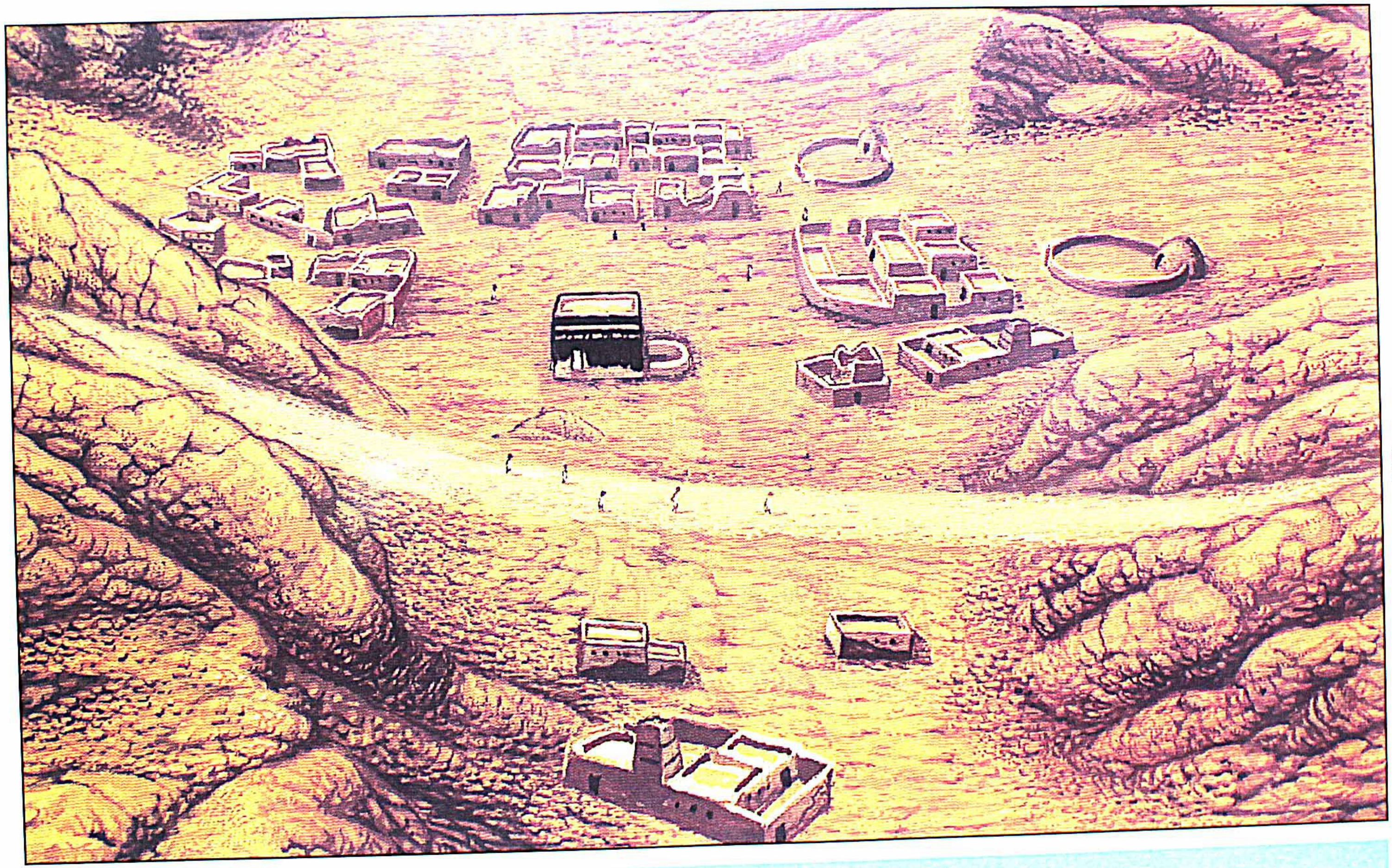

عہد قدیم میں مکہ مکرمہ اور خانہ کعبہ کی ایک خیالی تصویر

Marfat.com

پھر جب اہلِ مکہ بُت پرستی کا شکار ہوئے تو دونوں بُتوں یعنی اِصاف ونائلہ کے مجسموں کو نکال کر صفاء اور مروہ کی پہاڑیوں پر نصب کر دیا اور ان سے اپنی اولادوں کی مرادیں مانگنے لگے۔۔۔ دیکھا آپ نے۔۔۔! بدکاری کو عبادت میں تبدیل کر کے رکھ دیا۔۔۔

پڑھا آپ نے۔۔۔! کس قدر سرکشی اور جہالت کا دور دَورا تھا، ایسی حالت میں شرفائے مکہ اور اہلِ درد جو ان فاسق وفاجر عبادتوں سے بیزار تھے اور اُنہیں سمجھ نہیں آتا تھا کہ وہ عبادت کریں تو کیسے کریں۔۔۔؟ رہنمائی ہی نہیں مل رہی تھی۔۔۔ وہ چند لوگ جو دینِ فطرت پر قائم تھے، اُن کیلئے عبادتِ خداوندی کی ادائیگی کس قدر مشکل تھی اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔۔۔ لیکن پھر اچانک اہلِ مکہ نے ایک انتہائی با اخلاق، پاکیزہ، صادق وامین کی زبانِ مبارک سے سنا، وہ کہہ رہے تھے ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ﴾ [العلق 96: (1)]

آپ ذرا طبیعت کو تحریر کے ساتھ ملاتے ہوئے منظر کشی بھی کیجئے اور محسوس کرتے جائیں گے تو جان لیں گے کہ کس قدر سخت حالات، تمام قبائل اور سرداروں کی تلواریں اور جھوٹی مذہبی روایات سے اَٹی عوام کو ایک تنہا مگر باوقار آواز گونج کر بلا رہی ہے کہ یہ سب جھوٹ اور مکر وفریب کے سوا کچھ نہیں، صرف ایک اللہ ہے، وہی عبادت کے لائق ہے، میں اُس کا نبی اور رسول ہوں اور قبول کرو کہ یہی سچائی ہے اور یہی حق ہے۔۔۔

ذرا سوچیئے۔۔۔! نبی کریم ﷺ کی بہادری، دلیری، استقامت، شجاعت کو۔۔۔! اور کیا کیا لکھوں۔۔۔! آپ ﷺ کی آوازِ مبارک پتھر کے بے جان بُتوں کو نہیں بلکہ اُن کی عبادت کرنے والے قبائل کو للکار رہی تھی۔۔۔ جہالت کے اندھیرے میں غرق عوام الناس کو چیلنج کیا جارہا تھا۔۔۔ اپنوں کو، بیگانوں کو زد پہ لئے صدائے حق بلند کرنے والے پر۔۔۔ سلام در سلام۔۔۔ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔۔۔ آپ محسوس کر رہے ہیں یا نہیں۔۔۔؟ ذرا خود کو اُس ماحول میں لے جایئے۔۔۔ تھوڑی ہی دیر کیلئے۔۔۔ آپ گھبرا کر، ڈر کر آنکھیں کھول دیں گے۔۔۔ کلیجہ حلق میں آجائے گا اس منظر کو سامنے لاتے ہی۔۔۔ یہی مقام ہے عظیم رسول ﷺ کا۔۔۔ آپ ﷺ جیسا بہادر اور شجاع اس کائنات میں پیدا ہی نہیں ہوا اور نہ ہو گا۔۔۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ.

Marfat.com

اگر آپ محسوس کریں تو وہ منظر آپ حضرات کے سامنے خیال میں دکھائی دے گا جسے دیکھ کر آپ بھی بے ساختہ یہی کہیں گے کہ اس کائنات میں آپ ﷺ جیسا بہادر و شجاع نہ تو پیدا ہوا اور نہ ہی ہو گا۔۔۔اب میں بعینہٖ وہ واقعہ تحریر کرتا ہوں جو جبلِ ابو قبیس پر ہوا۔۔۔

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اس دعوتِ خاص کو دعوتِ عام میں تبدیل کر دیں لہٰذا انتہائی خوبصورت اور دلکش انداز کا انتخاب فرمایا آپ ﷺ نے۔۔جبلِ قبیس پر کھڑے ہو کر آپ ﷺ نے اہلِ مکہ کو آواز دی۔۔۔ آؤ آؤ۔۔۔! جلدی آؤ۔۔۔! آواز مکہ کی وادی میں گونجتی ہے۔۔۔یاد رہے کہ پہاڑ پر سے ایسی آواز اُس وقت لگائی جاتی تھی جب اہلِ مکہ کو کسی بڑے خطرے سے آگاہ کرنا ہوتا تھا۔۔۔ اہلِ مکہ اس آواز پر دوڑے اور جب جمِ غفیر ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اہلِ مکہ! اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن تمہاری گھات میں چھپا بیٹھا ہے تو کیا تم یقین کر لو گے؟ مجمعے میں بیک وقت آوازیں گونج اُٹھیں۔۔۔ہاں! ہم یقین کر لیں گے کیونکہ ہم نے کبھی بھی آپ (ﷺ) کو جھوٹ بولتے نہیں سنا ہے۔۔۔یہاں غور کرنا چاہیے کہ اہلِ مکہ آپ ﷺ کی سچائی کی کیا خوب سَند دے رہے ہیں۔۔۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ ایک ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، تم لوگ بُت پرستی چھوڑ دو اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرو“۔

اب کی بار مجمعے کی آوازیں یکایک شدید غصے میں تبدیل ہو گئیں۔۔۔ وہ لوگ آپ ﷺ کا انکار کرتے ہوئے واپس پلٹ گئے۔۔۔اب آپ ﷺ جبلِ ابو قبیس پر تنہا رہ گئے۔۔۔ کاش۔۔۔! اے کاش۔۔۔! میں وہاں ہوتا تو دوڑ کر آپ ﷺ کے قدموں سے لپٹ جاتا۔۔۔! اور آپ ﷺ کی گواہی دیتا۔۔۔!

لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا

زمانۂ جاہلیت میں عورت صرف عرب ہی میں نہیں بلکہ پوری دُنیا کے مختلف علاقوں میں مذاہب کی موجودگی کے باوجود بھی بے حیثیت تھی، بعض مذہبی رسومات میں تو عورت کو زندہ ہی جلا دیا جاتا تھا، خود یورپ میں

Marfat.com

بھی دو سو سال تک عورت کو با قاعدہ انسان ہی نہیں مانا جاتا تھا۔

عرب کے زمانۂ جاہلیت میں عورتیں خاص طور پر بے توقیر ہوا کرتی تھیں ماسوائے اعلیٰ اور صاحبِ ثروت گھرانوں کے اور یہ بے توقیری دوسری جگہوں کو چھوڑیئے خود مکہ میں بھی تھی جو کہ ایک مذہبی شہر تھا۔۔۔ ہزاروں برس سے عبادت گزار یہاں آیا کرتے تھے۔۔۔ لیکن اہلِ مکہ میں یہ فعلِ بد عام تھا کہ۔۔۔ یہاں لڑکی کی پیدائش کو اپنی عزت و غیرت کا مسئلہ بنالیتے۔۔۔ اور مکہ کے قبرستان میں زندہ ہی دفن کر دیتے تھے۔۔۔ ان کو روکنے اور ٹوکنے والا کوئی نہ تھا۔۔۔ اور نہ ہی ایسا کرنے والے کو کوئی برا بھلا کہتا تھا۔۔۔ بلکہ اسے تو بڑا غیرت والا تصور کیا جاتا تھا۔۔۔ لیکن آپ ضرور سوچیئے۔۔۔! کوئی انہیں کیوں نہیں روکتا ٹوکتا تھا۔۔۔ حالانکہ کسی ایک قتل پر تو قبائل اپنی ساری طاقت جنگ و جدل میں جھونک دیا کرتے تھے۔۔۔ آیئے۔۔۔! میں کچھ آپ کے گوش گزار کرتا ہوں۔۔۔ پہلے وقتوں سے ایک قانون جو عرب ہی میں نہیں دنیا بھر میں رائج تھا کہ۔۔۔ باپ کا اپنی اولاد پر مکمل حق تصور کیا جاتا تھا۔۔۔ اولاد کا سلسلہ چونکہ باپ کے صلب سے ہوتا ہے تو اولاد کی جان و مال اور رُوح تک پر باپ حقدار ہے۔۔۔ لہٰذا اگر وہ اُسے جان سے مارنا بھی چاہے تو ان کے قانون میں اُسے یہ حق حاصل تھا۔۔۔ اس بات کو دو بڑی مثالوں سے واضح کرتا ہوں:

1۔ سیّدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اپنے بیٹے کو اُس کی راہ میں قربان کر دو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے یہ خواب بیان فرمایا تو سیّدنا حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام نے عرض کی: ابّا جان! اللہ تعالیٰ نے جیسا آپ کو حکم دیا ہے بجالائیں اور آپ مجھے صابر پائیں گے۔۔۔ اور پھر وہ مشہور واقعہ ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منیٰ کی قربان گاہ لے گئے، آنکھوں پر پٹی باندھ کر آپ علیہ السلام پر چھری چلائی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بچالیا، آپ علیہ السلام کی جگہ ایک مینڈھا آگیا اور وہ ذبح ہوا۔۔۔ اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کو قبول کر لیا گیا یعنی باپ کے پاس قربان کرنے کا اختیار تھا جب ہی یہ واقعہ ہوا۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے مینڈھا قربان کروا دیا۔۔۔

Marfat.com

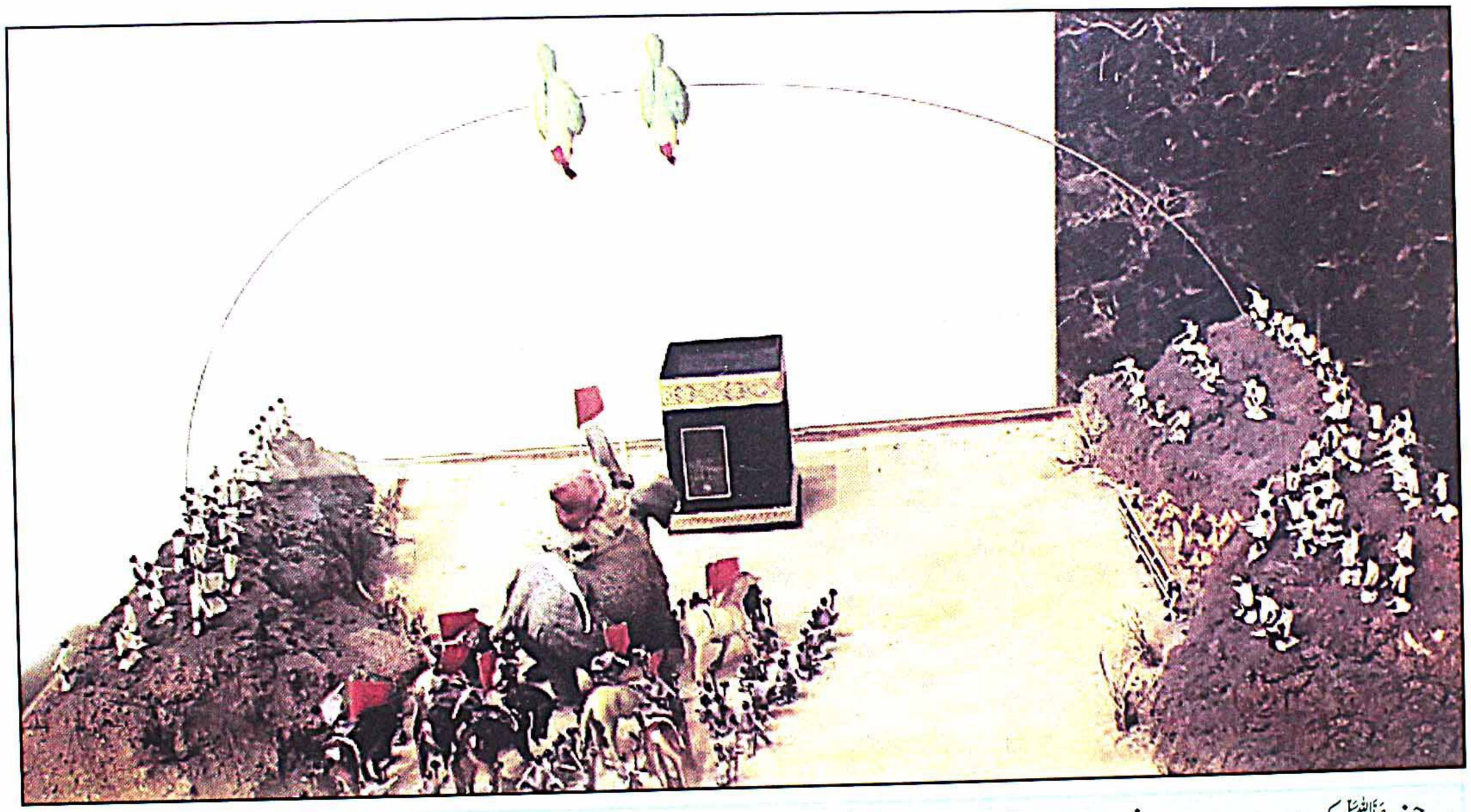

حضور ﷺ کی ولادت سے چند ماہ بیشتر 570ء میں یمن کا بادشاہ ابراہ مکہ مکرمہ پر حملہ کر کے (نعوذ باللہ) کعبہ مشرفہ کو ڈھانے کیلئے ہاتھی پر سوار ہو کر آیا تھا۔ جہاں ابابیل (چھوٹے چھوٹے پرندوں) نے منہ میں لائی کنکریوں سے مار مار کر اسکے لشکر کو تباہ کر دیا تھا۔ حملے کے وقت اہل مکہ پناہ کے لئے اطراف کی پہاڑیوں پر چڑھ گئے تھے۔

(مدینہ منورہ کے میوزیم میں موجود تحقیق کے بعد بنایا گیا ماڈل)

Marfat.com

2۔ حضرت عبد المطلب جو حضورِ اکرم ﷺ کے دادا تھے اور آبِ زم زم کا گمشدہ کنواں اللہ تعالیٰ کی بشارت سے کھود رہے تھے تو سردارانِ مکہ نے پوچھا: کعبہ میں کھدائی کیوں کر رہے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا: زم زم کا جو کنواں کھو گیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس جگہ کی بشارت دی ہے، اس لئے کھدائی کر رہا ہوں تو ایک سردار نے کہا: ہم بھی کھدائی میں شریک ہوں گے، تمہارا تو ایک ہی بیٹا ہے جبکہ ہمارے دس دس بیٹے ہیں؛ یعنی آپ کو طعنہ دیا گیا۔ آپ نے فوراً آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی: اے ربِ کعبہ! اگر تو مجھے گیارہ بیٹے دے تو میں ایک بیٹے کو تیری راہ میں قربان کروں گا۔ دعا قبول ہوئی اور حضرت عبد المطلب نے وعدے کے مطابق گیارہ بیٹوں کے نام کا قرعہ ڈالا تو نام سیّدنا حضرت عبد اللہ کا آیا۔ آپ اپنے اس بیٹے سیّدنا حضرت عبد اللہ کو بے انتہا چاہتے تھے لہٰذا پریشان ہو گئے۔

خاندان کے بڑے بزرگ، سیّدنا حضرت عبد اللہ کے ننھیال اور آپ کی زوجہ سیّدہ حضرت آمنہ کے گھر والے اس پر غور و فکر کرنے لگے کہ کیا حل نکالا جائے پھر طے یہ ہوا کہ کاہن کے پاس چل کر اس مسئلے کا حل معلوم کرتے ہیں غرض کاہن نے اُنہیں کہا: خون بہا میں آپ لوگ کتنے اونٹ دیتے ہیں؟ تو بتایا گیا: دس اونٹ، کاہن نے کہا: دس اونٹ اور عبد اللہ کے نام کا قرعہ ڈالیں اور ہر دفعہ دس دس اونٹ کا اضافہ کرتے جائیں یہاں تک کہ قرعہ اونٹوں کے نام نکل آئے۔۔۔ اور پھر ایسا ہی ہوا۔۔۔ 100 اونٹوں کے بعد قرعہ اونٹوں کے نام ہوا۔۔۔ اور اس طرح حضرت عبد اللہ کی جگہ 100 اونٹوں کو قربان کیا گیا۔۔۔

اُس دور میں دنیا بھر میں اولادوں کو قربان کیا جاتا تھا۔۔۔ یہ تو حضور نبی کریم ﷺ کی رحمت و برکت ہے کہ خون خرابہ ختم ہوا۔۔۔ سوائے قصاص اور حالتِ جنگ کے انسانی جان کو حرام قرار دیا گیا۔۔۔ نہ باپ اولاد کو اور نہ آقا غلام کو قتل کر سکتا ہے۔۔۔ اور اس طرح انسانی لہو کا احترام قائم ہوا۔۔۔

اب آتے ہیں اس مسئلے کی طرف کہ بچیوں کو زندہ در گور کیا جاتا تھا۔۔۔ ایک حدیث میں بیان کردہ واقعہ آپ کا دل دہلا دے گا۔۔۔ جب سے یہ واقعہ میری نظر سے گزرا ہے میری تو دنیا ہی بدل گئی۔۔۔

Marfat.com

ایک دفعہ آپ ﷺ مسجدِ نبوی ﷺ میں تشریف فرما تھے کہ ایک صحابی آپ ﷺ کے قریب سامنے بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے خیریت پوچھی تو صحابی رونے لگے اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! زمانۂ جاہلیت میں ایک ایسا گناہ مجھ سے ہوا ہے کہ سوچتا ہوں اب میری بخشش نہیں ہو گی۔ آپ ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: بتاؤ، کیا بات ہے؟ صحابی نے کہا:

میں تجارت کی غرض سے دوسرے ملک گیا ہوا تھا، جب میں واپس آیا تو دیکھا کہ ایک خوبصورت سی بچی میرے گھر میں کھیل رہی ہے، مجھے اچانک دیکھ کر میری بیوی بھی گھبرا گئی، میں نے پوچھا: یہ بچی کس کی ہے؟ اس نے ڈرتے ہوئے بتایا: یہ تمہاری بیٹی ہے۔۔۔ میری بیٹی۔۔۔ یہ سنتے ہی میں غیرت سے زمین میں گڑ گیا۔۔۔ سوچنے لگا کہ میرے دوست احباب میرے بارے میں کیا سوچیں گے کہ میرے گھر میں بیٹی پل رہی ہے۔۔۔ اُسی وقت ارادہ کیا کہ اسے زندہ دفن کر دوں گا لیکن بیوی کی وجہ سے جذبات پر قابو پا کر انجان بن گیا۔۔۔ چند روز میں بیوی کا یہ ڈر نکل گیا کہ میں بیٹی کو نقصان پہنچاؤں گا۔۔۔ ایک دن بیوی سے کہا: میں دوست کے ہاں جا رہا ہوں، بیٹی کو تیار کر دو۔۔۔ میری بیوی نے بہت اہتمام سے تیار کیا۔۔۔ اور بچی کا ہاتھ پکڑے پکڑے میں قبرستان پہنچا۔۔۔ وہاں گڑھا کھودنے لگا۔۔۔ یا رسول اللہ ﷺ! میری معصوم بیٹی مجھ سے مخاطب ہو کر پوچھتی جاتی تھی: بابا۔۔۔! یہ کیا کر رہے ہو۔۔۔؟ ایک دفعہ میری داڑھی پر مٹی لگی۔۔۔ تو وہ معصوم پیار سے داڑھی صاف کرنے لگی۔۔۔

یا رسول اللہ ﷺ! جب گڑھا کھود لیا تو اپنی بیٹی کو میں نے اُس میں اُتارا اور مٹی بھرنے لگا۔۔۔ میری بیٹی مجھ سے پوچھتی جا رہی تھی: بابا۔۔۔! یہ کیا کر رہے ہو۔۔۔؟ یا رسول اللہ ﷺ! میں نے مٹی بھرتے بھرتے بیٹی کو دفن کر دیا۔۔۔ صحابی نے حضور ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ خاموش بیٹھے تھے۔۔۔ اور چہرۂ مبارک آنسوؤں سے تر تھا۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوبارہ سناؤ۔۔۔ صحابی نے یہی واقعہ دوبارہ سنایا۔۔۔ اب آپ ﷺ زار و قطار رو رہے تھے۔۔۔ اس کائنات کا سب سے زیادہ عظیم المرتبت رسول ﷺ ہچکیاں لے لے کر رو رہا تھا۔۔۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسلام سے قبل کے گناہوں کو معاف کر دیا ہے۔۔۔

Marfat.com

اسی طرح ایک موقع پر آپ ﷺ نے عظیم الشان خطبہ دیا اور اعلان فرمایا: جس کے گھر دو بیٹیاں پیدا ہوں اور وہ شخص اچھی طرح سے اُن کی تعلیم و تربیت کرے اور پھر اچھی جگہ نکاح کر دے تو وہ جنت میں میرے ساتھ اس طرح ہو گا، یہ کہہ کر آپ ﷺ نے سیدھا ہاتھ بلند کرتے ہوئے اپنی دو انگلیوں کو آپس میں ملا دیا تو ایک صحابی فوراً کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میری تو ایک ہی بیٹی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، ایک بیٹی بھی، ایک اور صحابی کھڑے ہوئے اور پوچھنے لگے: میری تین بیٹیاں ہیں؟ ارشاد فرمایا: ہاں، تین بیٹیاں بھی۔

پڑھیئے اور محسوس کیجئے۔۔۔ پھر ارد گرد نظر دوڑایئے۔۔۔ کلمہ گو مسلمانوں کے آج کے معاشرے میں ۔۔۔خود کلمہ گو مسلمانوں کی مملکتِ خداداد پاکستان میں۔۔۔ فخریہ بیٹیاں قتل ہوتی ہیں۔۔۔! اقرار کیا جاتا ہے کہ غیرت کے نام پر۔۔۔! تسلیم کیا جاتا ہے کہ جائیداد کی تقسیم پر۔۔۔! الامان۔۔۔!

یا اللہ! تیرے محبوب رحمت للعالمین ﷺ پر کیا گزرتی ہو گی۔۔۔ یہ ظلم سن کر تیرا عرش کس طرح کانپ جاتا ہو گا۔۔۔ میں نہیں جانتا۔۔۔ تو ہی جانتا ہے۔۔۔ یہ واقعہ جب سے میری نظر سے گزرا تو دل چاہتا ہے کہ شادی کروں تو اللہ تعالیٰ بیٹیاں ہی بیٹیاں دے۔۔۔ پھر میں اُن کی ویسی ہی تعلیم و تربیت کروں جیسا کہ میرے نبی ﷺ نے فرمایا۔۔۔ اور یہ سب اس لئے کہ عظیم المرتبت رسولِ دو جہاں ﷺ خوش ہو جائیں۔۔۔! کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ مجھ سے خوش۔۔۔! تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ بھی مجھ سے خوش۔۔۔! پھر اور کیا چاہیے اُس خالقِ دو جہاں سے مجھے۔۔۔!

بچوں کی وفات، والدین کیلئے ڈھال

عرب کے زمانۂ جاہلیت میں بچوں اور خاص کر لڑکیوں کے ساتھ کیسا ظالمانہ سلوک کیا جاتا تھا اس کی تفصیل تو آپ لوگوں نے پڑھ ہی لی۔۔۔ اب میں ذرا سی جھلک رسولِ کریم ﷺ کی آمد کے بعد کی بھی دکھا دیتا ہوں کہ اسلام نے چھوٹے بچوں اور بچیوں کے انتقال کر جانے پر اُن کے والدین کو کیسی کیسی بشارتیں سنائی

Marfat.com

ہیں۔۔۔یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رکھیئے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اُسی کی ملکیت ہے۔۔۔جب آپ ذہنی اور قلبی طور پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کرلیں گے، تب بڑے سے بڑا صدمہ، دلخراش واقعہ جو فوری اور منفی ردِّ عمل کا تقاضہ کرتا ہے(یعنی صدمے کی حالت میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لینا، شدتِ غم سے اپنے آپ کو نقصان پہنچا لینا وغیرہ)، اُس سے آپ بچ جائیں گے۔۔۔فطری غم، دکھ، تکلیف بہر حال انسان پر اثر انداز ہوتی ہے اور انہیں ہونا بھی چاہیئے۔۔۔ورنہ ایک رحم دل اور رقیقُ القلب انسان کے اعلیٰ اوصاف کا تعلق ہی کیا باقی بچتا ہے۔۔۔والدین کیلیئے اس جہاں کا سب سے بڑا دکھ اور صدمہ اُن کی آنکھوں کے سامنے اُن کے بچوں کا مر جانا ہوتا ہے۔۔۔اس غم کے باعث آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے۔۔۔جینے کی تمنا، آرام وآسائش کی خواہش سب ختم ہو جاتی ہے۔۔۔ہاں ہاں !موت تو ایک حقیقت ہے۔۔۔اور سب نے ہی مرنا ہے۔۔۔لیکن ایسے موقع پر جبکہ آپ کا نورِ نظر۔۔۔وہ پیارا سا بچہ۔۔۔دنیا سے رشتہ توڑ کر اپنے رب کی بارگاہ میں چلا جائے۔۔۔اور آپ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو جائیں تو۔۔۔کیسا کرم ہوتا ہے۔۔۔!کیا انعام ہوتا ہے۔۔۔!ذرا اسے رسولِ رحمت ﷺ کی زبانِ مبارک سے سن لیں۔۔۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک عورت اپنے بچے کو لے کر آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کی:

يَا نَبِيَّ اللهِ! ادْعُ اللهَ لَهُ. فَلَقَدْ دَفَنْتُ ثَلَاثَةً. قَالَ: دَفَنْتِ ثَلَاثَةً؟ قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ: لَقَدِ احْتَظَرْتِ بِحِظَارٍ شَدِيدٍ مِنَ النَّارِ.

”اے اللہ کے نبی (ﷺ)!اس بچے کیلیئے دعا کیجئے کیونکہ میں اپنے تین بچوں کو دفنا چکی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو تین بچوں کو دفنا چکی ہے؟اس نے عرض کی: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک تو نے اپنے لئے آگ سے حفاظت کی مضبوط دیوار تیار کرلی“۔(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، رقم:2636)

Marfat.com

سیّدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُسْلِمٍ يُتَوَفَّى لَهُ ثَلَاثٌ لَمْ يَبْلُغُوا الحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ الجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ.

”جن مسلمان والدین کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے مر جائیں، اللہ تعالیٰ ان بچوں پر رحم کرتے ہوئے ان کے والدین کو جنت میں داخل فرمائے گا“۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم:1248)

سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَدَّمَ ثَلَاثَةً مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ. كَانُوا لَهُ حِصْنًا حَصِينًا مِنَ النَّارِ فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ: قَدَّمْتُ اثْنَيْنِ. قَالَ: وَاثْنَيْنِ. فَقَالَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ سَيِّدُ الْقُرَّاءِ: قَدَّمْتُ وَاحِدًا. قَالَ: وَوَاحِدًا.

”جس شخص کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے انتقال کر گئے وہ اُس کیلئے جہنم کی راہ میں مضبوط ترین رکاوٹ ہوں گے، حضرت ابو ذر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی: میرے دو بچے آگے پہنچ چکے ہیں، فرمایا: اور دو بچے بھی، حضرت ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی: میں اپنا ایک بچہ آگے بھیج چکا ہوں، فرمایا: اور ایک بچہ بھی“۔ (جامع ترمذی، ابواب الجنائز، رقم:1061)

سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يُتَوَفَّى لَهُمَا ثَلَاثَةٌ إِلَّا أَدْخَلَهُمَا اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمَا. فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! أَوْ اثْنَانِ؟ قَالَ: أَوْ اثْنَانِ. قَالُوا: أَوْ وَاحِدٌ؟ قَالَ: أَوْ وَاحِدٌ. ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ السِّقْطَ لَيَجُرُّ أُمَّهُ بِسَرَرِهِ إِلَى الْجَنَّةِ إِذَا احْتَسَبَتْهُ.

”جس مسلمان جوڑے کے تین بچے انتقال کر جائیں، اللہ تعالیٰ اُن دونوں میاں بیوی کو ان بچوں پر فضل ورحمت کرتے ہوئے جنت میں داخل فرمائے گا، (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے) عرض کی: اور دو بچے؟

Marfat.com

فرمایا: اور دو بچے بھی، (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے) پھر عرض کی: اور ایک بچہ؟ فرمایا: اور ایک بچہ بھی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اُس ذاتِ پاک کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جس عورت کا کچا بچہ فوت ہو جائے (یعنی حمل ضائع ہو جائے) اور وہ اس پر صبر کرے تو وہ بچہ اپنی ماں کو اپنی ناف کے ذریعے کھینچتا ہوا جنت میں لے کر جائے گا "۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند انصار، رقم:22090)

بس اب ایک اور حدیثِ مبارک پڑھیئے۔۔۔ اور اسے اپنے دل پر جم جانے دیں۔۔۔ سیّدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جب کسی شخص کا بچہ انتقال کر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی رُوح قبض کر لی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: ہاں! تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا تم نے اس کے دل کا ٹکڑا چھین لیا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: ہاں! تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تو پھر میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اُس نے تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا! تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے اس بندے کیلئے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام "بیت الحمد" رکھو"۔

یہ تفصیل میں نے اس لئے پیش کی ہے تاکہ آپ لوگوں کو اندازہ ہو جائے کہ رسالت مآب ﷺ کی رحمت بھری تربیت نے نہ صرف بچیوں کو زندہ دفن کرنے کی ظالمانہ روش کا خاتمہ کیا ہے بلکہ معاشرے میں ان کے حقوق و فرائض کو بھی نافذ کیا ہے۔۔۔ اسلام نے تو نوزائیدہ بچوں کے بھی حقوق و مراتب مقرر کئے ہیں۔۔۔ یہ ہے ہمارے دینِ مبین کی خصوصیت۔۔۔ جس پر ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔۔۔ آیئے۔۔۔ اب میں دوبارہ آپ لوگوں کو سیرتِ نبوی ﷺ کے تسلسل کی جانب لے چلتا ہوں۔۔۔

Marfat.com

ہجرتِ حبشہ اوّل ودوم

(اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم)

کفارِ مکہ نے جب اہلِ ایمان کو ایذائیں دینے کی حد ہی کر دی تو اللہ تعالیٰ کے محبوب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ملکِ حبشہ ہجرت کرنے کی اجازت دی۔۔۔پہلی مرتبہ ہجرت کے کارواں میں 12 مرد اور 5 خواتین شامل تھیں۔۔۔ان میں سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیّدہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، سیّدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، سیّدنا عبد الرّحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، سیّدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور دیگر جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے۔۔۔ تھوڑے ہی عرصے بعد ہجرت کیلئے ایک اور کارواں تیار ہو گیا۔۔۔اس مرتبہ 83 مرد اور 11 خواتین شریک ہوئیں۔۔۔کچھ علمائے کرام نے تعداد میں اضافہ بھی کیا ہے۔۔۔بہر حال اس ہجرت میں شریک ہونے والوں میں سے کچھ کے اسمائے گرامی یہ ہیں: سیّدنا جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ، سیّدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، سیّدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ اور سیّدہ اُم المؤمنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا وغیرہ۔

Marfat.com

شعبِ ابی طالب

خانہ کعبہ بُتوں کا مسکن بنا ہوا تھا اور ہر بُت کے پیچھے ایک قبیلہ اور طاقتور سردار اس کا کاسۂ لیس تھا، مکہ کے کاہنوں نے ہر بُت سے متعلق چند کلمات عوام کو زبان زد کروا رکھے تھے جن میں شرک کے ساتھ ساتھ اپنی ذات کو ان کیلئے وقف کر دینے، منت اور چڑھاوے میں سونا نذر کرنے الغرض سرداروں اور کاہنوں کے مزے ہی مزے تھے۔ سردارانِ مکہ کی قیادت، سیادت اور احترام چار سُو پھیلا ہوا تھا اور خوف تھا تو یہی کہ رسالت مآب ﷺ جس دین کی تبلیغ کر رہے تھے، وہ ایک کے بعد ایک ان کے سارے باطل نظام پہ ضرب پر ضرب لگائے جا رہا تھا۔ بُتوں کی عقیدت میں کاہنوں کے بے ربط مشرکانہ کلمات کے جواب میں حضور ﷺ پر پاکیزہ کلام، چھوٹی چھوٹی عام فہم، عام زبان میں مکمل، شرک کی نفی کرنے والی آیاتِ قرآنیہ بذریعہ وحی نازل ہو رہی تھیں جو عوام الناس کو اپنی طرف کھینچتی جا رہی تھیں تو دوسری طرف یہی پاکیزہ آیات اکابرینِ مکہ کے گھروں میں داخل ہوتی جا رہی تھیں، جو سنتا اگر تسلیم نہ بھی کرتا تو بے ساختہ کلام کی صداقت کا اظہار ضرور کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سردارانِ مکہ اور کاہنوں نے حکم جاری کیا کہ کوئی بھی شخص محمد (ﷺ) سے نہ ملے اور نہ ہی اُن کا کلام سنے ورنہ وہ گمراہ ہو جائے گا۔ جب یہ تمام منفی ترکیبیں بھی ناکام ہونے لگیں تو مکہ والوں نے مکمل لاتعلقی کا فیصلہ کیا اور آپس میں ایک معاہدہ کیا کہ کوئی بھی محمد (ﷺ) اور اُن کے اسلام لانے والے خاندان سے رابطہ، لین دین، شادی بیاہ نہیں کرے گا اور اُنہیں مکہ سے باہر دو پہاڑیوں سے گھرے شعبِ ابی طالب میں محصور کر دیا جائے الغرض مکمل سماجی و معاشی ہر طرح کا تعلق ختم کر دیا گیا۔

Marfat.com

اس قطع تعلق کو دستاویزی شکل دے کر سردارانِ مکہ نے دستخط کئے اور اسے خانۂ کعبہ میں لٹکا کر اس کی مذہبی وابستگی پر مہر ثبت کر دی تاکہ کوئی اس دستاویز پر آواز اُٹھانے کی جرأت نہ کر سکے۔۔۔ دیکھا آپ نے۔۔۔! کس قدر زیرک اور شیطانی کردار کے حامل تھے یہ سردارانِ قریش۔۔۔

رسالت مآب ﷺ اہلِ خاندان کے ہمراہ شعبِ ابی طالب میں پہنچا دیئے گئے۔۔۔ اب وہاں کے کیا کیا حالات لکھوں۔۔۔ جب جب۔۔۔ جہاں جہاں اس واقعے کو پڑھا۔۔۔ دل ہی دُکھتا رہا۔۔۔ یہ سانحہ ایک دن۔۔۔ ایک ہفتے۔۔۔ ایک مہینے کا نہیں۔۔۔ بلکہ ساڑھے تین برس پر محیط ہے۔۔۔ آپ میں سے جو لوگ مکہ مکرمہ جا چکے ہیں اُنہیں وہاں کی چلچلاتی دھوپ اور گرم آب و ہوا سے واسطہ پڑا ہو گا۔۔۔ بے آب و گیاہ گھاٹی میں بغیر سائبان کے دن و رات بسر کرنا۔۔۔ "صعوبتوں" کا لفظ تو کوئی معنی ہی نہیں رکھتا۔۔۔ وہاں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کا حامی و ناصر اللہ تعالیٰ تھا اور بس۔۔۔

آپ ﷺ کا جرم کیا تھا۔۔۔؟ بس یہی نا کہ آپ ﷺ کلمۂ توحید پڑھتے اور پڑھاتے۔۔۔ ظلم سے باز رکھنے کی تلقین کرتے۔۔۔ غلاموں پر رحم۔۔۔ عورتوں پر رحم۔۔۔ زندہ گاڑھ دی جانے والی بچیوں کی طرفداری۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔۔۔ بھلا بتایئے۔۔۔! ان باتوں سے فائدہ ہی تھا، کوئی نقصان تو نہ تھا۔۔۔ ہاں! اگر نقصان تھا تو اہلِ کفر کی قیادت، سیاست اور بھرم کے مکمل خاتمے کا۔۔۔ ظالموں کا۔۔۔ معبودانِ باطلہ کے پجاریوں کا۔۔۔ البتہ انسانیت کو اس پیغام سے فائدہ ہی فائدہ تھا۔۔۔

ظالم اپنے ہتھکنڈے مختلف انداز و طریقے سے آزماتا رہا۔۔۔ راہِ حق کے ان قدوسی مسافروں پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑ دیئے گئے۔۔۔ کافروں کی جانب سے حق کے ان بندوں پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے گئے۔۔۔ شعبِ ابی طالب میں پیاس اور بھوک کی شدت سے بچے بڑے مُشک کے چمڑے چوسا کرتے تھے۔۔۔ چھپ چھپا کر رات کی تاریکی میں سیّدنا حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھائی کچھ دے جاتے تو اسیر گزارا کرتے تھے۔۔۔ آپ پڑھتے تو جا رہے ہیں۔۔۔ اسے اپنے آپ پر محسوس بھی کیجئے کہ۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے یہ عظیم رسول ﷺ،

Marfat.com

آپ ﷺ کے خاندان اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا کیا مصیبتیں جھیلیں۔۔۔ جان پر کھیل گئے۔۔۔ اور صرف اس لئے کہ ہمارے آباؤاجداد اور آنے والی اولادوں کو دوزخ اور جہنم کی آگ سے بچائیں۔۔۔ ہمیشہ باقی رہنے والی جنت میں لے جائیں۔۔۔ اور اس کیلئے معاوضہ بھی طلب نہیں کیا۔۔۔ سلام وآفریں ہے ان مقدس ہستیوں پر۔۔۔

ظلم بڑھتے بڑھتے اس قدر طویل ہوا تو مکہ کے کچھ لوگوں کے دلوں میں رحم کے جذبات اُبھرنے لگے اور جگہ جگہ شعبِ ابی طالب میں قید رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اہلِ خاندان کا تذکرہ ہونے لگا۔۔۔ ظالمانہ، جابرانہ معاہدے پر آوازیں اُٹھنے لگیں کہ۔۔۔ ہم مکہ میں کھاتے، پیتے، گھومتے ہیں۔۔۔ اور ہمارے کچھ لوگ شعبِ ابی طالب میں بھوکے پیاسے رہ رہے ہیں۔۔۔

ان تمام تر آلام ومصائب کے باوجود یہ قدسی صفات اور پاکیزہ جانیں کسی بھی صورت اللہ تعالیٰ کے راستے سے الگ ہونا تو کجا ایک نقطہ برابر بھی سمجھوتہ کرنے کیلئے تیار نہیں تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی۔ اب ذرا غور سے پڑھیئے گا کہ وہ کیا اطلاع تھی وحی کی۔۔۔؟ جو رسولِ اکرم ﷺ کو دی جارہی تھی۔۔۔ وہ یہ تھی: اہلِ مکہ اور سردارانِ قریش کو بتادیجئے کہ۔۔۔ جس معاہدے کی رُو سے تم نے یہ سزا مقرر کی تھی۔۔۔ اُسے دیمک نے چاٹ کر ختم کردیا ہے۔۔۔ اور صرف وہ حصہ چھوڑا ہے جہاں اللہ کا نام لکھا ہے۔۔۔ یعنی دستاویز ختم تو معاہدہ ختم۔۔۔ اور معاہدہ ختم تو سزا ختم۔۔۔ دیکھا آپ نے۔۔۔! سردارانِ قریش نے سزا کے ظالمانہ معاہدے کو کعبہ میں رکھ کر مذہبی رنگ چڑھادیا تھا تاکہ کوئی اعتراض اور مخالفت کرنے کی جرأت نہ کرسکے اور اب اللہ تعالیٰ نے اسی دستاویز کو دیمک جیسے کیڑے کے ذریعے کعبہ ہی میں ختم کرڈالا کہ قید وبند اور لاتعلقی کا کوئی جواز ہی باقی نہ رہا۔۔۔ کعبہ کے اندر دستاویز کا اس طرح ختم ہونا خود رسالت مآب ﷺ پر گواہی ثبت کرگیا کہ۔۔۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔۔۔ برحق ہیں۔۔۔ آپ ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے۔۔۔

Marfat.com

معجزۂ شقُ القمر

کفار و مشرکین نے رسالت مآب ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ (ﷺ) ایسا کوئی معجزہ دکھائیں جس کے ذریعے آسمان میں آپ (ﷺ) کا تصرف و کمال ظاہر ہو تا کہ پتہ چل جائے کہ آپ (ﷺ) واقعی اللہ کے نبی ہیں کیونکہ اگر آپ (ﷺ) سچے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایسا کر گزریں گے لیکن اگر آپ (ﷺ) ساحر و جادو گر ہیں تو آپ (ﷺ) کا زور آسمان پر نہیں ہو گا۔۔۔ لہٰذا آپ ﷺ نے چودھویں رات کے چاند کی جانب اپنی انگلی مبارک ﷺ سے اشارہ فرمایا۔۔۔ تو چاند دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔۔۔ اور وہ دونوں حصے واضح طور پر نظر آنے لگے۔۔۔ ایک غار حراء سے داہنی جانب۔۔۔ دوسرا اس کے بائیں جانب۔۔۔ اور غار حراء ان دونوں کے درمیان تھی۔۔۔ لیکن کفار آپ ﷺ کا یہ معجزہ دیکھنے کے باوجود ماننے کے بجائے ہٹ دھرمی پر اُتر آئے۔۔۔ اور کہنے لگے: یہ تو کوئی بڑا جادو گر ہے۔۔۔ دیکھا آپ نے۔۔۔ !ان کا بغض کس قدر شدید تھا۔۔۔ خود ہی معجزہ مانگا۔۔۔ دلیلیں دیں کہ۔۔۔ آسمان پر جادو نہیں چلتا۔۔۔ پھر جب آپ ﷺ نے معجزہ دکھا دیا تو۔۔۔ وہی پرانی ہٹ دھرمی۔۔۔ میں نہ مانوں۔۔۔ یہاں میں آپ کو بتاتا چلوں کہ۔۔۔ شقُ القمر کے معجزے کا ذکر قرآنِ مجید میں بھی موجود ہے۔۔۔ میں آپ کو یہ بھی بتادوں کہ۔۔۔ معجزۂ شقُ القمر ہمارے نبی ﷺ کے علاوہ کسی نبی علیہ السلام سے واقع نہیں ہوا۔۔۔ یعنی یہ معجزہ صرف رسالت مآب ﷺ سے ہی صادر ہوا۔۔۔

Marfat.com

عامُ الحُزن (غم کا سال)

شعبِ ابی طالب کے سماجی بائیکاٹ کے اختتام کے کچھ ہی عرصے بعد نبی کریم ﷺ کی پیاری زوجہ محترمہ سیّدہ حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا انتقال فرما گئیں۔۔۔ابھی آپ ﷺ اسی صدمے سے دوچار تھے کہ آپ ﷺ کے چچا سیّدنا حضرت ابوطالب کا بھی وصال ہو گیا۔۔۔یہ سانحہ مشہور روایت کے مطابق رمضان کے مہینے میں ہوا۔۔۔ پہلے جاں نثار شریکِ حیات کا دنیا سے رخصت ہونا۔۔۔پھر غمگسار چچا کا چلے جانا۔۔۔یہ ایسے دل دہلا دینے والے واقعات ہیں جن کا میں اور آپ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔۔۔اب میں کیا بتاؤں۔۔۔مجھے تو الفاظ بھی نہیں مل رہے۔۔۔ غم کی یہ کیفیت کیسے بیان کی جائے۔۔۔کیونکر کہی جائے۔۔۔ایک ساتھ ایسے غم۔۔۔اللہ اللہ۔۔۔! واقعی یہ صرف اور صرف آپ ﷺ کا ہی صبر عظیم تھا۔۔۔اندازہ لگایئے۔۔۔ذرا غور کیجئے۔۔رسالت مآب ﷺ نے۔۔۔اسلام کی خاطر۔۔۔اللہ تعالیٰ کے پیغام کی خاطر۔۔۔ہم جیسے گناہگاروں کی خاطر۔۔۔کیسی کیسی تکالیف برداشت فرمائیں۔۔۔!

Marfat.com

سفرِ طائف

رسالت مآب ﷺ نے مصائب و آلام۔۔۔ سماجی بائیکاٹ۔۔۔ پیاروں کی جدائی۔۔۔ اور نہ جانے کیسے کیسے دکھ درد سہنے کے باوجود۔۔۔ اپنے کام کو۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو۔۔۔ انسانیت کی ہدایت کے سلسلے کو جاری رکھا۔۔۔ آیئے۔۔۔! میں آپ کو ایک جھلک دکھاتا ہوں۔۔۔ مکہ کے قریب ایک مقام ہے "طائف"۔۔۔ آپ ﷺ وہاں اسلام کا پیغام پہنچانے اور قبیلہ ثقیف کو دعوتِ دین دینے کیلئے تشریف لے گئے۔۔۔ 26 روز تک آپ ﷺ کا قیام رہا۔۔۔ لیکن ہر روز ایک سے بڑھ کر ایک ایذاء پہنچائی جاتی۔۔۔ ایسے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے جس کے بیان سے بھی تکلیف ہوتی ہے۔۔۔ سر سے قدمِ مبارک ﷺ تک پتھروں سے لہو لہان کر دیا گیا۔۔۔ ظالموں نے تو انتہا ہی کر دی۔۔۔ طائف کے اوباش جوانوں کو آپ ﷺ پر پتھر برسانے اور ہر قسم کی اذیت پہنچانے کیلئے آزاد چھوڑ دیا گیا۔۔۔ مگر اس کے باوجود رحمۃ للعالمین ﷺ کا طرزِ عمل دیکھیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتہ بھیجا۔۔۔ جاؤ! میرے محبوب جیسا حکم کہیں وہ بجالاؤ۔۔۔ پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہوتا ہے۔۔۔ عرض کرتا ہے: جو حکم فرمائیں تعمیل ہو گی۔۔۔ حکم دیں تو ان مشرکینِ طائف پر یہ دونوں پہاڑ اُلٹ دوں تاکہ سب دب کر مر جائیں۔۔۔ قربان جائیں۔۔۔! رحمۃ للعالمین ﷺ کے رحم و کرم پر۔۔۔ آپ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا۔۔۔ اب ذرا غور سے سنیئے۔۔۔ "نہیں مجھے اُمید ہے کہ اللہ ان کی اولاد سے ایسے افراد پیدا فرمائے گا جو اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے"۔

غور کیا آپ نے۔۔۔! آج ہم پر کوئی انگلی اُٹھائے تو ہم اُس کا پورا ہاتھ توڑ دیتے ہیں۔۔۔ کوئی ہمارے خلاف آواز اُٹھائے تو ہم گلا دبا دیتے ہیں۔۔۔

Marfat.com

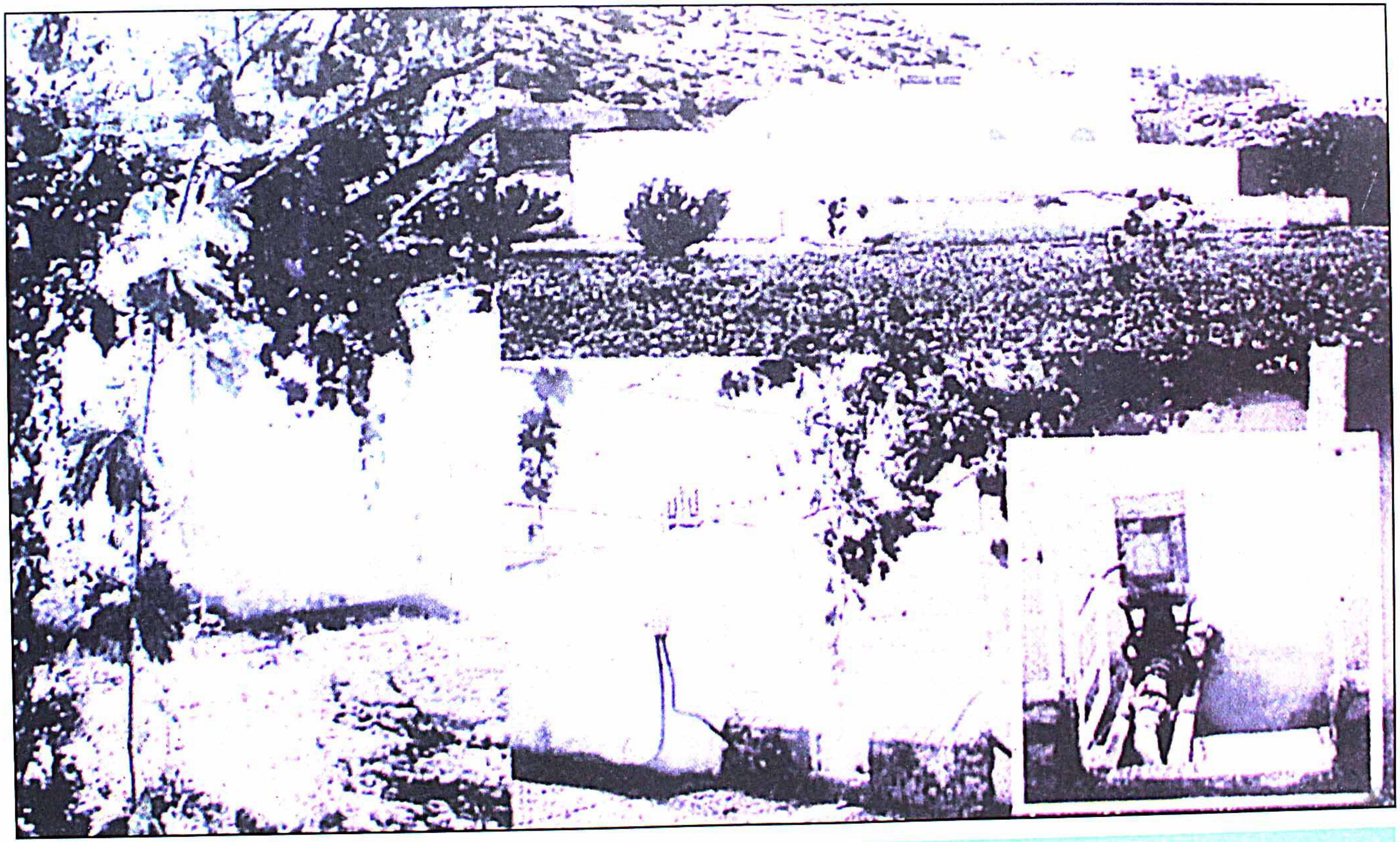

طائف کا وہ باغ جہاں آپ ﷺ نے کفار کے ہاتھوں زخمی ہو کر آرام فرمایا،
سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو کندھے پر بٹھا کر آگے کا سفر کیا۔

Marfat.com

معراجِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

تبلیغِ اسلام کی راہ میں اب تک جو تکالیف نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُٹھائیں۔۔۔ آپ اور ہم صرف پڑھ سکتے ہیں، لکھ سکتے ہیں یا محسوس کر سکتے ہیں۔۔۔ وہ بھی اپنی اوقات اور اپنی حیثیت کے مطابق۔۔۔ یہ تو تکالیف اور مصائب جھیلنے والے اللہ تعالیٰ کے عظیم المرتبت رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی جانتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کیا کیا غم اُٹھائے۔۔۔ !لہٰذا جس کی راہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ مظالم اُٹھائے۔۔۔ اُس وحدہٗ لا شریک نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبوبیت کو اس معراج تک پہنچایا جسے ہم اور آپ محاورتاً بامِ عروج کہتے ہیں۔۔۔

سفرِ معراج رفعتوں کی وہ انتہا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ذریعے وہ مقام اور اعزاز عطا فرمادیا جس کا بنی نوع انسان جتنا بھی شکر ادا کرے وہ کم ہی رہے گا کیونکہ عالمِ بالا کی تمام مکمل خبریں اور راز و نیاز کی وہ تمام کیفیتیں جن سے بنی نوع انسان واقف نہیں تھا وہ سب مکمل منظر کے ساتھ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے لفظ بہ لفظ بیان فرمادیں۔۔۔ اب جو مانتا ہے اُس کا کیا کہنا۔۔۔ اور جو نہیں مانتا اُسے چاہیے کہ وہ علم و عرفان کے وہ خزانے جو اس "سفرِ معراج" میں پنہاں ہیں اُس پر ضرور غور کرے۔۔۔ چلیئے۔۔۔ !عامُ الحُزن کے بعد معراج کے حسین "سفرِ راحت" کا اہتمام کس طرح کیا گیا اب وہ پڑھیئے۔۔۔ !ارشادِ باری ہے:

﴿ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴾ [بنی اسرائیل 17: (1)]

Marfat.com

ترمیم کی تیاری ہو رہی ہے

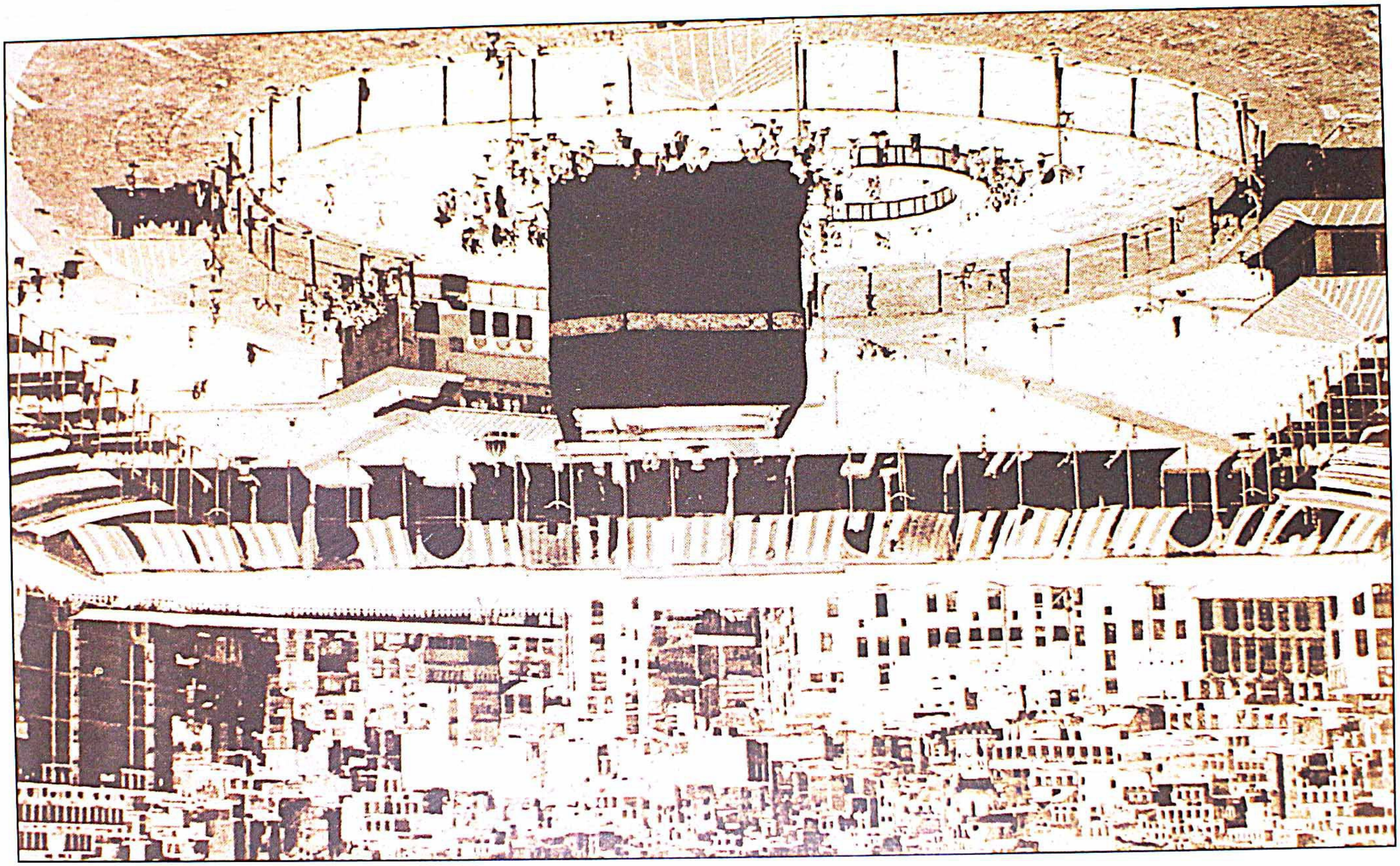

Marfat.com

"پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک، وہ (مسجد اقصیٰ) کہ برکت دی ہم نے جس کے ماحول کو تاکہ دکھائیں اُسے ہم کچھ اپنی نشانیاں، بے شک اللہ ہی ہے سب کچھ جاننے والا اور دیکھنے والا"۔

اس کے علاوہ احادیث میں بھی سفر معراج کے بارے میں بہت سی روایات موجود ہیں۔۔۔ یہاں میں اس موضوع پر چند حوالے تحریر کر کے آگے بڑھوں گا۔۔۔ کیونکہ اس پر سائنسی و عقلی لحاظ سے میں "معجزات" کے عنوان کے تحت تفصیل سے گفتگو کروں گا۔۔۔ جس میں جدید علوم کی روشنی میں اس معجزے کے کچھ نکات آپ کے سامنے پیش کروں گا تاکہ آپ لوگ جان لیں کہ۔۔۔ محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کیسا مقام عطا فرمایا تھا۔۔۔ اور کیسے عظیم الشان اور عقل کو ششدر کر دینے والے معجزات عطا کئے تھے۔۔۔۔ کہ سائنس آج بھی اس پر حیران ہے۔۔۔ حضور نبی کریم ﷺ نے 14 سو برس قبل اپنے اس معجزاتی سفر کے ذریعے ایک بہت بڑی دعوتِ فکر عطا فرمائی تھی۔۔۔

سیّدنا جبرائیل علیہ السلام کی آمد

(سفر معراج کا آغاز)

رسول اللہ ﷺ ایک رات سیّدنا حضرت ابو طالب کی بڑی بیٹی سیّدہ حضرت امِ ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر آرام فرما رہے تھے۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہا کا گھر خانۂ کعبہ کے قریب ہی تھا۔۔۔ رات کے ایک حصے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے قُربِ خاص میں بلایا ہے تاکہ آپ ﷺ کو اپنی نشانیوں کا مشاہدہ کروائے۔۔۔ تو حضورِ اکرم ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ دروازے پر آئے۔۔۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: میں نے وہاں ایک سفید خچر دیکھا کہ گدھے کے مشابہ اُس کا قد ہے اور دو پَر بھی ہیں، کھڑا ہے، اپنے پَر اُس نے پاؤں پر جھکا رکھے ہیں (اور وہ اپنا ہر قدم وہاں رکھتا ہے جہاں اُس کی نگاہ پہنچتی ہے)۔ اُس پر مجھ سے قبل کوئی بھی سوار نہیں ہوا تھا، پھر جبرائیل (علیہ السلام) نے مجھے اُس پر سوار کروایا، جبرائیل (علیہ السلام) کے کہنے سے براق کو اس قدر حیاء دامن گیر ہوئی کہ اُس کے تمام جسم سے پسینہ بہنے لگا۔ (تاریخِ طبری)

Marfat.com

انبیائے کرام علیہم السلام کی امامت

پھر نبی کریم ﷺ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بیت المقدس میں تشریف لائے تو وہاں سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر کل انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے ملاقات ہوئی، یہ ایک عظیم روحانی مجمع تھا جس میں اوّلین و آخرین کی جلیل القدر ہستیاں موجود تھیں، دنیا کی تاریخ میں ایسا اجتماع نہ اس سے پہلے کبھی ہوا اور نہ ہی اس کے بعد کبھی ہو گا۔ اس روحانی محفل میں تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے آپ ﷺ کی تعریف و توصیف پر مبنی خطبات ارشاد کئے۔ پھر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اپنی رسالت و محبوبیت کی شان بیان کی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو نماز پڑھائی جس میں آپ ﷺ امام اور سارے کے سارے انبیاء علیہم السلام مقتدی تھے۔

سیّدہ حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا کی روایت

سیّدہ حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: جس شب حضورِ اکرم ﷺ کو معراج ہوئی تو آپ ﷺ میرے ہی گھر پر تھے، عشاء کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ بھی سو رہے تھے اور ہم بھی۔ پھر صبح رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جگایا اور آپ ﷺ کے ساتھ ہم نے نمازِ فجر ادا کی تو حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اے اُمِ ہانی! میں نے تمہارے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تھی، پھر میں نے دیکھا کہ میں اس وادی سے بیت المقدس میں پہنچا اور وہاں میں نے نماز پڑھی، اب آکر صبح کی نماز تمہارے ساتھ ادا کی جیسا کہ تم نے دیکھا ہے۔

سیّدہ حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے اور میں نے آپ ﷺ کی چادر کا کنارہ پکڑ کر کھینچا جس سے آپ ﷺ کا شکمِ مبارک کھل گیا اور شکمِ مبارک ایسا سپید تھا جیسے کتان کی چادر تہہ کی ہوئی ہوتی ہے، میں نے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ! اسے لوگوں سے بیان نہ فرمایئے گا ورنہ لوگ آپ ﷺ کو جھٹلائیں گے اور اذیت دیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں ضرور اُن سے یہ واقعہ بیان کروں گا۔ سیّدہ اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی لونڈی سے کہا: جاؤ، تم بھی ساتھ جاؤ اور سنو کہ آپ ﷺ لوگوں سے کیا فرماتے ہیں اور لوگ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟ (رحمۃ للعالمین)

Marfat.com

قافلے والوں کے احوال

سیّدہ حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے گئے اور لوگوں کو شب کے واقعہ کی خبر دی تو سب نے تعجب کیا اور کہا: اے محمد (ﷺ)! ہمیں یقین کیونکر آئے ، ہم نے ایسی بات کبھی نہیں سُنی، اس کی کوئی نشانی بیان کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی نشانی یہ ہے کہ جب میں براق پر سوار ملکِ شام کی جانب جارہا تھا تو راستے میں مجھ کو فلاں میدان میں فلاں قبیلے کا قافلہ ملا جو فلاں وادی میں تھا تو اس قافلے کے اونٹوں کو اس جانور (میری سواری) کے احساس نے بدکا دیا اور اُن کا ایک اونٹ بھاگ کر گم ہو گیا تھا اور وہ اُس کو تلاش کر رہے تھے تو میں نے اُس اونٹ کی جانب اُن کی رہنمائی کی۔ پھر جب میں ملکِ شام سے واپس آرہا تھا اور مقامِ ضجنان پہنچا تو فلاں قبیلے کے پاس سے گزرا، یہ لوگ سو رہے تھے اور انہوں نے ایک طرف پانی کا برتن ڈھک کر رکھا تھا، میں نے اُسے کھول کر پانی پیا اور پھر اُسی طرح ڈھک دیا۔ اب وہ قافلہ مقامِ بیضاء کے کوہِ تنعیم سے اُتر چکا ہے اور اُن کے آگے آگے ایک اونٹ ہے جس پر دو زین پوش پڑے ہوئے ہیں، ایک سیاہ اور ایک مٹیالے رنگ کا۔ (سیرتِ نبویہ ابن ہشام)

رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ نشانیوں کی تصدیق

سیّدہ حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قریش یہ بیان سن کر تصدیق کرنے کو دوڑے اور اُس اونٹ کو دیکھا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا اور قافلے والوں سے ظرف کے بارے میں دریافت کیا تو اُنہوں نے کہا: ہاں ایک برتن میں ہم نے پانی ڈھک کر رکھا تھا مگر جب اُٹھ کر دیکھا تو وہ اُسی طرح ڈھکا ہوا رکھا تھا مگر اُس میں پانی نہیں تھا۔ جب دوسرا قافلہ مکہ آیا اور قریش نے اونٹ کے بارے میں دریافت کیا تو اُنہوں نے کہا: ہاں ہمارا اونٹ فلاں میدان میں بھاگ گیا تھا پھر ہم نے ایک شخص کی آواز سنی جو ہم سے کہہ رہا تھا کہ تمہارا اونٹ یہاں ہے۔ (سیرتِ نبویہ ابنِ ہشام)

Marfat.com

مشرکین کا انکار اور سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا اقرار

رسول اللہ ﷺ نے جب قریش سے یہ واقعہ بیان کیا تو وہ کہنے لگے: واہ واہ! یہ بات تو ظاہر ہے کہ قافلہ ایک مہینے میں مکہ سے ملکِ شام پہنچتا ہے اور ایک مہینے میں وہاں سے واپس آتا ہے لیکن محمد (ﷺ) ایک رات میں گئے بھی اور واپس بھی چلے آئے۔۔۔؟

بہت سے لوگ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور کہا: اے ابو بکر! تم نے سنا، تمہارے دوست کہہ رہے ہیں کہ میں رات بیتُ المقدس گیا اور وہاں نماز پڑھ کر مکہ آ گیا۔۔۔ یہ سن کر سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: تم لوگ جھوٹ بولتے ہو لیکن اگر واقعی وہ بیان کر رہے ہیں تو بے شک آپ ﷺ سچے ہیں۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا نبی اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ نے لوگوں سے بیان فرمایا ہے کہ رات کو آپ ﷺ بیتُ المقدس تشریف لے گئے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! پھر لوگوں نے مسجدِ اقصیٰ کے بارے میں سوالات کرنے شروع کر دیئے، اُس وقت حجاب مجھ پر سے اُٹھ گیا، بیتُ المقدس میرے سامنے آ گیا اور اُسے دیکھ کر بیان کرنا شروع کیا۔ جس بات کو رسول اللہ ﷺ بتاتے جاتے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے جاتے: واللہ! آپ ﷺ سچ فرماتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ خدا کے رسول ہیں۔ اس طرح آپ ﷺ نے پورا بیان مکمل کیا اور ہر بات پر سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تصدیق کرتے جاتے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر! تم "صدیق" ہو۔۔۔ چنانچہ اُس روز سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب "صدیق" ہو گیا۔۔۔ سبحان اللہ۔۔۔! دوست ہو تو ایسا۔۔۔! اور دوستی ہو تو ایسی۔۔۔!

بیتُ المقدس سے آسمانوں کی طرف سفر

آیئے۔۔۔! سفرِ معراج کا دوسرا مرحلہ یعنی آسمانوں کی طرف سفر احادیث کی روشنی میں طے کرتے ہیں، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

جب میں بیتُ المقدس سے فارغ ہوا اُس وقت مجھے معراج ہوئی، پس جبرائیل جو میرے ساتھی تھے، وہ مجھے آسمانِ دنیا کے ایک دروازے پر لے گئے جس کا نام "باب الحفظۃ" ہے اور اس کا دربان "اسماعیل" فرشتہ ہے، اس کے ماتحت بارہ ہزار فرشتے ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جس وقت یہ حدیث بیان فرماتے تو یہ آیت پڑھا کرتے تھے:

﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ﴾ [المدثر 74: (31)]

"تیرے پروردگار کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا"۔

پھر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جب میں اُس دروازے میں داخل ہوا تو اُس نے پوچھا: اے جبرائیل (علیہ السلام)! یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ اُنہوں نے کہا: محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) ہیں۔ اسماعیل نے کہا: کیا یہ مبعوث ہو گئے؟ تو جبرائیل نے کہا: ہاں، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اُس نے میرے لئے دُعائے خیر کی۔

غور سے پڑھتے جایئے۔۔۔! آسمانِ دنیا کے مکینوں کی کیفیات، خود مسافرِ کائنات کی زبانِ اقدس سے۔۔۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

جب میں آسمانِ دنیا پر گیا تو جو بھی فرشتہ مجھ سے ملاقات کو آیا، وہ خندہ پیشانی کے ساتھ مسکراتا اور کلماتِ دُعا کہتا ہوا آیا یہاں تک کہ ایک فرشتہ ایسا آیا جس نے فرشتوں کی طرح ملاقات کی اور دُعا بھی دی لیکن وہ نہ تو مسکرا رہا تھا اور نہ ہی اُس کی پیشانی پر بشاشت کے آثار پائے جاتے تھے۔ پس میں نے جبرائیل (علیہ السلام) سے دریافت کیا: یہ فرشتہ کون ہے کہ نہ مسکراتا ہے اور نہ ہی اس کے چہرے سے خوشی کے آثار محسوس ہوتے ہیں؟ جبرائیل (علیہ السلام) نے کہا: اگر یہ فرشتہ آپ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) سے پہلے کسی کے ساتھ مسکرایا ہوتا تو آپ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے ساتھ بھی مسکراتا لیکن یہ تو کبھی ہنستا ہی نہیں، یہ جہنم کا داروغہ "مالک" ہے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں: میں نے کہا کہ اے جبرائیل (علیہ السلام)! مالک سے کہو مجھ کو دوزخ کا مشاہدہ کروائے۔ جبرائیل (علیہ السلام) نے کہا: بہتر ہے، پھر اُن سے کہا: اے مالک! محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کو دوزخ کا مشاہدہ کروائیں۔ مالک نے اُس پر سے ڈھکن اُٹھایا جس کے اُٹھاتے ہی اُس کے شعلے بلند ہوئے اور میں نے خیال کیا کہ جہاں تک میری نظر جاتی تھی وہ

Marfat.com

ہر چیز کو جلا دیں گے۔ میں نے جبرائیل (علیہ السلام) سے کہا: مالک کو حکم دو کہ اسے بند کر دے، چنانچہ جبرائیل نے مالک کو حکم دیا اور مالک نے دوزخ کے شعلوں سے کہا: خاموش ہو جاؤ تو وہ فوراً خاموش ہو گئے اور اُن کی آمد و رفت ایسی ہو گئی جیسے سایہ ہوتا ہے پھر اُنہوں نے اُسے بند کر دیا۔ (سیرتِ نبوی ابنِ کثیر)

بس میری دعا ہے کہ۔۔۔ جس طرح معراج کے موقع پر رحمۃ للعالمین ﷺ کے کہنے پر جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے بند ہو گئے۔۔۔ اسی طرح جب ہم مسلمانوں کا سفرِ آخرت ہو تو آپ ﷺ کی شفاعت سے ہم پر بھی جہنم کی آگ حرام ہو جائے۔۔۔ آمین۔۔۔!

سیّدنا آدم علیہ السلام سے ملاقات

حضورِ اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

جب میں آسمان میں داخل ہوا تو میں نے ایک شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا جن کے سامنے بنی آدم کی رُوحیں آ رہی تھیں، میں نے کہا: اے جبرائیل (علیہ السلام)! یہ کون ہیں؟ عرض کی: یہ آپ (ﷺ) کے جدِ امجد حضرت آدم (علیہ السلام) ہیں، اُن کی اولاد کی رُوحیں اُن کے سامنے حاضر ہوتی ہیں، مؤمن کی رُوح دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں: اچھی رُوح ہے اور اچھے جسم سے نکلی ہے جبکہ کافر کی رُوح دیکھ کر افسوس کرتے ہیں اور کہتے ہیں: بری رُوح ہے اور برے جسم سے نکلی ہے۔

دوزخ کے مکین

حضورِ اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

پھر میں نے ایک ایسی قوم دیکھی جن کے اونٹ جیسے ہونٹ تھے اور اُن کے ہاتھوں میں آگ کے شعلے تھے، اُن شعلوں کو وہ لوگ اپنے منہ میں رکھتے اور وہ اُن کی پشت سے نکل جاتے تھے، میں نے کہا: اے جبرائیل (علیہ السلام)! یہ کون لوگ ہیں؟ اُنہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے تھے۔

Marfat.com

پھر میں نے ایسے لوگ دیکھے جن کے ایک طرف عمدہ نفیس گوشت رکھا ہے اور دوسری طرف سڑا ہوا بدبو دار گوشت ہے لیکن وہ لوگ بدبو دار گوشت کھا رہے ہیں، میں نے کہا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کی: یہ وہ لوگ ہیں جو حلال عورتوں کو چھوڑ کر حرام کی طرف جاتے تھے۔

پھر میں نے ایسی عورتیں دیکھیں جن کے سینوں کو باندھ کر لٹکایا گیا تھا۔ میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ عرض کی: یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا کر کے حمل رکھواتیں اور پھر اُس حمل کو اپنے خاوند کی طرف منسوب کرتیں۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: خدا کا غضب اُس عورت پر بہت سخت ہوتا ہے جس نے کسی خاندان میں ایسے بچے کو داخل کر دیا جو اُس خاندان کا نہ تھا پھر اس بچے نے اُن کا مالِ معیشت کھالیا اور اُن کی پوشیدہ چیزیں دیکھ لیں۔ (سیرتِ ابنِ ہشام)

نمازوں کی فرضیت اور تخفیف

حضورِ اکرم ﷺ آسمان کے جس دروازے پر پہنچتے وہاں کا دربان پوچھتا: کون ہے؟ جبرائیل علیہ السلام فرماتے: محمد (ﷺ) ہیں، دربان پوچھتا: بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام فرماتے: ہاں، دربان فرطِ مسرت سے کہتا: خدا اُن کو مبارک کرے، بہت اچھے بھائی اور ساتھی ہیں، الغرض اسی طرح ساتویں آسمان پر پہنچے، پھر وہاں سے خاص حضوری سے مشرف ہوئے اور وہاں روزانہ پچاس نمازیں فرض ہوئیں، رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں: میں وہاں سے واپس آیا تو موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، اُنہوں نے دریافت کیا: کس قدر نمازیں فرض ہوئیں؟ میں نے کہا: پچاس، اُنہوں نے کہا: آپ ﷺ کی اُمت کمزور ہے، اپنے پروردگار کے پاس واپس جائیں اور ان میں تخفیف کروائیں۔ میں دوبارہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوا اور تخفیف کا سوال کیا، اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں، پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور اُنہیں خبر دی کہ دس نمازوں کی اللہ ربّ العزت نے تخفیف فرمائی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: مزید تخفیف کروائیں، میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور پھر حاضر ہو کر عرض کی تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں مزید کم فرمادیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو اُنہوں نے مجھے مزید کمی کیلئے بھیجا یہاں تک کہ اسی طرح تخفیف کرتے

Marfat.com

کرتے پانچ نمازیں رہ گئیں۔ تب موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اب بھی بہت ہیں، آپ جا کر تخفیف کروائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اب شرم آتی ہے۔ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے اعلان ہوا کہ "جو شخص ان پانچ نمازوں کو ایمان واحتساب کے ساتھ ادا کرے گا اُسے پچاس نمازوں کا ہی ثواب ملے گا"۔۔۔ نماز معراج کا تحفہ ہے۔۔۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: نماز مؤمن کی معراج ہے۔۔۔

اس سفرِ معراج میں جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے مشاہدہ فرمایا اور جن بزرگ ہستیوں سے ملاقات فرمائی، سب کی تفصیلات سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔۔۔! سیرتِ طیبہ ﷺ کے اس مختصر آسمانی سفر کو پڑھنے کے بعد ہم پھر سے زمینی دنیا کی جانب آتے ہیں کہ سفر طائف کی مشقتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ پر معراج کے علاوہ کیا کیا انعامات فرمائے۔۔۔ اب آپ پڑھیئے۔۔۔!

Marfat.com

مسجدِ خیف، منیٰ (مکہ مکرمہ)

مقام بیعتِ عقبہ کی قدیم تصویر (مکہ مکرمہ)

Marfat.com

بیعتِ عقبہ

پہلی بیعتِ عقبہ

طائف کے سفر کے بعد اسلام کی عالمی تبلیغ کا باقاعدہ آغاز ہوا۔۔۔اب آپ لوگ غور کریں۔۔۔کیسے اللہ تعالیٰ نے اس کے اسباب مہیا فرمائے۔۔۔کیونکہ طائف کے سفر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پریشان و فکر مند تھے۔۔۔اب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پریشانی سے نکالنے کا کیسے بندوبست فرمایا۔۔۔وہ دیکھیں۔۔۔! نبوت کے گیارہویں سال حج کا موقع تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ سے آئے ہوئے کچھ لوگوں سے جمرۂ عقبہ کے قریب ملاقات ہوئی۔۔۔یاد رہے مدینہ منورہ۔۔۔کیونکہ اس مدینے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا تعلق ہے۔۔۔ والد کے لحاظ سے بھی۔۔۔والدہ کے لحاظ سے بھی۔۔۔ خیر اس بات کا ذکر آگے تفصیل سے آئے گا۔۔۔ان لوگوں نے ملاقات کی اور ان کی تعداد چھ تھی۔۔۔انہوں نے وہاں پہلی بیعت میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کی۔۔۔اب آپ ذرا ان کے نام بھی یاد رکھیں تاکہ محبت کا تعلق اور بھی مضبوط ہو جائے:

1۔ سیّدنا ابو اُمامہ اسعد بن زُرارہ خزرجی انصاری رضی اللہ عنہ
2۔ سیّدنا براء بن معرور بن صخر اَوسی رضی اللہ عنہ
3۔ سیّدنا معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ
4۔ سیّدنا معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ
5۔ سیّدنا عوف بن عفراء رضی اللہ عنہ
6۔ سیّدنا ابو الہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ

Marfat.com

دوسری بیعتِ عقبہ

کچھ عرصے بعد اعلانِ نبوت کے بارہویں سال بیعتِ عقبہ ثانیہ ہوئی۔۔۔یعنی پہلی بیعت کے نتائج آناشروع ہوگئے۔۔۔اسلام کاپیغام اب مکہ مکرمہ کی حدود سے نکل کر پھیلتا ہی جارہا تھا۔۔۔اس سال حج کے موقع پر 12 افراد حاضر ہوئے اور رات کو جمرات کے پاس مقرر شدہ مقام پر ملے، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

1۔ سیّدنا عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ، یہ سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔
2۔ سیّدنا بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ
3۔ سیّدنا سعد بن معاذ اَوسی رضی اللہ عنہ
4۔ سیّدنا اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ
5۔ سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
6۔ سیّدنا ابو مسعود عقبہ بن عمرو بدری رضی اللہ عنہ
7۔ سیّدنا رافع بن مالک زُرقی رضی اللہ عنہ
8۔ سیّدنا قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
9۔ سیّدنا عتبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
10۔ سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ
11۔ سیّدنا ذکوان بن عبد قیس زُرقی رضی اللہ عنہ
12۔ سیّدنا عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ

آخری تین حضرات کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے انہیں پہلی مرتبہ کی بیعت میں شمار کیا ہے جبکہ بعض نے دوسری بیعت میں۔

تیسری بیعتِ عقبہ

ہجرتِ مدینہ منورہ سے کچھ مہینے پہلے اعلانِ نبوت کے تیرہویں سال حج کے موقع پر اسلام کی شاندار کامیابی کے آثار واضح نظر آنے لگے تھے۔۔۔جہاں کل تک اپنے شہر مکہ مکرمہ میں کوئی خال خال ہی حمایت کرتا اور ایمان لاتا تھا۔۔۔اب کوسوں دور کے لوگ خود جوق در جوق حلقۂ بگوشِ اسلام ہو رہے تھے۔۔۔بہر حال اس سال ایامِ تشریق (11 تا 13 ذی الحجہ) کی شب میں جمرات کے قریب 73 افراد حاضرِ خدمت ہوئے۔۔۔جن میں دو خواتین بھی شامل تھیں۔۔۔ان تمام کے نام تو میں یہاں ذکر نہیں کر رہا کیونکہ گفتگو ذرا طویل ہو جائے گی۔۔۔ لیکن ان اسلام کے جاں نثاروں میں سے چند کے نام لکھ رہا ہوں:

Marfat.com

1۔ سیّدنا اَوس بن ثابت خزرجی نجاری رضی اللہ عنہ، یہ سیّدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔

2۔ سیّدنا ابو ایوب خالد بن زید خزرجی رضی اللہ عنہ۔ میزبانِ رسول ﷺ

3۔ سیّدنا خلاد بن سوید بن ثعلبہ خزرجی رضی اللہ عنہ

4۔ سیّدنا ابو رفاعہ رافع بن مالک خزرجی رضی اللہ عنہ

5۔ سیّدنا ابو قیس سعد بن عبادہ بن دُلیم خزرجی رضی اللہ عنہ

6۔ سیّدنا معاذ بن جبل خزرجی رضی اللہ عنہ

جبکہ خواتین میں یہ دو شامل تھیں:

1۔ سیّدہ اُمِ عمارہ نسیبہ بنت کعب بن عمرو مازنیہ رضی اللہ عنہا

2۔ سیّدہ اسماء بنت عمرو بن عدی خزرجیہ رضی اللہ عنہا

اہلِ مدینہ — تبلیغ کا اہتمام

رسول اللہ ﷺ نے ابھی ہجرت نہیں فرمائی تھی۔۔۔ لیکن مدینہ منورہ کے ریاستی اور تبلیغی اُمور کے نظم ونسق کیلئے آپ ﷺ نے یہاں سے ہی اہتمام فرما دیا تھا۔۔۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ۔۔۔ آپ ﷺ نے مدینہ جا کر پھر عملی اقدامات کئے۔۔۔ لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ۔۔۔ آپ ﷺ نبی و رسول ہونے کے ساتھ ہی ایک بہترین مدبر و سیاست داں بھی تھے۔۔۔ بلکہ یہ تدبیر و سیاست کے اصول بھی آپ ﷺ کے ہی متعین کردہ ہیں۔۔۔ ان اصولوں پر میں نے خلافتِ راشدہ کے تحت اپنی ایک زیرِ تدوین کتاب میں تفصیل لکھی ہے۔۔۔ آپ ﷺ نے مدینہ تشریف لے جانے سے پہلے ہی کچھ انتظامات فرما لئے تھے۔۔۔ اِنہی میں سے یہ بھی تھا کہ۔۔۔ آپ ﷺ نے تیسری بیعت کے بعد مدینہ منورہ کے 12 نقیب مقرر کئے تھے جو مختلف قبیلوں کے سردار تھے۔۔۔ یعنی یہ ریاستِ مدینہ کی بنیادیں تعمیر ہو رہی تھیں۔۔۔ یہ 12 نقیب گویا شاہِ مدینہ ﷺ کے نمائندے اور سفیر تھے۔۔۔ ان کے نام یہ ہیں:

Marfat.com

1۔ سیّدنا ابو اُمامہ اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ	بنی نجار کے نقیب و سردار
2۔ سیّدنا رافع بن مالک بن عجلان رضی اللہ عنہ	بنی زُریق کے نقیب و سردار
3۔ سیّدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ	حارث بن خزرج کے نقیب و سردار
4۔ سیّدنا سعد بن ربیع بن عمرو رضی اللہ عنہ	حارث بن خزرج کے نقیب و سردار
5۔ سیّدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ	بنی سلمہ کے نقیب و سردار
6۔ سیّدنا منذر بن عمرو بن خنیس رضی اللہ عنہ	بنی سلمہ کے نقیب و سردار
7۔ سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ	بنی خزرج کے نقیب و سردار
8۔ سیّدنا اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ	بنی عبد الاشہل کے نقیب و سردار
9۔ سیّدنا رِفاعہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ	بنی عمرو بن عوف کے نقیب و سردار
10۔ سیّدنا سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ	بنی عمرو بن عوف کے نقیب و سردار
11۔ سیّدنا براء بن معرور بن صخر رضی اللہ عنہ	بنو خزرج کے نقیب و سردار
12۔ سیّدنا عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ	بنو خزرج کے نقیب و سردار

Marfat.com

مدینہ منورہ - شاہِ تبع

اس شہر کا اوّلین نام "یثرب" تھا جسے یثرب بن مہلائیل نے جن کا تعلق عمالقہ قبیلے سے تھا، آباد کیا۔ یہودی جب پورے حجاز پر قابض ہوگئے تو اُنہوں نے عمالقہ سے یہ شہر لے لیا پھر غسان کے یہودی پاس آکر آباد ہوئے اور اس طرح گزرتے گزرتے بنو قیلہ کی اولاد نے جو اَوس اور خزرج کہلائی، حضور ﷺ سے بیعت کی اور آپ ﷺ کو مدینہ میں پناہ دی اور اس طرح یہ انصار یعنی مدد گار کہلائے۔۔۔ پھر تاریخ آگے کی طرف بڑھتی گئی۔۔۔ لیکن ذرا مدینہ کا تذکرہ پچھلی تاریخ سے لے کر چلتے ہیں۔۔۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم رسول ﷺ کیلئے یہ شہر ترتیب دیا جارہا تھا۔۔۔ وہ کس طرح۔۔۔؟ یہ جان لینا بھی ضروری ہے۔۔۔ آج کے مدینہ منورہ کو جان لینا کوئی مشکل نہیں۔۔۔ لیکن مزا تب آئے گا جب ذہن کو پچھلی تاریخ میں لے جائیں۔۔۔

اعلانِ نبوت کے ایک ہزار برس قبل شہنشاہِ تبع حسان بن حمیری جو یمن کا ایک ذہین اور دلیر بادشاہ تھا، اُس کی فوجی طاقت بہت بڑھ گئی تو وہ دنیا کو فتح کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا۔۔۔ یمن میں موجود چار سو یہودی علماء بھی اُس کے ساتھ تھے۔۔۔ جب شاہِ تبع نے مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ کر اپنی فوج کے ہمراہ پڑاؤ ڈالا تو محسوس کیا کہ۔۔۔ میں اتنا بڑا شہنشاہ شہر کے قریب پڑاؤ ڈالے ہوئے ہوں۔۔۔ اہلِ شہر کے شرفاء مجھ سے ملنے تک نہیں آئے۔۔۔ یہ بات اُس پر گراں گزر رہی تھی۔۔۔ اُسے لوگوں نے بتایا: اہلِ مکہ اپنے درمیان کعبۃ اللہ ہونے کی وجہ سے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔۔۔ جب اُس نے اپنے کارندوں کو بھیجا تو سرداروں کا ایک وفد اُس کے پاس

Marfat.com

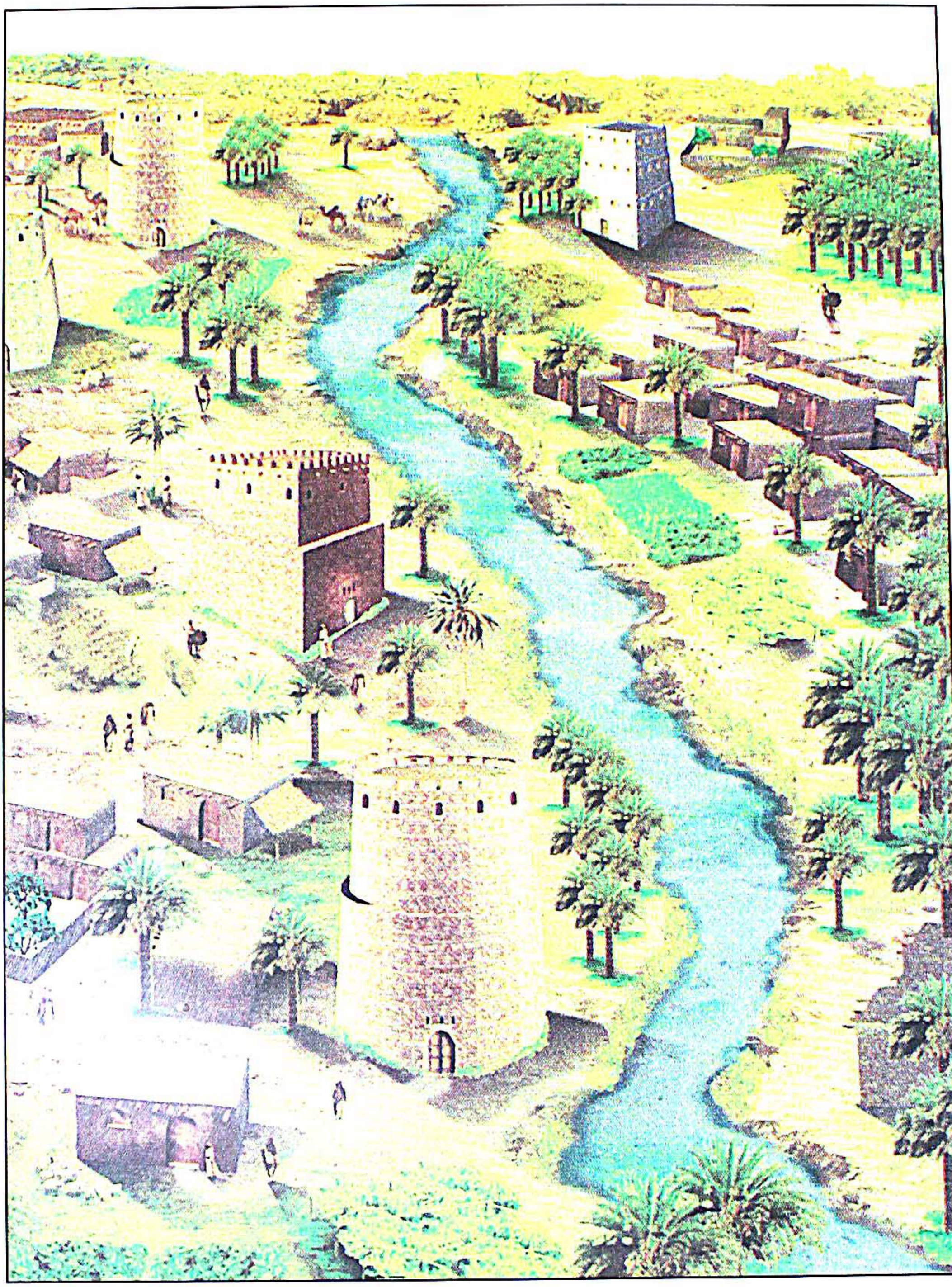

ہجرت سے قبل یثرب (مدینہ منورہ) کا تصویری خاکہ

Marfat.com

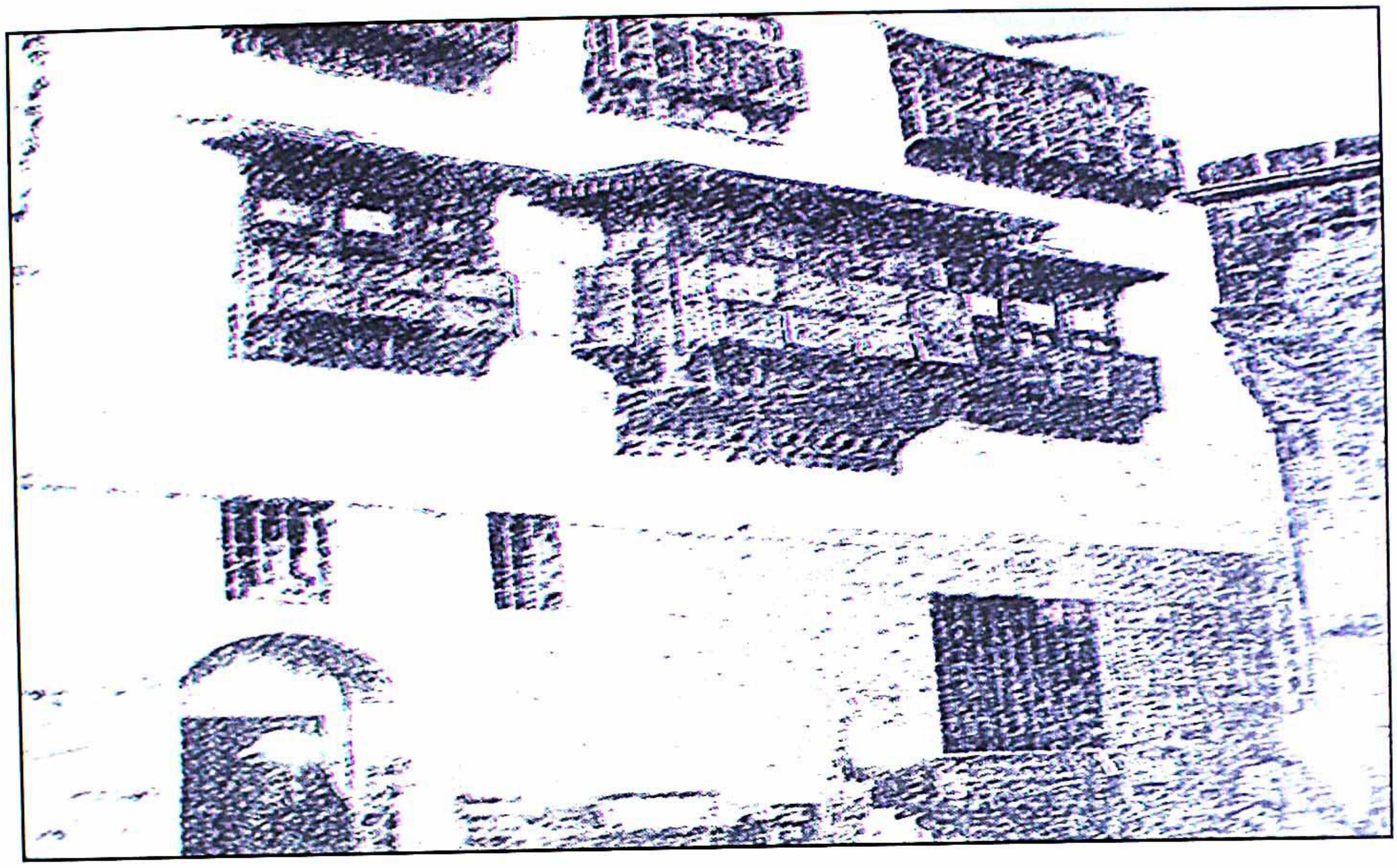

سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً 7 ماہ قیام فرمایا تھا۔

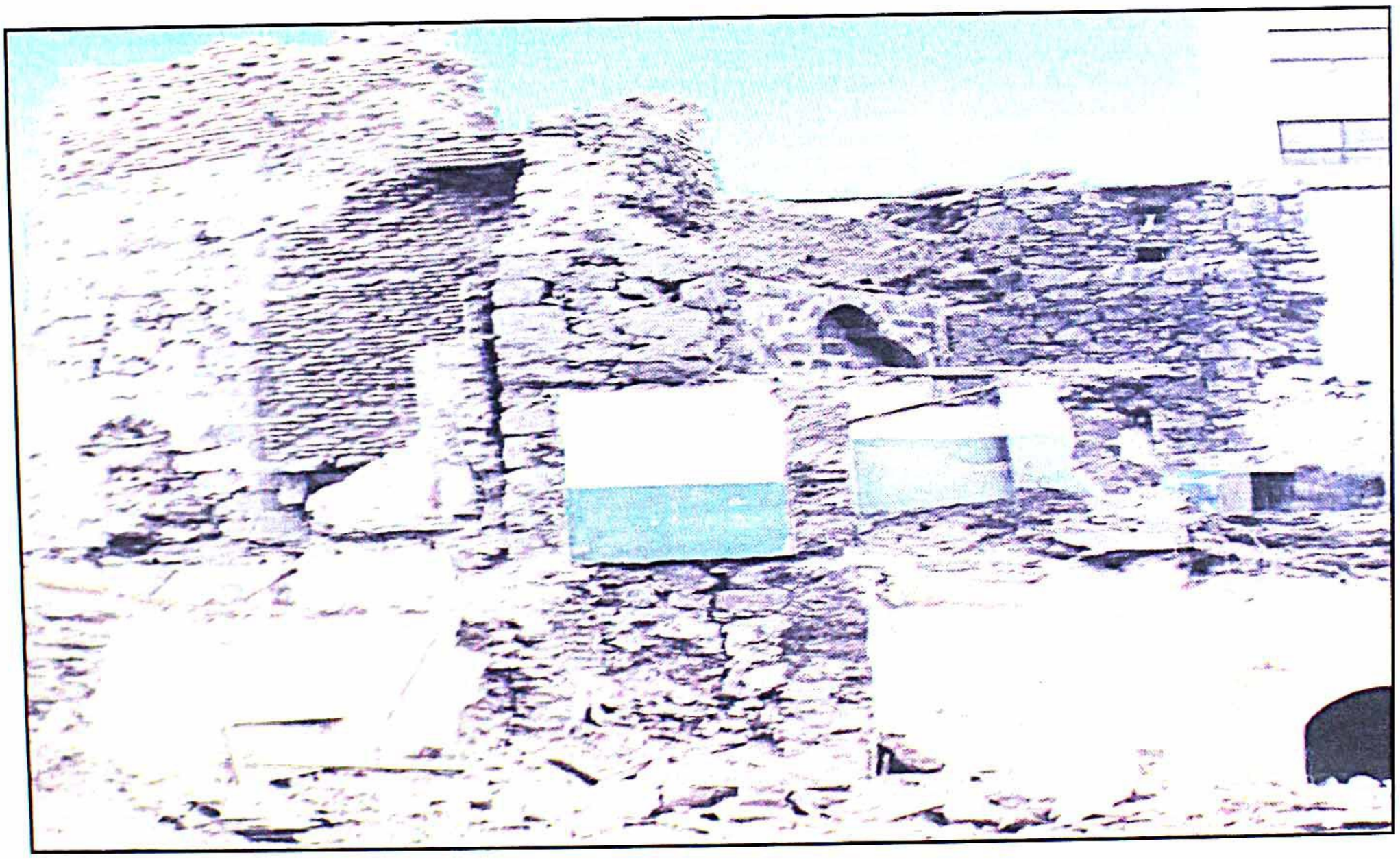

سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کی قدیم تصویر، یہ مکان اب مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توسیع میں شامل ہے۔

Marfat.com

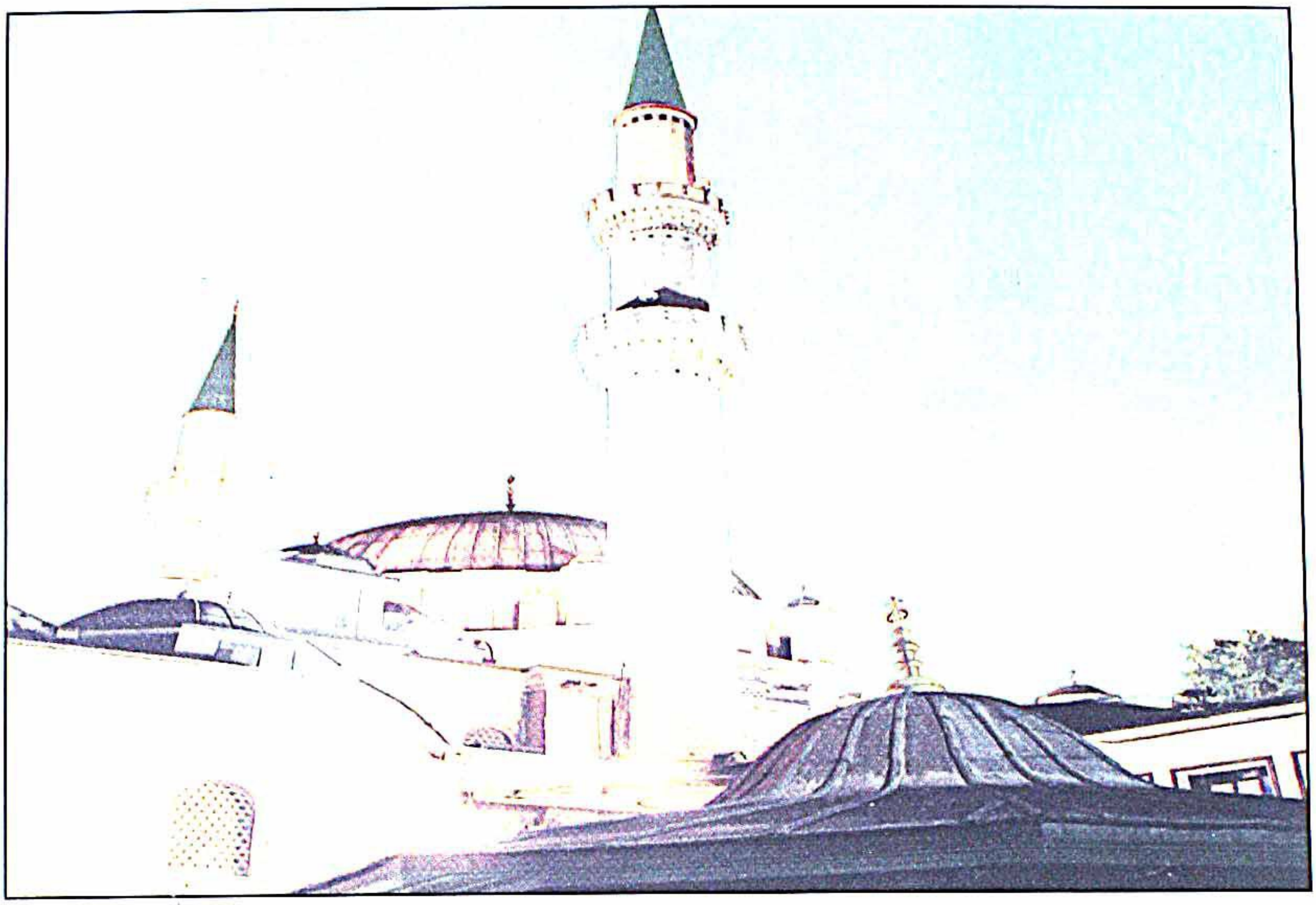

سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کا خوبصورت منظر

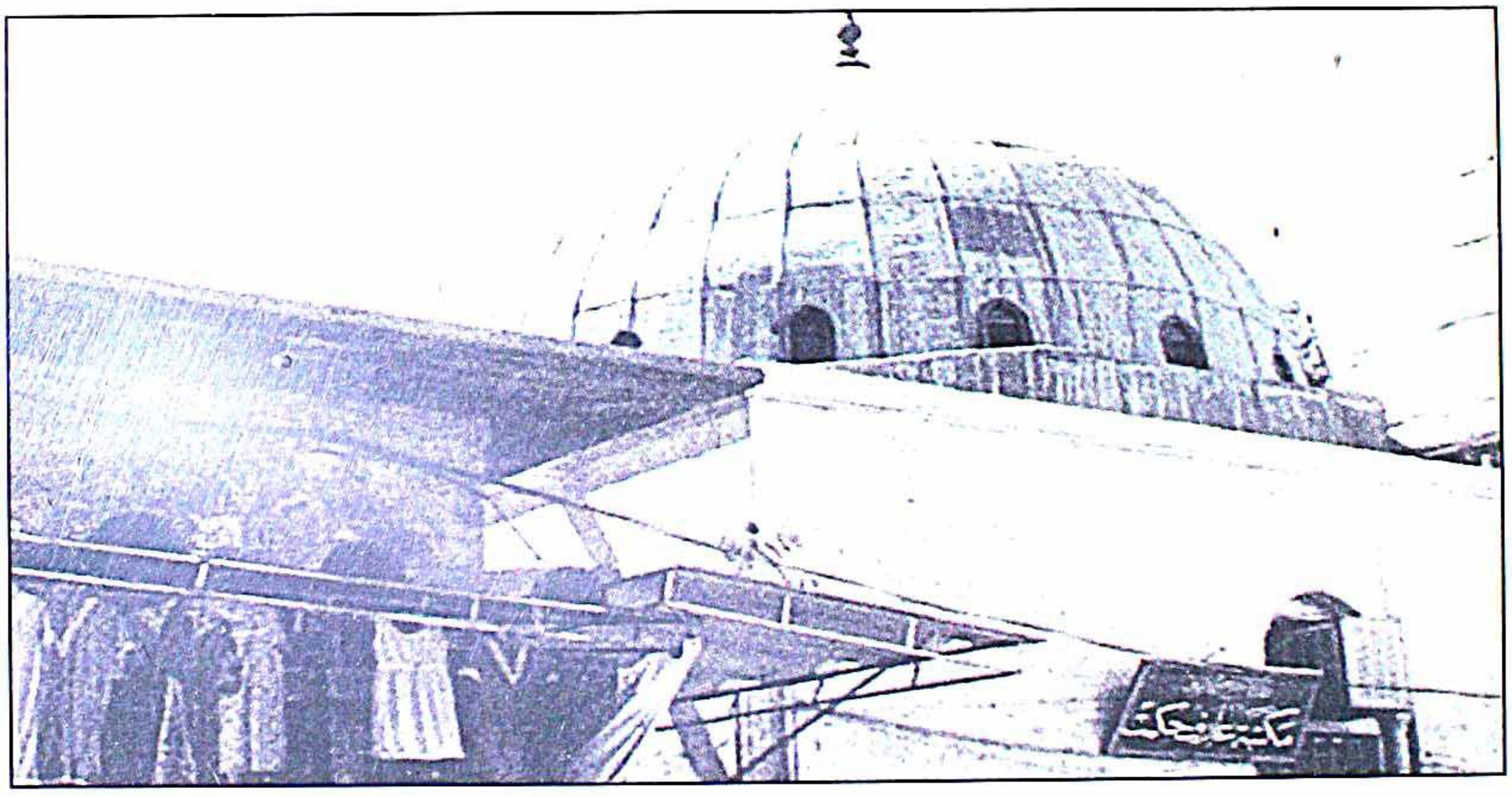

سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کا منظر (یہاں لائبریری بنادی گئی تھی)

Marfat.com

آیا۔۔۔ لیکن شاہِ تبع نے محسوس کیا کہ۔۔۔ یہ وفد آدابِ شاہی بجالانے کے بجائے بالکل عام انداز میں بات چیت کر رہا ہے۔۔۔

اسی اثناء میں شاہِ تبع کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی۔۔۔ شاہی حکیموں نے دوائیں دیں۔۔۔ لیکن بیماری میں افاقہ ہونے کے بجائے مرض اور بڑھ گیا۔۔۔ حکماء اچانک بڑھتے ہوئے مرض کی تشخیص بھی نہیں کر پا رہے تھے۔۔۔ دو دن اس طرح گزر گئے۔۔۔ بادشاہ نامعلوم مرض سے اس قدر نڈھال ہوا کہ بستر سے لگ گیا۔۔۔ نہ سمجھ آنے والے مرض کی وجہ سے اُس کی یہ حالت دیکھ کر اُس کے ایک ذہین وزیر کو اس مرض کا سبب سمجھ میں آیا۔۔۔ اور بادشاہ سے انتہائی تنہائی میں مل کر کہا۔۔۔ حکیم اس مرض کو پہچانتے نہیں۔۔۔ دوا بے سود ہے۔۔۔ جبکہ مرض بڑھ ہی رہا ہے۔۔۔ میری سمجھ میں ایک وجہ آ رہی ہے۔۔۔ اجازت ہو تو کہوں۔۔۔؟ بادشاہ نے اجازت دی تو وزیر نے پوچھا: جب اہلِ مکہ کا وفد آپ سے مل رہا تھا تو کیا آپ نے اُن کے بارے میں کوئی برا خیال کیا تھا۔۔۔؟ بادشاہ نے کہا: ہاں! مجھ سے بے ادبی کا برتاؤ کرنے پر میں نے عہد کر لیا تھا کہ اُنہیں اس بات کی سخت ترین سزا دوں گا اور اُن کی عمارت کو ڈھا دوں گا۔۔۔ وزیر نے کہا: بس حضور میں مرض سمجھ گیا۔۔۔ اُن کے نزدیک یہ عمارت اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور وہ اس پر فخر کرتے ہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ اپنے گھر کی وجہ سے اُن کی حفاظت کرتا ہے۔۔۔ یہی بات اُن لوگوں کو بے نیاز کرتی ہے۔۔۔ آپ دل میں اُن کی عزت کا عہد کریں اور اُن کی دل جوئی کریں۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔ بادشاہ جو بیماری سے ڈرا ہوا تھا۔۔۔ فوراً عہد کر لیا اور اہلِ مکہ کیلئے دعوتِ عام کا اعلان کر دیا۔۔۔ اعلان کرنا تھا کہ اُس کی بیماری میں یکایک افاقہ ہونا شروع ہو گیا۔۔۔ عقیدت اور احترام میں اُس نے ایک کام سرانجام دے ڈالا جو آج بھی موجود ہے۔۔۔ اور وہ یہ کہ۔۔۔ اُس نے عقیدت کے اظہار کیلئے پورے کعبہ کو ریشمی کپڑے کا غلاف چڑھایا تھا۔۔۔ کعبۃ اللہ پر پہلا غلاف شہنشاہِ یمن شاہِ تبع حسان بن حمیری نے چڑھایا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: شاہِ تبع کو برا نہ کہو کہ اُس نے کعبہ کو پہلی بار غلاف چڑھایا تھا۔۔۔ شاہِ تبع نے اہلِ مکہ میں خوب تحائف بانٹے۔۔۔ کھانے کھلائے۔۔۔ اور رخصت ہوا۔۔۔ سفر کرتے

Marfat.com

کرتے یثرب جا پہنچا۔۔۔ اب آپ تجسس کرتے جایئے گا۔۔۔ اور پڑھتے جایئے گا۔۔۔ یثرب کے مدینۃ النبی بننے تک کا اہتمام۔۔۔ وہ یثرب کیا پہنچا کہ اُس کے ہمراہ آنے والے چار سو یہودی علماء اُس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: ہم آپ کے ہمراہ دنیا فتح کرنے کی غرض سے آگے نہیں جاسکتے۔۔۔ ہم یہیں یثرب میں رہنا چاہتے ہیں۔۔۔ آپ ہمیں اجازت دیں۔۔۔ بادشاہ حیران ہوا کہ کہاں دنیا فتح کرنے کے جوش میں یہ خود اپنے وطن اور گھر بار کو چھوڑ کر آئے تھے۔۔۔ اچانک سارا جوش و ولولہ ایک طرف۔۔۔ اور یہ یہیں آباد ہونے کی درخواست کررہے ہیں۔۔۔ اُس نے ان یہودی علماء کو مخاطب کرکے بلند آواز میں کہا: صاف صاف بتاؤ! کیا بات ہے اور کس بات نے تمہیں مجبور کیا ہے کہ میرے ساتھ جانے کے بجائے تم سب یہاں رہنا چاہتے ہو۔۔۔؟ اب علماء کی گفتگو سنیں۔۔۔ یہودی علماء نے کہا:

ہماری مقدس کتاب توریت میں صاف لکھا ہے کہ آخری نبی آنے والے ہیں اور اُن کا دار الہجرت یہی جگہ ہوگی، اس کی تمام نشانیاں توریت میں لکھی ہیں جو حرف بہ حرف اس مقام پر صادق آتی ہیں لہٰذا ہم یہیں رہیں گے۔۔۔ آنے والے نبی پر ایمان لائیں گے۔۔۔ اُن کی مدد کریں گے۔۔۔ اب کچھ بھی ہو ہم یہ جگہ چھوڑ کر تمہارے ساتھ ہرگز نہیں جائیں گے۔۔۔ بادشاہ یہ گفتگو سن کر بہت حیران ہوا۔۔۔ اُسے مکہ کا تازہ تازہ واقعہ یاد تھا۔۔۔ ان معاملات میں بہت محتاط ہو چکا تھا۔۔۔ اُس نے انہیں نہ صرف اجازت دی۔۔۔ بلکہ یہاں ایک گھر تعمیر کیا اور ایک خط آنے والے نبی و رسول کے نام لکھوایا۔۔۔ خط صندوق میں بند کرکے رکھ دیا اور کہا: جب وہ نبی و رسول آئیں تو یہ خط اور یہ گھر اُن کی خدمت میں میری طرف سے پیش کر دینا۔۔۔ اب شاہِ تبع کا خط پڑھیں۔۔۔ کہ اس نے کیا لکھوایا تھا۔۔۔

شاہِ تبع کا خط

بے شک میں آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب پر ایمان لاتا ہوں، میں آپ ﷺ کے دین اور طریقے پر ہوں، میں آپ ﷺ کے اور ہر شے کے رب پر ایمان لاتا ہوں اور اسلام کی اُن تمام باتوں

Marfat.com

پر ایمان لاتا ہوں جنہیں آپ ﷺ اپنے رب کی طرف سے لائیں گے۔ پس اگر میں نے آپ ﷺ کا زمانہ پایا تو کیا ہی خوب ہے لیکن اگر نہیں بھی پایا تو آپ ﷺ میری شفاعت فرمایئے گا اور قیامت کے روز مجھے نہ بھولیئے گا کیونکہ میں آپ ﷺ کی اُمت میں سے اوّل ہوں اور آپ ﷺ کے تشریف لانے سے قبل ہی میں نے آپ ﷺ کی بیعت کرلی ہے، میں آپ ﷺ کی اور ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہوں، اوّل و آخر اللہ ہی کا حکم نافذ ہے۔

حضرت محمد ﷺ کا مدینہ سے جذباتی تعلق

دیکھیئے! مدینہ منورہ سے حضرت محمد ﷺ کا تعلق کس ترتیب اور حیران کُن انداز سے بنتا چلا گیا کہ آپ ﷺ کی اس شہر سے والہانہ اور جذباتی وابستگی قائم ہوتی ہوئی محسوس ہوگی۔۔۔ مؤرخین اسے شاید اتفاق کہہ کر لکھتے ہوں۔۔۔ لیکن یاد رکھیں ہم انسان اسے اتفاق سمجھتے ہیں۔۔۔ مگر قدرت کے پاس اتفاقات نہیں ہوا کرتے۔۔۔ اُس کے طے شدہ اَمر سے ہی حالات اور واقعات ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔۔۔ آپ ﷺ کا ننھیال مدینہ منورہ ہی تھا۔۔۔ یوں آپ ﷺ کی پیدائش سے قبل ہی یہاں خاندانی رشتہ بھی قائم ہو چکا تھا۔۔۔ اسی طرح ایک دفعہ تجارت سے واپسی پر آپ ﷺ کے والدِ محترم سیّدنا حضرت عبد اللہ یثرب پہنچ کر بیمار ہوئے اور یہیں اُن کا انتقال ہوا۔۔۔ پھر تدفین بھی اسی شہر میں ہوئی۔۔۔ اس طرح مدینہ منورہ والدِ محترم کے جائے انتقال اور مدفن ہونے کی وجہ سے ایک زبردست تعلقِ خاطر پیدا ہو چکا تھا۔۔۔ لیکن ابھی نہیں۔۔۔ ابھی تو ایک اور ہمیشہ رہ جانے والا واقعہ باقی ہے۔۔۔

جب نبی کریم ﷺ کی عمرِ مبارک چھ یا سات برس ہوئی تو آپ ﷺ کی والدۂ ماجدہ سیّدہ حضرت آمنہ آپ ﷺ کو لے کر اپنے شوہر کی قبر کی زیارت اور ننھیالی خاندان سے ملنے یثرب تشریف لائیں۔۔۔ یثرب سے واپسی پر تھوڑی دور "ابواء" کے مقام پر ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ۔۔۔ میں لکھتے ہوئے برداشت نہیں کر پا رہا۔۔۔ میرا دل دکھ رہا ہے۔۔۔ آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کمزور پڑ رہی ہے۔۔۔ لیکن پھر بھی۔۔۔ ذرا پڑھیئے۔۔۔ ابواء کے چھوٹے سے گاؤں میں تاجدارِ دوجہاں ﷺ معصوم پیارا سا بچہ جس کا ماں کی ممتا کے سوا شناسائی و اُنسیت کا کوئی

Marfat.com

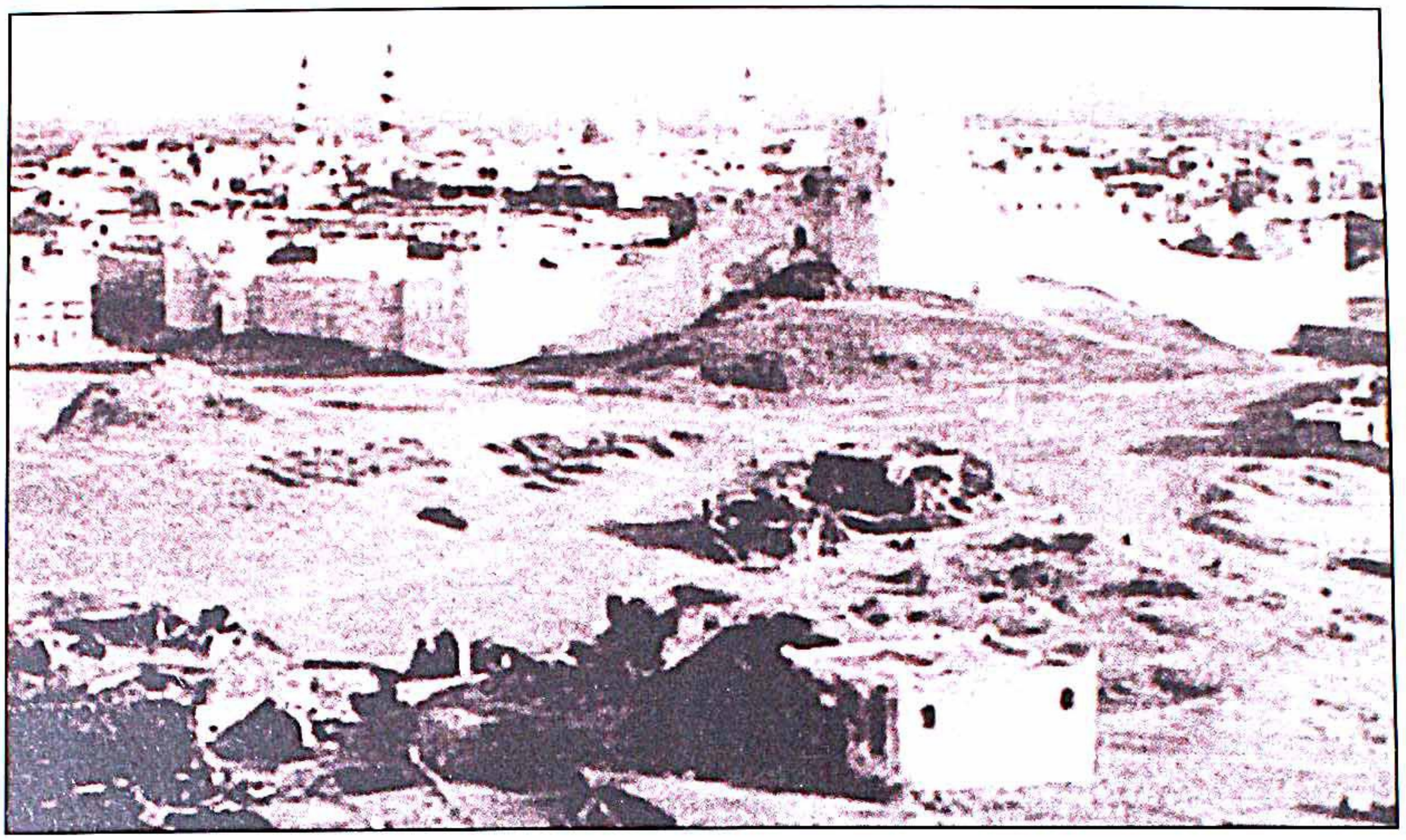

مدینہ منورہ کی قدیم تصویر

مسجد نبوی ﷺ اور اطراف میں قائم مکانات (ایک قدیم تصویر)

Marfat.com

رشتہ نہیں۔۔۔اب وہ ماں بھی انتقال کر گئیں۔۔۔ سیّدہ حضرت آمنہ کی خادمہ سیّدہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا اس پیارے سے روتے بلکتے بچے کو سنبھالتی ہیں۔۔۔ اللہ اللہ۔۔۔! کیا وقت پڑ گیا۔۔۔یہ کیسے سانحات ہوتے ہیں جن سے دل دہل جاتے ہیں۔۔۔ وہیں ابواء میں سیّدہ حضرت آمنہ کی تدفین ہو گئی۔۔۔ اور آپ ﷺ سیّدہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کے ہمراہ مکہ واپس آ گئے۔۔۔ پہلے ننھیالی تعلق۔۔۔پھر والد کا وصال و مدفن۔۔۔اور پھر والدہ کا وصال و مدفن۔۔۔ان باتوں نے بچپن ہی سے تمام جذباتی وابستگیاں قائم کرا دیں۔۔۔ کیونکہ بہر حال مدینہ منورہ ہی کو آپ ﷺ کا "دارالہجرت" ہونا تھا۔۔۔جسے قیامت تک آپ ﷺ کی آرام گاہ ہونے کی سعادت بھی ملنا تھی۔۔۔تو قدرت نے ایسے انتظامات اور قلبی وابستگی کے سامان پیدا کر دیئے جس سے آپ ﷺ کی طبیعت مانوس ہو جائے۔۔۔تو دیکھیئے۔۔۔یہ ہیں وہ انتظام وانصرام۔۔۔جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کیلئے کیا۔۔۔ لہٰذا اسے محض اتفاق نہیں کہا جا سکتا۔

ایک اور تاریخی روایت ہے کہ سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک لشکر مختلف علاقوں کو فتح کرنے بھیجا اور ساتھ ہی حکم دیا کہ فلاں فلاں قلعوں کو جب فتح کر لینا تو ایک بھی مرد کو زندہ نہ چھوڑنا۔یہ لشکر فتوحات کرتا گیا اور ایک قلعے میں جب مردوں کو قتل کر رہے تھے تو ایک حسین اور معصوم بچے کو دیکھ کر ترس آ گیا، اُنہوں نے قتل کرنے کے بجائے اسے سردار کے سامنے کر دیا، سردار نے اتنے خوبصورت اور خوف سے کانپتے بچے کو دیکھا تو اُسے بھی ترس آیا۔طے کیا کہ اس بچے کو ساتھ لے چلیں گے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کریں گے پھر وہ جو چاہیں فیصلہ فرمائیں، جب یہ لشکر بچے کو لے کر فتح مندی کے ساتھ فلسطین پہنچا تو معلوم ہوا کہ سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام دنیا سے پردہ فرما چکے ہیں۔

اس لشکر نے شہر کے باہر ہی پڑاؤ ڈالا ہوا تھا تاکہ اندر داخلے کی اجازت ملے تو داخل ہوں۔ شہر میں فتح کے جشن کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔اسی دوران یہ خبر ملی کہ لشکر میں ایک بچہ موجود ہے جسے قتل کرنے کے بجائے لشکر اُسے زندہ ہی لے آیا ہے اور یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کی نافرمانی تصور کی گئی اور اس طرح شہر کے سرداروں اور معززین سمیت اہلِ شہر نے ان لشکریوں کا داخلہ منع کر دیا کہ یہ لشکر رسول علیہ السلام کا نافرمان ہے، اگر یہ

Marfat.com

شہر میں ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ان کی وجہ سے ہم پر بھی آئے گا۔۔۔ لہٰذا لشکر والے مایوس ہوئے اور اپنے اپنے مفتوحہ علاقوں میں چلے گئے۔۔۔ ان میں سے بڑی اکثریت یثرب اور اس کے قرب وجوار یعنی خیبر شہر اور اطراف میں آکر آباد ہوئی۔

کہتے ہیں کہ قبیلہ بنو نضیر، بنو قریظہ اور خیبر کے یہودی ان ہی لشکریوں کی اولاد میں سے تھے جو یہاں آباد ہوئے تھے چونکہ توریت جیسی الہامی کتاب ان کے پاس تھی اور اس جگہ کی نشانیوں کو ان کے درمیان سمجھدار لوگ جانتے تھے، اسی لئے یہاں جم گئے اور آنے والے آخری رسول (ﷺ) کے انتظار میں شب وروز گزارتے رہے۔۔۔ یہ لوگ آپس کی گفتگو میں اور دیگر قبائل کو دھمکانے کیلئے کہا کرتے تھے۔۔۔ ہمارے نبی آنے والے ہیں۔۔۔ جب وہ آئیں گے تب ہم تم لوگوں سے نمٹ لیں گے۔۔۔ دیکھا آپ نے۔۔۔! ان کا یقین کتنا پختہ تھا۔۔۔ اور کیوں نہ ہو۔۔۔ ان کی مقدس کتاب میں نشانیاں تحریری صورت میں موجود تھیں۔۔۔ یہ یثرب آہستگی کے ساتھ مدینہ منورہ اور مدینۃ النبی بننے جارہا تھا۔۔۔

حضرت محمد ﷺ کی مدینہ منورہ سے والہانہ محبت

مدینہ منورہ سے محبت کے بارے میں رسالت مآب ﷺ کی صرف اور صرف تین احادیث لکھ رہا ہوں کیونکہ آپ ﷺ کے فرامین ایک مسلمان کو ماننے اور محبت کو اپنے دل میں اجاگر کرنے کیلئے کافی ہیں۔

1۔ مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَزُرْنِيْ فَقَدْ جَفَانِيْ.

جس شخص نے حج کیا لیکن میری قبر کی زیارت نہ کی اُس نے مجھ سے بدسلوکی کی۔ (مقاصدِ حسنہ، رقم:1110)

2۔ مَنْ زَارَنِيْ بَعْدَ مَمَاتِيْ فَكَأَنَّمَا زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ.

جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو یوں سمجھو اُس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

(معجم اوسط طبرانی، رقم:13496)

Marfat.com

3۔ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِیْ.

جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کیلئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔(سنن دار قطنی، رقم:2695)

رسالت مآب ﷺ کو مدینہ منورہ سے والہانہ محبت تھی۔۔۔اس کی سب سے بڑی وجہ تو یہی ہے کہ یہ شہر خاص آپ ﷺ کیلئے ہزاروں برس قبل بنایا گیا تھا۔۔۔اسی شہر کو آپ ﷺ کا "دار الہجرت" قرار دیا گیا تھا۔۔۔ آپ ﷺ کی ہجرتِ مدینہ نے اسے مکمل کر دیا تھا۔۔۔ اس کے علاوہ یہ آپ ﷺ کا ننھیالی شہر تھا۔۔۔ نیز آپ ﷺ کے والد سیّدنا حضرت عبد اللہ کا انتقال بھی مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔۔۔ان کی قبر بھی مدینہ منورہ میں ہی تھی۔۔۔یعنی مدینہ منورہ کو ایک جانب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی جائے ہجرت بنایا تھا تو دوسری جانب اس سے قلبی وابستگی کے مکمل سامان واسباب بھی پیدا فرما دیئے تھے۔۔۔ تاکہ محبوب ﷺ اپنی جائے پیدائش یعنی مکہ مکرمہ سے جب اسلام کی تبلیغ کرنے کی وجہ سے نکالے جائیں۔۔۔افسردگی اور غموں سے نڈھال ہوں۔۔۔تو مدینہ منورہ آکر آپ ﷺ کو اجنبیت محسوس نہ ہو۔۔۔اور یہاں اپنائیت کا ہی احساس رہے۔۔۔ آیئے۔۔۔!میں آپ لوگوں کیلئے مزید کچھ احادیث پیش کرتا ہوں:

1۔ اے اللہ! مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں مکہ کی محبت سے بڑھا دے۔(صحیح بخاری، رقم:1889)

2۔ مدینہ میری ہجرت گاہ ہے اور مستقبل میں میرا گھر ہے، اسی سے میں اُٹھایا جاؤں گا، اس کے باشندے میرے پڑوسی ہیں (اور میری اُمت پر فرض ہے، وہ میرے پڑوسیوں کا لحاظ رکھیں)۔(مستدرک حاکم، رقم:4242)

3۔ سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مختلف احادیث مروی ہیں:
جو شخص اہلِ مدینہ سے مکر و فریب کرے گا وہ اس طرح ناپید ہو جائے گا جس طرح نمک پانی میں حل ہو جاتا ہے۔(صحیح مسلم، رقم:1363)

4۔ جو شخص اہلِ مدینہ کو خوفزدہ کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے خوفزدہ کرے گا، اُس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو گی، ایسے شخص کا کوئی فرض یا نفل عمل قبول نہیں کیا جائے گا۔(معجم کبیر طبرانی، رقم: 6632)

Marfat.com

سفرِ ہجرت

اب نبی کریم ﷺ کا تبلیغی دور مکہ مکرمہ میں مشکل سے مشکل ہوتا جارہا تھا، آپ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں خطرے میں گھرتی جارہی تھیں، آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حبشہ کی طرح اب مدینہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم فرمایا۔۔۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت شروع کر دی۔۔۔ اسی طرح کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حبشہ سے بھی مدینہ کی جانب آمد کے انتظامات کر لئے۔۔۔ اہلِ مدینہ ہجرت کے شروع ہو جانے سے اور پُرامید ہوتے چلے جارہے تھے کہ۔۔۔ اب حضور ﷺ بذاتِ خود یہاں آنے والے ہیں۔۔۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دن آپ ﷺ سے ہجرت کرنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا: انتظار کرو، اللہ کی طرف سے مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی تو آپ میرے ہمراہ ہوں گے۔۔۔ بس پھر کیا تھا۔۔۔ سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو شاندار اونٹنیاں خریدیں۔۔۔ کھلائی پلائی شروع کر دی۔۔۔ اب بس رسول اللہ ﷺ کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔۔۔ اچانک ایک دن حضور ﷺ خلافِ معمول سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔۔۔ سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابو بکر! تیار ہو جاؤ، مجھے اللہ نے ہجرت کی اجازت دے دی ہے اور آج رات ہی ہمیں یہاں سے جانا ہے۔۔۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جلدی جلدی سفر کی تیاری شروع کر دی۔

Marfat.com

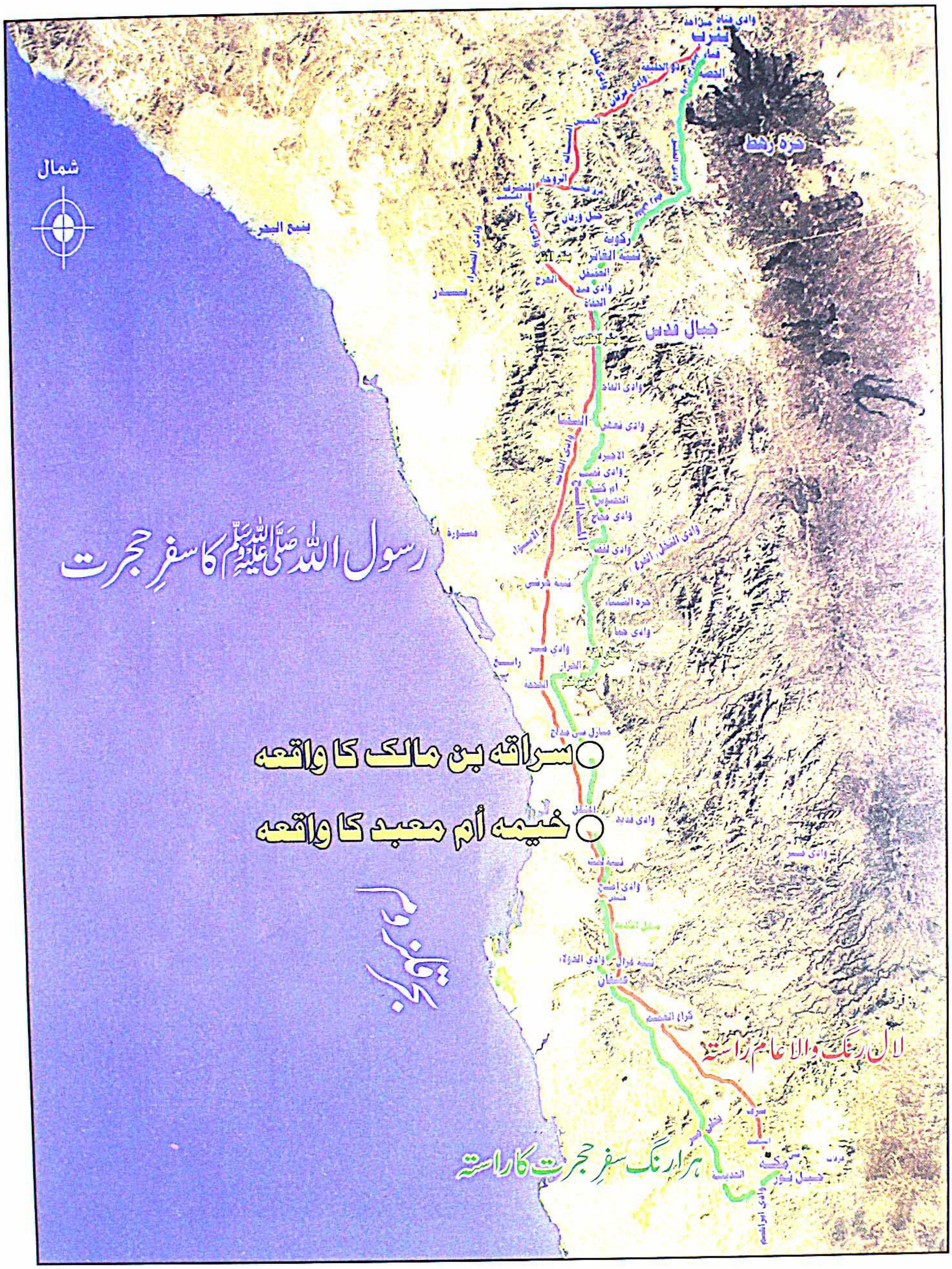

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تاریخی سفرِ ہجرت (مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ)

Marfat.com

Marfat.com

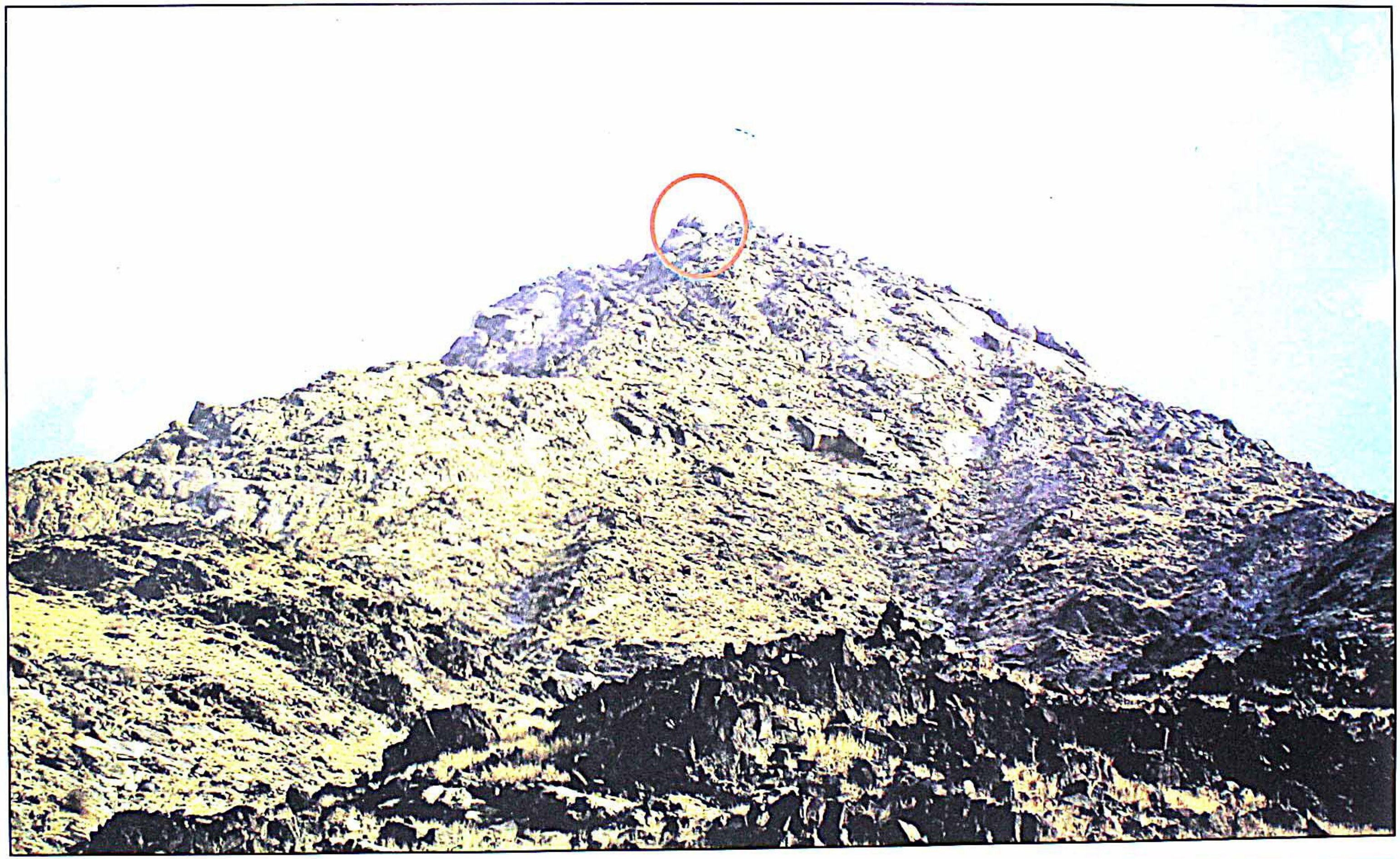

جبلِ ثور جہاں آپ ﷺ نے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہجرت کی تین راتیں گزاریں۔

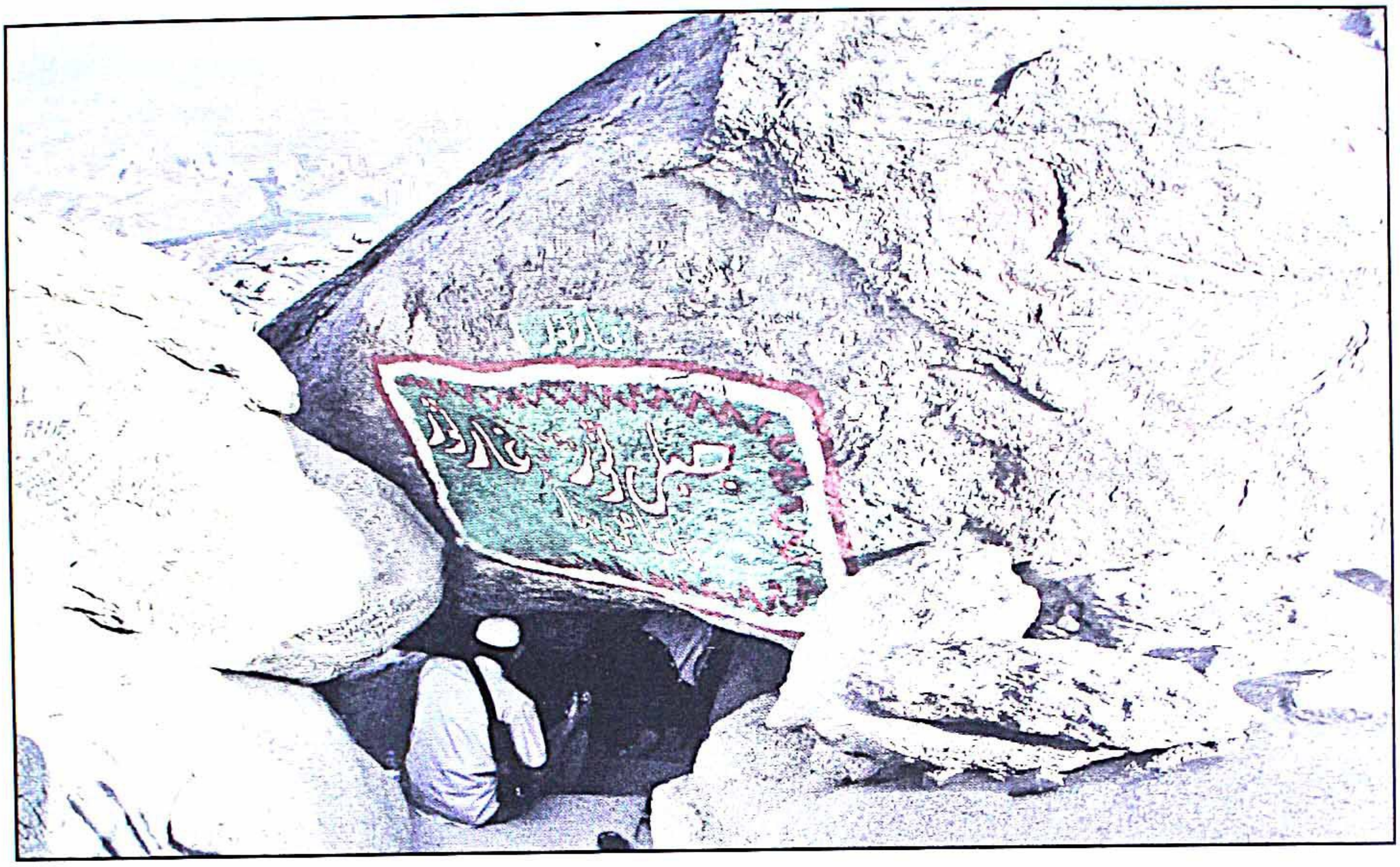

غارِ ثور کا دہانہ

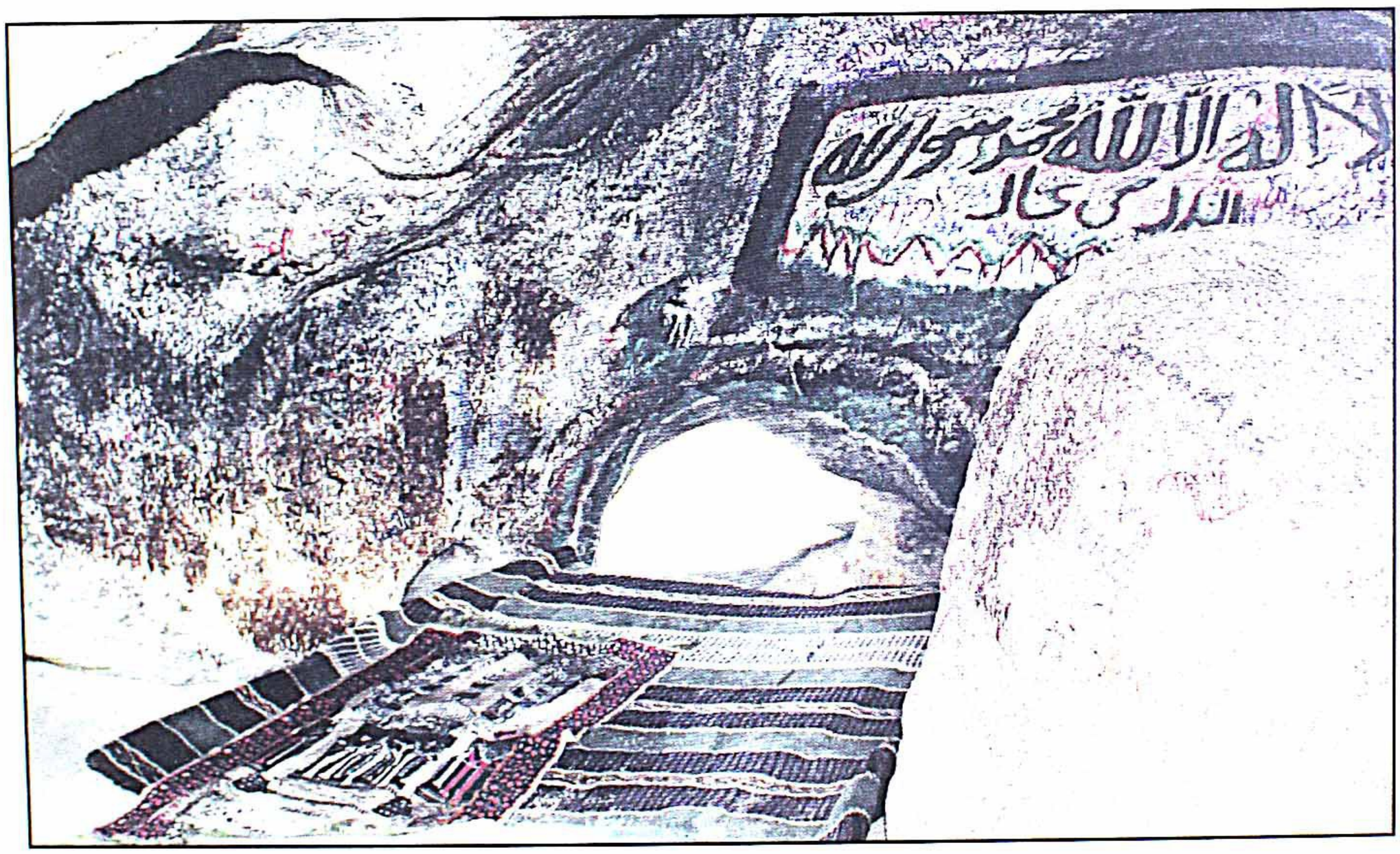

غارِ ثور کا اندرونی منظر

Marfat.com

Marfat.com

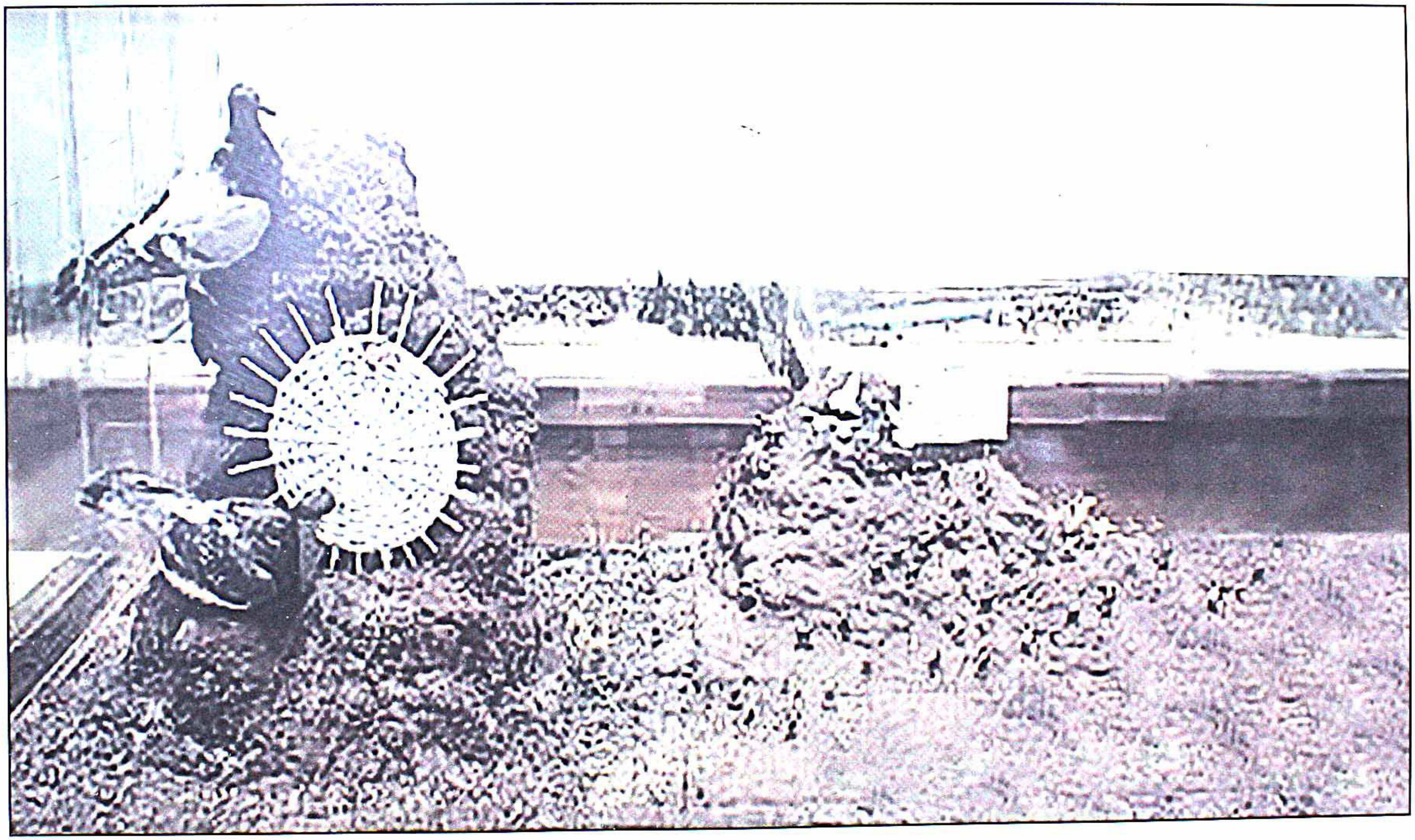

غارِثور جہاں مکڑی نے جالا بُن دیا تھا اور کبوتر کے جوڑے نے انڈے دے دیئے تھے۔ جس کی وجہ سے مشرکین مکہ غارِ ثور میں داخل نہ ہو سکے تھے۔
یہ رسول ﷺ کا معجزہ تھا۔ (مدینہ منورہ کے میوزیم میں موجود تحقیق کے بعد بنایا گیا ماڈل)

قصویٰ

ہجرت سے چند روز قبل سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو اونٹنیوں کو خریدا اور غلام کو اُنہیں اچھی طرح کھلانے کا کہہ کر حضور ﷺ کی طرف سے ہجرت کا انتظار شروع کر دیا۔ جب آپ ﷺ نے ہجرت کی اجازت مل جانے پر سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگاہ فرمایا تو اُنہوں نے حضور ﷺ سے عرض کی: میں نے دو اونٹنیوں کو خرید کر اچھی طرح کھلا پلا کر تیار کر لیا ہے جس پر حضور ﷺ نے فرمایا: ایک اونٹنی کی قیمت میں ادا کروں گا اور آپ ﷺ نے چار سو درہم اس کی قیمت ادا کی، اس اونٹنی کا نام "قصویٰ" تھا۔ اسلام کا سب سے اہم اور عظیم واقعہ ہی آپ ﷺ کا سفر ہجرت ہے۔ یہ سفر "قصویٰ" پر سوار ہو کر ہی کیا گیا تھا اور جب آپ ﷺ اپنے "دار الہجرت" مدینہ منورہ پہنچے تو وہ مشہور واقعہ آپ نے پڑھا ہی ہو گا کہ مدینہ میں موجود تمام انصار و مہاجرین جن میں اعلیٰ مرتبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بیعتِ رضوان میں شامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں، یقیناً اُن سمیت سب کی خواہش یہی ہو گی۔۔۔ آرزو ہو گی کہ۔۔۔ اپنے رسول ﷺ کی مہمان نوازی کا شرف اُنہیں حاصل ہو۔۔۔ اور یقیناً اُن کا آرزو مند ہونا حق بجانب تھا لیکن اس موقع پر آپ ﷺ نے "عدل" کا ایسا اہتمام فرما دیا کہ کسی کی دل آزاری بھی نہیں ہوئی اور خود آپ ﷺ کی دلی خواہش بھی پوری ہو گئی۔۔۔ ہوا ایسے کہ جب ہر کوئی آپ ﷺ کی مہمان نوازی کیلئے بڑھا اور چاہا کہ حضور ﷺ اُس کے مہمان بنیں تو آپ ﷺ نے فیصلہ صادر فرمایا: "میری اونٹنی کی نکیل چھوڑ دو، یہ اللہ کے حکم سے خود منزل پر رُک جائے گی اور وہیں میرا قیام ہو گا"۔۔۔ اور پھر ایک خوشگوار منظر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ مدینہ دیکھ رہے تھے جو اس سے پیشتر نہ تو اُنہوں نے اور نہ ہی دنیا نے دیکھا ہو گا کہ آپ ﷺ کی اونٹنی کی نکیل چھوڑ دی گئی اور اُس نے چلنا شروع کیا تو تمام اہلِ مدینہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی "قصویٰ" کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔۔۔ اب آگے آگے قصویٰ آپ ﷺ کو لے جا رہی تھی اور پیچھے پیچھے عاشقانِ رسول ﷺ کا ہجوم چل رہا تھا۔۔۔ میں سوچ رہا ہوں کہ یقیناً اُس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت ہر فرد اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہا ہو گا کہ قصویٰ اُس کے گھر کے پاس رُک جائے اور مہمان نوازی کا یہ مقدس اعزاز اُسے

Marfat.com

حاصل ہو جائے۔۔۔ جب قصویٰ چلتے چلتے ایک جگہ بیٹھ گئی۔۔۔ تو یقیناً ہجوم نے خوشی سے نعرے لگائے ہوں گے۔۔۔ لیکن چند ہی لمحوں میں قصویٰ اُٹھ کھڑی ہوئی یعنی منزل ابھی نہیں آئی تھی اور اُس نے پھر چلنا شروع کر دیا اور پھر اُس جگہ جا کر بیٹھی جہاں کیلئے اللہ تعالیٰ نے اُسے "مامور" کیا تھا۔۔۔ وہ جگہ مسجدِ نبوی ﷺ کے پاس ہے۔۔۔ سیّدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جن کا گھر قریب تھا، اُنہوں نے سامان اُٹھایا اور سیدھا اپنے گھر لے گئے اور یہاں آپ ﷺ نے سات ماہ قیام کیا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں شاہِ تبع نے آپ ﷺ کیلئے مکان تعمیر کروایا تھا۔

کیا میں یہ اضافہ کرتا چلوں کہ ایک اونٹنی جلیل القدر رسول سیّدنا حضرت صالح علیہ السلام کی تھی جو بطور معجزہ آپ علیہ السلام کو عطا کی گئی تھی اور دوسری قصویٰ جو رسول اللہ ﷺ کیلئے مخصوص ہو گئی تھی۔ یہ اونٹنی قصویٰ جو آپ ﷺ کے ہر سفر کیلئے حاضر تھی اور آپ ﷺ اسی پر سفر فرمایا کرتے تھے، فتحِ مکہ اور حجۃ الوداع سمیت ہر یادگار موقع پر سفر کا یہ اعزاز قصویٰ ہی کے حصے میں آیا۔۔۔ اور جب رسالت مآب ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمایا تو یہ قصویٰ بھی چند ماہ بعد دنیا سے رخصت ہو گئی۔۔۔

قصویٰ کے علاوہ آپ ﷺ کے زیرِ استعمال دیگر سواریاں بھی تھیں، خاص طور سے آپ ﷺ گھوڑے کی سواری شوق سے فرماتے تھے۔ گھوڑے کے علاوہ گدھے اور خچر پر بھی آپ ﷺ نے سواری کی تھی۔ آپ ﷺ کے خاص گھوڑوں کا نام لحیف اور سنجہ تھا، خاص گدھے کا نام عفیر اور خچر کا نام دُلدُل تھا جبکہ قصویٰ کے علاوہ ایک اور اونٹنی عضباء بھی تھی۔

سردارانِ مکہ۔۔۔ ظالمانہ اقدام

سردارانِ مکہ نے منصوبہ بندی کی کہ۔۔۔ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دیں گے۔۔۔ ہر سردار اپنا اپنا ایک بیٹا اس لشکر میں شامل کرے گا اور سارے قبیلے کے افراد مل کر حملہ کریں گے۔۔۔ تاکہ قتل کا الزام ایک قبیلے پر نہ آئے۔۔۔ جب سارے قبائل کے افراد اس کام میں شامل ہوں گے تو قریش کا قبیلہ اتنے قبیلوں سے انتقام نہیں لے سکے گا۔۔۔ دیکھا آپ نے۔۔۔! کس قدر چالاک اور منظم منصوبہ بندی کی گئی تھی۔۔۔ اب مکہ

Marfat.com

مکرمہ میں سورج غروب ہوا تو یہ عجیب و غریب رات تھی۔۔۔ایک طرف کفارِ مکہ کی اجتماعی سازشیں چل رہی تھیں۔۔۔تو دوسری طرف آپ ﷺ اپنے گھر میں سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نصیحت اور ہدایت فرما رہے ہیں: ”اے علی! آج تم میرے بستر پر سونا اور صبح یہ امانتیں جو میرے پاس ہیں ان کے مالکوں کو لوٹا دینا“۔۔۔عرض کی: ”جیسا آپ ﷺ کا حکم“۔۔۔اسی اثناء میں کفارِ مکہ کے نوجوانوں نے چاروں طرف سے گھر کو گھیر لیا۔۔۔دروازے پر بیٹھ کر رات گہری ہونے کا انتظار کرنے لگے۔۔۔اِدھر آپ ﷺ کو ہجرت کا حکمِ خداوندی آن پہنچا تو آپ ﷺ یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کرتے ہوئے گھر سے باہر نکل آئے:

﴿ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ ﴾[یٰس36: (9)]

”اور ہم نے ایک آڑ اُن کے سامنے کر دی اور ایک آڑ اُن کے پیچھے کر دی، جس سے ہم نے ہر طرف سے اُن کو پردوں سے گھیر دیا سو وہ نہیں دیکھ سکتے“۔

سردارانِ کفارِ مکہ کے نوجوان ہاتھ میں تلواریں لئے بیٹھے رہ گئے اور آپ ﷺ اُن کے درمیان سے گزرتے ہوئے سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔۔۔جہاں آپ ﷺ کے جاں نثار رفیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے منتظر تھے۔۔۔آپ رضی اللہ عنہ نے کھانے پینے کا سامان اور گھر میں موجود تمام نقدی اُٹھائی اور اسی موقع پر سامان باندھنے کیلئے آپ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے کمربند سے جو کپڑوں کے اُوپر سے باندھا جاتا ہے، اُس سے سامان باندھا اور آپ ﷺ کی بارگاہ سے ”ذوالنطاقین“ کا لقب پایا۔۔۔سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دونوں صاحبزادیاں یعنی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بڑھ بڑھ کر ہاتھ بٹا رہی تھیں۔۔۔نیز اس سفر کی وہ رازدار بھی تھیں۔۔۔آپ ﷺ اور سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے براہِ راست مدینہ کا راستہ لینے کے بجائے مخالف سمت اختیار کیا اور آگے بڑھنے لگے۔۔۔غارِ ثور میں آپ ﷺ نے پہلا پڑاؤ ڈالا۔۔۔

دوسری طرف سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی ہدایت کے مطابق بسترِ نبوی ﷺ پر چادر لے کر انتہائی اطمینان سے سو گئے۔۔۔کفارِ مکہ گھر میں داخل ہوئے اور حملہ کرنے سے پہلے تصدیق کی غرض سے چادر

Marfat.com

کھینچی تو وہاں حضور ﷺ کی جگہ سیّدنا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔۔۔اس قدر مکمل منصوبے کی ناکامی نے اُن کی جان نکال دی۔۔۔وہ بھاگے اور اپنے بڑوں کو اطلاع دی: "محمد (ﷺ) تو گھر میں نہیں ہیں"۔۔۔ صبح سب مل کر سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔۔۔ پتہ چلا کہ وہ بھی گھر میں موجود نہیں۔۔۔اُنہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے گالوں پر تھپڑ مارے اور آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے لاعلمی ظاہر کر دی۔۔۔بس پھر کیا تھا۔۔۔ ہر طرف شور مچ گیا کہ محمد ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ چھوڑ گئے۔۔۔زندہ یا مردہ گرفتار کرنے والے کو 100 سُرخ اونٹ بطور انعام دینے کے اعلانات ہونے لگے۔۔۔ہر طرف تلاش شروع ہو گئی۔۔۔اسی اثناء میں آپ ﷺ نے تین دن اور تین راتیں غارِ ثور میں گزاریں۔۔۔

غارِ ثور

مکہ مکرمہ کے مضافات میں کچھ فاصلے پر "غارِ ثور" ہے، یہاں رسول اللہ ﷺ نے ہجرتِ مدینہ کے وقت تین دن اور تین راتیں حکمت ودانائی کے ساتھ روپوشی اختیار فرمائی تھی۔۔۔اس سفر ہجرت میں جہاں دیگر معجزات کا ظہور ہوا وہیں اگر ہم تاریخِ انبیاء ورُسل علیہم السلام کا مطالعہ کریں تو ان میں سے کسی کی بھی ہجرت سے قبل کوئی پیشین گوئی ملتی ہے اور نہ ہی ہجرت کا کوئی خاص اہتمام ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔اس مقدس سفر ہجرت کا اہتمام صرف اور صرف خاتم النبیین ﷺ سے ہی منسوب ہے۔

غارِ ثور میں قیام کے دوران بھی معجزات کا ظہور ہوتا رہا کیونکہ آپ ﷺ کا پورا سفر ہی "معجزہ" ہے۔۔۔ آپ ﷺ کی تلاش میں کفارِ مکہ جب غارِ ثور پہنچے تو اس سے قبل ہی غار کے دہانے پر مکڑی نے جالا بُن دیا اور کبوتری نے گھونسلہ بنا کر انڈے دے دیئے۔۔۔ کفارِ مکہ یہ دیکھ کر واپس لوٹ گئے کہ اگر کوئی غار میں ہوتا تو مکڑی کا یہ جالا نہیں ہوتا اور کبوتری نے انڈے نہیں دیئے ہوتے۔۔۔ دیکھا آپ نے۔۔۔! اللہ تعالیٰ کا یہ اہتمام۔۔۔! اپنے محبوب ﷺ کیلئے۔۔۔!

Marfat.com

ایک اور واقعہ پڑھتے جایئے۔۔۔ 100 سُرخ اونٹوں کی لالچ میں مبتلا سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے جب راستے میں آپ ﷺ کو تلاش کر لیا تو اُس کا گھوڑا پہلے تو ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور جب دوسری دفعہ بڑھا تو ریت میں دھنس گیا۔ اس صورتحال پر سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ گھبرا گیا اور اُس نے آپ ﷺ سے معافی مانگی اور امان چاہی تو آپ ﷺ نے معاف فرما دیا اور امان دی، اس کے ساتھ ہی فرمایا: اے سراقہ (رضی اللہ عنہ)! اُس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے۔۔۔ آپ لوگ ذرا غور فرمایئے۔۔۔ حضورِ اکرم ﷺ بے سروسامانی کی حالت میں ہیں۔۔۔ اور اس وقت ظاہری اور دنیاوی لحاظ سے اہلِ مکہ کی تلواروں کی زَد پر ہیں۔۔۔ ہجرت کر رہے ہیں۔۔۔ اپنا آبائی شہر چھوڑ رہے ہیں۔۔۔ آگے کیا حالات ہوں گے ابھی کچھ واضح نہیں۔۔۔ لیکن اس کے باوجود وعدہ فرما رہے ہیں۔۔۔ خوشخبری دے رہے ہیں۔۔۔ نواز رہے ہیں۔۔۔ "سراقہ تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا"۔۔۔ جانتے ہیں آپ کہ "کسریٰ" کون تھا۔۔۔؟ طاقتور ترین ایرانی (فارس) سلطنت کا بادشاہ تھا۔۔۔ اب اس طرح سمجھ لیجئے۔۔۔ کہ آج کے دور کا امریکہ۔۔۔ یا روس۔۔۔ یا چین۔۔۔ اُس دور میں قیصرِ روم اور کسریٰ فارس پوری رُوئے زمین کی دو بڑی طاقتور حکومتوں کے حکمران تھے۔۔۔ اور آپ ﷺ اس حالت میں کیا خوشخبریاں سنا رہے ہیں۔۔۔؟ اسلام کے ہاتھوں ان دو طاقتور ترین سلطنتوں کی بدترین شکست کی خبر دے رہے ہیں۔۔۔ اور سراقہ رضی اللہ عنہ کو اُس کے بادشاہ کے ہاتھوں کے کنگن بطور تحفہ دینے کا اعلان فرما رہے ہیں۔۔۔ اب یہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔۔۔؟ کیا دنیا نے نہیں دیکھا کہ مختصر سے عرصے میں یہ دونوں سلطنتیں اسلامی ریاست کا حصہ بن گئیں۔۔۔ اہلِ مدینہ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو کسریٰ کے کنگن پہنا رہے ہیں۔۔۔

بہرحال چوتھے دن حضور ﷺ کا سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ایک غلام کے ہمراہ غارِ ثور سے ہجرتِ مدینہ کا عظیم اور تاریخی سفر شروع ہوا۔۔۔ جس کا انتظار صدیوں سے کیا جا رہا تھا۔۔۔ آج اس سفر کی ابتداء ہو رہی تھی۔۔۔ مکہ سے چلے جانے کی اطلاع مدینہ پہنچی تو ہر طرف خوشیاں بکھر گئیں۔۔۔ سب کو یقین تھا کہ آپ

Marfat.com

ﷺ آئیں گے۔۔۔ تو مدینہ ہی آئیں گے۔۔۔ اس ہجرت کے راستے میں بہت سارے واقعات رونما ہوئے جو تاریخ وسیرت کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔۔۔میں تو یہاں آپ لوگوں کو مدینہ کی طرف لے جارہا ہوں۔۔۔اور رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کی طرف بڑھتے جارہے ہیں۔۔۔یہ عظیم رسول ﷺ الہامی کتابوں میں درج ہزاروں برس کی پیشین گوئیوں کی طرف بڑھتے جارہے ہیں۔۔۔ آخر ایک دن آپ ﷺ اپنے رفیقِ سفر سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ پہلے ”وادیٔ قباء“ اور پھر مدینہ میں داخل ہوئے۔۔۔ داخلہ کیا تھا۔۔۔ کیسی آمد تھی۔۔۔ کیا بیان کروں۔۔۔ بس اتنا جان لیں کہ۔۔۔رسول اللہ ﷺ کے آتے ہی ”یثرب“منور ہوکر ”مدینۃ النبی“بن گیا۔۔۔

آج یثرب یعنی مدینہ منورہ سے منسوب تمام نشانیاں ایک ایک کر کے پوری ہو چکی تھیں۔۔۔سب سے بڑی نشانی آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس تھی۔۔۔جن کے بارے میں خود یہودیوں نے پڑھ رکھا تھا۔۔۔اب سے نہیں، صدیوں سے۔۔۔ لیکن آج اُنہی کی نسلیں یہ منظر دیکھ رہی تھیں کہ۔۔۔ آخری نبی ﷺ۔۔۔بشارتِ عیسیٰ علیہ السلام۔۔۔ دعائے ابراہیم علیہ السلام۔۔۔ کی آمد بھی ہو ہی گئی۔۔۔اور اب اس شہر سے پھیلنے والی ہدایت ونور کی کرنوں نے بنی نوع انسان کے ہر ہر شعبے میں اُجالا کر دیا۔۔۔

Marfat.com

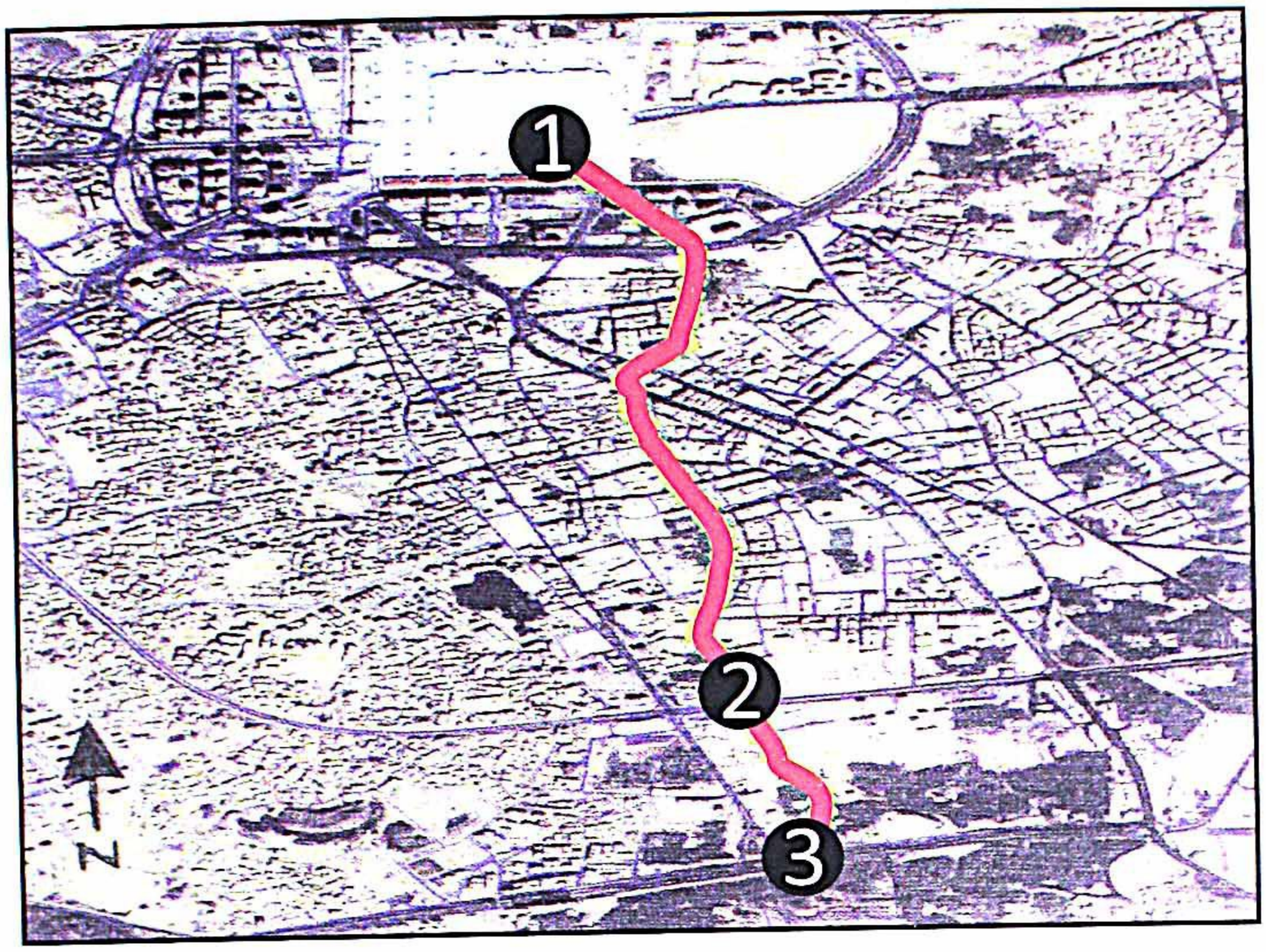

حضرت محمد ﷺ کے وادیٔ قباء سے مدینہ کی جانب پہلے سفر کا راستہ۔ اسی دوران نمازِ جمعہ فرض ہوئی۔

❶ مسجد نبوی ﷺ ❷ وادی رانونہ ❸ مسجد قباء

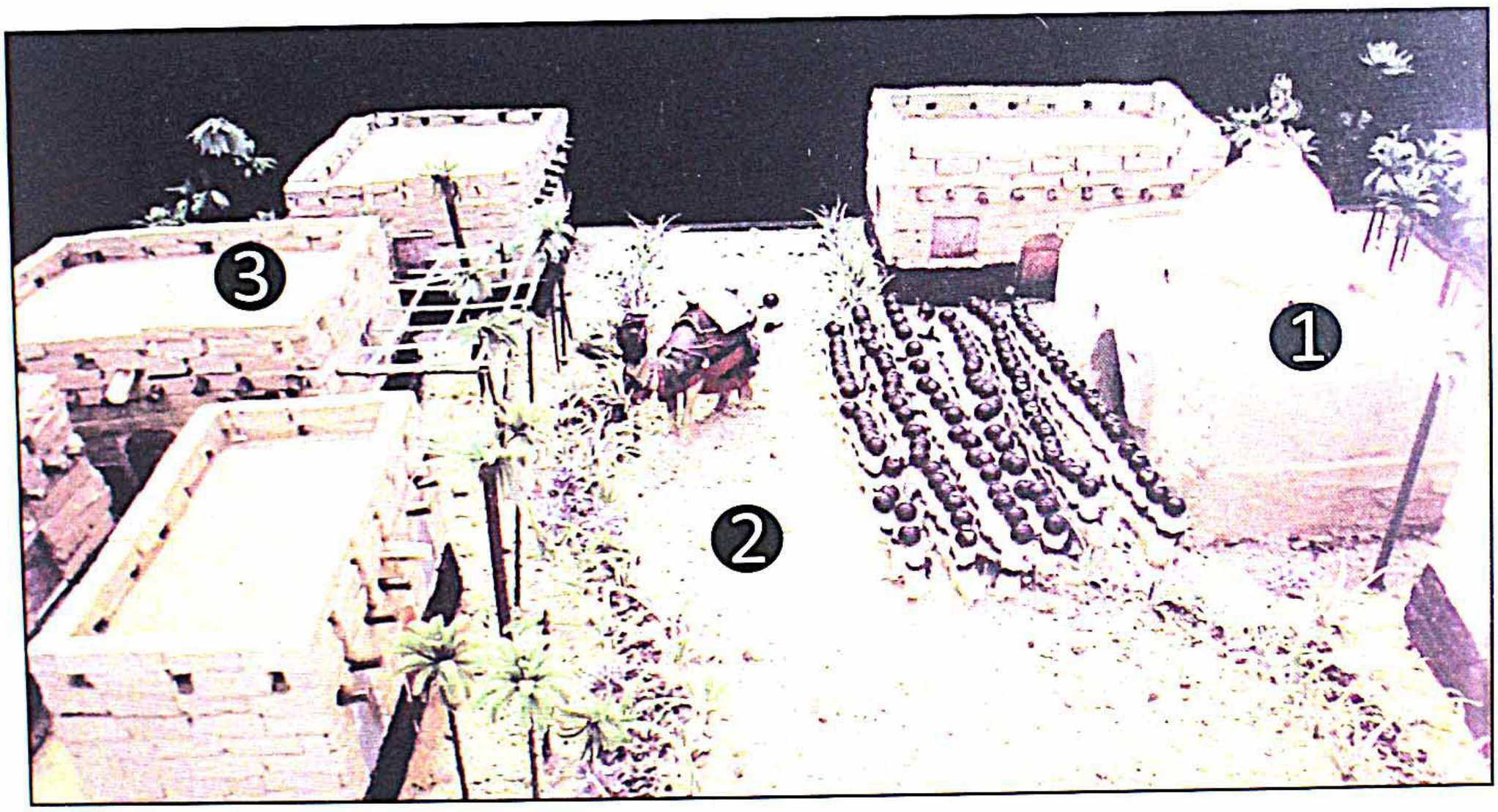

پہلی نمازِ جمعہ 12 ربیع الاول 1 ہجری (24 ستمبر 622ء) کو بنی سالم بن عوف کی وادی رانونہ میں ادا کی گئی

❶ مسجد جمعہ ❷ وادی رانونہ ❸ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کا گھر

(مدینہ منورہ کے میوزیم میں تحقیق کے بعد یہ ماڈل تیار کیا گیا ہے)

Marfat.com

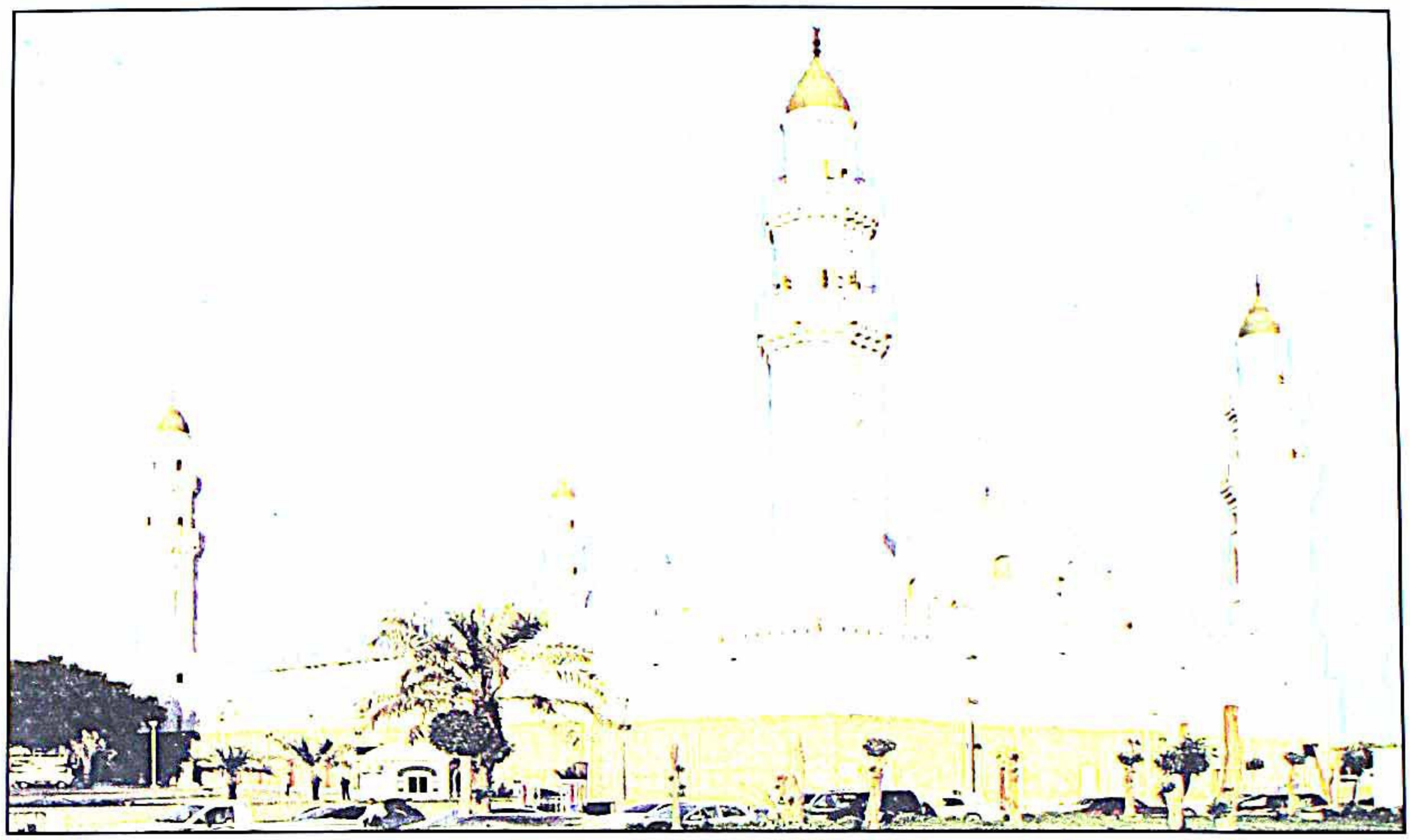

مسجد قباء (اسلام کی پہلی مسجد) کا دلکش منظر جہاں نماز ادا کرنے پر عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔

وادیٔ قباء کے قریب مسجدِ جمعہ (مدینہ منورہ) جہاں حضور ﷺ نے جمعہ کی پہلی نماز ادا فرمائی تھی۔

Marfat.com

مسجدِ نبوی ﷺ - تعمیری مراحل

حضور نبی کریم ﷺ وادیٔ قباء میں 14 روز تک بنو عمرو بن عوف میں ٹھہرے اور پھر آپ ﷺ نے مسجد بنانے کا فیصلہ فرمایا، اس طرح اسلام کی پہلی مسجد ''مسجدِ قباء'' تعمیر کی گئی پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کی جانب بڑھے، آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور بنو نجار کے سرداروں کو بلا بھیجا اور فرمایا:

''مجھ سے اپنے اس احاطہ کا سودا کر لو''۔ (تاریخ طبری)

وہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! ہم آپ ﷺ سے اس کی کوئی قیمت نہیں لیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ سے اجر لیں گے۔ ایک اور روایت سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: اونٹنی مسجد والی جگہ کے قریب آکر بیٹھ گئی، یہ جگہ دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی تھی جو حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے یہاں پرورش پا رہے تھے اور وہ زمین کھلیان کا کام دے رہی تھی۔ جب اونٹنی ٹھہری تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''انشاء اللہ یہ جگہ ہمارا ٹھکانہ ہو گی'' پھر آپ ﷺ نے اُن بچوں کو بلایا اور اُن سے اُس کھلیان کا سودا کیا تا کہ اُس جگہ مسجد بن سکے، وہ دونوں کہنے لگے: نہیں ہم یہ جگہ آپ ﷺ کو بطور عطیہ دیتے ہیں مگر آپ ﷺ نے 10 سونے کے دینار کے عِوض اُن سے سودا کیا اور یہ رقم سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا فرمائی اور آپ ﷺ نے وہاں مسجد کی تعمیر شروع کی۔ رسولِ اکرم ﷺ بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اینٹیں اُٹھاتے اور یہ شعر پڑھتے جاتے:

Marfat.com

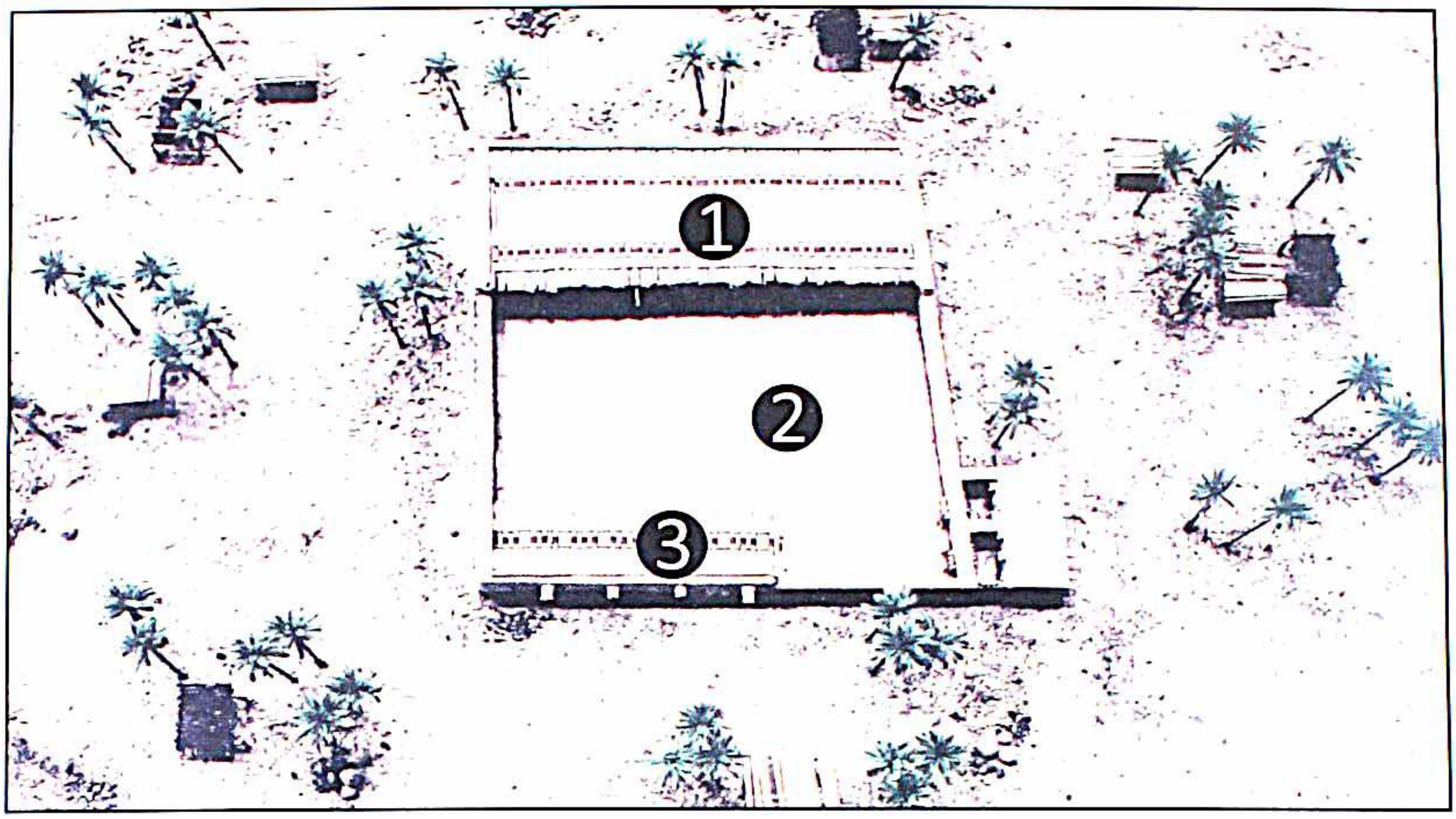

مسجد نبوی ﷺ جب بیت المقدس قبلہ اوّل ہوا کرتا تھا

❶ قبلہ کا رُخ (بیت المقدس) ❷ مسجد کا صحن ❸ اصحاب صفہ کی جگہ

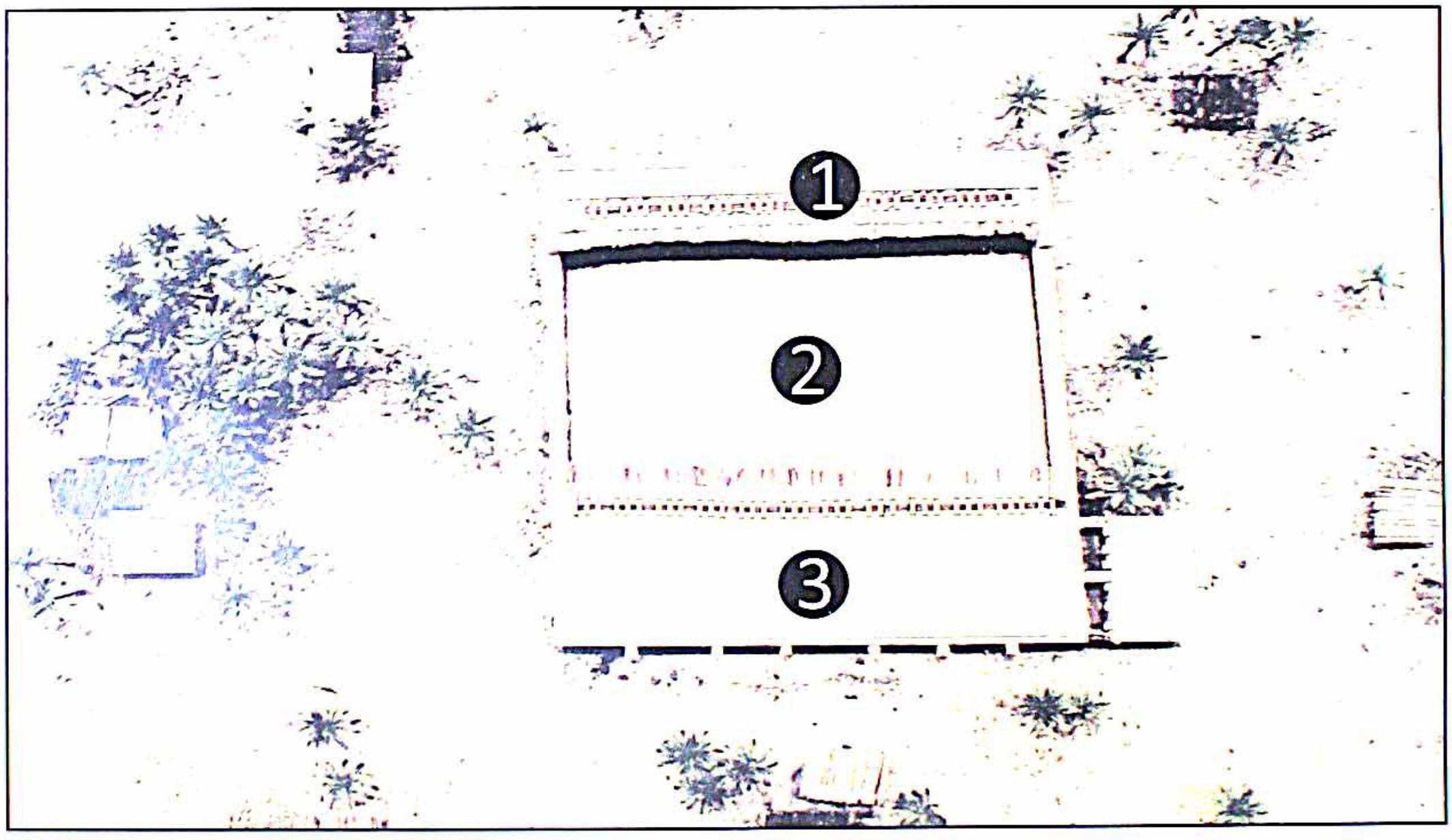

مسجد نبوی ﷺ تحویل قبلہ کے بعد جب رُخ قبلہ کعبۃ اللہ (مکہ مکرمہ) کی جانب ہو گیا تھا

❶ اصحاب صفہ کی جگہ ❷ مسجد کا صحن ❸ قبلہ کا رُخ (مکہ مکرمہ)

Marfat.com

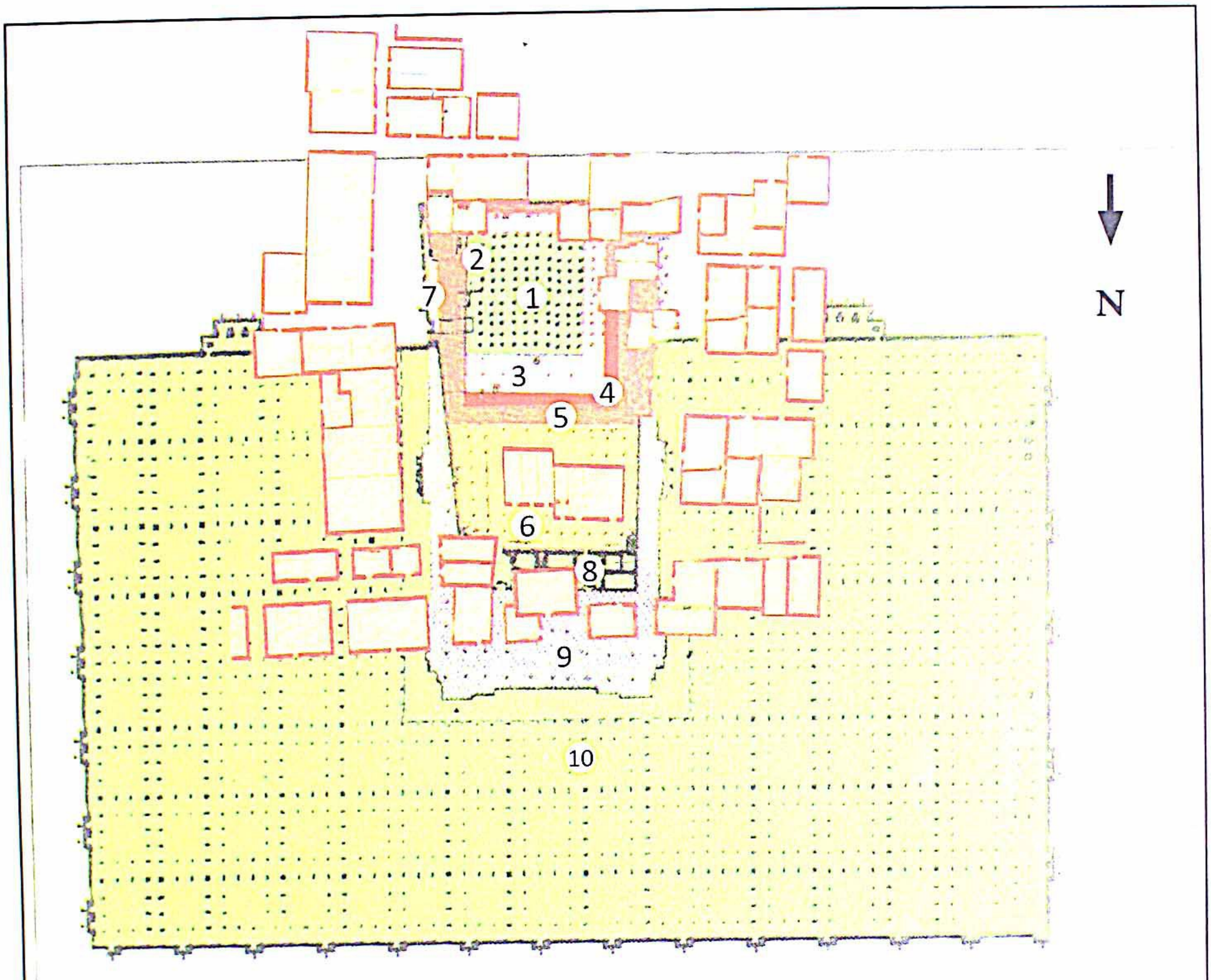

مسجد نبوی ﷺ کی توسیع جب جب ہوتی رہی اس خاکے میں موجود ہے۔اس توسیع میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے گھر بھی شامل ہوتے ہوتے تقریباً آپ ﷺ کے وقت کا پورا مدینہ منورہ مسجد نبوی ﷺ میں شامل ہوگیا۔

① حضور ﷺ کی بنائی گئی مسجد ② آپ ﷺ کی مسجد کی توسیع، 7ھ ③ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی توسیع، 17ھ

④ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی توسیع، 29-30ھ ⑤ ولید بن عبدالمالک، 68-91ھ ⑥ مہدی عباس، 161-165ھ قیتبائی، 888ھ ⑧ سلطان عبدالمجید عثمانی، 1265-1277ھ ⑨ شاہ عبدالعزیز آل سعود، 1370-1375ھ

⑩ خادم حرمین شریفین فہد بن عبدالعزیز، 1405ھ

گھر مبارک جو توسیع میں شامل ہوگئے

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ، سیدہ سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہا، سیدہ عاتکہ رضی اللہ عنہا، سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، سیدہ اسماء بنت حسین رضی اللہ عنہا، سیدنا جبلہ رضی اللہ عنہ، سیدہ ریطہ بنت ابی عباس رضی اللہ عنہا، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

Marfat.com

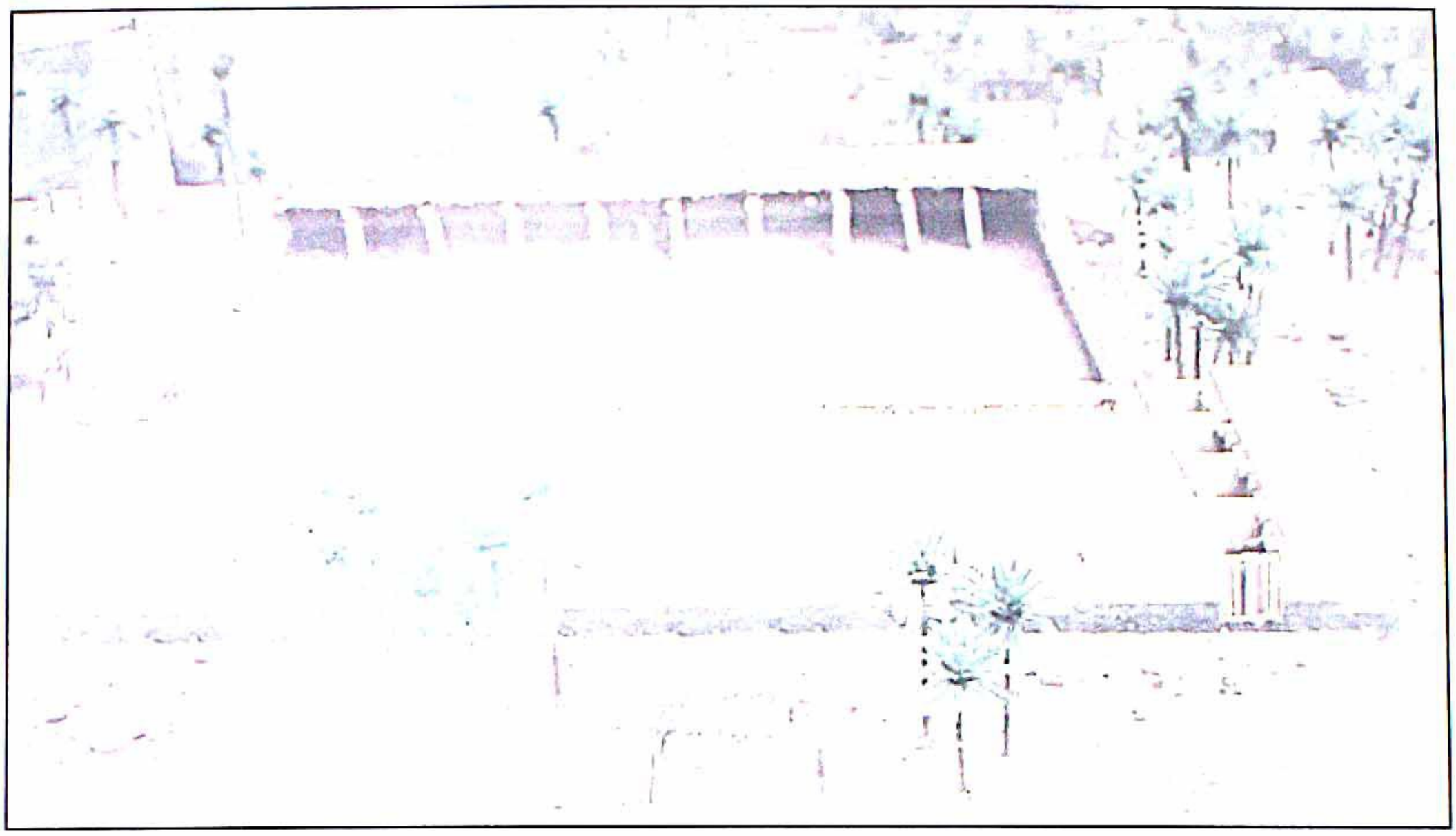

مسجد نبوی ﷺ کی پہلی توسیع 7 ہجری (628ء) غزوہ خیبر کی فتح کے بعد کی تھی۔

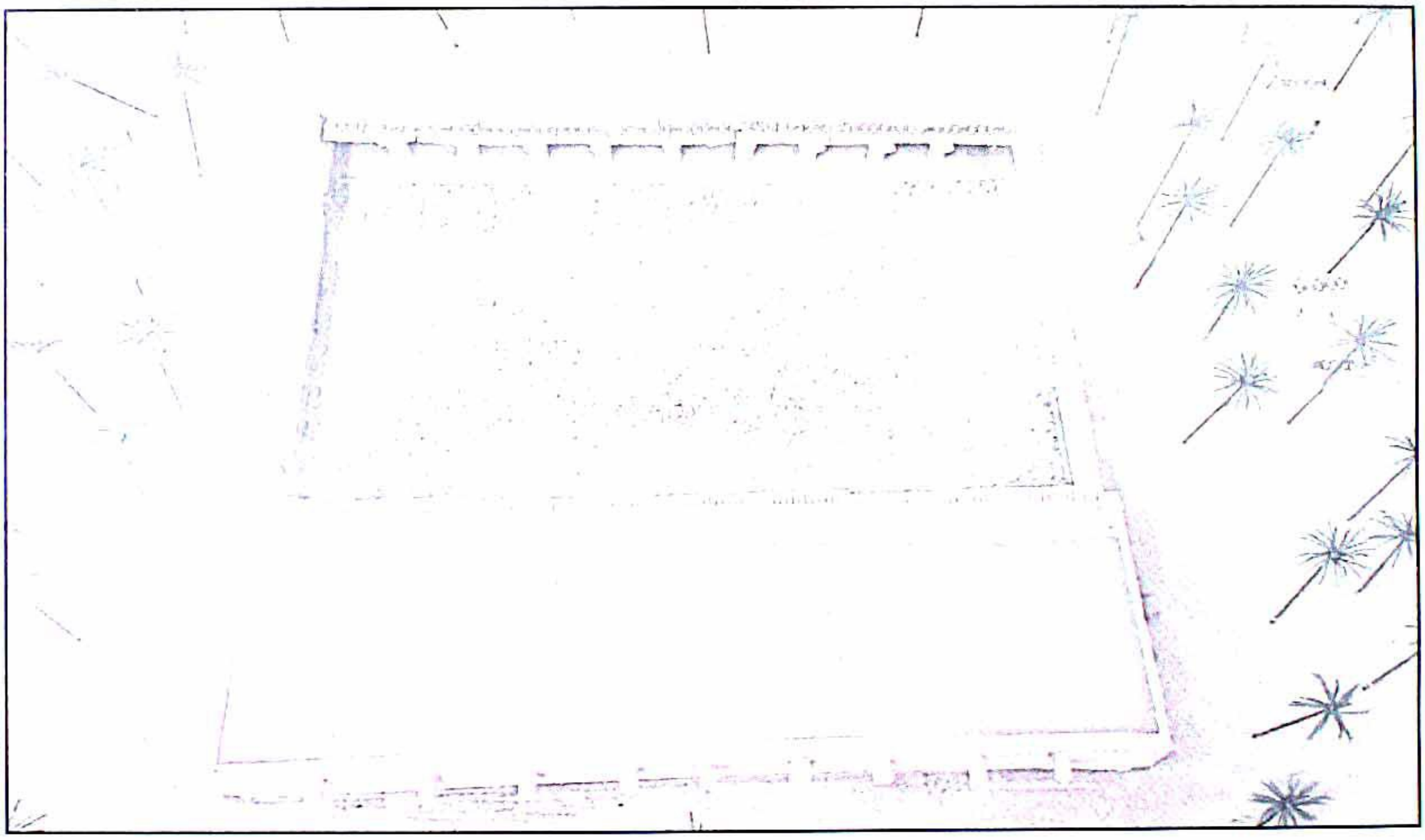

مسجدِ نبوی ﷺ کی دوسری توسیع جو خلیفہ اوّل سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔

Marfat.com

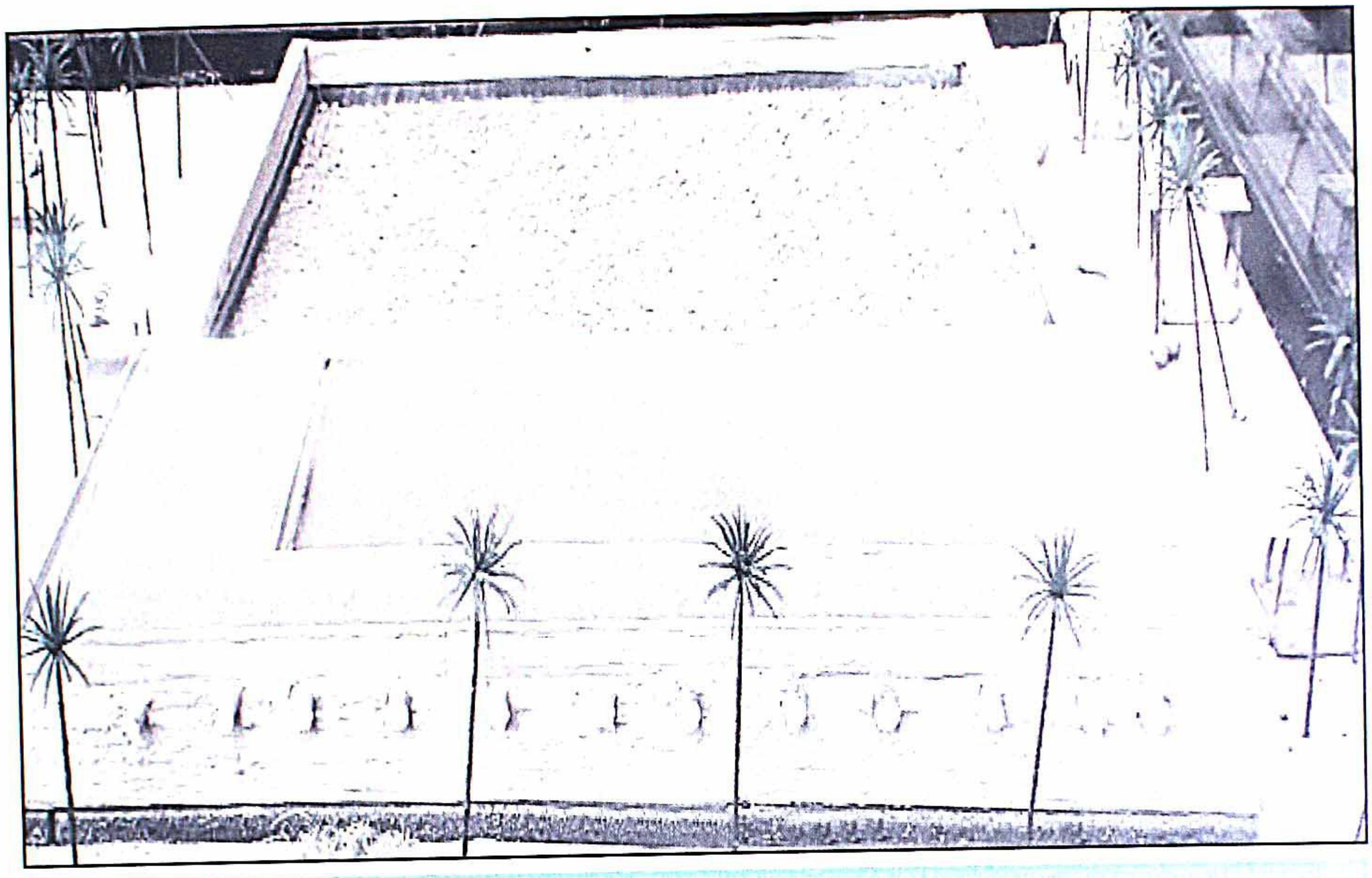

مسجدِ نبوی ﷺ کی تیسری توسیع خلیفہ دوئم سیدنا حضرت عُمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔(17ھ)

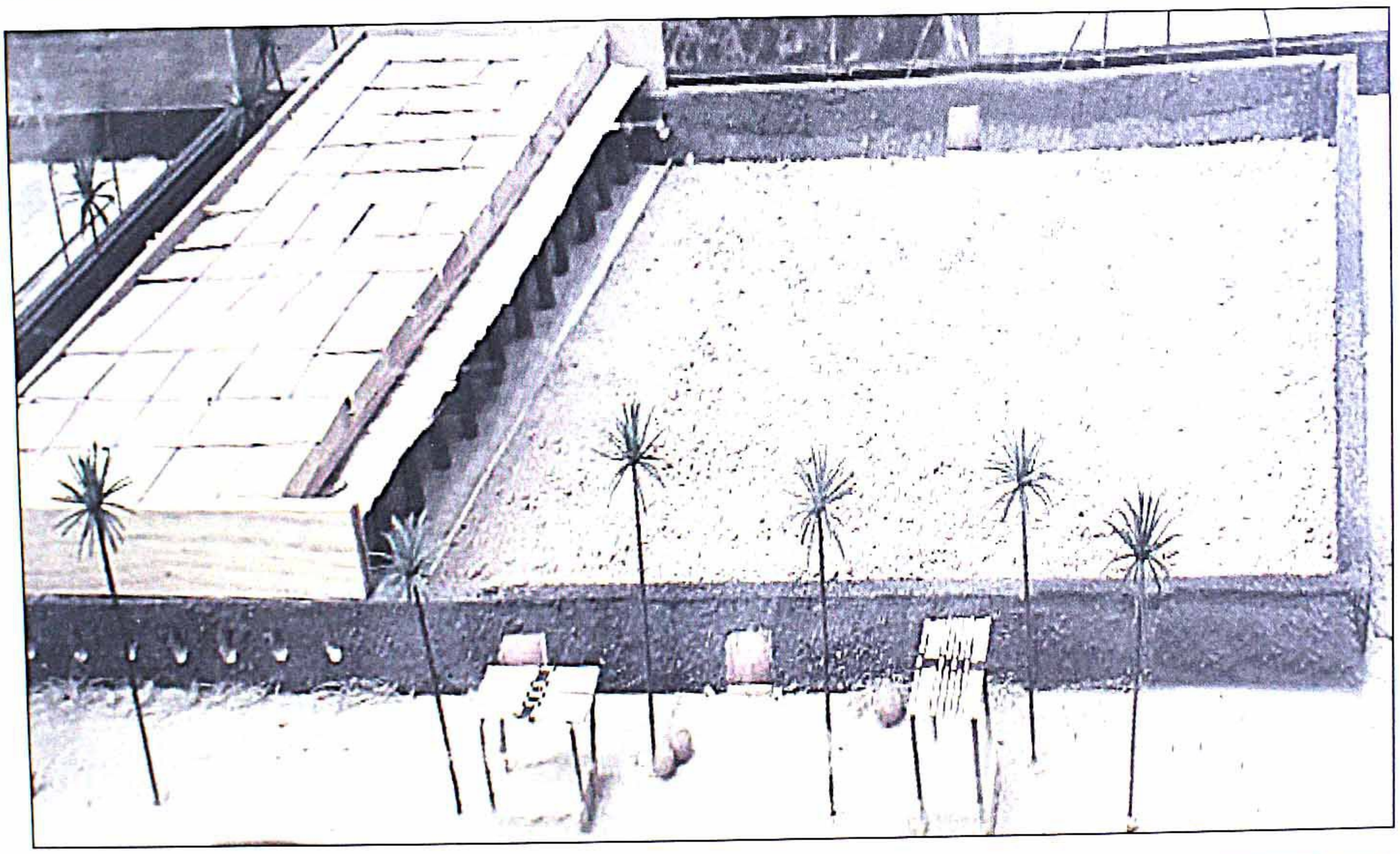

مسجدِ نبوی ﷺ کی چوتھی توسیع خلیفہ سوئم سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔(29ھ -30ھ)

Marfat.com

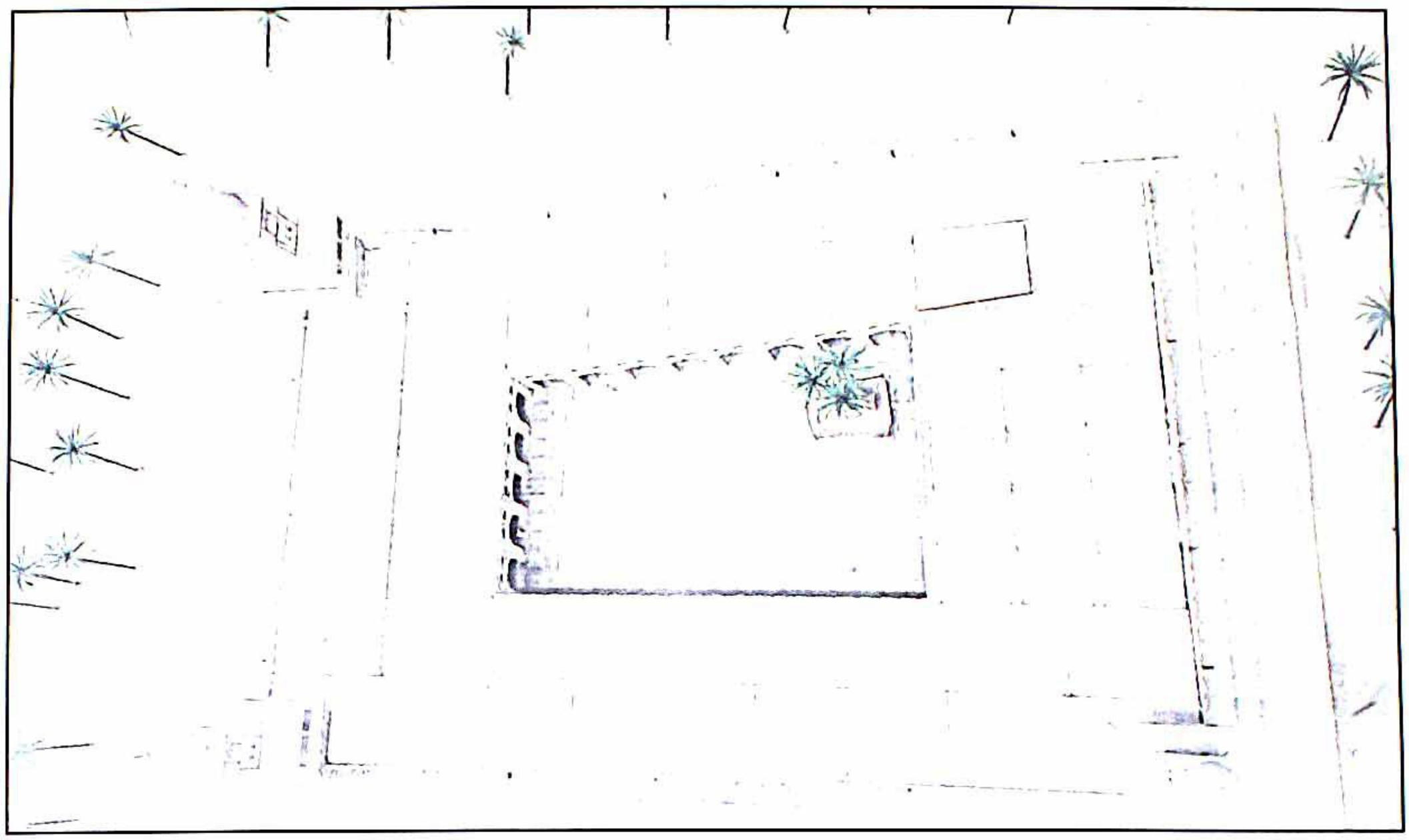

مسجدِ نبوی ﷺ کی توسیع جو خلیفہ مہدی کے دور میں کی گئی تھی۔ (161ھ)

مسجدِ نبوی ﷺ کی توسیع جو سلطان قیتبائی کے دور میں کی گئی تھی۔ (886ھ تا 888ھ)

Marfat.com

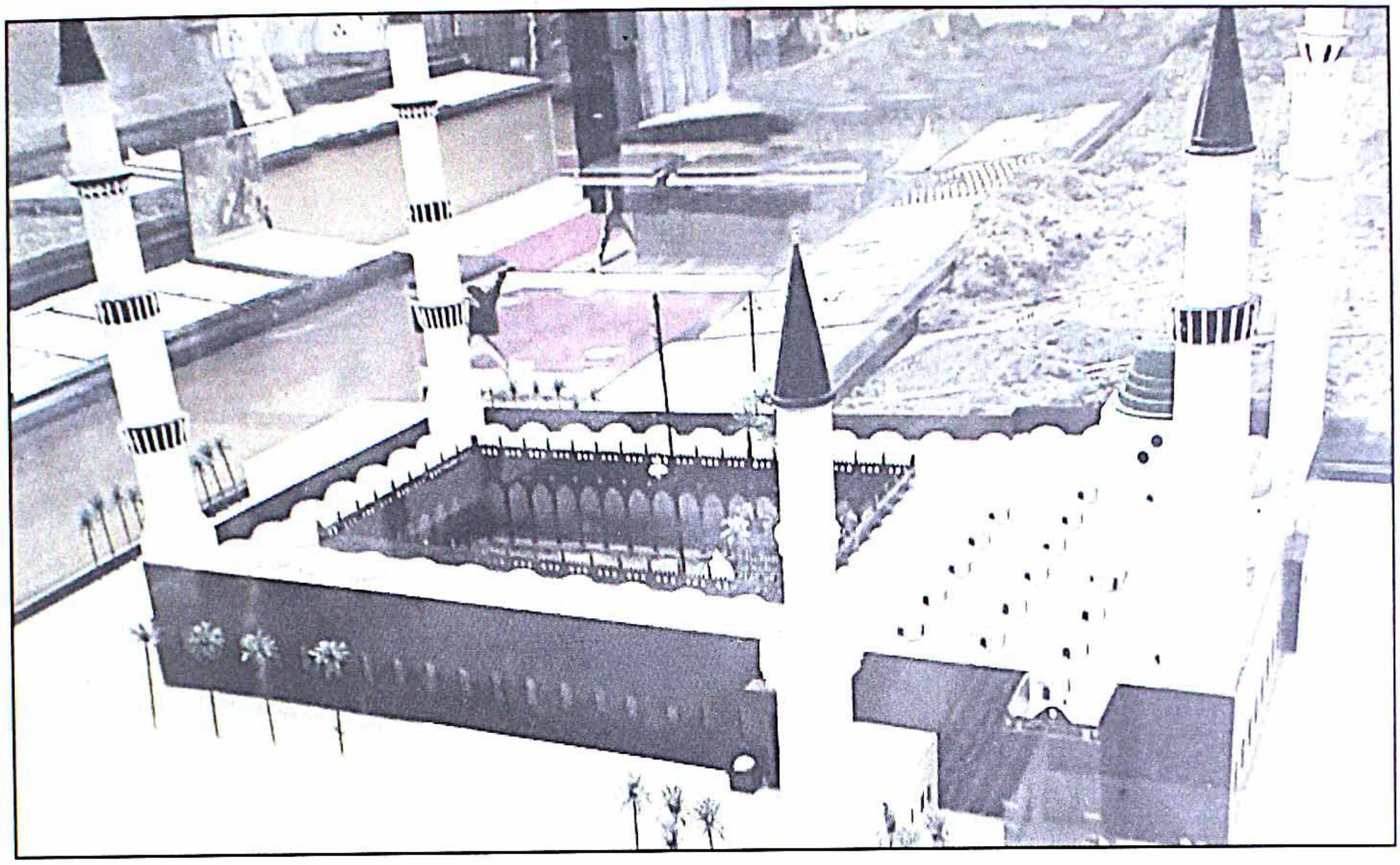

مسجدِ نبوی ﷺ کی توسیع جو خلیفہ سلطان عبدالمجید اوّل کے دور میں کی گئی تھی۔ (1265ھ تا 1277ھ)

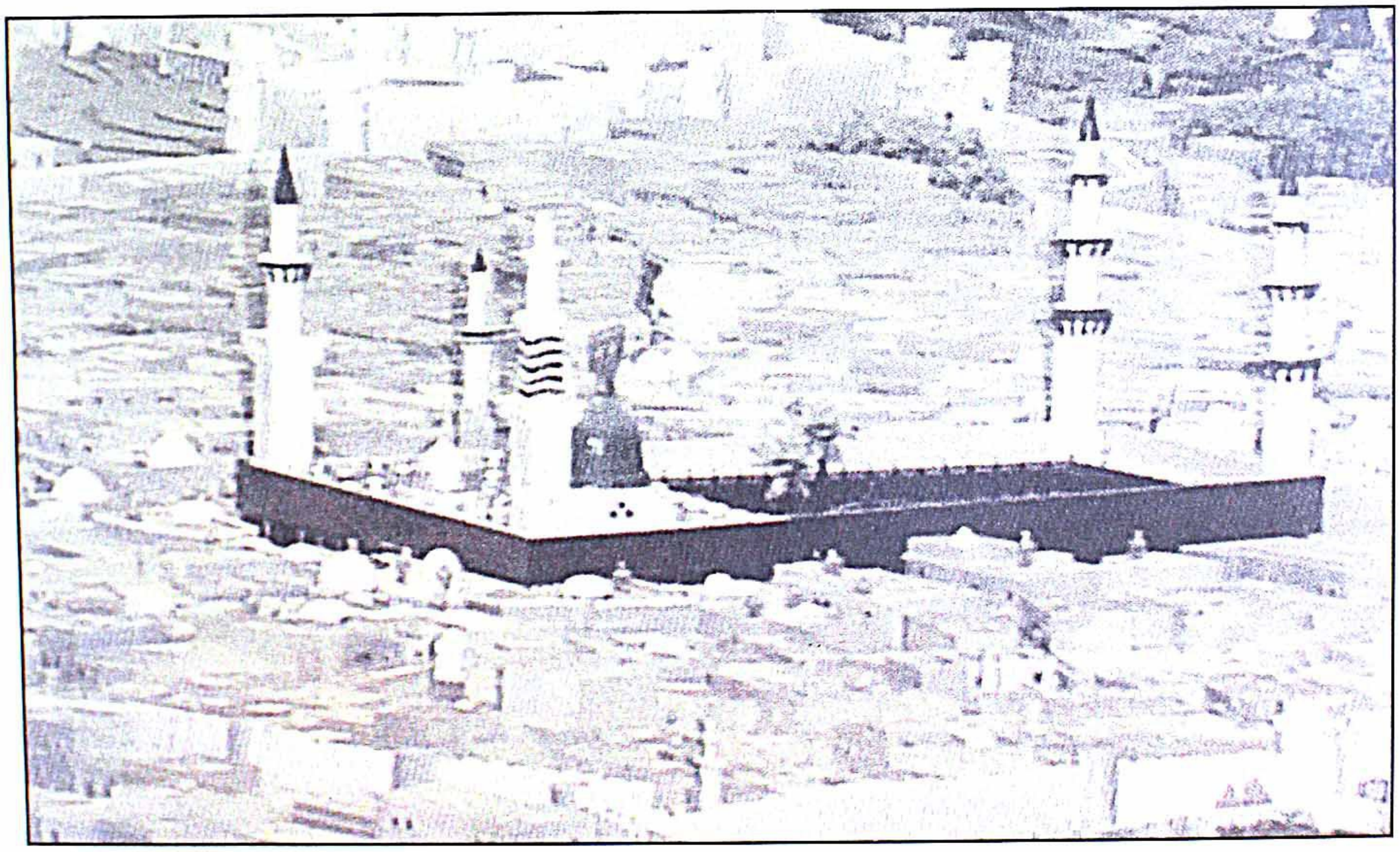

مسجدِ نبوی ﷺ کی توسیع

Marfat.com

Marfat.com

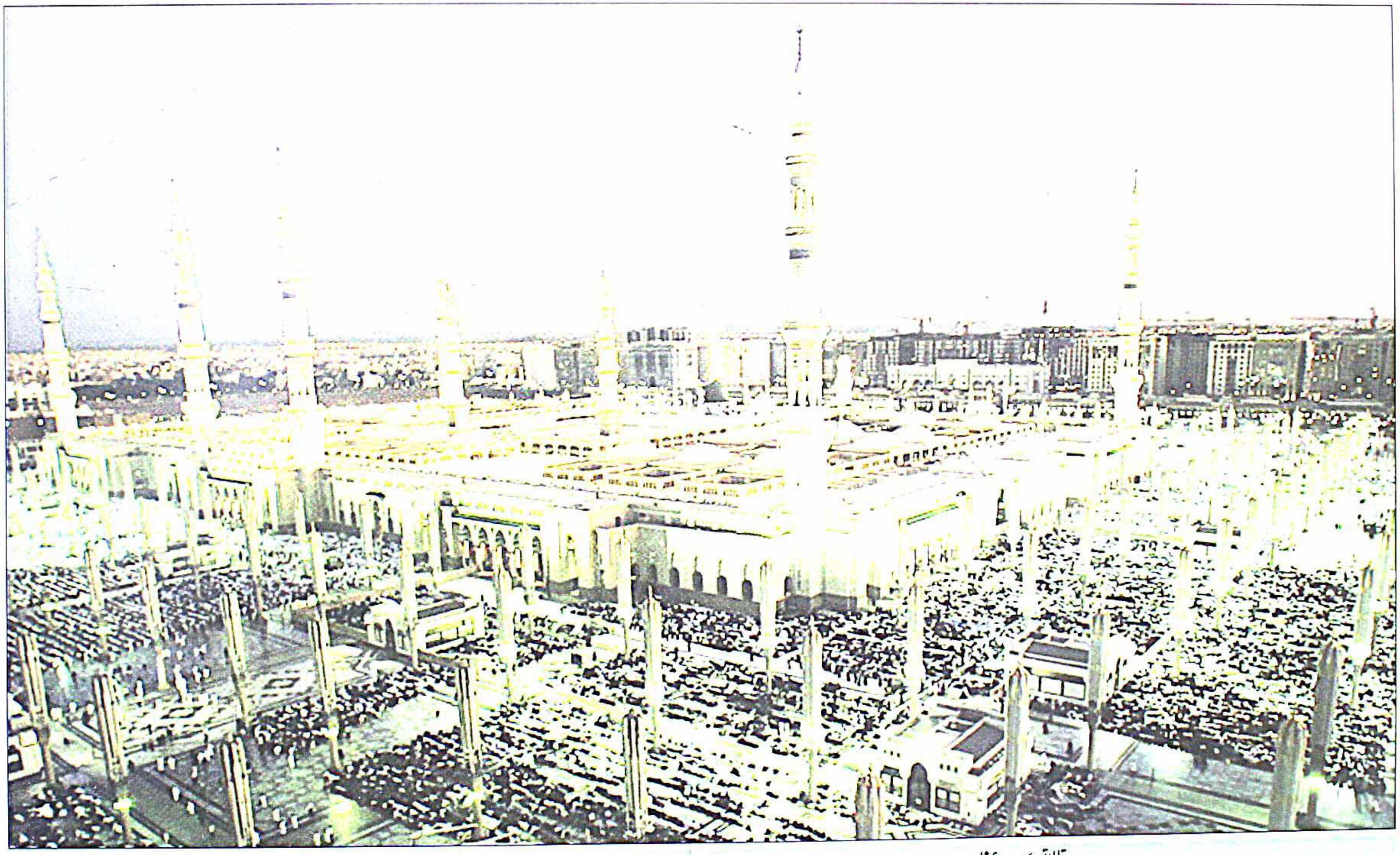

مسجد نبوی ﷺ کی یہ عظیم الشان توسیع جو خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز آلِ سعود کے دور میں کی گئی تھی۔

(موجودہ تصویر)

هَذَا الْجَمَالُ لَا جَمَالُ خَيْبَرَ
هَذَا أَبَرّ رَبّنَا وَأَطْهَرُ

"یہ بوجھ خیبر (کی کھجوروں) کا بوجھ نہیں، اے ہمارے رب! یہ انتہائی پاکیزہ اور نیک کام ہے"۔

نیز آپ ﷺ یہ بھی فرماتے:

اللّٰهُمَّ إِنَّ الأَجْرَ أَجْرُ الآخِرَةْ فَارْحَمِ الأَنْصَارَ وَالمهَاجِرَة

"اے اللہ! اصل اجر تو آخرت کا ثواب ہے لہٰذا انصار و مہاجرین پر رحم فرما"۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:3906)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مجھے سیّدنا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ "رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ مبارک میں مسجدِ نبوی ﷺ کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھی۔ اس کی چھت کھجور کی شاخوں سے تیار کی گئی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنے تھے"۔ (صحیح بخاری، حدیث:446)

عہدِ رسالت ﷺ میں مسجد نبوی ﷺ کی پہلی توسیع

غزوۂ خیبر کی فتح کے بعد رسالت مآب ﷺ جب واپس تشریف لائے تو مسجدِ نبوی ﷺ میں مسلمانوں کی تعداد بڑھنے کے باعث اس کی توسیع فرمائی۔ آپ ﷺ نے چوڑائی میں چالیس ہاتھ اور لمبائی میں تیس ہاتھ کا اضافہ فرمایا۔ اس طرح مسجد کا کُل رقبہ 2,500 مربع میٹر ہو گیا۔ اس کی بنیاد پتھروں کی تھی اور دیواریں کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھیں، ستون کھجور کے تنوں سے بنائے گئے تھے، چھت سات ہاتھ اونچی تھی اور اس توسیع کی ساری زمین سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے خرید کر مسجدِ نبوی ﷺ کو وقف کر دی تھی۔

سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں توسیع

سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ مبارک میں صرف دورِ نبوی ﷺ میں بنائے گئے وہ ستون جو کھوکھلے ہو چکے تھے، اُنہیں آپ رضی اللہ عنہ نے تبدیل فرما دیا تھا۔

Marfat.com

سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں توسیع

سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ ہم مسجد میں اضافہ کریں گے تو میں اس میں کبھی اضافہ نہ کرتا لہٰذا 17 ہجری میں سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجدِ نبوی ﷺ میں اضافہ فرمایا اور پہلے ہی کی طرح کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے دورِ نبوی ﷺ کے انداز کو برقرار رکھا البتہ ستون لکڑی کے بنا دیئے۔ (مسند احمد، 130۔2 سنن ابی داؤد، حدیث: 451)

سیّدنا حضرت عثمان غنی بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں توسیع

خلیفۂ سوم سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے 29 ہجری میں مسجدِ نبوی ﷺ کی توسیع اور تعمیرِ نو فرمائی، قبلہ کی طرف ایک برآمدے کا اضافہ فرمایا اور قبلہ کی دیوار اُس جگہ بنائی جہاں وہ آج ہے، اب تک اس طرف کوئی اور اضافہ نہیں ہوا، یہ تعمیر منقوش پتھروں سے کی گئی اور چھت ساگوان کی خوشبودار لکڑی سے ڈالی گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ اس پورے کام کی خود نگرانی فرماتے تھے اور مسجد سے باہر نہ جاتے تھے۔ تقریباً دس ماہ میں یعنی ربیع الاوّل 29 ہجری میں کام کی ابتداء ہوئی اور محرم 30 ہجری میں توسیع مکمل ہو گئی۔

ولید بن عبد المالک کے دور میں توسیع

ولید بن عبد المالک کے حکم پر مدینہ منورہ کے گورنر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے 88 ہجری میں مسجدِ نبوی ﷺ کی توسیع کا کام شروع کیا اور 91 ہجری میں توسیع مکمل ہوئی۔ اس توسیع میں اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے حجرے بھی مسجدِ نبوی ﷺ میں شامل کر دیئے گئے۔ حجراتِ امہاتِ المؤمنین رضی اللہ عنہن کو جب مسمار کیا جا رہا تھا تو اہلِ مدینہ زار و قطار رو رہے تھے۔ ایک روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجدِ نبوی ﷺ کے چاروں کونوں پر چار مینار بھی تعمیر کروائے تھے۔ (تاریخ وفاء الوفاء، ص528)

یہ اپنے وقت کی جدید اور خوبصورت تعمیر تھی اور اس میں تقریباً 20 دروازے بھی بنائے گئے تھے۔

Marfat.com

مہدی عباسی کے دور میں توسیع

161 ہجری میں خلیفۂ مہدی کے حکم پر مسجدِ نبوی ﷺ کی مزید توسیع کی گئی۔ اس توسیع کیلئے مسجد کے ارد گرد کے کچھ گھر خرید لئے گئے جن میں سیّدنا حضرت عبد الرّحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا گھر جسے "دار الملیکہ" کہا جاتا ہے، سیّدنا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا گھر جسے "دار القراء" کہا جاتا ہے اور سیّدنا شرجیل بن حُسنیٰ رضی اللہ عنہ کا گھر مسجد کے احاطے میں شامل کر دیا گیا۔

قیتبائی کے دور میں توسیع

مصری سلطان اشرف قیتبائی نے 13 / رمضان المبارک 886 ہجری (1491 عیسوی) کی رات مسجدِ نبوی ﷺ میں لگنے والی آگ کے بعد مسجد کی عمومی تعمیر شروع کر دی اور اس کی تکمیل رمضان المبارک 888 ہجری میں ہوئی۔ اُن کی تعمیر کی ہوئی مسجدِ نبوی ﷺ 377 برس تک قائم رہی۔

سلطان عبد المجید کے دور میں توسیع

ترکی کے خلفاء عثمانیہ میں خلیفہ سلطان عبد المجید اوّل نے 1265 ہجری میں مسجدِ نبوی ﷺ کے در و دیوار جو کہ کافی بوسیدہ ہو چکے تھے اُس کی تعمیرِ نو کی اور یہ تعمیر 1277 ہجری میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اس میں بڑی محبت اور عقیدت کے ساتھ انتہائی ماہر کاریگروں کی خدمات حاصل کی گئی تھیں جو باوضو ہو کر مسجدِ نبوی ﷺ کی تعمیر کے کام میں حصہ لیتے تھے۔ ان کاریگروں نے جس قدر بے مثل جدت اور بہترین فنِ تعمیر کا مظاہرہ کیا، اس کی جھلک آج بھی روضۂ اطہر ﷺ، ریاض الجنۃ اور اس کے اطراف میں دیکھی جا سکتی ہے۔

آلِ سعود کے دور میں توسیع

آلِ سعود کی جانب سے مسجدِ نبوی ﷺ کی پہلی توسیع شاہ عبد العزیز آلِ سعود نے کی جس میں اُنہوں نے پورے عزم کے ساتھ مسجدِ نبوی ﷺ کی توسیع کا آغاز 1952ء میں کیا اور یہ تعمیر شاہ عبد العزیز کی وفات کے بعد

Marfat.com

شاہ سعود کے دور میں بھی جاری رہی اور 5/ ربیع الاول 1375 ہجری (1955ء) میں اس توسیع شدہ مسجد کا افتتاح ہوا، اب مسجد کی کُل پیمائش 16,326 مربع میٹر ہو گئی۔

شاہ فیصل کے دور میں توسیع

شاہ فیصل بن عبد العزیز کے دور میں مسجد کے اطراف میں بڑے سائبان تعمیر کئے گئے جن کا رقبہ 35,000 مربع میٹر ہو گیا۔

خادمِ حرمینِ شریفین شاہ فہد بن عبد العزیز کے دور میں توسیع

یہ سعودی دور میں مسجدِ نبوی ﷺ میں ہونے والی دوسری اور تاریخ کی سب سے بڑی توسیع تھی، شاہ فہد بن عبد العزیز نے مسجدِ نبوی ﷺ کی اس عظیم الشان توسیع کا سنگِ بنیاد جمعۃ المبارک 9/ صفر 1405 ہجری (2/ نومبر 1984ء) کو رکھا تھا۔ ابتدائی کام محرم الحرام 1406 ہجری (1985ء) میں شروع ہوا، اس کی تکمیل 1414 ہجری (1994ء) میں ہوئی۔ اس تعمیر و توسیع کے بعد مسجدِ نبوی ﷺ میں نمازیوں کی گنجائش اب چھ لاکھ اٹھانوے ہزار سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ شاہ فہد بن عبد العزیز کو مسجدِ نبوی ﷺ کی اس قدر خوبصورت اور حسین تعمیر پر خراجِ عقیدت پیش کرنا چاہیے۔

مسجدِ نبوی ﷺ میں منبر و محراب اور ریاض الجنۃ

سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت مآب ﷺ جمعہ کے دن خطبے کے وقت درخت یا کھجور کے تنے کے پاس ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے تھے۔ ایک انصاری مرد یا عورت نے پیشکش کی "اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم آپ ﷺ کیلئے ایک منبر نہ بنا دیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا "جیسے تمہاری مرضی!" تو انصار نے آپ ﷺ کیلئے ایک منبر بنا دیا۔ جب جمعہ کا دن آیا اور آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو وہ "تنا" بچے کی طرح چیخ چیخ کر رونے لگا۔ نبی کریم ﷺ منبر سے اُترے اور اُس "تنے" کو آغوش میں لے لیا تو وہ اُس بچے کی طرح ہچکیاں لینے لگا جسے چُپ کرایا جا رہا ہو۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 3584)

Marfat.com

مسجد نبوی ﷺ میں منبر اور محراب نبوی ﷺ جہاں آپ ﷺ نماز پڑھاتے اور خطبہ دیا کرتے تھے

Marfat.com

Marfat.com

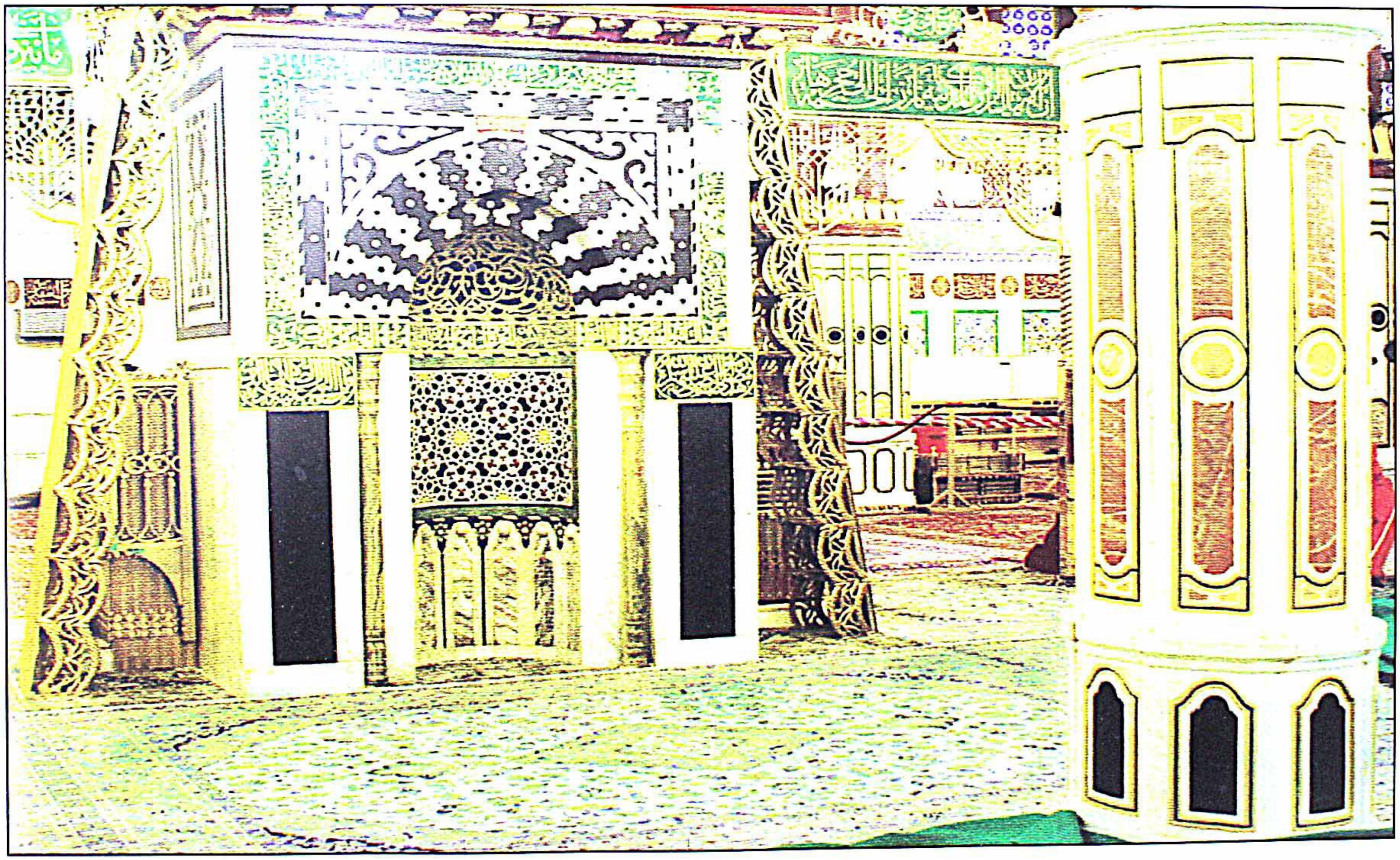

مسجدِ نبوی ﷺ میں محرابِ نبوی ﷺ اور ریاض الجنہ کا رُوح پرور منظر

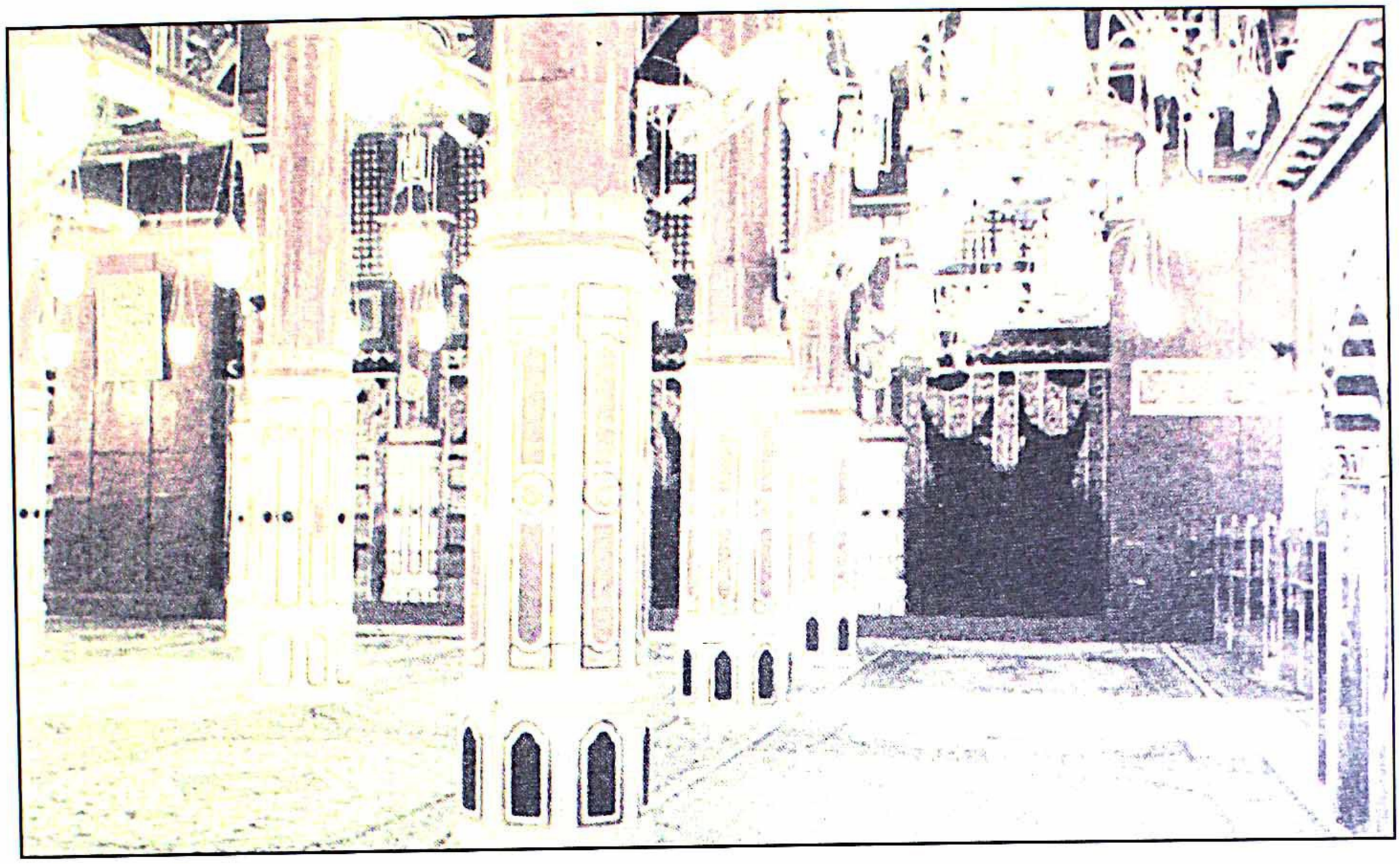

مسجد نبوی ﷺ میں ''ریاض الجنۃ''، یعنی جنت کے حصہ کا دلفریب منظر

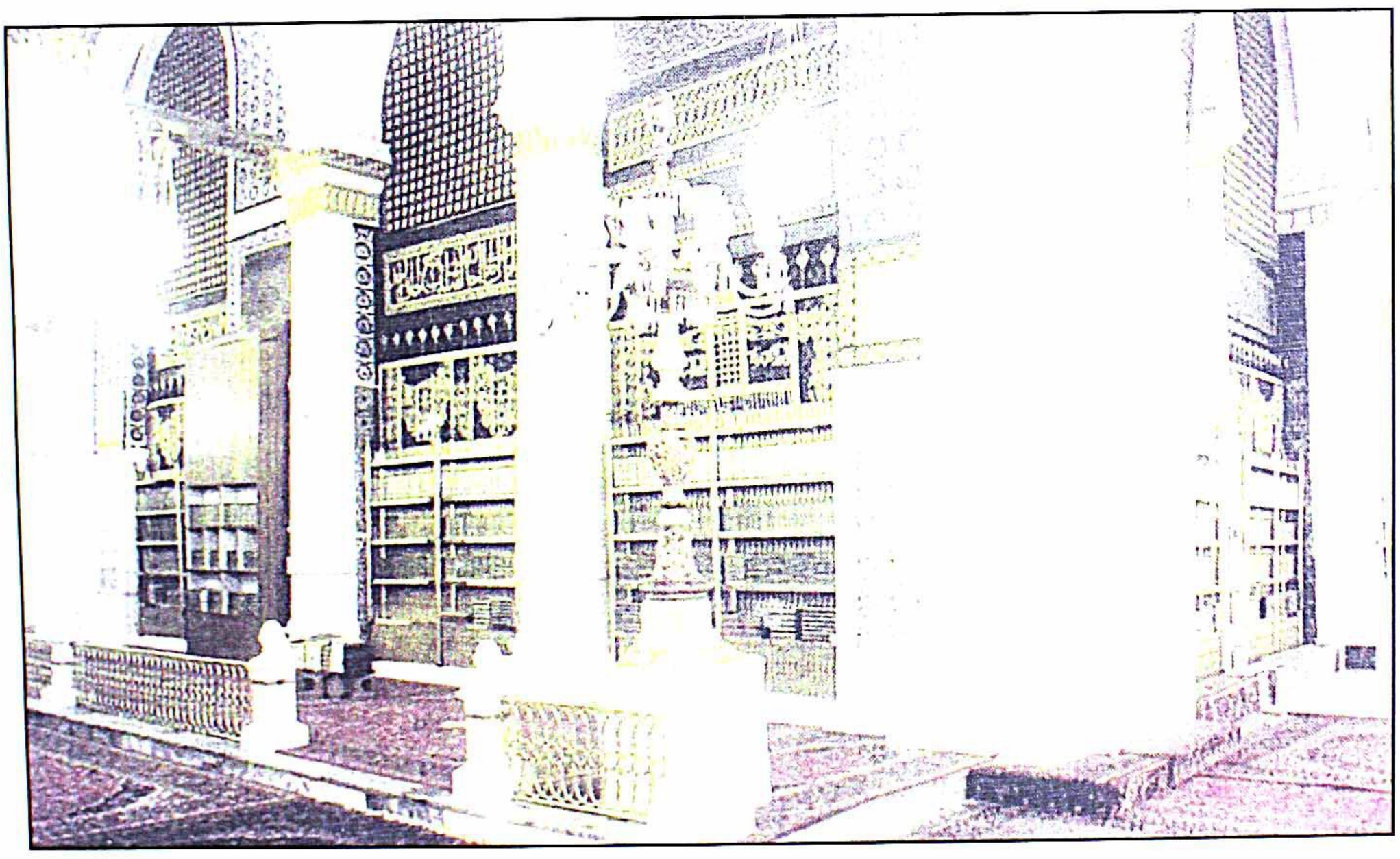

مسجد نبوی ﷺ میں ''ستون تہجد''۔ یہ شمال میں حجرہ سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا پہلا حصہ ہے

Marfat.com

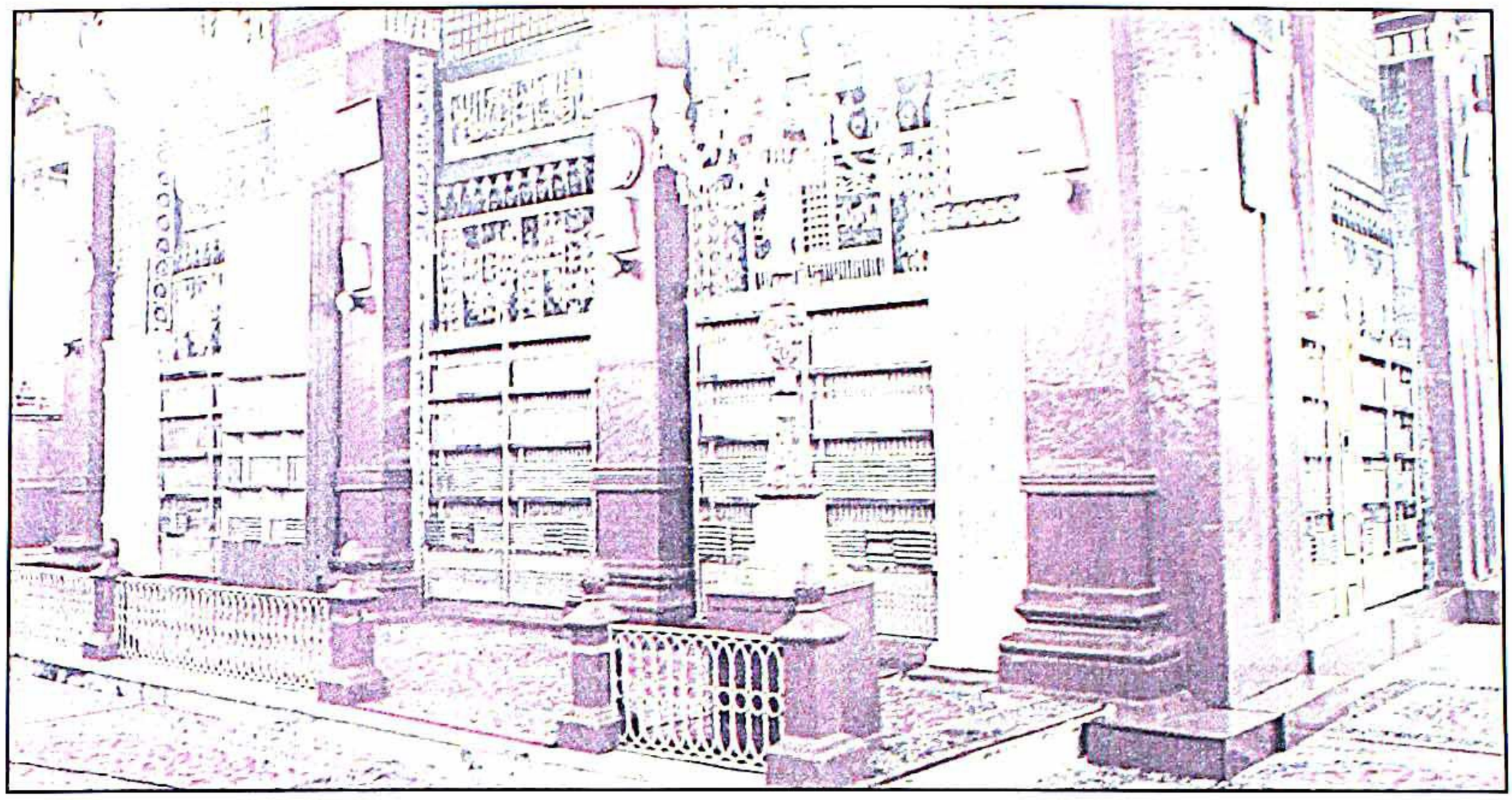

مسجد نبوی ﷺ میں روضہ اطہر ﷺ کے اطراف کا منظر

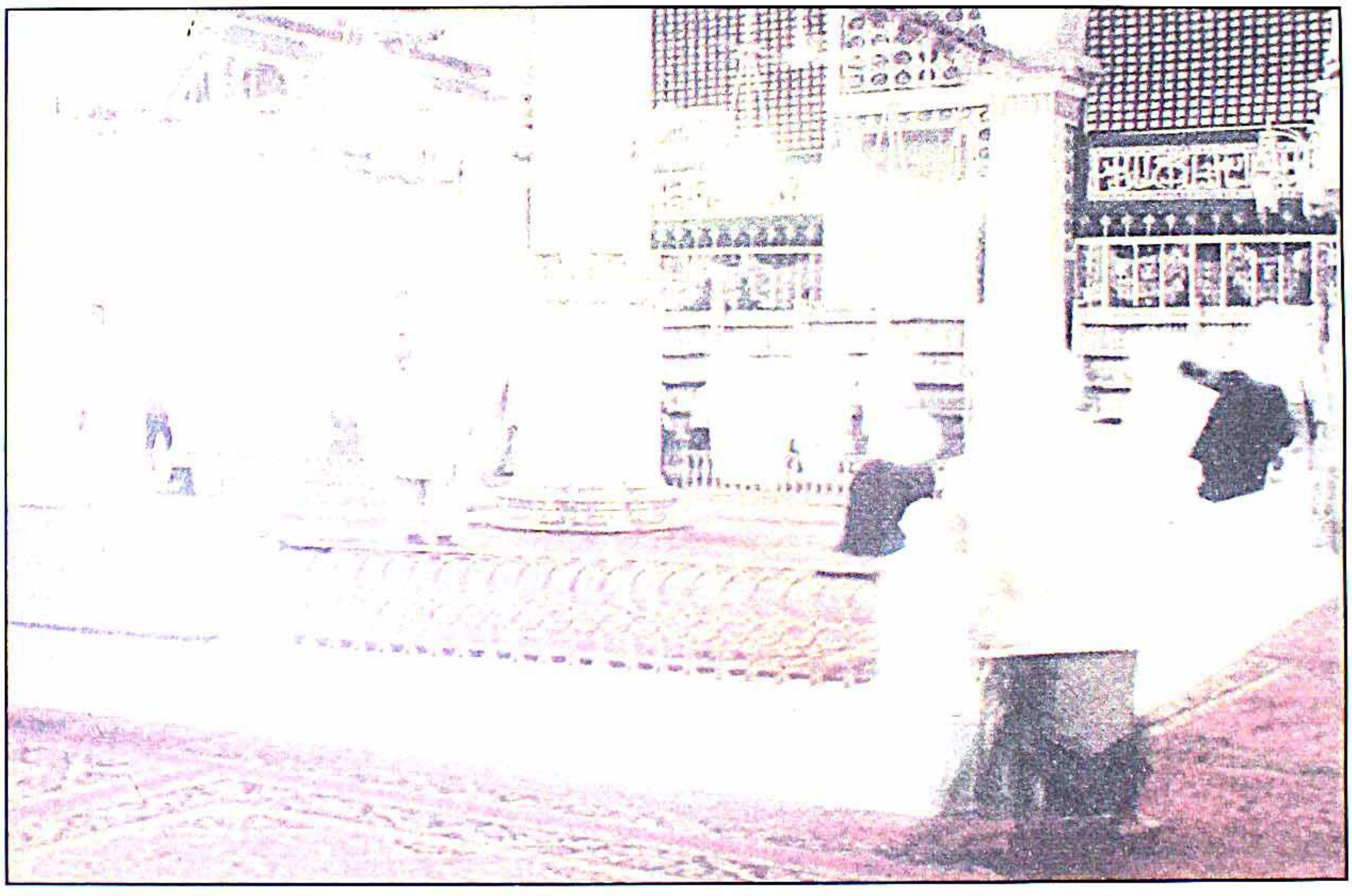

مسجد نبوی ﷺ میں موجود وہ چبوترہ جہاں اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم رہا کرتے تھے۔

Marfat.com

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو ایک ''تنے'' کے سہارے کھڑے ہو جاتے۔ کبھی کبھی خطبہ طویل ہو جاتا تھا لہٰذا آپ ﷺ کی سہولت کیلئے ایک انصاری عورت نے تجویز پیش کی کہ ''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم آپ ﷺ کیلئے ایک منبر نہ بنا دیں؟'' حضور ﷺ نے اس تجویز کو قبول فرمایا تو آپ ﷺ کیلئے جھاؤ کے درخت سے تین سیڑھیوں والا منبر تیار کیا گیا۔ جب آپ ﷺ ''تنے'' کی بجائے منبر کی طرف تشریف لے گئے تو وہ ''تنا'' غمِ فراق سے رونے لگا۔ سیّدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وہ لکڑی کا ''تنا'' ایک مصیبت زدہ شخص کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ (صحیح بخاری، 3585)

سیّدنا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اس تنے کے پاس سے گزر کر منبر کی طرف چلے تو تنا اس زور سے رویا کہ وہ پھٹ گیا اور دو حصوں میں ہو گیا۔ (صحیح بخاری، 3585)

غرض ''تنے'' کے رونے کا واقعہ بہت مشہور ہوا اور تقریباً دس سے زائد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس واقعے کو بیان فرمایا ہے۔ (وفا الوفاء، 388-390)

آپ ﷺ کیلئے یہ منبر مبارک 08 ہجری میں بنایا گیا تھا۔ اس منبر یعنی درخت کے ''تنے'' کا رونا اور وہاں موجود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اُس کی آواز کا سُننا آپ ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے لیکن آج 14 سو برس کے بعد ماہرینِ نباتات کا سائنٹیفک استدلال موجود ہے کہ درخت روتے بھی ہیں لیکن ہمیں ان کی آوازیں سنائی نہیں دیتیں۔ اس کو میں آپ کے علم کیلئے چھوڑتا ہوں کہ خود تحقیق کریں۔ آپ ﷺ کے اس منبر کے حوالے سے کئی احادیث موجود ہیں، سیّدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک مشہور روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ. وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي''.

''میرے گھر اور منبر کا درمیانی ٹکڑا جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا منبر میرے حوض (کوثر) پر ہو گا''۔ (صحیح بخاری، حدیث: 1391)

Marfat.com

اس کا مطلب واضح ہے کہ قیامت کے بعد یہ حصہ جنت میں منتقل ہو جائے گا، آج بھی روضۂ رسول ﷺ اور منبر کے درمیانی حصے میں سفید اور ہلکے ہرے رنگ کا قالین بچھا کر اور ستونوں کو سفید سنگِ مرمر لگا کر نمایاں کیا ہوا ہے۔

منبرِ رسول ﷺ کے پاس ''قسم'' کھانے کو جائز رکھا گیا ہے مگر جھوٹ بولنے پر سخت ترین عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ سیّدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ حدیث روایت فرماتے ہیں کہ ''جو شخص میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کی آگ میں بنائے گا یا (فرمایا کہ) اس کے لئے جہنم میں جانا لازم ہو جائے گا''۔ (سنن ابی داؤد، حدیث: 3246)

سیّدنا ابو عمامہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

''جس شخص نے میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم اُٹھا کر کسی مسلمان بھائی کا مال حاصل کیا اُس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب انسانوں کی طرف سے لعنت ہو گی، اللہ تعالیٰ اُس کا کوئی نفل قبول فرمائے گا نہ فرض''۔ (سنن کبریٰ نسائی، حدیث: 6019)

جب تحویلِ قبلہ کا حکم آیا:

﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرۃ2: (144)]

''اپنا چہرہ مسجدِ حرام کی طرف کر لیجئے''۔

تو آپ ﷺ تیرہ چودہ دن تو اسطوانۂ عائشہ رضی اللہ عنہا (ستونِ عائشہ) کو آڑ بنا کر نماز پڑھتے رہے پھر باقاعدہ مصلے میں نماز پڑھنے لگے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے 91 ہجری میں اس مصلے کی جگہ محراب تعمیر کی جسے ''محراب نبوی ﷺ'' کہا جاتا ہے۔ جب آپ ریاض الجنۃ میں جائیں تو آپ کو سامنے محرابِ نبوی ﷺ نظر آئے گی اور جب آپ وہاں نماز ادا کرتے ہیں تو نمازی کا ماتھا اسی جگہ پڑے گا جہاں آپ ﷺ کے قدمِ مبارک ہوا کرتے تھے۔

Marfat.com

اصحابِ صفہ

دارالارقم مکہ مکرمہ کے بعد اصحابِ صفہ جو اسلامی دنیا کی پہلی باقاعدہ دینی، علمی، اخلاقی، معاشرتی درسگاہ تھی، لوگ اسے عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے اور اُمت کے ان اساتذہ کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ اصحابِ صفہ کا شمار ملتِ اسلامیہ کے اُن محسنوں میں ہوتا ہے جنہوں نے زندگی کی تمام نعمتیں وطن، اہل وعیال، مال و دولت، عیش و عشرت اشاعتِ اسلام کیلئے وقف کر رکھی تھیں اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے قدموں میں اپنی تمام خوشیاں، آرام و آسائش نچھاور کر دی تھیں۔

Marfat.com

میثاقِ مدینہ

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچ کر دو بڑے اور فوری نوعیت کے اہم اقدامات کئے جن کے بہت دور رس نتائج بر آمد ہوئے۔۔۔ جس سے یہ صرف مدینہ منورہ کے مہاجرین اور انصار کے درمیان سلسلۂ اُخوّت کا معاملہ نہیں رہا۔۔۔ بلکہ تا قیامت جب بھی مسلمانوں کے درمیان یعنی مقامی اور مہاجرین کا معاملہ ہو گا تو وہ اس تاریخ ساز اور اہم واقعے سے استفادہ کر سکتے ہیں۔۔۔ دوسرا اہم واقعہ مہاجرین، انصار اور یہودیوں کا باہمی معاہدہ تھا جو ایک تاریخی حقیقت کی صورت میں اہم دستاویز شمار کی جاتی ہے۔۔۔ اسے "میثاقِ مدینہ" کہا جاتا ہے۔۔۔ میں آپ کی سہولت کیلئے "میثاقِ مدینہ" کی دفعات کو سیرت کی کتابوں سے جمع کر کے لکھ رہا ہوں۔۔۔

میثاقِ مدینہ کا متن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

1۔ یہ عہد نامہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مؤمنین و مسلمینِ قریش اور یثرب اور جو اُن سے آکر ملے ہیں اور جہاد میں اُن کے ساتھ شریک ہوئے ہیں، ان سب کے درمیان میں اس بات پر کہ سب مذکورین غیر لوگوں کے مقابل ایک گروہ ہیں۔

Marfat.com

2۔ مہاجرین جو قریش میں سے ہیں، اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے۔ اپنے آدمی کی طرف سے خون بہا ادا کریں گے اگر وہ کسی کو قتل کرے گا اور اگر اُن کے کسی شخص کو کوئی دوسرا قتل کر دے تب یہ اپنے آدمی کا خون بہالیں گے اور اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چُھڑالیں گے، عدل و انصاف کے ساتھ مسلمانوں میں رہیں گے۔

3۔ اس طرح بنی عوف بھی اپنی جگہوں پر قائم ہیں اور خون بہا و غیرہ کا لین دین ان میں اُسی طور سے جاری رہے گا جو پہلے سے ہے، ہر گروہ اپنے قیدی کو مسلمانوں کے درمیان میں عدل وانصاف کے ساتھ فدیہ دے کر چُھڑائے گا۔

4۔ بنی ساعدہ بھی اپنی جگہوں پر قائم ہیں، قدیمی طور سے خون بہا کا لین دین اُن میں جاری رہے گا۔ ہر گروہ اپنے قیدی کو مسلمانوں میں عدل وانصاف کے ساتھ فدیہ دے کر چُھڑائے گا اور اسی طرح سے بنی حرث اور بنی جشم اور بنی نجار اور بنی عمرو بن عوف اور بنی نبیت اور بنی اوس کا ذکر کیا ہے۔

5۔ بے شک مسلمان آپس میں کسی مفلس اور زیرِ بار شخص کو مدد دیئے بغیر نہ چھوڑیں گے، اس کا خُون بہایا فدیہ اچھی طرح سے ادا کریں گے۔

6۔ کسی مومن کے آزاد غلام کو کوئی مومن حلیف نہیں بنائے گا۔

7۔ مسلمانوں میں سے جو شخص ظلم، زیادتی، یا گناہ کرے گا تو سب مسلمان اُس کو پکڑ کر سزا دیں گے، چاہے وہ بدکار اُن میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

8۔ کافر کی خاطر مسلمان، دوسرے مسلمان کو قتل نہ کرے گا اور نہ مسلمان، مسلمان کے مقابلے میں کافر کی مدد کرے گا۔

9۔ بے شک خدا کا ذمہ ایک ہے، ادنیٰ مسلمان کافر کو پناہ دے سکتا ہے اور بے شک مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور موالی ہیں، ماسواء اور لوگوں کے۔

Marfat.com

10۔ یہود میں سے جو شخص ہماری پیروی کرے گا اُس کے واسطے ہم پر مدد کرنا ضروری ہے کہ ہم اُن کے دشمنوں کے مقابلے میں اُن کی مدد کریں۔

11۔ مسلمانوں کی صلح ایک ہے یعنی اگر جہاد میں ایک مسلمان صلح کرے گا تو سب کو منظور ہو گی اور کوئی مسلمان تنہا عدل و انصاف کو چھوڑ کر اور مسلمانوں کے بر خلاف کفار سے صلح نہیں کرے گا۔

12۔ جو لشکر ہمارے جہاد میں شریک ہو گا وہ نوبت (نقارہ) بجتے ہی جنگ کرے گا اور بے شک مسلمان، کفار سے انتقام لینے کے واسطے ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور بے شک پرہیز گار مسلمان اچھے اور عمدہ طریقے پر ہیں۔

13۔ اور کوئی مشرک قریش میں سے کسی کے جان و مال کو پناہ نہ دے گا اور نہ مسلمان کے مقابلے میں اُس کی حمایت کرے گا۔

14۔ اور جو شخص کسی مسلمان کو گواہوں کے سامنے قتل کرے گا اُس سے قصاص لیا جائے گا، مگر جبکہ اُس مقتول کے وارث معاف کر دیں یا خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں۔

15۔ سب مسلمان اس عہد نامے پر متفق ہیں اور اُن کے واسطے اس کا ترک کرنا ہر گز جائز نہیں ہے، جس مسلمان نے اس عہد کا اقرار کیا ہے اور وہ خدا پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اُس کو ہر گز جائز نہیں ہے کہ کسی بد عتی کو پناہ دے، اور جو اُس کو پناہ دے گا اُس پر قیامت کے روز خدا کی لعنت اور غضب ہو گا اور کوئی نیک کام اُس کا مقبول نہ ہو گا، اور جب کسی مقدمے میں جھگڑا ہو گا، وہ خدا اور رسول کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

16۔ یہودی بھی اپنا مال جس وقت لڑیں گے، مسلمانوں کے ساتھ خرچ کریں گے۔

17۔ بنی عوف کے یہودی مسلمانوں ہی میں شمار کئے جائیں گے۔ مسلمانوں کے واسطے اُن کا دین ہے اور یہودیوں کے واسطے اُن کا دین اور ہر ایک موالی اُنہی کے ساتھ ہیں اور جو شخص ظلم یا گناہ کرے گا وہ اپنے آپ کو اپنے گھر والوں کو ہلاک کرے گا۔

Marfat.com

18۔ بنی نجار کے یہود کے واسطے بھی وہی ہے جو بنی عوف کے یہود کے واسطے ہے۔

19۔ بنی حرث اور بنی ساعدہ اور بنی جعشم اور بنی اوس اور بنی ثعلبہ اور بنی شطبیہ، ان سب کے یہود کے واسطے وہی ہے جو بنی عوف کے یہود کے واسطے ہے اور جو شخص کوئی برا کام کرے گا اُس کا وبال اُس کے اوپر ہے اور بنی ثعلبہ کے موالی مثل بنی ثعلبہ کے ہیں۔

20۔ یہود کے قبائل کی شاخوں کو بھی اُنہی کی طرح سمجھا جائے گا۔

21۔ اور اُن میں سے کوئی بغیر محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اجازت کے باہر سفر کو نہ جائے گا۔

22۔ جو شخص کسی کو دھوکہ دے کر یا پوشیدہ قتل کرے گا اُس کا ذمہ دار وہ خود ہے اور اُس کے گھر والے ہیں، مگر جو شخص کہ مظلوم ہے اور خدا اس عہد پر گواہ ہے۔

23۔ اور بے شک یہود کا خرچ اُن کے ذمہ ہے اور مسلمانوں کا خرچ اُن کے ذمہ ہے۔

24۔ اور اُن پر یہ بات لازم ہے کہ اس عہد نامے کے شریکوں میں سے جس کو جنگ درپیش ہو گی سب اُس کی مدد کریں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کریں گے اور اُس کی بھلائی چاہیں گے۔

25۔ اور جو بُرائی کرے گا اُسے اس کی سزا ملے گی۔

26۔ اور کوئی شخص اپنے حلیف کے بدلے گناہگار نہ ٹھہرایا جائے گا۔

27۔ اور مدینہ شہر کا میدان اس عہد کے شریک لوگوں کے واسطے حرام ہے یعنی اس میں وہ کسی قسم کا قتل و فساد برپا نہ کریں گے۔

28۔ اور جس کو پناہ دی گئی وہ پناہ دینے والے کی طرح ہے کہ اُس کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے۔

29۔ اور کسی شخص کے اہل و عیال کو بغیر اُس شخص کی اجازت کے پناہ نہ دی جائے۔

30۔ اور اس عہد کے شریکوں میں جو اختلاف یا قضیہ پیدا ہو گا، وہ خدا اور رسول کے حضور میں پیش کیا جائے گا۔

31۔ اور قریشِ مکہ اور اُن کے مددگاروں کو پناہ نہ دی جائے۔

Marfat.com

32۔ ان عہد ناموں کے شریکوں میں دوسرے کی مدد کرنا اُس لشکر کے مقابل میں لازم ہے جو مدینہ میں چڑھ کر آئے اور جب اُس لشکر سے صلح ہو جائے تو سب کی صلح ہو گی۔

33۔ اگر اُنہیں صلح کی طرف بلایا جائے گا، تو اسے قبول کریں گے۔ اسی طرح جب وہ کسی کو صلح کیلئے بلائیں گے تو مسلمانوں پر بھی قبول کرنا لازم ہو گا سوائے اس کے کہ کوئی دینی جنگ کرے۔

34۔ ہر شخص کے حصے میں اسی کی مدافعت آئے گی جو اس کے بالمقابل ہو گا۔

35۔ اور اوس کے یہود اور اُن کے موالی یہود کے واسطے وہی ہے جو اس عہد نامے کے اور لوگوں کے واسطے ہے، نیکی اور بھلائی کے ساتھ اس عہد نامے کے لوگوں کے واسطے۔

36۔ اور یہ عہد نامہ کسی ظالم یا گناہگار کی حمایت نہیں کرے گا اور بے شک جو شخص مدینہ سے نکل گیا وہ بھی امن والا ہے اور جو مدینہ میں بیٹھا رہا وہ بھی امن والا ہے۔

37۔ اور بے شک خدا اور رسول اُس شخص کو پناہ دینے والے ہیں جو ایمان لایا اور متقی بنا۔

Marfat.com

مؤاخاتِ مدینہ

(انصار اور مہاجرین بھائی۔ بھائی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوری نوعیت کا ایک اہم ترین فیصلہ فرمایا جس کے بہت دوررس نتائج بر آمد ہوئے، یہ صرف مدینہ کے مہاجرین اور انصار کے درمیان اُخوت کا رشتہ قائم نہیں کیا بلکہ قیامت تک جب بھی مسلمانوں کے درمیان مقامی اور مہاجرین کا معاملہ ہو گا تو وہ اس مقدس تاریخ ساز واقعے سے استفادہ کرتے رہیں گے۔۔۔ مؤاخاتِ مدینہ نے ایک مثالی معاشرے کو تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کیا۔۔۔ جن جن افراد کے مابین یہ بھائی۔ بھائی یعنی مؤاخاتِ مدینہ ہوئی۔۔۔ میں اُن کے نام آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔۔۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب یعنی مہاجرین وانصار کے درمیان سلسلۂ اُخوت قائم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: خدا کی راہ میں ایک دوسرے کے بھائی بنو۔۔۔ خود حضور سیّد المرسلین اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی اقدام کرتے ہوئے سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا۔۔۔ اپنے چچا سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ میں اُخوت قائم کی۔۔۔ اسی وجہ سے سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اُحد کی جنگ میں شہادت کے وقت سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی۔۔۔ سیّدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (جن کا لقب ذوالجناحین اور طیّار ہے) کو سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا حالانکہ سیّدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اُس وقت تک حبشہ سے تشریف نہیں لائے تھے۔۔۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سیّدنا خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا حضرت عمر بن

Marfat.com

خطاب رضی اللہ عنہ کو سیّدنا عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا ابو عبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ کو سیّدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ کو سیّدنا سلامہ بن سلامہ وقیش رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سیّدنا اَوس بن ثاقب رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو سیّدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا۔۔۔

اسی طرح سیّدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو سیّدنا ابو ایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کو سیّدنا عیّاد بن بشر رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا جبکہ بعض کہتے ہیں کہ سیّدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو سیّدنا ثاقب بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا گیا۔۔۔ سیّدنا ابو ذَر جندب بن جنادہ غفاری رضی اللہ عنہ کو سیّدنا منذر بن عمرو ساعدی رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو سیّدنا ابو الدرداء عویمر بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو سیّدنا عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو سیّدنا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو سیّدنا ابو دُجانہ رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ کو سیّدنا سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو سیّدنا ابو الہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو سیّدنا عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا طفیل بن حارث رضی اللہ عنہ کو سیّدنا سفیان نسر خزرجی رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا صفوان بن بیضاء رضی اللہ عنہ کو سیّدنا رافع بن معلی رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو سیّدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا ذوالشمالین رضی اللہ عنہ کو سیّدنا زید بن حارث رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا گیا۔

اسی طرح سیّدنا ارقم رضی اللہ عنہ کو سیّدنا طلحہ بن زید رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کو سیّدنا معن بن عدی رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا عمرو بن سراقہ رضی اللہ عنہ کو سیّدنا سعد بن زید رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا عاقل بن بکیر رضی اللہ عنہ کو سیّدنا مبشر بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا حنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو سیّدنا منذر بن محمد رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا سرۃ بن ابی رہم رضی اللہ عنہ کو سیّدنا عبادہ بن خشناش رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کو سیّدنا زید بن مزین رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کو سیّدنا مجذر بن دمار رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو سیّدنا حارث بن صمّتہ رضی اللہ عنہ کا۔۔۔ سیّدنا مہجع مولی

Marfat.com

عمر رضی اللہ عنہ کو سیّدنا سراقہ بن عمرو بن عطیہ رضی اللہ عنہ کا۔۔۔اور سیّدنا حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کو سیّدنا ابو رویحہ عبد اللہ بن عبد الرّحمٰن رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا گیا تھا۔۔۔ سیّدنا بلال بن رواح رضی اللہ عنہ وصالِ رسول ﷺ کے بعد ملکِ شام چلے گئے اور سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ملکِ شام کے فتح ہونے کے بعد جب وظائف مقرر کئے تو سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: اے بلال! تمہارا وظیفہ کس کے ساتھ مقرر کروں؟ تو سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: سیّدنا عبد اللہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقرر کیجئے کیونکہ اُنہیں رسولِ اکرم ﷺ نے میرا بھائی بنایا تھا۔۔۔ چنانچہ سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وظائف انہی کے سپرد کر دیئے جو آج بھی ملکِ شام میں "قبیلہ خشعم" کے پاس موجود ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

مسجدِ قبلتین (مدینہ منورہ) جہاں قبلہ کا رُخ تبدیل ہوا یعنی بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف

تحویلِ قبلہ

(بیتُ المقدس سے بیتُ اللہ کی طرف قبلہ کی منتقلی)

حضور نبی کریم ﷺ ابتدائی زندگی میں بیتُ المقدس کی جانب رُخِ انور کر کے نماز ادا فرماتے رہے اور یہ سلسلہ مدینہ منورہ کے پہلے سترہ مہینوں میں بھی جاری رہا۔ جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں تھے تو خانۂ کعبہ میں حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کے درمیان نماز ادا کیا کرتے، اس طرح "مقامِ سجدہ" اور بیتُ المقدس کے درمیان کعبۃ اللہ آجاتا تھا۔۔۔ لیکن مدینہ ہجرت کے بعد آپ ﷺ کا رُخ بیتُ المقدس ہی کی جانب ہوتا تھا۔۔۔ آپ ﷺ کے دل میں بار بار خیال اُٹھتا تھا کہ کاش قبلے کی سمت کعبۃ اللہ کی جانب ہو جائے۔۔۔ آپ ﷺ کی اس خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے دوسرے برس تحویلِ قبلہ یعنی عین نماز کی حالت میں قبلہ کا رُخ بیتُ المقدس سے موڑ کر کعبۃ اللہ کی جانب کرنے کا حکم نازل فرما دیا:

﴿ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ ﴾ [البقرۃ2: (144)]

"(اے محمد ﷺ!) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم تم کو اُسی قبلے کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو منہ کرنے کا حکم دیں گے تو اپنا منہ مسجد حرام (یعنی خانۂ کعبہ) کی طرف پھیر لو، اور تم لوگ جہاں ہوا کرو اسی مسجد کی طرف منہ کر لیا کرو"۔

Marfat.com

عجیب خوشگوار حیرت کی بات ہے کہ قدیم آسمانی کتابوں میں بھی تحویلِ کعبہ کی جانب اشارے موجود ہیں۔۔۔ چنانچہ بائبل میں ہے:

"اُس پچھلے گھر کا جلال پہلے گھر کے جلال سے زیادہ ہو گا"۔(عہد نامہ قدیم حجی: باب 2، آیت 9)

تحویلِ قبلہ اسلام اور مسلمانوں کی عظیم جدوجہد کو ایک نیا موڑ عطا کرتا ہے۔۔۔ قبلہ کا تعین ہو جانے سے اُمتِ مسلمہ کو ایک منفرد حیثیت حاصل ہوئی۔۔۔ کیونکہ بیتُ المقدس کے قبلہ رہنے سے عیسائی اور یہودی سمیت دیگر مذاہب سے یکسانیت کے قائم رہنے کا اظہار ہوتا تھا۔۔۔ بیتُ المقدس اکثر و بیشتر کبھی مفتوح کبھی فاتح رہتا تھا۔۔۔ بادشاہ بخت نصر نے تو نہ صرف اس کو ویران کیا بلکہ توڑ پھوڑ کر زمین بوس کر دیا۔۔۔ یہی نہیں بلکہ بیت المقدس کے مقدس مقامات پر ناپاکی ڈلوائی۔۔۔ لیکن اس کے برخلاف خانۂ کعبہ اپنی پہلی تعمیر سے لے کر آج تک کبھی کسی فاتح قوم کے زیرِ نگیں نہیں رہا۔۔۔ بلکہ یہ ہمیشہ مقدس اور سلامتی کیساتھ رہا۔۔۔ توریت اور انجیل میں انبیاء کی فقط خانۂ کعبہ کے بارے میں پیشین گوئیاں اس بات کی دلیل ہیں کہ خانۂ کعبہ آپ ﷺ کی اُمت کیلئے مخصوص کر دیا گیا تھا اور یہی بات دلی منشاء اور آپ ﷺ کی محبت کا سبب بھی تھی۔۔۔ اور اللہ ربّ العزت نے جو اسباب اپنے رسول ﷺ اور اُن کی اُمت کیلئے رکھے تھے اُنہیں تو ہر حال میں پورا ہونا ہی تھا۔۔۔ آپ غور کیجئے۔۔۔! تحویلِ قبلہ ہو جانا۔۔۔ اس پر کسی بحث و مباحثہ کا نہ ہونا۔۔۔ یعنی معمولی سا بھی اعتراض نہیں ہوا۔۔۔ اور اتنا عظیم کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔۔۔ یہ ہے خدا کی خدائی اور اُس کی نشانی۔۔۔! یہ ہے آپ ﷺ کی شانِ کریمی۔۔۔! حق کی طرف خود بخود ہی آتے رہنا۔۔۔! جبھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "میں جو بولتا ہوں وہ حق ہوتا ہے اور میں جو کرتا ہوں وہ حق ہوتا ہے، اے ابن آدم! میری اتباع کرتے رہو، فلاح پا جاؤ گے"۔(تاریخ طبری وغیرہ)

Marfat.com

صلحِ حدیبیہ

امن کی بہترین دستاویز

حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا ایک ایسا شاندار واقعہ۔۔۔ جس سے اہلِ سیاست کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔۔۔ آپ ﷺ ہجرت کے بعد پہلی مرتبہ مکہ مکرمہ عمرہ ادا کرنے کی نیت سے نکلتے ہیں۔۔۔ اور آپ ﷺ کے ہمراہ 14 سو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا قافلہ ہوتا ہے لیکن۔۔۔ حدیبیہ کے مقام پر ہی آپ ﷺ کو اطلاع ملتی ہے کہ قریش نے مکہ آنے سے منع کر دیا ہے۔۔۔ جس کے نتیجے میں بات چیت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔۔۔ اسی دوران آپ ﷺ اپنی طرف سے گفتگو کیلئے سیّدنا حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ روانہ کرتے ہیں۔۔۔ خبر آتی ہے کہ مکہ والوں نے اُنہیں قید کر لیا ہے۔۔۔ اور پھر حدیبیہ میں یہ خبر مشہور ہو جاتی ہے کہ۔۔۔ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔۔ بس پھر کیا تھا۔۔۔ مسلمانوں کے شدتِ جذبات آسمان کی بلندیوں پر تھے۔۔۔ خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کیلئے ایک درخت کے نیچے بیعت لی گئی۔۔۔ جسے "بیعتِ رضوان" کہا جاتا ہے۔۔۔ اس بیعت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بھی فرمایا ہے۔۔۔ بیعت کیا تھی۔۔۔ ایک جذبہ تھا فدا ہونے کا۔۔۔ قربان ہونے کا۔۔۔ یعنی موت پر۔۔۔ ماریں گے۔۔۔ یا مر جائیں گے۔۔۔ 14 سو مسلمانوں کا جوش و ولولہ انتہائی بلندیوں کو چھو رہا تھا۔۔۔ لیکن پھر خبر آتی ہے کہ یہ خبریں افواہیں ہیں۔۔۔

Marfat.com

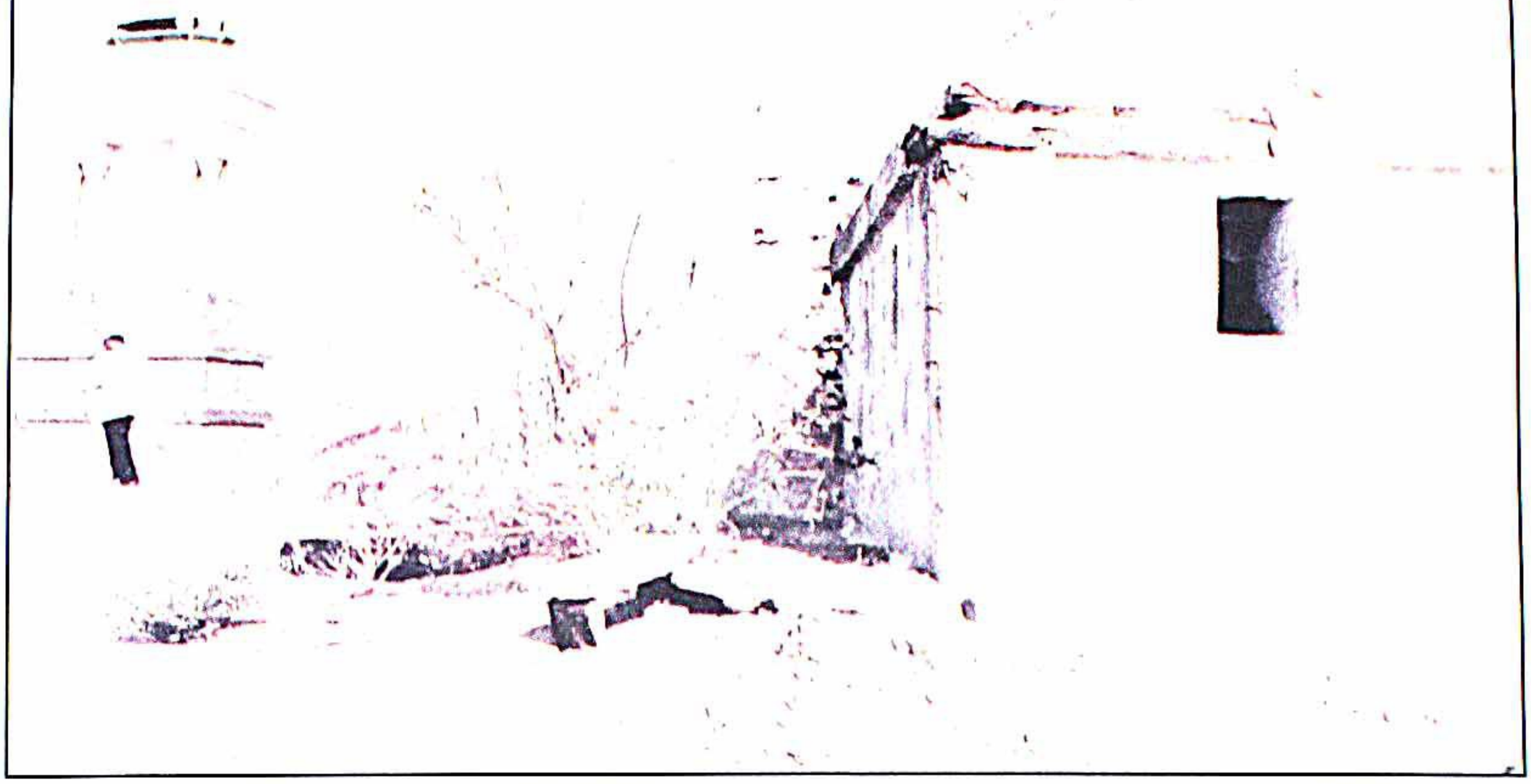

مقامِ حدیبیہ جو مکہ کے شمال سے 22 میل کے فاصلے پر واقع ہے ۔ آج کل اس کا نام شمیسی ہے
یہاں پر حدیبیہ کا کنواں ، باغات اور مسجد بیعت رضوان ہے

Marfat.com

بہر حال کافی تگ ودو کے بعد حالات نے کروٹ بدلی۔۔۔اورآپ ﷺ نے قریش کو معاہدہ کرنے کی دعوت دی۔۔۔امن کا معاہدہ۔۔۔ صلح کا معاہدہ۔۔۔جنگ نہ کرنے کا معاہدہ۔۔۔ذرا غور کریں۔۔۔! اتنے بھڑکتے ہوئے جذبات کو ایک معاہدہ "صلحِ حدیبیہ" کے ذریعے روکنا۔۔۔! ایسا کمال ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی۔۔۔!اور وہ بھی کن شرائط کے ساتھ۔۔۔؟معاہدے کی شرائط نے مسلمانوں میں اضطراب پیدا کر دیا تھا۔۔۔ لوگوں کی عقلیں حیران وششدر تھیں۔۔۔کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہنے کی ہمت بھی کی۔۔۔ لیکن روک دیئے گئے۔۔۔ہر طرف عجیب کیفیت تھی۔۔۔کچھ لمحے قبل جذبات کے طوفان نے موت کی خبر پر بیعت کرائی اور پھر چند لمحوں بعد صلح پر گفتگو ہو رہی ہے۔۔۔بدلتی ہوئی اس صورتحال نے گومگو کی کیفیت پیدا کر دی تھی۔۔۔اوراب اس معاہدے کی رُو سے ایک نئی سمت کی راہیں متعین ہو رہی ہیں۔۔۔ لیکن رحمۃ للعالمین ﷺ کو اس سے اطمینان وسکون حاصل تھا۔۔۔ آپ ﷺ اُس شاندار مستقبل کو دیکھ رہے تھے جسے ابھی یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم محسوس نہیں کر پا رہے تھے۔۔۔لہٰذا معاہدہ مکمل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے اپنے احرام کھول دیں۔۔۔ قربانی کے جانور ذبح کر دیئے جائیں۔۔۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جیسے بجلی گر گئی ہو۔۔۔سب پر جیسے سکتے کی فضا طاری تھی۔۔۔ آپ ﷺ کی زوجۂ محترمہ اُم المؤمنین سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ کیفیت دیکھی تو ماحول کو سنبھالا اور عرض کی: یارسول اللہ! یہ آپ ﷺ کے نافرمان نہیں ہیں بلکہ سکتے کی حالت میں ہیں، آپ ﷺ احرام کھول کر قربانی فرمائیں گے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خود بخود آپ ﷺ جیسا عمل دہرائیں گے۔۔۔ پھر آپ ﷺ نے جیسے ہی احرام کھولا اور قربانی فرمائی۔۔۔تو یکایک مجمعِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی جُنبش ہوئی اور ایک ایک کر کے سب نے احرام کھولا اور قربانیاں کیں۔۔۔یہ تو ایک اجمالی کیفیت تھی۔۔۔ اب میں آپ کو ذرا مختصر سا نقشہ ترتیب وار دکھاتا ہوں۔۔۔ غور سے پڑھیے گا۔۔۔

صلحِ حدیبیہ (تحریر اور اُس کا ماحول)

قریش کی جانب سے معاہدے کیلئے مختلف افراد وقتاً فوقتاً آتے رہے۔۔۔ لیکن کوئی خاطر خواہ صورتحال

Marfat.com

بنتی نظر نہیں آرہی تھی۔۔۔اس دوران قریش کی جانب سے ایک شخص مکرز بن حفص آیا۔۔۔جب یہ نزدیک پہنچا تو حضور ﷺ نے فرمایا: یہ مکرز ہے، بہت ہی لُچا آدمی ہے۔۔۔اس نے آپ ﷺ سے گفتگو شروع کی، ابھی اس کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ ناگہاں! سہیل بن عمرو آگیا، اُسے دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: سہیل آگیا، لو! اب تمہارا معاملہ سہل ہو گیا۔۔۔چنانچہ سہیل نے آتے ہی کہا۔۔۔آیئے! ہم اور آپ معاہدے کی ایک دستاویز لکھ لیں۔۔۔حضور ﷺ نے اُسے منظور فرمالیا اور سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دستاویز لکھنے کیلئے طلب فرمایا۔۔۔حضور نبی کریم ﷺ اور سہیل بن عمرو کے درمیان دیر تک صلح کی شرائط پر گفتگو ہوتی رہی۔۔۔بالآخر چند شرطوں پر اتفاق ہو گیا۔۔۔آپ ﷺ نے سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

لکھو! "بسمِ اللہ الرّحمٰن الرّحیم"، سہیل نے کہا: ہم "رحمٰن" کو نہیں جانتے، آپ "باسمک اللھم" لکھوایئے جو ہمارا اور آپ کا پرانا دستور رہا ہے۔۔۔مسلمانوں نے کہا: ہم "بسمِ اللہ الرّحمٰن الرّحیم" کے سوا دوسرا لفظ نہیں لکھیں گے مگر حضور ﷺ نے سہیل کی بات مان لی اور فرمایا: اچھا! اے علی! باسمک اللھم ہی لکھ دو۔۔۔ پھر حضور ﷺ نے آخر میں یہ عبارت لکھوائی۔۔۔یہ وہ شرائط ہیں جن پر قریش کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح کا فیصلہ کیا۔۔۔سہیل نے پھر اعتراض کیا اور کہنے لگا: خدا کی قسم! اگر ہم مان لیتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو نہ ہم آپ کو بیت اللہ سے روکتے، نہ آپ کے ساتھ جنگ کرتے لیکن آپ "محمد بن عبد اللہ" لکھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں محمد رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبد اللہ بھی ہوں، یہ اور بات ہے کہ تم لوگ میری رسالت کو جھٹلاتے ہو۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "محمد رسول اللہ" کو مٹادو اور اس کی جگہ "محمد بن عبد اللہ" لکھ دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ کون مسلمان آپ ﷺ کا فرمانبردار ہو سکتا ہے۔۔۔؟ لیکن محبت کے عالم میں کبھی کبھی ایسا مقام بھی آجاتا ہے۔۔۔کہ سچے محب کو بھی اپنے محبوب کی فرمانبرداری سے محبت ہی کے جذبے میں انکار کرنا پڑتا ہے۔۔۔اُنہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ کا نام ہرگز نہیں مٹاؤں گا۔۔۔آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا! مجھے دکھاؤ، میرا نام کہاں ہے؟ سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس جگہ پر انگلی رکھ دی

Marfat.com

تو آپ ﷺ نے وہاں سے "رسول اللہ" کا لفظ مٹا دیا۔۔۔ بہر حال صلح کی تحریر مکمل ہو گئی۔۔۔ اس دستاویز میں یہ طے کر دیا گیا کہ فریقین کے درمیان دس سال تک لڑائی بالکل موقوف رہے گی۔ مزید گفتگو سے پہلے ذرا صلحِ حدیبیہ کا متن پڑھ لیں۔ صلح نامہ کی دفعات مندرجہ ذیل تھیں۔

1۔ مسلمان اس سال بغیر عمرہ ادا کئے واپس چلے جائیں۔

2۔ آئندہ سال عمرہ کیلئے آئیں اور صرف تین دن مکہ میں ٹھہر کر واپس چلے جائیں۔

3۔ تلوار کے سوا کوئی دوسرا ہتھیار لے کر نہ آئیں نیز تلواریں بھی نیام کے اندر رکھیں گے۔

4۔ مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں اُن میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی مکہ میں رہنا چاہے تو اُسے نہیں روکیں گے۔

5۔ کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ چلا جائے تو واپس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ چلا جائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

6۔ قبائلِ عرب کو اختیار ہو گا کہ وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں دوستی کا معاہدہ کر لیں۔

صلحِ حدیبیہ کی شرائط

صلحِ حدیبیہ کی شرائط ظاہری طور پر ایسی تھیں جن سے اضطراب پیدا ہونا ایک فطری عمل تھا لیکن ان شرائط نے تاریخِ انسانی کی راہیں ہموار کرنے میں کیسا کردار ادا کیا اس پر غور کرنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے اور یہی صلحِ حدیبیہ کا اعجاز ہے۔۔۔ آج بھی سیاست اور ریاست کو سمجھنے اور سمجھانے والوں کو صلحِ حدیبیہ سامنے رکھتے ہوئے فیصلے کرنے چاہیں۔۔۔ اب ذرا ان شرائط پر تھوڑی بات کر لیتے ہیں۔۔۔

اس کی ایک شرط "جو مکہ سے مدینہ جائے گا وہ واپس ہو گا لیکن مدینہ سے آنے والوں کو واپس نہیں کیا جائے گا، بظاہر کفار نے اپنی دانست میں اس شرط کو کامیابی سمجھ کر اسی پر زور دیئے رکھا۔۔۔ حالانکہ حضور ﷺ کی بصیرتِ

Marfat.com

مبارکہ نے جان لیا تھا کہ یہی نکتہ اہلِ مکہ کو عاجز کر چھوڑے گا۔۔۔اور فتحِ مکہ کیلئے سب سے بڑی سہولت بن جائے گا۔۔۔اور واقعی ایسا ہی ہوا۔۔۔اہلِ مکہ کی اکثریت ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر رہی تھی۔۔۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ مکہ میں بھی دلی طور پر کئی لوگ اسلام سے متاثر ہو چکے تھے۔۔۔بلکہ کچھ تو مسلمان ہو کر خاموشی کے ساتھ مکہ میں ہی زندگی گزار رہے تھے۔۔۔تو اس شرط کے آتے ہی وہ لوگ سیاسی طور پر بھی مکہ میں ہی رہنے کے پابند ہو گئے۔۔۔مگر اُنہوں نے اپنے تئیں اسلام کی تبلیغ کا کام جاری رکھا ہوا تھا۔۔۔ لہٰذا آپ ﷺ کے یہی صحابہ رضی اللہ عنہم مسلسل اسلام کی دعوت کا کام زور و شور سے کرنے میں مصروف رہے۔۔۔جس سے ایک اچھی خاصی تعداد مسلمان ہو گئی۔۔۔اور باقی لوگ اگرچہ مسلمان تو نہ ہوئے لیکن آپ ﷺ کی فتح مندی کی خبروں، رحم دلی کے واقعات اور غزوات میں بھی امن پسندی جیسے اقدامات سے اخلاقی طور پر بے حد متاثر ہو چکے تھے۔۔۔اسی لئے مکہ مکرمہ جیسا عظیم شہر۔۔۔اور کعبہ میں موجود بتوں کی حفاظت کیلئے کچھ عرصے قبل تک عرب اپنی جانیں دینے کو تیار رہتے تھے۔۔۔فتحِ مکہ کے موقع پر شہرِ مکہ مزاحمت کی افرادی قوت سے خالی ہو چکا تھا۔۔۔ اور آپ ﷺ نے بغیر کسی جنگ و قتال کے مکہ مکرمہ کو حاصل کر لیا۔۔۔اور اُس دن وہ تمام لوگ جو صلحِ حدیبیہ کے بعد سے اعلانیہ نہ تو اسلام کا اظہار کرتے تھے اور نہ ہی مکہ چھوڑ سکتے تھے اُن سب نے حرمِ مکہ میں حاضر ہو کر قبولِ اسلام کر لیا۔۔۔ دیکھا آپ لوگوں نے۔۔۔! کہ صرف ایک بصیرت افروز شرط نے کیسا انقلاب برپا کیا۔۔۔

دوسری شرط کہ "آئندہ سال عمرہ کیلئے آئیں اور صرف تین دن مکہ میں ٹھہر کر واپس چلے جائیں"۔۔۔ یہ شرط دو دھاری تلوار ثابت ہوئی۔۔۔ کفارِ مکہ کے شرط لگانے کا مقصد یہ تھا کہ اہلِ مکہ کے سامنے مسلمانوں کی تحقیر کی جائے کہ حرم میں آنے کے باوجود ہم نے اُنہیں کعبہ تک نہیں آنے دیا۔۔۔ لیکن آپ ﷺ نے اس شرط کی فتح مندی بھانپ لی۔۔۔ ہوا یہ کہ کفارِ مکہ کا جتنا تعلق مکہ سے تھا اس سے کہیں زیادہ حق اور تعلق آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔۔۔ کیونکہ یہ مکہ تو آپ ﷺ کا آبائی و خاندانی وطن تھا۔۔۔اور عبادت کے ادا کرنے کے سلسلے میں سب کو یہاں آنے کا برابر حق دیا جاتا تھا۔۔۔ یہ خود اہلِ مکہ کی پرانی روش تھی۔۔۔ لہٰذا

Marfat.com

آپ ﷺ کو جب حرم کے قریب آجانے کے باوجود روک دیا گیا۔۔۔اور عمرے کی عبادت ادا نہ کرنے دی۔۔۔ تو مکہ والوں میں اندرونی طور پر دو گروہ بنتے گئے۔۔۔اور یہ اختلاف زور پکڑتا گیا۔۔۔ایک گروہ کہتا: مکہ سب کی عبادت گاہ ہے، اس لئے عبادت سے روکنا صحیح نہیں۔۔۔

دوسری طرف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے قبائل کی بڑی اکثریت اور خاندان کے بے شمار لوگ بھی مکہ میں ہی تھے گو کہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔۔۔اُن کے دل میں رشتے ناتوں کی بدولت ہی سہی لیکن ٹیسیں اُٹھنے لگیں۔۔۔کہ ہمارے اپنوں کو کعبہ میں آنے نہیں دیا گیا۔۔۔اس طرح کنفیوژن پیدا ہو گیا۔۔۔اختلافات بڑھنے لگے۔۔۔اِدھر مکہ کے کفار میں کنفیوژن پھیلا۔۔۔اُدھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح کی نوید سنائی۔۔۔جسے سُن کر مسلمان فرحاں وشاداں ہو گئے۔۔۔کہ ان کے معاہدے کو ربّ العالمین نے "فتح مبین" کا پیش خیمہ قرار دے دیا۔۔۔اوران کی بیعتِ رضوان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بیعت کا شرف بخش دیا۔۔۔بس پھر کیا تھا۔۔۔مسلمانوں میں ہر سو خوشیاں پھیلنے لگیں۔۔۔یعنی فتح ونصرت کی وحی نے مسلمانوں کی خوشی کو چار چاند لگا دیئے۔۔۔

جذبات کا ایک طوفان جو دلوں میں ٹھہر گیا تھا۔۔۔اور وہ یہ کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خانۂ کعبہ کے قریب پہنچنے کے باوجود اس کا دیدار نہ کر سکے۔۔۔اور جبراً روک دیئے جانے کے باعث دل ہی دل میں طے کرنے لگے۔۔۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔۔۔مکہ کو خواہ زورِ بازو ہی حاصل کرنا پڑا تو کریں گے۔۔۔اس طرح اس معاہدے نے ان کے جوش واستقلال میں بے پناہ اضافہ کر دیا تھا۔۔۔یہاں یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رکھیئے گا۔۔۔کہ نبی اور رسول کبھی بھی ذلت و تحقیر آمیز معاہدہ نہیں کرتے اور نہ غرور وفخر میں کسی قوم کی تحقیر کرتے ہیں۔۔۔کیونکہ وہ تو راہِ حق کے علمبردار ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے کئے ہوئے کام کی تکمیل کرتے ہیں۔۔۔

معاہدے کے گواہ

جن حضرات نے اس معاہدے پر بطورِ گواہ دستخط ثبت کئے اُن کے نام یہ ہیں:

سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، سیّدنا حضرت عبد الرّحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ،

Marfat.com

سیّدنا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، سیّدنا حضرت عبد اللہ بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ، سیّدنا حضرت مکرز بن حفص رضی اللہ عنہ، سیّدنا حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (کاتبِ معاہدہ)۔ اس معاہدے کے بعد بنو خزاعہ نے اعلان کیا: ہم محمد ﷺ کے ساتھ ہیں۔۔۔ جبکہ بنو بکر نے کہا: ہم قریش کے ساتھ ہیں۔۔۔

حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ

(معاہدے کی پاسداری)

عین معاہدے کے وقت ایک اضطراب انگیز واقعہ پیش آیا۔۔۔ جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اشتعال پیدا کر دیا۔۔۔ سہیل بن عمرو کے بیٹے "ابو جندل رضی اللہ عنہ" مسلمان ہو چکے تھے۔۔۔ اسی وجہ سے اُنہیں زنجیریں پہنا کر قید کر دیا گیا تھا۔۔۔ لیکن وہ کسی طرح قید سے نکل کر زنجیریں پہنے ہوئے حدیبیہ پہنچ گئے۔۔۔ سہیل نے ابو جندل رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی مطالبہ کیا کہ معاہدے کی شرط کے مطابق اسے واپس کر دو۔۔۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابھی تو تحریر مکمل نہیں ہوئی۔۔۔ سہیل نے کہا: پھر صلح کی بات پوری نہیں ہو سکتی۔۔۔ آپ ﷺ نے سہیل سے کہا: اسے میری خاطر چھوڑ دو۔۔۔ اس نے کہا: میں آپ کی خاطر بھی نہیں چھوڑوں گا۔۔۔ ابھی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ ابو جندل رضی اللہ عنہ نے درد بھری آواز میں کہا: مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف واپس کیا جاؤں گا کہ وہ مجھے میرے دین کے متعلق فتنے میں ڈالیں۔۔۔؟ یہ بات مسلمانوں کے دل دہلا گئی۔۔۔ لوگوں میں اضطراب پیدا ہونے لگا۔۔۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو جندل! صبر و اجر کی امید رکھو، عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے اور دیگر کمزور لوگوں کیلئے کوئی بہتر سبیل پیدا فرمائے گا۔ ہم نے قریش سے صلح کر لی ہے، ہم نے اُنہیں اور اُنہوں نے ہمیں اس پر اللہ کا عہد دے رکھا ہے، اس لئے ہم بد عہدی نہیں کریں گے۔

قید خانہ اور حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ

حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ نے زندانِ مکہ پہنچ کر دینِ حق کی تبلیغ شروع کر دی۔۔۔ جو کوئی آپ رضی اللہ عنہ کی نگرانی

Marfat.com

پر مامور ہوتا آپ رضی اللہ عنہ اُسے توحید کی خوبیاں سناتے۔۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کا بیان کر کے ایمان کی ہدایت کرتے۔۔۔ خدا کی قدرت کہ ابو جندل رضی اللہ عنہ اپنے سچے ارادے اور سعی میں کامیاب ہو جاتے۔۔۔ اور وہ شخص مسلمان ہو جاتا تھا تو قریش اسے بھی قید کر دیتے تھے۔۔۔ اب یہ دونوں مل کر تبلیغ کا کام اس قید خانے میں کرتے رہتے۔۔۔ یوں یہ کارواں بڑھتا ہی رہا۔۔۔ تبلیغِ اسلام ہوتی رہی۔۔۔ اس طرح سیّدنا ابو جندل رضی اللہ عنہ کے قید ہو کر واپس جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال کے اندر تقریباً 300 افراد ایمان لے آئے۔۔۔ اب قریش پچھتائے۔۔۔ ہم نے کیوں عہد نامے میں ان ایمان والوں کو واپس لینے کی شرط درج کرائی تھی۔۔۔

حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

صلحِ حدیبیہ سے فارغ ہو کر جب حضور ﷺ مدینہ واپس تشریف لائے تو سب سے پہلے جو شخص مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے وہ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ تھے، کفارِ مکہ نے فوراً ہی دو آدمیوں کو مدینہ بھیجا کہ ہمارا آدمی واپس کر دیجئے۔۔۔ حضور ﷺ نے سیّدنا ابو بصیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم مکہ چلے جاؤ، تم جانتے ہو کہ ہم نے کفارِ قریش سے معاہدہ کر لیا ہے اور ہمارے دین میں عہد شکنی اور غداری جائز نہیں ہے۔۔۔ سیّدنا ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ مجھے کافروں کے حوالے فرمائیں گے تاکہ وہ مجھے کفر پر مجبور کریں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جاؤ! خداوندِ کریم تمہاری رہائی کا سبب بنا دے گا۔ آخر مجبور ہو کر حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ دونوں کافروں کی حراست میں مکہ روانہ ہو گئے۔۔۔ لیکن جب مقام "ذوالحلیفہ" پہنچے تو کھانے کیلئے بیٹھے اور باتیں کرنے لگے۔۔۔ سیّدنا ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے ایک کافر سے کہا: تمہاری تلوار تو بہت اچھی ہے۔۔۔ اس نے خوش ہو کر نیام سے تلوار نکال کر دکھائی اور کہا: بہت ہی عمدہ تلوار ہے اور میں نے بارہا لڑائیوں میں اس کا تجربہ کیا ہے۔۔۔ سیّدنا ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے کہا: ذرا میرے ہاتھ میں دو، میں بھی دیکھوں کہ کیسی تلوار ہے؟ اُس نے تلوار ہاتھ میں دے دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تلوار لیتے ہی اس زور سے ماری کہ کافر کی گردن کٹ گئی اور اُس کا سر دور جا گرا۔۔۔ اُس کے ساتھی نے جو یہ منظر دیکھا تو وہ سر پر پیر رکھ کر بھاگا اور دوڑتا ہوا مدینہ پہنچا اور مسجدِ نبوی ﷺ میں داخل ہو گیا۔۔۔ حضور ﷺ نے

Marfat.com

اُسے دیکھتے ہی فرمایا: یہ شخص خوفزدہ معلوم ہوتا ہے، اس نے ہانپتے کانپتے بارگاہِ نبوت ﷺ میں عرض کی: میرے ساتھی کو ابو بصیر (رضی اللہ عنہ) نے قتل کر دیا اور میں بھی ضرور مارا جاؤں گا۔۔۔ اتنے میں حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ بھی ننگی تلوار ہاتھ میں لئے آن پہنچے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذمہ داری پوری کر دی کیونکہ صلح نامے کی شرط کے مطابق آپ ﷺ نے تو مجھے واپس کر دیا تھا۔۔۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے مجھے ان کافروں سے نجات دے دی۔۔۔ حضور ﷺ نے غضب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: "اگر اسے کوئی ساتھی مل جائے تو یہ جنگ کی آگ بھڑکا دے گا"۔

حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ اس جملے سے سمجھ گئے کہ میں پھر کافروں کی طرف لوٹا دیا جاؤں گا۔۔۔ اس لئے وہ وہاں سے نکل گئے اور ساحلِ سمندر کے قریب مقام "عِیص" میں جا کر ٹھہرے۔۔۔ اُدھر مکہ سے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ اپنی زنجیر کاٹ کر بھاگے اور وہ بھی وہیں پہنچ گئے۔۔۔ پھر مکہ کے دوسرے مظلوم مسلمانوں نے بھی موقع پا کر کفار کی قید سے نکل نکل کر یہاں پناہ لینی شروع کر دی۔۔۔ یہاں تک کہ اس جنگل میں 70 آدمیوں کی جماعت ہو گئی۔۔۔ کفارِ قریش کے تجارتی قافلوں کا یہی راستہ تھا لہٰذا جو قافلہ گزرتا، یہ لوگ اُسے لوٹ لیتے۔۔۔ یہاں تک کہ کفارِ قریش کے ناک میں دم کر دیا۔۔۔ بالآخر کفارِ قریش نے آپ ﷺ کو خط لکھا: ہم صلح نامے میں اپنی شرط سے باز آئے، آپ (ﷺ) لوگوں کو ساحل سمندر سے مدینہ بلا لیجئے اور اب ہماری طرف سے اجازت ہے کہ جو مسلمان بھی مکہ سے بھاگ کر مدینہ جائے، آپ (ﷺ) اس کو مدینہ میں ٹھہرا لیجئے، ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہو گا۔

ایک روایت میں ہے کہ قریش نے خود ابو سفیان (رضی اللہ عنہ) کو مدینہ بھیجا کہ ہم صلح نامۂ حدیبیہ میں اپنی شرط سے دست بردار ہو گئے لہٰذا آپ ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ بلا لیں تاکہ ہمارے تجارتی قافلے ان لوگوں کی قتل و غارت سے محفوظ ہو جائیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے سیّدنا ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے پاس خط بھیجا کہ۔۔۔ تم اپنے ساتھیوں سمیت مقامِ عیص سے مدینہ چلے آؤ۔۔۔ مگر فرمانِ رسالت ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایسے وقت میں پہنچا جب آپ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نزع کی حالت میں تھے۔۔۔ مقدس خط کو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ میں لے کر سر اور آنکھوں پر رکھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی روح پرواز کر گئی۔۔۔ حضرت سیّدنا ابو جندل رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل جل کر ان کی تدفین کی اور پھر فرمان رسول ﷺ کے بموجب یہ سب لوگ وہاں مدینہ میں آ گئے۔ (سیرتِ نبویہ ابنِ ہشام)

اہلِ قریش کی فاش غلطی

حضور ﷺ کی تربیت میں جو خاص الخاص ہدایت اکثر دیکھی گئی وہ ایفائے عہد یعنی وعدوں کا نبھانا ہے۔ معاہدے کا احترام خواہ ذاتی ہو یا اجتماعی آپ ﷺ اس پر خود بھی عمل کرتے تھے اور مسلمانوں کو خاص توجہ کے ساتھ اس پر عمل کرنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔۔۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان ایفائے عہد کی اس خوبی سے نکھر گئے کہ۔۔۔ راہ چلتا ہوا بھی کوئی شخص مسلمان سے وعدہ لے لیتا تو اُسے سو فیصد یقین ہو جاتا تھا کہ یہ شخص وعدہ ضرور پورا کرے گا۔۔۔ مدینہ منورہ کے اطراف اور دور دراز کے قبائل بھی کوشش کرتے تھے کہ آپ ﷺ سے معاہدے کریں کیونکہ اِیفائے عہد میں ان سے بڑھ کر کوئی تھا ہی نہیں۔۔۔ صلحِ حدیبیہ نے تو جیسے بھرپور فائدہ مسلمانوں ہی کو پہنچایا۔۔۔ دوسری طرف مکہ کے مشرک سردار کانٹوں پر لوٹ رہے تھے کیونکہ یہ معاہدہ تو ان کی جانوں کا روگ بن گیا تھا۔۔۔ معاہدہ توڑتے ہیں تو مشکل۔۔۔ اور قائم رکھتے ہیں تو مصیبت۔۔۔ جائیں تو جائیں کہاں۔۔۔؟

پھر اچانک ایک ایسا واقعہ ہوا جس کی توقع کم از کم مکے والوں کو تو نہیں تھی۔۔۔ ہوا یہ کہ بنو خزاعہ جو اہلِ مدینہ اور رسول ﷺ کے حلیف قبائل میں سے تھے اور اتحادی ہونے کے ناطے حالتِ امن میں دونوں ایک دوسرے کے مددگار تھے۔۔۔ اہلِ مکہ اور ان کے سردار جو پہلے ہی آنکھیں رکھنے کے باوجود اندھے اور کان رکھنے کے باوجود بہرے ہو چکے تھے۔۔۔ اب ان کی عقلوں پر بھی تالے پڑ گئے۔۔۔ اُنہوں نے صلحِ حدیبیہ کی ایک شق کی سنگین خلاف ورزی کر ڈالی۔۔۔ وہ یوں کہ حضور ﷺ کے اتحادی قبیلے بنو خزاعہ پر حملہ کر کے اُن کے نوجوان قتل کر ڈالے۔۔۔ اس واقعے میں قریش نے یہ بربریت دکھائی کہ اس طرح شب خون مارا جس سے بنو خزاعہ کو دفاع کرنے کا موقع بھی نہ ملا اور وہ سوتے میں ہی ان پر ٹوٹ پڑے۔۔۔

Marfat.com

جب حضور ﷺ کو اس واقعے کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے ایفائے عہد کو نبھاتے ہوئے صلحِ حدیبیہ کی اس خلاف ورزی پر بنو خزاعہ کی حمایت کا اعلان کر دیا۔۔۔بس پھر کیا تھا۔۔۔ جیسے ہر سمت بھونچال آگیا۔۔۔ مشرکینِ مکہ حواس باختہ ہوگئے۔۔۔ ویسے میں آج سوچتا ہوں کہ اہلِ مکہ کا بلاوجہ بغیر کسی فائدے کے بنو خزاعہ پر حملہ کرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔۔۔ کوئی بچہ اگر سوجھ بوجھ نہ بھی رکھتا ہو تو وہ بھی فائدے اور نقصان کو تو سمجھ ہی لیتا ہے۔۔۔ لیکن یہاں تو عقلوں پر پتھر پڑ چکے تھے۔۔۔ دریں اثناء ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، سردارِ مکہ بھی تھے۔۔۔ تاخیر سے مدینہ پہنچے تاکہ صلحِ حدیبیہ کی تجدید کی جاسکے۔۔۔ وہ جان چکے تھے کہ صلحِ حدیبیہ کا ٹوٹنا کیا نتائج لائے گا۔۔۔ چونکہ سردار تھے۔۔۔ ذہین تھے۔۔۔ سیاسی معاملوں اور اس کی نزاکتوں کو سمجھتے تھے۔۔۔ لیکن مدینہ پہنچ کر جس صورتحال سے وہ دوچار ہوئے۔۔۔ تو حیرانی اور پریشانی دونوں نے ہی اُنہیں گھیر لیا۔۔۔ یعنی مدینہ منورہ میں بحیثیت سردارِ مکہ کے استقبال تو دور کی بات۔۔۔ کوئی فرد اُن سے بات تک نہیں کر رہا تھا۔۔۔ اُنہیں جو آنکھ ملی۔۔۔ گھورتی ہوئی محسوس ہوئی۔

اسی پریشانی میں تھے کہ کیا طریقہ اختیار کیا جائے جو حضور ﷺ سے ملاقات ہو جائے۔۔۔ مگر بے سود۔۔۔ آخر ایک طریقہ سمجھ میں آیا۔۔۔ اپنی بیٹی اُم المؤمنین سیّدہ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے۔۔۔ تاکہ وہاں سے سفارش کرائی جائے۔۔۔ وہاں پہنچے تو بستر پر بیٹھنے ہی والے تھے کہ سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ذرا رکئے! یہ حضور ﷺ کا بستر مبارک ہے۔۔۔ جبکہ آپ مشرک ہیں۔۔۔ اس لئے اس بستر پر نہیں بیٹھ سکتے۔۔۔ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) حیرانگی سے اپنی بیٹی کو دیکھنے لگے۔۔۔ میرے خیال میں جو بات ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کو جنگ وجدل اور زمانے بھر کے پتھر نہ سمجھا سکے وہ سب اس ایک جملے نے شاید اچھی طرح سمجھا دیا ہوگا۔۔۔ لہٰذا وہ تھکے ہارے واپس پلٹے۔۔۔ اگرچہ کچھ اور چھوٹے موٹے کام بھی اُنہوں نے وہاں کئے تھے لیکن ان کا کوئی حاصل حصول نہ ہوا۔۔۔ بہرِ کیف راستے بھر اُنہیں وہ جملے اور بیٹی کا طرزِ عمل جھنجھوڑتا رہا ہوگا۔۔۔ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کے یہاں آنے کا جو مقصد تھا وہ صلحِ حدیبیہ کی تجدید تھی لیکن ہزار کوشش کے باوجود وہ برنہ آئی اور یوں یہ معاہدہ خود کفارِ مکہ کی جانب سے ٹوٹ کر رہ گیا۔

Marfat.com

فتحِ مکہ - قدم بہ قدم

فتحِ مکہ کی مہم سے قبل رسول اللہ ﷺ لشکر کی تیاری میں مصروف تھے کہ خفیہ تیاریوں کے دوران ہی ایک بڑا اہم واقعہ رونما ہوتا ہے۔۔۔ عمرو بن صیفی بن ہشام بن عبد مناف کی لونڈی سارہ مکہ مکرمہ سے مدینہ پہنچی اور دربارِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئی، نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا: تو ہجرت کر کے آئی ہے؟ اُس نے کہا: نہیں، میں اس لئے آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں کہ مجھے کچھ عطیہ مل جائے اور زیب تن کرنے کیلئے کپڑوں کا بندوبست ہو جائے کہ میں بہت حاجت مند ہوں۔ آپ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو لونڈی کیلئے عطیات دینے پر اُبھارا چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اُسے بہت عطیات سے نوازا اور اچھے اچھے کپڑے بھی دیئے۔۔۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ اُن چند صحابۂ کرام میں سے تھے جنہیں جنگی معاملات اور جنگی راز و نیاز کا علم رہتا تھا چنانچہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اس لونڈی سارہ کو اہلِ مکہ کیلئے ایک رازدارانہ خط دیا اور اُسے دس دینار اور کچھ چادریں پیش کیں جو اُس نے قبول کر لیں اور خط لے لیا۔ خط کا متن پڑھیئے:

"حاطب بن ابی بلتعہ کی جانب سے باشندگانِ مکہ کے نام۔۔۔ عرض ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے اوپر چڑھائی کرنے والے ہیں، ازراہِ ہمدردی میں نے تمہیں یہ رازدارانہ خط بھیجنے کی جرأت کی ہے۔ خدا کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ بغیر کسی لشکر کے تنہا بھی آگئے تو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

Marfat.com

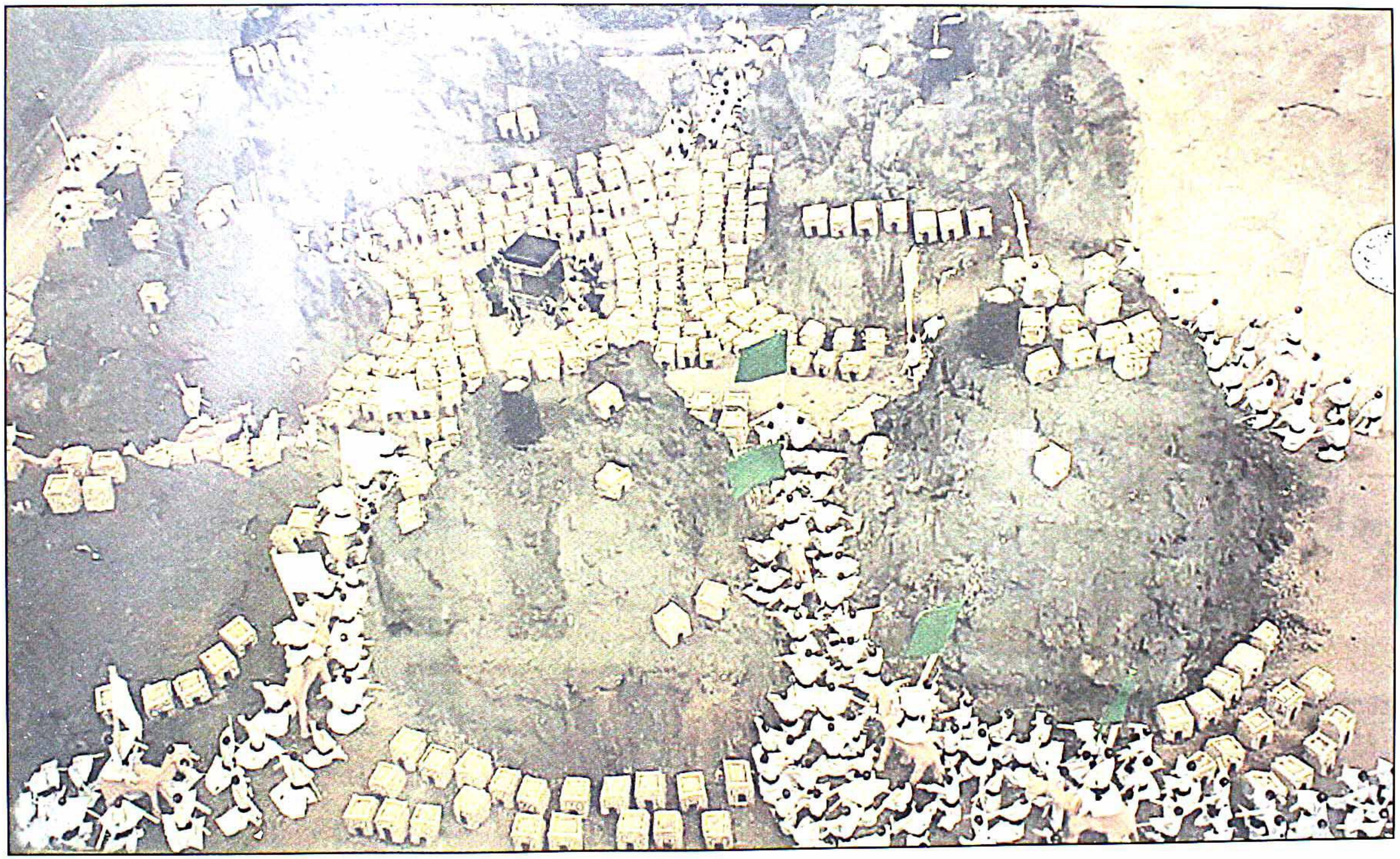

فتح مکہ کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن جن راستوں سے مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ (اس موقع کا بنایا ہوا ماڈل جو مدینہ منورہ کے میوزیم میں موجود ہے)

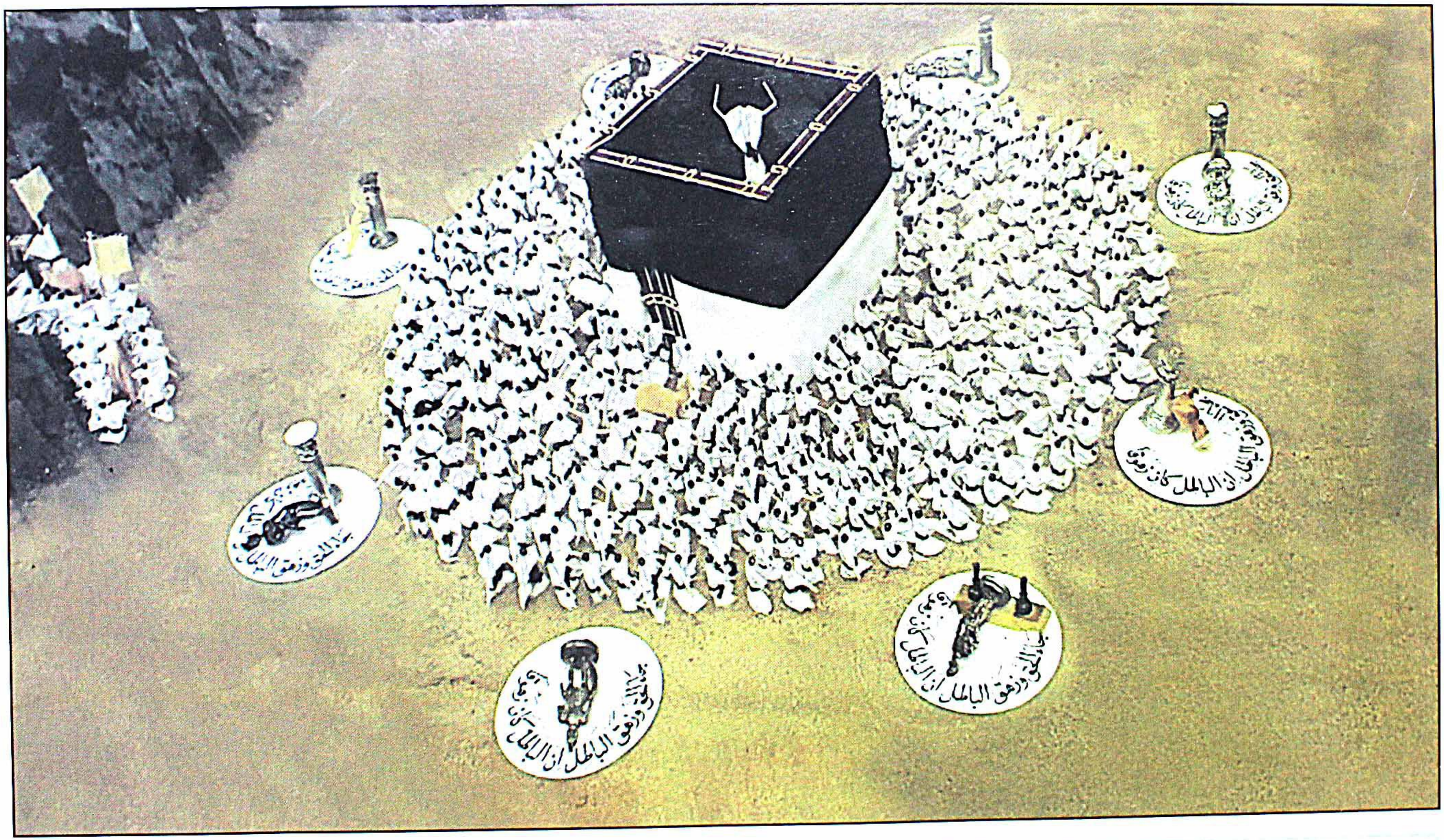

فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ میں موجود بتوں کو مسمار کرنے کے بعد خانہ کعبہ کی چھت پر سیدنا حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے اذان دی تھی۔
دائروں میں بتوں کے مقام کی نشاندہی جہاں بت نصب تھے۔ (مدینہ منورہ میوزیم میں موجود تحقیق کے بعد بنایا گیا ماڈل)

Marfat.com

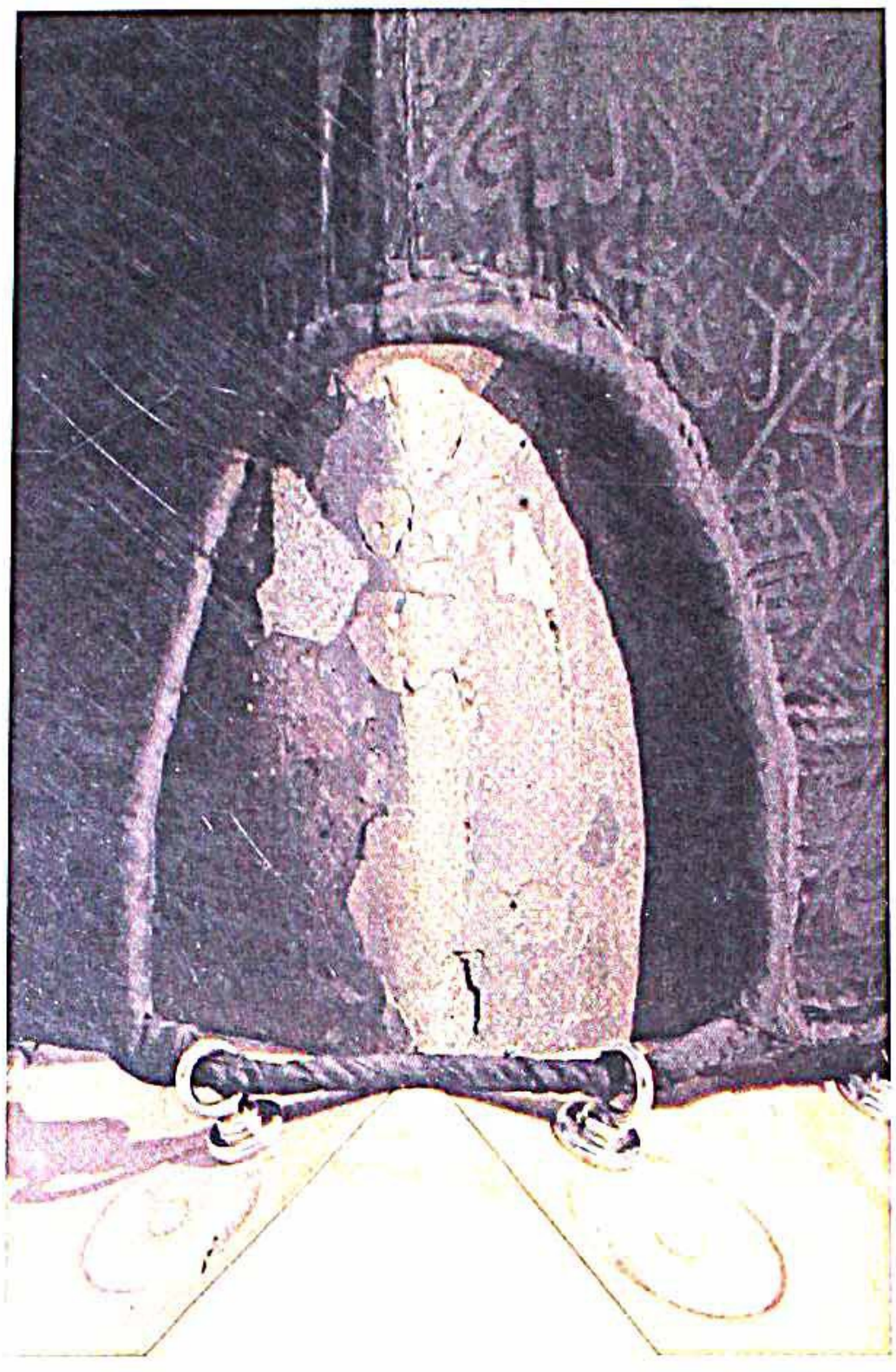

رکنِ یمانی کی تصویر

حجرِ اسود کی تصویر

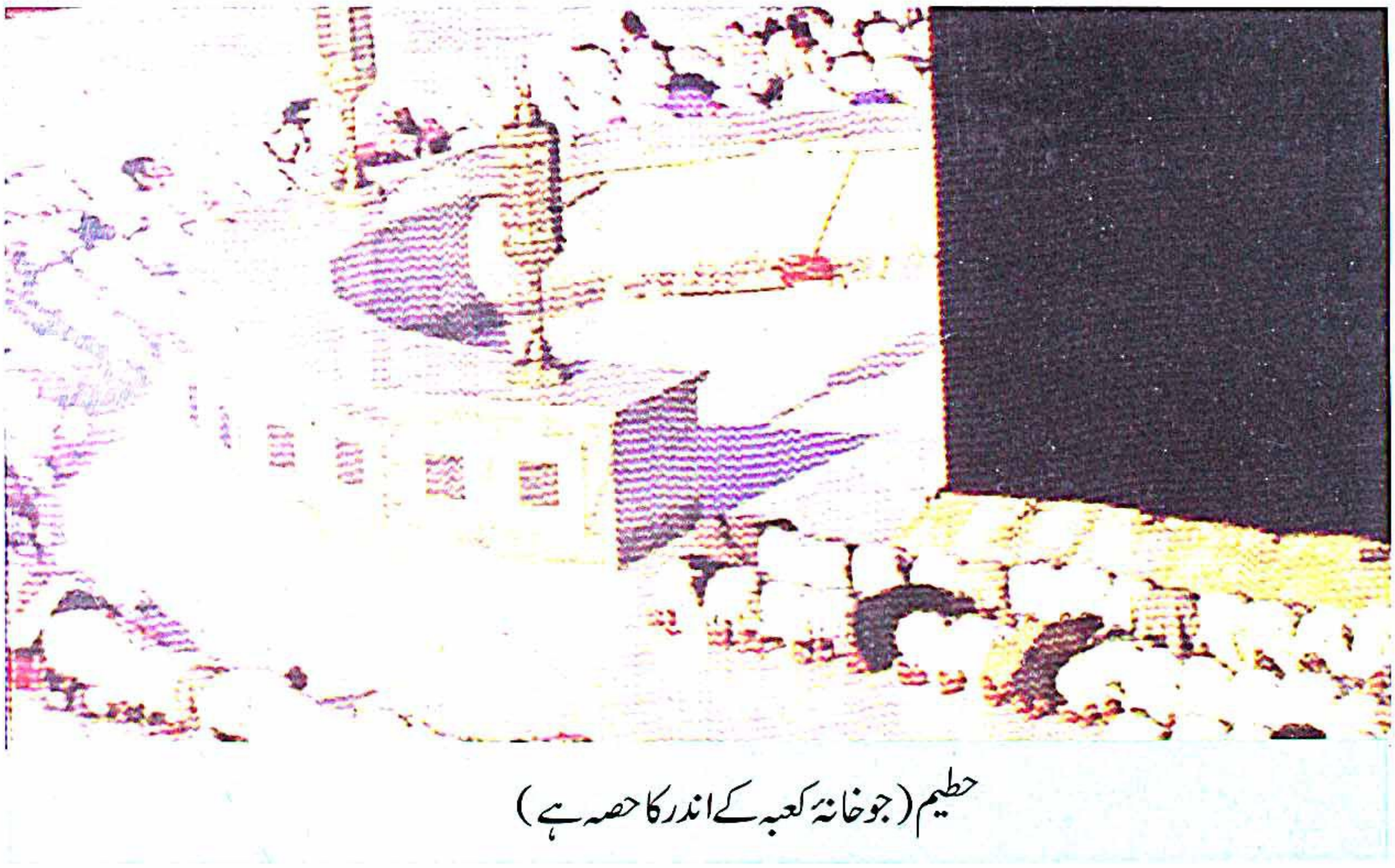

حطیم (جو خانۂ کعبہ کے اندر کا حصہ ہے)

Marfat.com

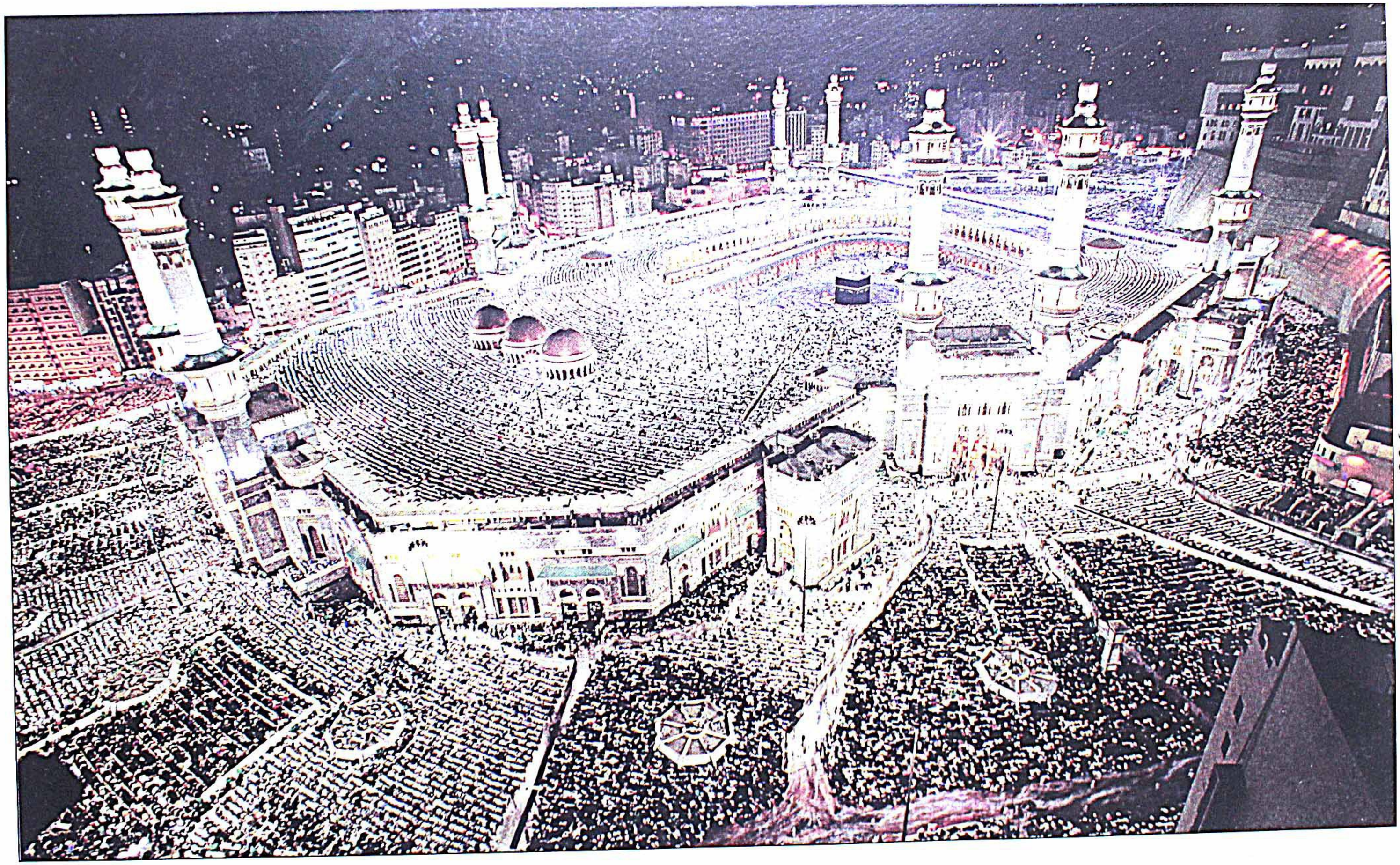

خانۂ کعبہ کا اندرونی اور بیرونی حسین منظر

Marfat.com

ضرور اُن کی مدد فرمائے گا اور فتح و نصرت کا جو وعدہ اُن سے کیا ہے وہ پورا کرے گا۔۔۔ تم لوگ اپنے بچاؤ کیلئے ہوشیار ہو جاؤ"۔(رحمۃ للعالمین)

اللہ تعالیٰ نے بذریعۂ وحی حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے راز سے آگاہ کر دیا تو آپ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: سب سے پہلے حاطب بن ابی بلتعہ (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے اہلِ مکہ کو لکھا گیا خط حاصل کرنا ضروری ہے، پھر حاطب کیلئے سزا تجویز ہو گی کیونکہ اُنہوں نے اللہ کے رسول (ﷺ) کا راز فاش کرنے کا جرم کیا ہے۔ آپ ﷺ نے سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیّدنا حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا کہ تم لوگ فوراً نکلو اور چلتے جاؤ یہاں تک کہ "روضۂ خاخ" میں پہنچ جاؤ تو وہاں ایک ہودج سوار عورت ملے گی جس کے پاس مشرکینِ مکہ کے نام حاطب بن ابی بلتعہ (رضی اللہ عنہ) کا لکھا ہوا خط ہو گا، اُس سے خط حاصل کر کے اُس کا راستہ چھوڑ دینا اور اگر خط تمہارے حوالے کرنے سے انکار کرے تو اُس کی گردن مار دینا۔۔۔ تینوں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضورِ اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے مقام پر پہنچے تو اُسی مقام پر اُنہیں یہ عورت مل گئی۔۔۔ اُنہوں نے کہا: وہ خط ہمارے حوالے کر دو۔۔۔ اُس عورت نے انکار کیا تو سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ نے نہ تو ہمیں جھوٹی خبر دی ہے اور نہ ہمیں جھٹلانا چاہا۔ یہ کہتے ہوئے سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تلوار کھینچ لی اور لونڈی کو ڈانٹ کر کہا: چل خط نکال ورنہ اللہ کی قسم! میں تیری گردن اُڑا دوں گا۔ لونڈی نے سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا غصہ دیکھا تو اپنے بالوں کے جُوڑے میں سے وہ خط نکال کر دے دیا۔۔۔ تینوں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یہ خط لے کر واپس حاضرِ خدمت ہوئے۔۔۔ پھر آپ ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا کیوں کیا۔۔۔ حاطب نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے اہل و عیال وہاں ہیں جن کا کوئی پُرسانِ حال نہیں ہے، باقی مہاجرین کے اہل و عیال وہاں ہیں تو ان کے قرابت دار بھی وہاں موجود ہیں، اسی لئے میں نے چاہا کہ قریش پر احسان کروں تاکہ وہ میرے اہل و عیال کا خیال رکھیں، اس کے علاوہ میری کوئی ذاتی غرض نہیں تھی۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہ کی باتیں سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: آگاہ رہو! اس نے سچ کہا ہے۔۔۔ اتنے میں سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جذبات میں آکر عرض کی: یارسول

Marfat.com

اللہ! اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن اُڑادوں۔۔۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حاطب بدر میں حاضر ہونے والوں میں سے ہے اور اے عمر (رضی اللہ عنہ)! تجھے کیا معلوم ہے، اللہ اہلِ بدر پر مطلع ہوا اور اُنہیں فرمادیا کہ جو چاہو کرو، میں نے تمہاری بخشش کر دی۔۔۔ یہ سن کر سیّدنا حضرت عمر فاروع رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عرض کی: اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) بہتر جانتے ہیں۔۔۔ اس معاملے میں آپ ﷺ نے نہایت باریک بینی سے مشاہدہ فرمایا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر سارا معاملہ واضح کر دیا تاکہ کسی کے دل میں حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کیلئے کوئی خلش باقی نہ رہ جائے۔۔۔ نیز اس بات کو واضح کرنے کا مقصد یہ بھی تھا کہ یہ واقعہ نفاق کی وجہ سے نہیں بلکہ غفلت کی وجہ سے ہوا ہے۔۔۔ لہٰذا نفاق و غفلت کے اس فرق نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا وقار و احترام سبو تاژ نہیں ہونے دیا۔۔۔

فتحِ مکہ

صلحِ حدیبیہ کا معاہدہ ختم ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ایک بہترین وقت کا تعین کرتے ہوئے مشرکینِ مکہ سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔۔۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اُس کی تیاری کا حکم دے دیا۔۔۔ لیکن کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ کس سے جنگ کرنی ہے اور کہاں کرنی ہے۔۔۔؟ بس سب کو تیار رہنے کا حکم تھا۔۔۔ آج جب ہم اس واقعے کو پڑھ کر جاننے کی کوشش کرتے ہیں اور بغیر جنگ و جدال کے مکہ مکرمہ کے دسترس میں آجانے پر غور کرتے ہیں تو آپ ﷺ کی بہترین جنگی حکمتِ عملی کے کئی پہلو سامنے واضح ہوتے چلے جاتے ہیں۔۔۔ مثلاً رازداری کو ہی دیکھ لیں۔۔۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کفارِ مکہ اچانک فوج کے سر پر آجانے سے جنگ و جدال سے باز رہیں۔۔۔ مکہ کو اللہ تعالیٰ نے "بلد الامین" کہہ کر پکارا ہے جہاں کسی بھی حالت میں خون خرابے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔۔۔ لہٰذا اس کی حرمت اس لحاظ سے بھی زیادہ بڑھ چکی تھی کہ ہجرت کے دوسرے برس اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو مسلمانوں کا قبلہ قرار دے دیا تھا۔ اس لئے بھی میرے خیال میں حضور نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ کو ہر حالت میں خون بہائے بغیر فتح کرنا چاہتے تھے اور اسی بہترین حکمتِ عملی کے باعث ہر ہر مرحلہ بحسن و خوبی طے ہوتا چلا جارہا تھا۔۔۔ اب پڑھتے جایئے۔۔۔ جب 10 ہزار جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہتھیار بند لشکر نے مکہ کے قریب

Marfat.com

پڑاؤ ڈالا تو اہلِ مکہ اور سردارانِ قریش کے اعصاب ہی جواب دے گئے۔۔۔ حالانکہ جب فوج پہنچ ہی گئی تھی جو یہیں کے رہنے والے تھے، اُن کے گھر اور عزیز و اقارب مکہ ہی میں تھے۔۔۔ پھر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے میں تاخیر کیوں کی۔۔۔؟ حضور ﷺ نے تحمل کیوں فرمایا۔۔۔؟ غالباً رات مکہ سے باہر انتظار کرنے کا فیصلہ خون خرابے ہی سے بچنے کیلئے کیا گیا تھا۔۔۔ حالانکہ پڑاؤ ہی نے فیصلہ سنا دیا تھا کہ مکہ فتح ہو چکا ہے۔۔۔ آپ ﷺ کے ٹھیک اندازے کے مطابق سردارِ مکہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ (جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے) آپ ﷺ کے پڑاؤ پر آ گئے۔۔۔ معافی و امان کی درخواست کی۔۔۔ عفو و درگزر کے پیکرِ کامل ﷺ نے معاف فرما دیا۔۔۔ لیکن ساتھ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کو اونچی جگہ سے لشکر کا نظارہ کراؤ۔۔۔ اس میں بھی یہی حکمت پوشیدہ تھی کہ سردارِ مکہ کے رہے سہے اعصاب بھی جواب دے جائیں۔۔۔ اور ان پر یہ واضح ہو جائے کہ۔۔۔ آج کی ذرا سی چالاکی یا غلطی کے نتائج بہت سنگین ہو سکتے ہیں۔۔۔ اب ایک اور حکمت و دانائی سے لبریز اعلان دربارِ نبوی ﷺ سے جاری ہوتا ہے کہ جو آج گھر میں رہے گا اُسے امان دی گئی۔۔۔ جو حرم میں پناہ لے گا اُسے بھی امان دے دی گئی۔۔۔ اب مزید پڑھیئے۔۔۔ حیرت سے بھرا فرمان۔۔۔ جو ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کے گھر میں پناہ لے گا اُسے بھی امان دے دی گئی۔۔۔ پڑھا آپ نے۔۔۔؟ رسولِ مقبول ﷺ کا رحم و کرم، عفو و درگزر۔۔۔ دنیا میں آج تک ایسا فاتح نہیں گزرا۔۔۔ اور نہ ہی گزرے گا۔۔۔ ﷺ۔۔۔ ابھی موضوع ختم نہیں ہوا۔۔۔ مزید پڑھتے جایئے۔۔۔ عجز و انکساری کے بے مثال مظاہرے۔۔۔ شکر گزاریوں کا حسین انداز۔۔۔۔ اور پھر خانۂ کعبہ کے دروازے بابِ ملتزم پر وجد میں لے آنے والا آپ ﷺ کا خطبہ۔۔۔ کوشش کیجئے اپنے آپ کو وہاں موجود رکھنے کی۔۔۔ لیکن اس سے پہلے یہ بھی پڑھ لیجئے۔۔۔!

آپ ﷺ صبح لشکر کی قیادت کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کی ایک گھاٹی اذاخر سے داخل ہو رہے تھے۔۔۔ پرچم نبوی ﷺ اُٹھائے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چل رہے تھے۔۔۔ جذبات سے مغلوب۔۔۔ پرچم بردار صحابی حضرت سعد بن ابی عبادہ رضی اللہ عنہ نے نعرہ بلند کیا۔۔۔ آج تو انتقام کا دن ہے۔۔۔ آپ ﷺ نے فوراً روکا اور

Marfat.com

ارشاد فرمایا: نہیں، نہیں، آج تو عفو و درگزر کا دن ہے۔۔۔ آپ ﷺ نے صرف نعرہ ہی نہیں بدلا۔۔۔ بلکہ جھنڈا بھی آپ رضی اللہ عنہ سے لے کر سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تھما دیا۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے جاری ہے اور آپ ﷺ مکہ میں داخل ہو رہے ہیں۔۔۔ اب سفر اقدس جانبِ کعبہ شروع ہو رہا ہے۔۔۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس رُوح پرور سفر کی روداد بیان فرماتے ہیں کہ رسالت مآب ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار ہیں۔۔۔ سرِ مبارک ﷺ اس قدر جھکتا جا رہا تھا کہ۔۔۔ آپ ﷺ کی اونٹنی قصویٰ کے کوہان سے بار بار مس ہوتا جا رہا تھا۔۔۔ یہ ادائے شکر۔۔۔ کون کر رہا ہے۔۔۔؟ محبوبِ خدائے بزرگ و برتر۔۔۔ بابِ سلام سے آپ ﷺ حرم میں داخل ہوئے اور باب ملتزم پر پہنچ گئے۔۔۔ خانۂ کعبہ کی چابی طلب فرمائی۔۔۔ اب ذرا ٹھہریئے۔۔۔! فاتح رسول ﷺ کعبۃ اللہ کی چابی طلب فرما رہے ہیں۔۔۔ تالا توڑا بھی جا سکتا تھا۔۔۔ کون تھا جو آج روکتا۔۔۔؟ مگر خانۂ کعبہ کا تقدس۔۔۔ حرمتِ کعبہ کا پاس۔۔۔ رسالت مآب ﷺ کے علاوہ اور کون جان سکتا تھا۔۔۔؟ آج یہ کیسے ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ تالا تڑواتے۔۔۔ عثمان بن طلحہ (بنی شہبی) کو تلاش کیا گیا (وہ چابی چھن جانے کے خوف سے چھپ گئے تھے)۔۔۔ آپ ﷺ انتظار فرما رہے تھے۔۔۔ 10 ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فاتح لشکر چابی کا انتظار کر رہا ہے۔۔۔ سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ عثمان بن طلحہ سے چابی لے کر واپس آتے ہیں۔۔۔ دروازہ کھلتا ہے۔۔۔ اور پھر ایک کے بعد ایک بُت توڑ کر باہر پھینکے جاتے ہیں۔۔۔ مسلمان اللہ اکبر کی صدائیں بلند کر رہے ہیں۔۔۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔۔۔ فتح کا یہ منظر جس کیلئے اُنہوں نے ناقابلِ بیان دکھ اور صعوبتیں جھیلی تھیں۔۔۔ اور آج اُن کا یہ احساس کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم اور مقدس کام ہم سے لیا۔۔۔ آج زمانے کو واپس پلٹتے ہوئے دیکھا جا رہا ہے۔۔۔ یعنی آج کعبۃ اللہ میں ہر ہر ذرہ خدائے وحدہٗ لاشریک کا ورد کر رہا تھا۔۔۔

مکہ مکرمہ کے اردگرد پہاڑیوں پر کھڑے مشرکینِ مکہ اپنے نسل در نسل جھوٹے خداؤں کا حشر دیکھ رہے تھے۔۔۔ اپنے جھوٹے خداؤں کو بچانے کے بجائے اُن میں یہ احساس بڑھتا جا رہا تھا کہ وہ کس قدر اندھیرے میں تھے۔۔۔ ان پتھروں پر اپنی جانیں۔۔۔ اپنا مال۔۔۔ اور اپنی اولاد قربان کرتے رہے۔۔۔ یہی وجہ تھی کہ پورے مکہ میں

Marfat.com

مشرکین اور کفار کی بڑی تعداد کے باوجود ایک آواز بھی ان بُتوں کے حق میں بلند نہ ہوئی۔۔۔ اگر انہیں اپنی جہالت کا احساس نہ ہو چکا ہوتا تو یہی لوگ تھے جو ان بُتوں کے خلاف ایک لفظ سنتے تو تلواریں نکل جاتی تھیں۔۔۔ قتل کرتے۔۔۔ اور قتل ہو جاتے۔۔۔ ان پر اپنے بچے قربان کر دیتے۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ کو ماننے مگر حضور ﷺ کی رسالت کے انکاری ہونے کے باوجود وہ یہ تسلیم کر رہے تھے کہ۔۔۔ یہ بے جان بُت بے جان ہی ہیں۔۔۔ اور عبادت کے لائق نہیں ہو سکتے۔۔۔ ہم بڑے خسارے میں پڑے رہے۔۔۔ یہی وہ عظیم الشان کامیابی تھی جو اللہ تعالیٰ نے رسالت مآب ﷺ کو عطا فرمائی۔۔۔ بُتوں اور مذہبی تصویروں سے پاک کر کے کعبہ کو غسل دیا۔۔۔ دو رکعت نماز ادا کی۔۔۔ یہی مکہ ہے جہاں سیّدنا حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ غلام تھے اور تپتی ریت پر لٹا کر آپ رضی اللہ عنہ پر جان لیوا تشدد کیا جاتا تھا۔۔۔ آج منظر دیکھئے۔۔۔! جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود ہیں، حسب نسب میں اعلیٰ، عبادت اور پرہیز گاری میں یکتا، شیدائے رسول اللہ ﷺ۔۔۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں، سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں، سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں، سیّدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں، سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سب ہی موجود ہیں۔۔۔ مگر حکم ہوا۔۔۔ بلال (رضی اللہ عنہ)۔۔۔ اذان دو۔۔۔ کہاں پر۔۔۔ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر۔۔۔ سیّدنا حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کو یہ موقع۔۔۔ اللہ اللہ۔۔۔!

وہ پلک جھپکتے ہی کعبۃ اللہ کی چھت پر چڑھ گئے۔۔۔ لشکرِ اسلام کی آنکھیں کعبہ کی چھت پر جم جاتی ہیں۔۔۔ غلام کا بڑھتا ہوا مرتبہ دنیا کو دکھایا جا رہا ہے۔۔۔ انسانی غلامی کا نظام ہچکولے کھا رہا ہے۔۔۔ غیر محسوس اعلان ہو رہا ہے کہ۔۔۔ انسان کو انسان غلام نہیں بنا سکتا۔۔۔ اگر غلاموں کی اولادوں کو دنیا میں بادشاہت اور صدارت ملتی ہے۔۔۔ تو بھی یہ فخر کوئی اور نہیں لے سکتا۔۔۔ یہ عطائے رسول اللہ ﷺ ہی ہے کہ۔۔۔ 14 سو برس قبل ایک عظیم اور مقدس حبشی غلام سیّدنا حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ۔۔۔ جو توحید کو ماننے، جاننے والا ہے۔۔۔ اور عاشقِ رسول ﷺ ہے۔۔۔ جسے اللہ تعالیٰ کے گھر کی چھت پر توحید اور حبِ رسول ﷺ کے اعلان کا شرف و مرتبہ بخشا جا چکا تھا۔۔۔ اور یہ تسلسل ہے اُن احسانات کا جو ہم اردگرد آج بھی دیکھتے

Marfat.com

ہیں۔۔۔ نتیجہ۔۔۔! آج انسان کسی بھی طرح خریدا اور بیچا نہیں جا سکتا۔۔۔ ابھی بہت کچھ باقی ہے۔۔۔ پر میں اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔۔۔

فتح مکہ اور اَمان

1۔ جو شخص ہتھیار پھینک دے، اُسے قتل نہ کیا جائے۔

2۔ جو شخص خانۂ کعبہ کے اندر پہنچ جائے، اُسے قتل نہ کیا جائے۔

3۔ جو شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھا رہے، اُسے قتل نہ کیا جائے۔

4۔ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں پناہ گزیں ہو، اُسے قتل نہ کیا جائے۔

5۔ جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں پناہ گزیں ہو، اُسے قتل نہ کیا جائے۔

6۔ بھاگ جانے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔

7۔ زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔

8۔ عورتوں کا تحفظ کیا جائے۔

غسلِ کعبہ کا پس منظر

اسی موقع پر جب بیتُ اللہ میں رکھے گئے تمام بت توڑ دیئے گئے، بیتُ اللہ کی دیوار سے تصاویر کے نقوش مٹا دیئے گئے اور کعبے کو پانی سے دھویا گیا یعنی ''غسلِ کعبہ'' دیا گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی۔۔۔ تب سے آج تک غسلِ کعبہ کا یہ سلسلہ اہتمام کے ساتھ جاری ہے۔۔۔

اس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ کئی من عرقِ گلاب اور آبِ زم زم سے کعبے کو غسل دیا جاتا ہے، خانۂ کعبہ کی اندرونی دیواروں کو عرقِ گلاب، عود اور دیگر خوشبوؤں میں تر سفید کپڑے سے صاف کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

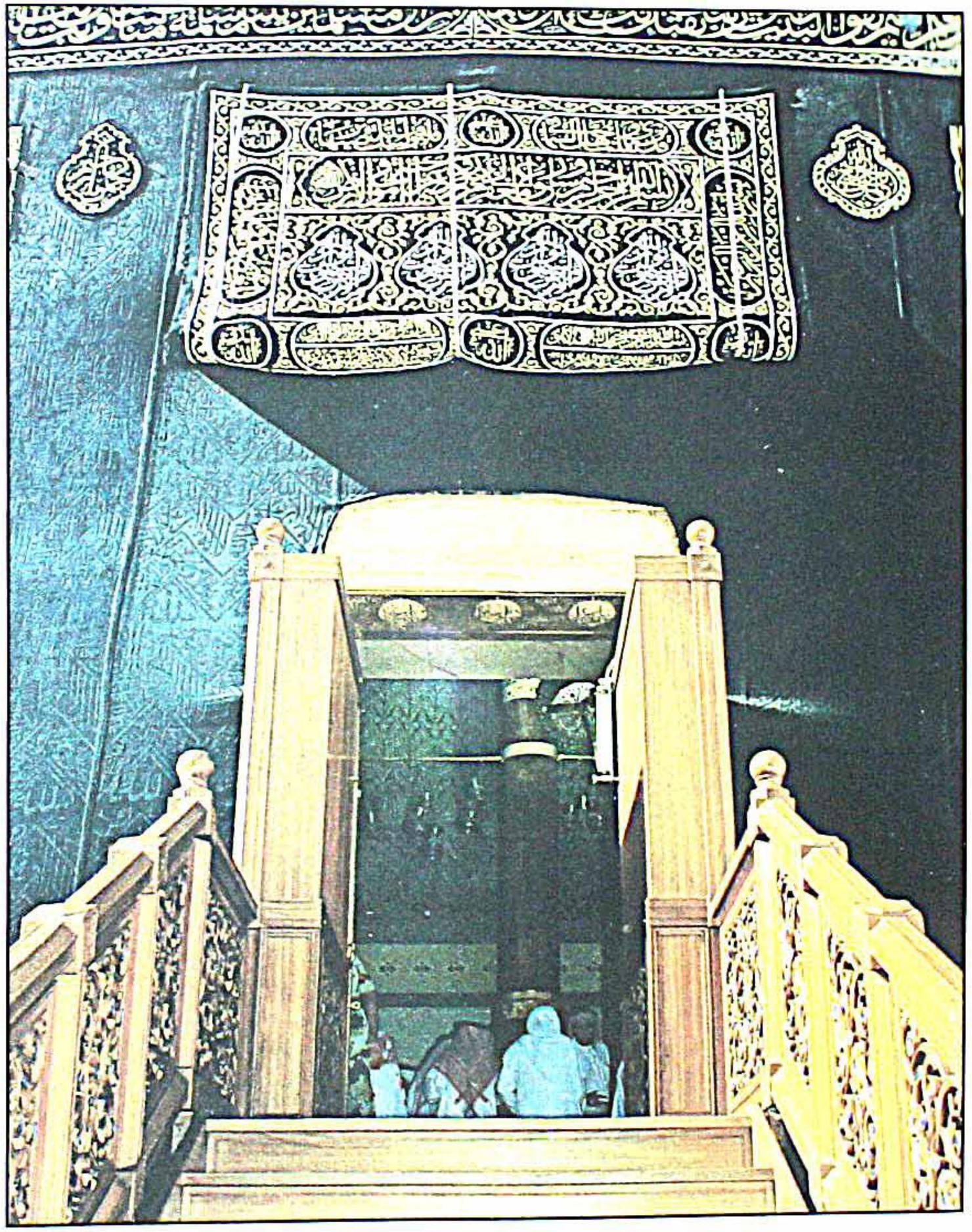

خانۂ کعبہ کا دروازہ بابِ ملتزم کھلا ہوا ہے۔ (اندر کا منظر)

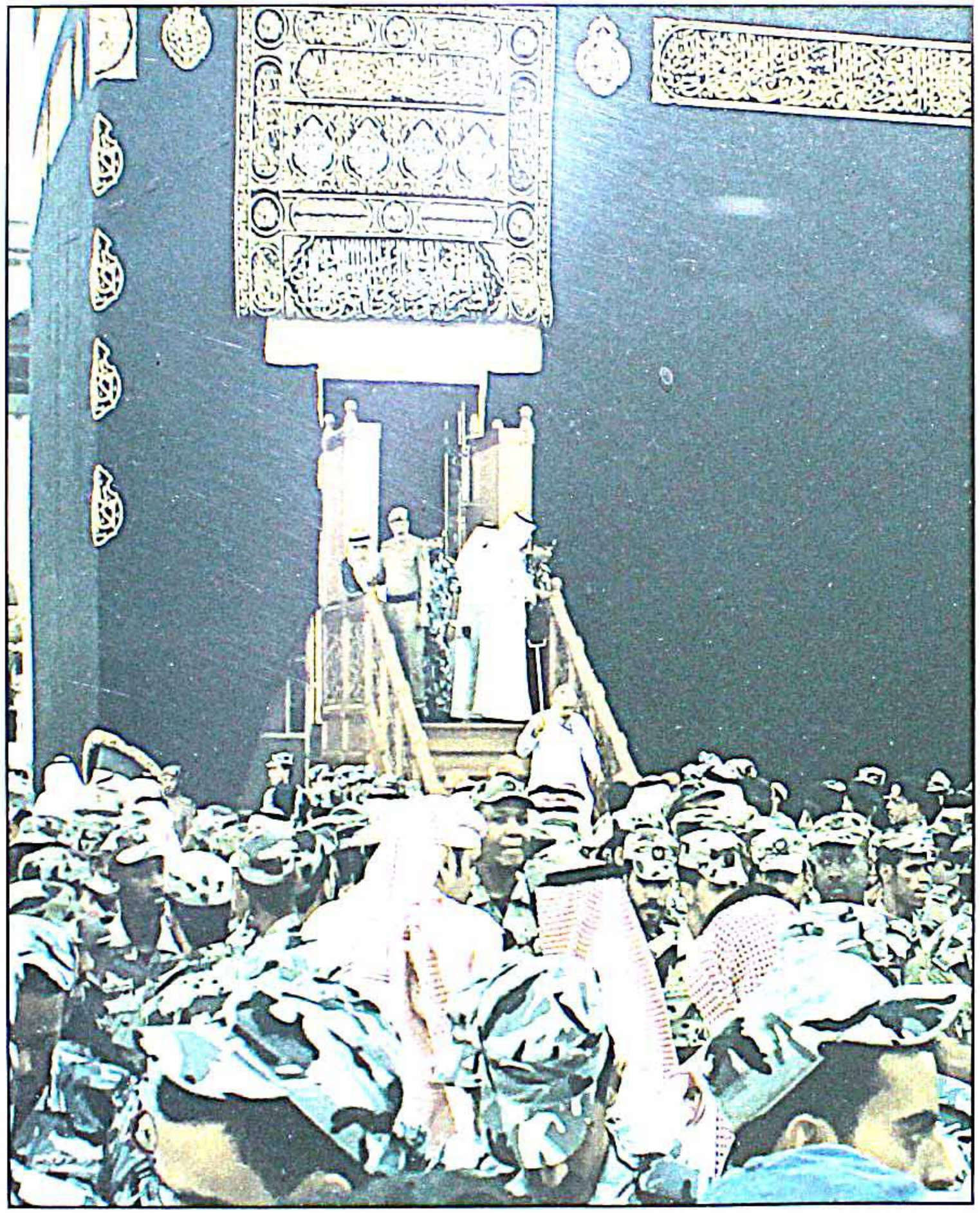

غسل کعبہ کی تقریب کے موقع پر باب ملتزم کھلا ہوا ہے

Marfat.com

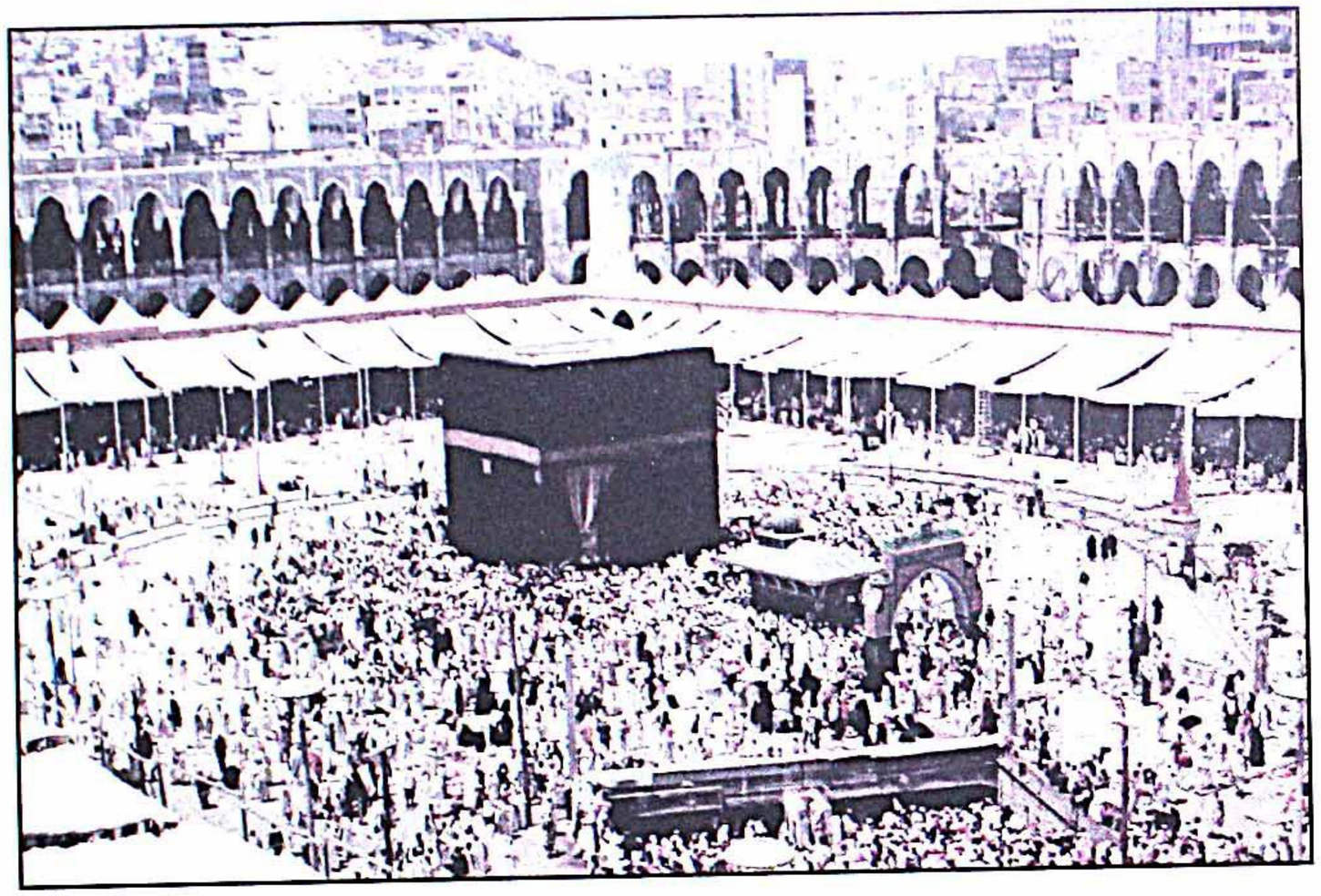

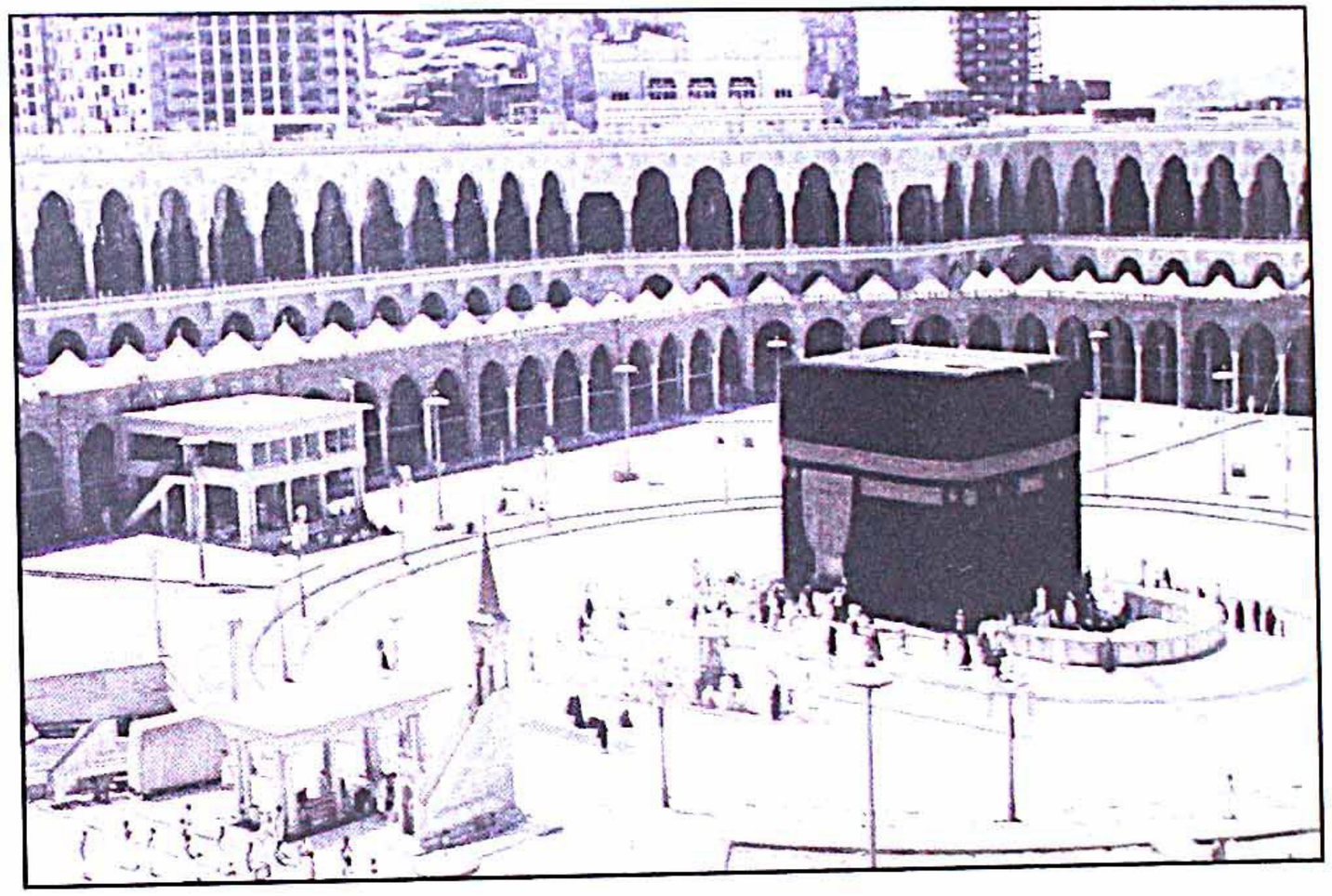

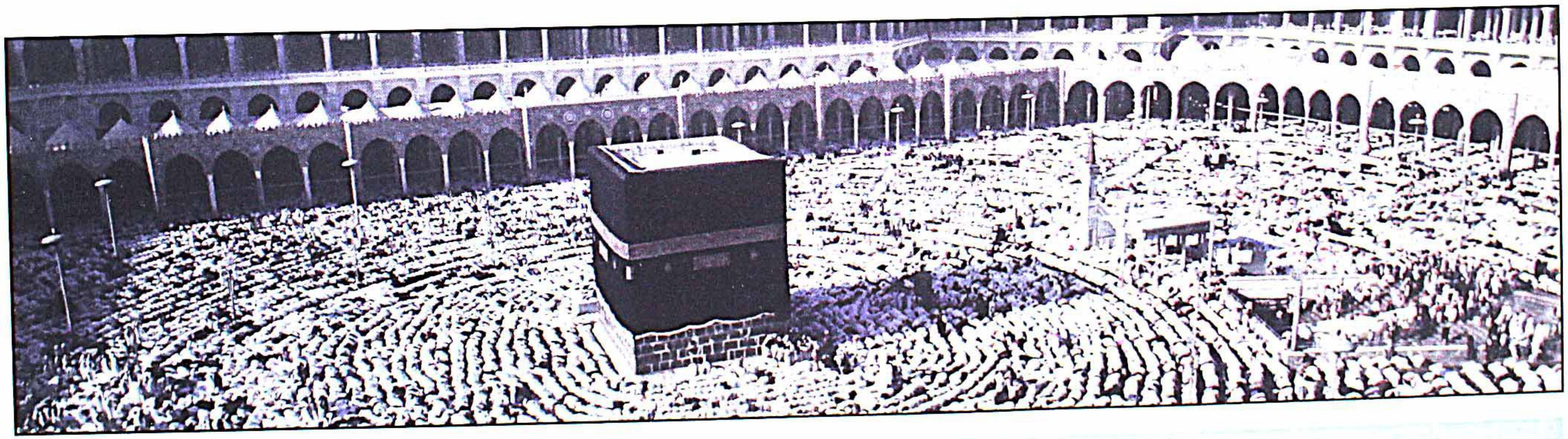

خانۂ کعبہ کی قدیم تصاویر

Marfat.com

غزوات

انسان کی اس کرۂ ارض پر آمد کے بعد معلوم تاریخ سے لے کر اب تک اُٹھنے والی انقلابی تحریکوں اور مذہبی وثقافتی جدوجہد سے مجموعی طور پر وقتی فائدے تو حاصل ہوئے، مثال کے طور پر ہر دور میں اور ہر قوم میں انبیاء و رُسل علیہم السلام پیدا ہوتے رہے ہیں لیکن اُن سب کی تعلیمات اور فلاح کے طریقے اُن سے وابستہ قوم کی حد تک رہے اور حکم خداوندی بھی یہی تھا کہ وہ اپنی اپنی قوموں کی حد تک ذمہ دار رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی قوم میں مبعوث ہوئے تو اُنہی کیلئے جدوجہد کی اور اپنی قوم یعنی بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے آزاد کرانے کا عظیم کارنامہ آپ علیہ السلام ہی کے ہاتھوں پایۂ تکمیل تک پہنچا اور اپنی قوم کیلئے ارضِ مقدس کو حاصل کر کے حکومت قائم فرمائی۔

اسی طرح سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی اور رسول بھی اپنی ہی قوم میں تشریف لائے اور اپنی ہی قوم کیلئے جدوجہد کی، یہی حکم خداوندی تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد: ”میں اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا ہوں“ اور ایسی ہی ہدایت آپ علیہ السلام نے اپنے حواریوں (صحابہ) سے فرمائی تھی کہ ”خبردار! بنی اسرائیل تک ہی میرا پیغام پہنچاؤ، اسرائیل کے علاوہ غیر پر میری دعوت پیش نہیں کرنا“۔۔۔ تو پڑھ لیا آپ نے۔۔۔؟

Marfat.com

اسی طرح تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے صرف اپنی قوم اور اپنے علاقے تک راہِ ہدایت کی جدوجہد کی، اپنی قوم اور علاقے سے ہٹ کر جدوجہد کرنے کی نہ تو اُن کو ذمہ داری دی گئی اور نہ ہی یہ اُن کے فرائض میں شامل رہا، بڑے بڑے انقلابات میں عظیم الشان رہنماؤں، فلاسفر اور بادشاہوں کے تاریخی واقعات ہم تک پہنچے ہیں لیکن انہوں نے بحیثیتِ مجموعی انسانیت کیلئے کیا کیا خدمات انجام دیں۔۔۔؟ بنی آدم ان کی عزت و تکریم اگر کریں بھی تو کن کارناموں کی وجہ سے کریں۔۔۔؟ اور کیوں۔۔۔؟ مثلاً ان بادشاہوں نے دنیا کے بڑے بڑے علاقوں کو اپنی تلواروں کی نوک سے زیروزبر کر دیا۔۔۔ ان فاتحین نے انسانی آبادیوں کو اُجاڑ کر رکھ دیا۔۔۔ قتل و غارت گری کر کے خون کی ندیاں بہادیں۔۔۔ قبرستان آباد ہوئے تو انہی کے باعث۔۔۔ جبکہ شہر کے شہر ویران ہوئے۔۔۔ ان بڑی بڑی فتوحات نے دنیا کو۔۔۔ یا بنی آدم کو۔۔۔ کیا فائدہ پہنچایا۔۔۔؟ آخر کس وجہ سے انسانیت ان کے سامنے محبت و عقیدت سے سرِ تسلیم خم کرے۔۔۔؟ یا ان کے نام کو عقیدت سے چومے۔۔۔؟

فلسفیوں اور عظیم الشان سائنسدانوں کے کن کارناموں پر۔۔۔ یا ان کی کس عظمت کے آگے اپنے سر کو جھکائے۔۔۔؟ اس میں کیا شک ہے کہ بڑے بڑے فلاسفر اور سائنسدان جو بہت غور و فکر کرنے والے ہوتے ہیں۔۔۔ بڑی انتھک محنت اور جدوجہد کے بعد جو ایجادیں۔۔۔ یا آسمان کی وسعتوں سے تحقیق اور جستجو کے بعد جو کچھ انہوں نے انسان کے حوالے کیا۔۔۔ کیا واقعی وہ دنیا کے اصل دُکھ اور انسان کی حقیقی مصیبتوں اور پریشانیوں کا حل تھا۔۔۔؟ جناب عالی۔۔۔! ان فلسفیوں اور سائنسدانوں نے جہاں تھوڑا بہت فائدہ پہنچایا بھی۔۔۔ وہیں ان کے فلسفوں نے اور اُن کی ایجادوں نے مہلک، زہریلے ہتھیار بھی دیئے۔۔۔ اور نفرت آمیز فلسفوں سے بنی نوع انسان کی بقاء ہی کو ہمیشہ خطرات لاحق رہے۔۔۔ اگر کوئی شخص ان لوگوں کو انسانیت کی بھلائی اور خدمت کرنے والا تسلیم کرتا ہے۔۔۔ تو اُسے بتانا پڑے گا کہ۔۔۔ ان فلسفیوں اور سائنسدانوں نے انسان کو کس قدر امن و سلامتی بخشی ہے۔۔۔؟ آپ کو ان سے یہ پوچھنا پڑے گا کہ۔۔۔ ان فلاسفر اور سائنسدانوں نے ایسا کونسا کلیہ یا قدرت کا وہ کون سا راز دنیا کو لا کر دیا ہے۔۔۔ جس سے انسانوں کے درمیان رشتوں کو جوڑا جا سکے۔۔۔ انہوں نے

Marfat.com

انسانیت کو ذِلت اور گمراہی سے بچانے کیلئے کون سا فارمولا پیش کیا ہے۔۔۔ جس کی وجہ سے انسان آج انہیں اپنا محسن قرار دے۔۔۔؟

جی نہیں۔۔۔!اس میں سے کچھ بھی نہیں دیا۔۔۔ آپ جتنے بڑے بڑے نام اپنے ذہن میں سوچتے رہیں۔۔۔ لیکن جب ان کی زندگی کا جائزہ لیں گے۔۔۔ تو آپ کو ان لوگوں کی زندگی کے واقعات میں اس کے سوا کچھ نہیں ملے گا کہ۔۔۔ ان لوگوں نے لاکھوں، کروڑوں۔۔۔ جیتے جاگتے انسانوں کو قتل کر دیا۔۔۔ اُن کے مال و اسباب کو لوٹا۔۔۔ اور انسانی نفرت کے جتنے حربے انہیں معلوم تھے، انہوں نے وہ سب آزمائے۔۔۔ چلئے۔۔۔! آج سے پہلے کے سو سال پہ ہی نظر ڈال لیتے ہیں۔۔۔ 1914ء سے 1918ء تک ان چار برسوں میں پہلی جنگِ عظیم ہوئی جس میں تقریباً دو کروڑ سے زائد لوگ قتل ہوئے۔۔۔ زخمی ہوئے۔۔۔ تباہ و برباد ہوئے۔۔۔ ابھی اس ہولناکی کو ختم ہوئے 21 برس بھی نہیں گزرے تھے کہ جنگِ عظیم دوئم چھیڑ دی گئی۔۔۔ یہاں پر بھی انسانیت سسک رہی تھی۔۔۔ رحم کی طلبگار تھی۔۔۔ بھوک و پیاس سے بے حال۔۔۔ گویا موت کی منتظر تھی۔۔۔ لیکن نشے میں مست حکمرانوں نے جنگ چھیڑ دی۔۔۔ جس سے نو کروڑ لوگ متاثر ہوئے۔۔۔ اس کے علاوہ:

1۔ 1618ء سے 1648ء تک یعنی 30 سالہ جنگ جرمنی، فرانس، آسٹریلیا اور سوئیڈن کے درمیان ہوئی اور صرف جرمنی ہی کے ایک کروڑ بیس لاکھ لوگ مارے گئے۔

2۔ امریکہ میں 1861ء سے 1865ء تک کی خانہ جنگی جس کا سبب صرف غلامی کا مسئلہ تھا، اس میں آٹھ لاکھ افراد قتل و غارت گری کا شکار ہوئے۔

3۔ مہلک ہتھیاروں، زہریلی گیسوں کے ساتھ شروع ہونے والی پہلی عالمی جنگ میں ایک کروڑ انسان مارے گئے، دو کروڑ سے زائد زخمی ہوئے، اس جنگ کے بعد آتشی اور مہلک ہتھیاروں کے استعمال کے باعث مزید لاکھوں کی تعداد میں لوگ متاثر ہوئے جن میں سے اکثر اپنی زندگی ہار گئے۔

Marfat.com

4۔ دوسری عالمی جنگ میں آتشی و مہلک گیسوں سے بھری بمباری و تباہی نے تقریباً ایک کروڑ انسانوں کا خون بہایا۔ چین، فرانس، جرمنی، جاپان، یونان، برطانیہ، یوگوسلاویہ، پولینڈ، روس، فن لینڈ، بلغاریہ، ناروے، ڈنمارک، ہالینڈ اور اٹلی میں مرنے والے لوگوں کی تعداد بھی شامل کرلیں تو دو کروڑ انسان اس کی بھینٹ چڑھ گئے۔

5۔ ہیروشیما اور ناگاساکی میں ایٹم بم کے حملوں نے تو پوری انسانیت کو دہلا کر رکھ دیا تھا جس میں لاکھوں افراد یک لخت لقمۂ اجل بنے اور اس کے اثرات تو آج تک ان کی نسلوں میں موجود ہیں۔

ان فلاسفر اور سائنسدانوں سے کوئی پوچھ سکتا ہے کہ برِاعظم یورپ کی مہذب قومیں انسانیت کی اس قدر دشمن کیوں ہوگئی ہیں۔۔۔؟ یہ تو مہذب اور تمدن سے آراستہ علم و فن کی داعی تصور کی جاتی ہیں۔۔۔ تو ان کے درمیان روئے زمین پر اس قدر بھیانک اور خون آشام، نفرت انگیز جنگیں کیوں ہوئیں۔۔۔؟ یہاں علم کا جھگڑا جہل سے تھوڑی تھا۔۔۔ یہ کوئی حق و باطل کا معرکہ بھی نہیں تھا۔۔۔

مجموعی طور پر یہ سب اُن قوموں نے کیا جو دنیا میں مہذب اور امن کی نشانی گردانی جاتی ہیں اور انہی کی کوکھ سے بڑے بڑے فلسفی اور سائنسدان پیدا ہوئے اور اپنی دانش مندی سے فلسفے اور ایجادات کے ڈھیر کے ڈھیر لگا دیئے۔۔۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ انہی کے سبب دنیا نے تباہی کے ایسے ایسے منظر نامے دیکھے ہیں جس کے تصور سے بھی رُوح کانپتی ہے۔۔۔ آپ لوگ دور مت جائیں۔۔۔ چلیں میں آپ کو حال کی ہی بات یاد دلا رہا ہوں۔۔۔ آج کی تہذیب و تمدن سے آراستہ قوموں میں سے ایک قوم نے دس لاکھ انسانوں کو قتل کرنے والی شرمناک حرکت کی۔۔۔ دو مہذب ملکوں میں انسانوں کا خون صرف اور صرف اس لئے بہا دیا گیا ہے کہ۔۔۔ ان کا ملک قدرتی معدنیات اور جغرافیائی اہمیت کا حامل ہے۔۔۔

یہ تو قتل ہونے والے انسانوں کے اعداد و شمار ہیں۔۔۔ ایک کروڑ سے زائد انسان جان بچانے کیلئے دنیا میں دربدر پھر رہے ہیں۔۔۔ جو وہاں زندہ رہ گئے ہیں۔۔۔ تو علاج معالجے کی قلت۔۔۔ خوارک کا فقدان۔۔۔ اور دیگر ایسے مسائل

Marfat.com

سے نبرد آزما ہیں۔۔۔ جس میں کچھ نہ کچھ ہر روز ہی زندگی کی بازی ہار جاتے ہیں۔۔۔ اور خاص طور پر معصوم عورتوں اور لڑکیوں کی بے حرمتی اور قتل۔۔۔ اور قتل بھی اس طرح کہ بچوں اور بوڑھوں کو بدترین اذیت دے کر۔۔۔ موت کے گھاٹ اُتار کر۔۔۔ ان واقعات کو المناک سانحات میں تبدیل کر دینا انسانیت کی توہین نہیں ہے تو اور کیا ہے۔۔۔؟ یہ سارے انسانیت سوز واقعات دیکھنے کے بعد۔۔۔ کیا کوئی ہوش و حواس رکھنے والا انسان۔۔۔ اسے انسانیت کی خیر خواہی سمجھے گا۔۔۔؟

بنی نوع انسان کیلئے رحمت

یہ ساری باتیں جو آپ پڑھ چکے۔۔۔ تو اب موضوع کو دلجمعی سے پڑھیں۔۔۔ کہ انسان کی مصیبتوں، دکھوں اور تکالیف کو دور کرنے کا کلیہ کیا ہے۔۔۔؟ جس کے سانچے میں ڈھل کر انسان مطمئن ہو جائے اور اُس کی بے قراری کو قرار آجائے۔۔۔ بنی نوع انسان کیلئے یہ ضروری تھا کہ ایک ایسا معلم بھیج کر زمین پر انسان کی حرمت اور عظمت قائم کرائی جائے۔۔۔ زمین فنا و بقاء کے آخری مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔۔۔ لہٰذا انسانوں میں سے ایک ایسی ہستی کو بھیجنا ضروری تھا جو خدائے بزرگ و برتر کا آخری عالمی پیغام بنی نوع انسان تک پہنچائے۔۔۔ اور عملاً پوری صداقت اور دیانت کے ساتھ اُس پیغام کو پیش کرے۔۔۔ تاکہ اس دنیا کے خاتمے تک یعنی روزِ آخرت تک اللہ تعالیٰ اپنی حجت مکمل کر دے۔۔۔ اس لئے آپ ﷺ کو نبی اور رسول بنا کر صرف قبیلے، برادری، قوم میں نہیں بلکہ تمام اقوامِ عالم یعنی انسانیت کیلئے ایک آخری، حتمی اور مشترکہ پیغام دے کر بھیجا گیا۔۔۔ یقیناً اتنا عظیم الشان پیغام جس ہستی کے ذریعے بھیجا تھا۔۔۔ اُس کے اندر وہ تمام بہترین اوصاف موجود ہونا بھی بے انتہا ضروری تھے۔۔۔ مثلاً انسانیت کیلئے رحم و کرم کا سب سے بڑا داعی و پاسدار ہونا ہی اس کی پہلی اور حتمی شرط ہونی چاہیے تھی۔۔۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سب سے اہم و نمایاں وصف کا اعلان اس طرح کر دیا:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الانبیاء 21:(107)]

”اور ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے“۔

Marfat.com

"خیر البشر ﷺ"، یعنی رحمۃ للعالمین ہونا آپ ﷺ کا سب سے بڑا اور اہم ترین وصف تھا جب ہی تو بنی نوع انسان کی راحت، سچائی، اطمینانِ قلبی اور روحانی سکون کے اصول و قوانین بیان کئے جاتے رہے۔۔۔ اگر آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے ایک ایک گوشے کو جانچیں اور پرکھیں۔۔۔ تو آپ لوگوں کو اس میں تمام نوعِ انسانی کیلئے رحمت اور شفقت کا ظہور ہوتا ملے گا۔۔۔ یہ ابرِ رحمت ہی تو تھا کہ حالتِ جنگ میں بھی حرمتِ انسانی کو پامال نہیں ہونے دیا۔۔۔ عظمتِ انسانی کو جس قدر احترام آپ ﷺ نے عطا فرمایا۔۔۔ انسانی تاریخ میں اُس کی مثال نہیں ملتی۔۔۔ اگر ہے تو پیش کیجئے۔۔۔!

غزواتِ نبوی ﷺ - پس منظر

غزوات یعنی وہ جنگیں جس میں رسول اللہ ﷺ بنفسِ نفیس شریک ہوئے۔۔۔ آپ ﷺ کی ساڑھے تیئس برس کی دعوتِ الٰہی اور امن وامان کی جدوجہد میں غزوات کا پہلو اس لئے بھی سب سے اہم ہے کہ رہتی دنیا تک آپ ﷺ کا کردار ایک عظیم مبلغ، مصلح اور عظیم سپہ سالار کی صورت میں ہمیشہ دنیا کو رہنمائی عطا فرماتا رہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ ہر قوم میں انبیاء اور رُسل علیہم السلام بھیجے جاتے رہے۔۔۔ اور نافرمان قومیں انبیائے کرام علیہم السلام کا خونِ ناحق بھی کرتی رہیں۔۔۔ بے شمار انبیائے کرام علیہم السلام دعوتِ الٰہی دیتے ہوئے شہید کئے گئے۔۔۔ بعض انبیائے کرام علیہم السلام نے جب اپنی قوموں کی سرکشی دیکھی تو ان سے جہاد کرنے کیلئے میدان میں آئے یعنی ہر ممکن کوشش کے بعد جب وہ لوگ نہ مانے تو دعوت اور تبلیغ کے آخری مراحل میدانِ جنگ میں طے کئے گئے اور فتح یاب ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کا پیغام پوری قوت کے ساتھ نافذ کیا گیا۔۔۔ اب آخری رسول ختمی مرتبت ﷺ کے سامنے بھی یہی صورتحال تھی۔۔۔ جنگ لازمی امر تھا لیکن عجیب صورتحال یہ تھی کہ آپ ﷺ نے خود جنگ میں پہل نہیں کی بلکہ دفاعی جنگیں لڑیں۔۔۔ اس پر بھی آگے بات کرتے ہیں لیکن تھوڑی ہی صحیح مگر ایک تمہید باندھ کر غزوات کو تحریر کرتا ہوں تاکہ ان غزوات کی منفرد حیثیت آپ کی سمجھ میں آتی جائے۔۔۔ یہ بات تو آپ کو معلوم ہی ہے اور تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ جنگیں تو جیسے انسان کی سرشت میں شامل ہیں۔۔۔

Marfat.com

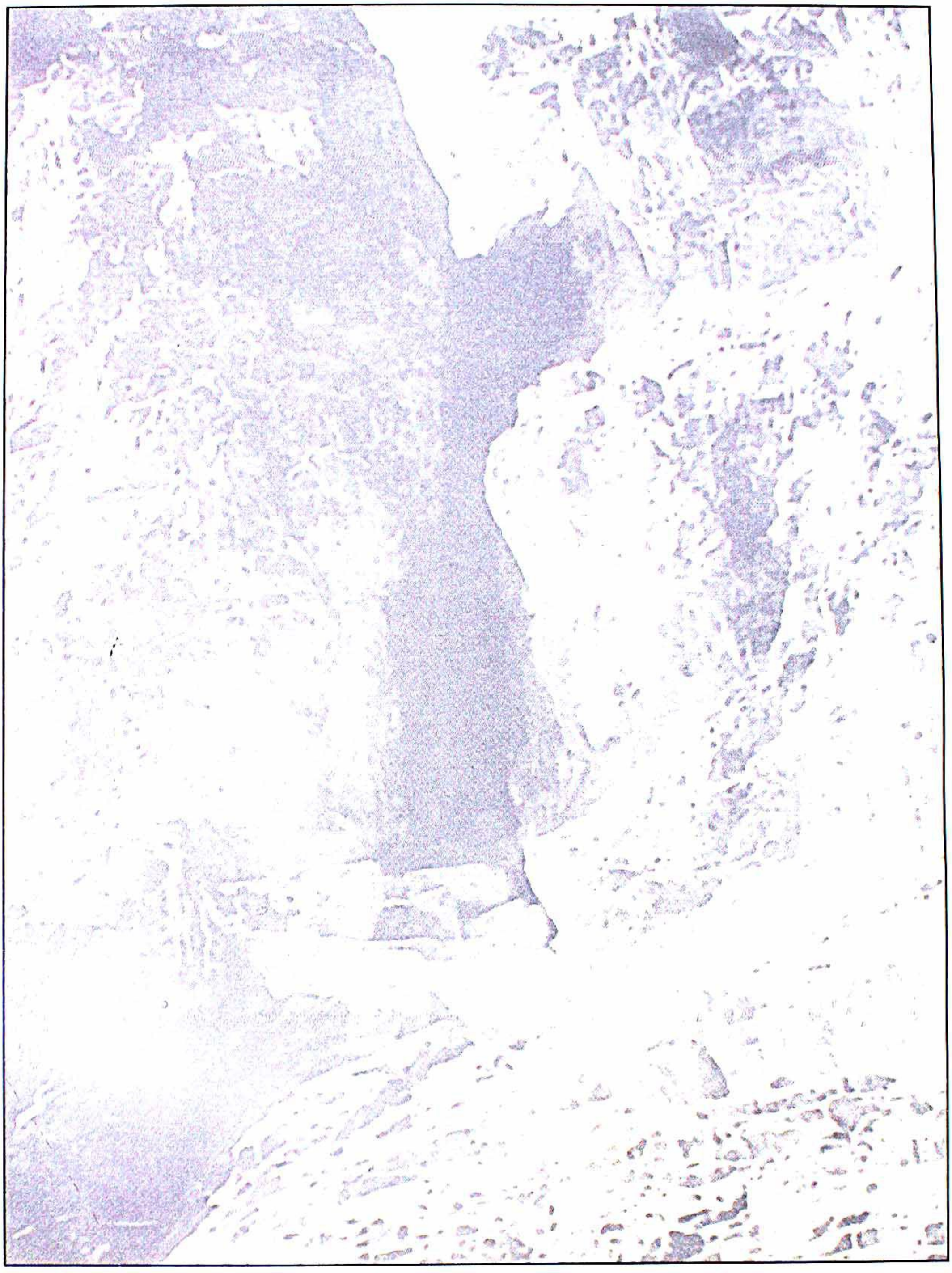

جبلِ احد کا وہ غار جس میں نبی کریم ﷺ کو دورانِ جنگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے حصار میں لیا ہوا تھا۔

Marfat.com

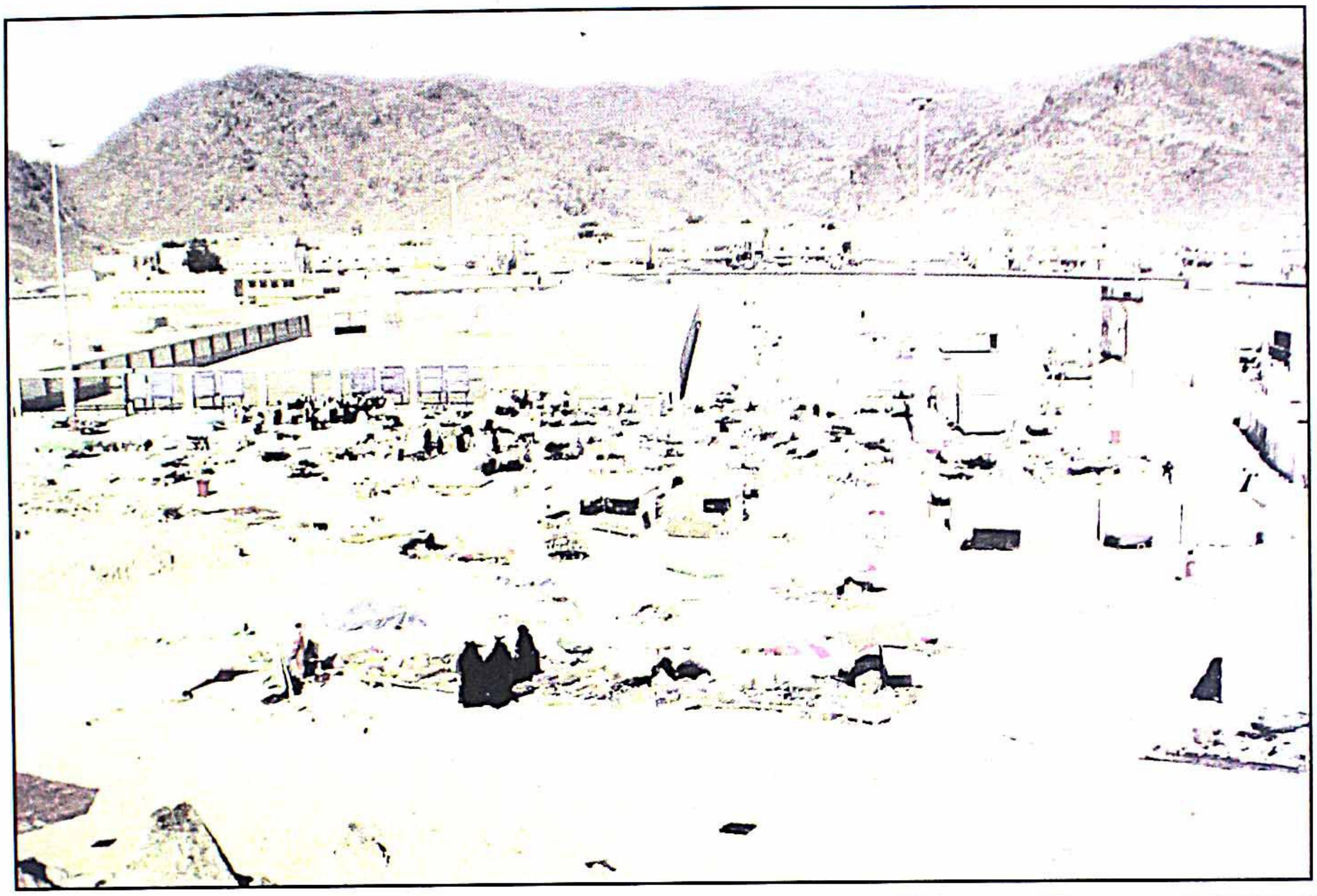

غزوہ اُحد کے شہداء کے مزارات۔ اُحد پہاڑ کے دامن میں سید الشہداء حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار اطہر

Marfat.com

Marfat.com

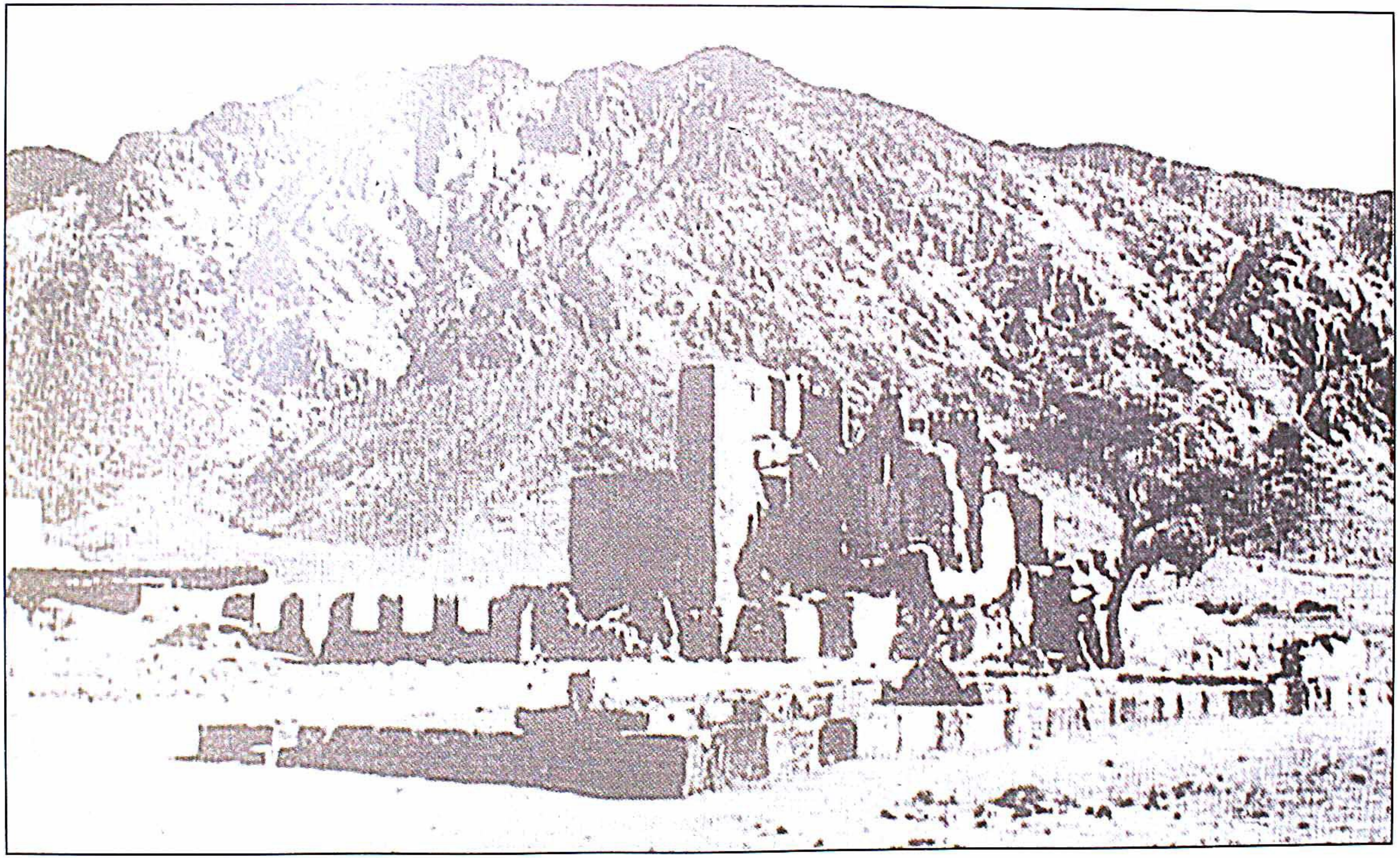

سید الشہداء رضی اللہ عنہ اور شہداءِ اُحد رضی اللہ عنہم یہاں مدفون ہیں۔ (قدیم تصویر)

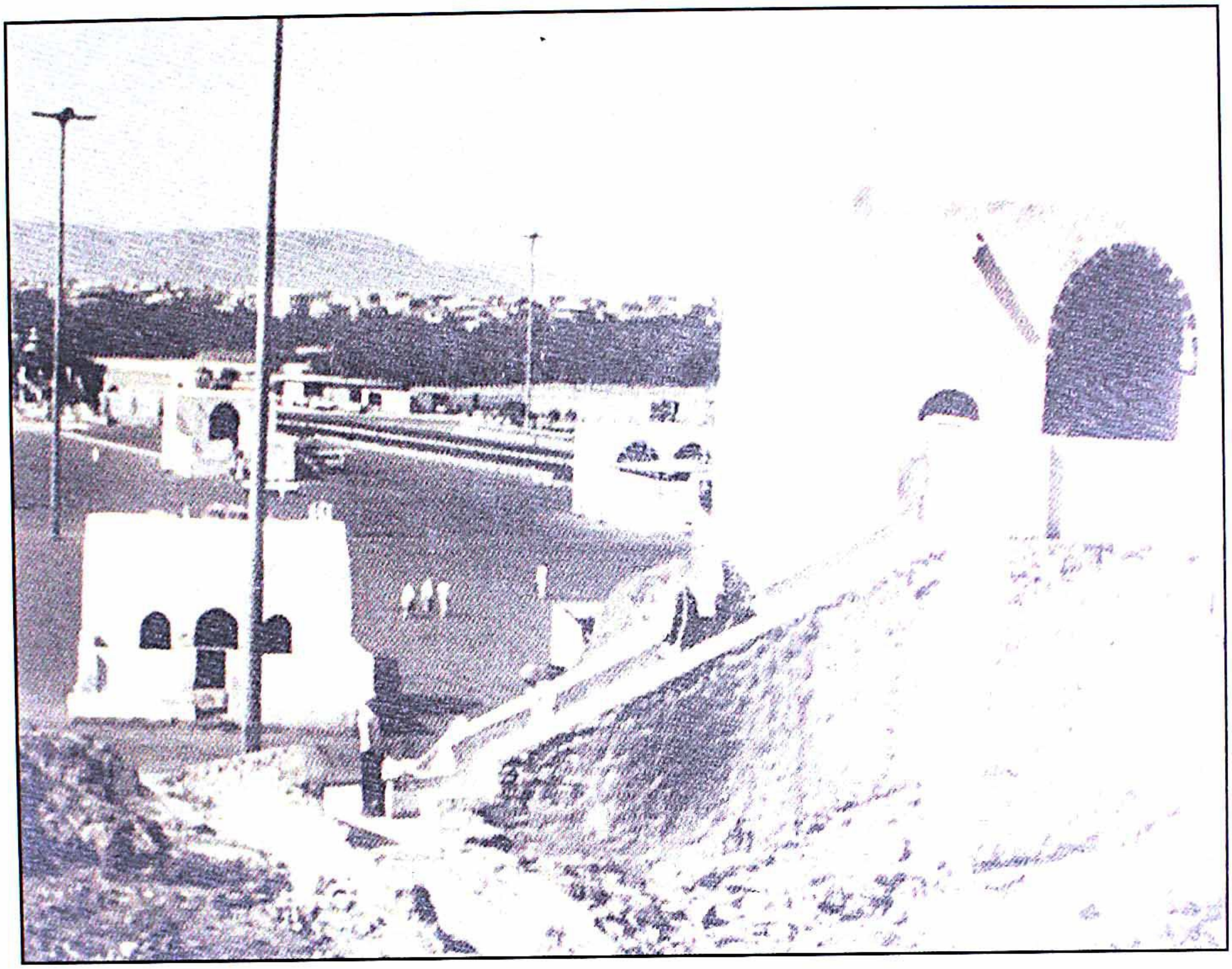

غزوہ خندق کے مقام پر واقع سات مساجد

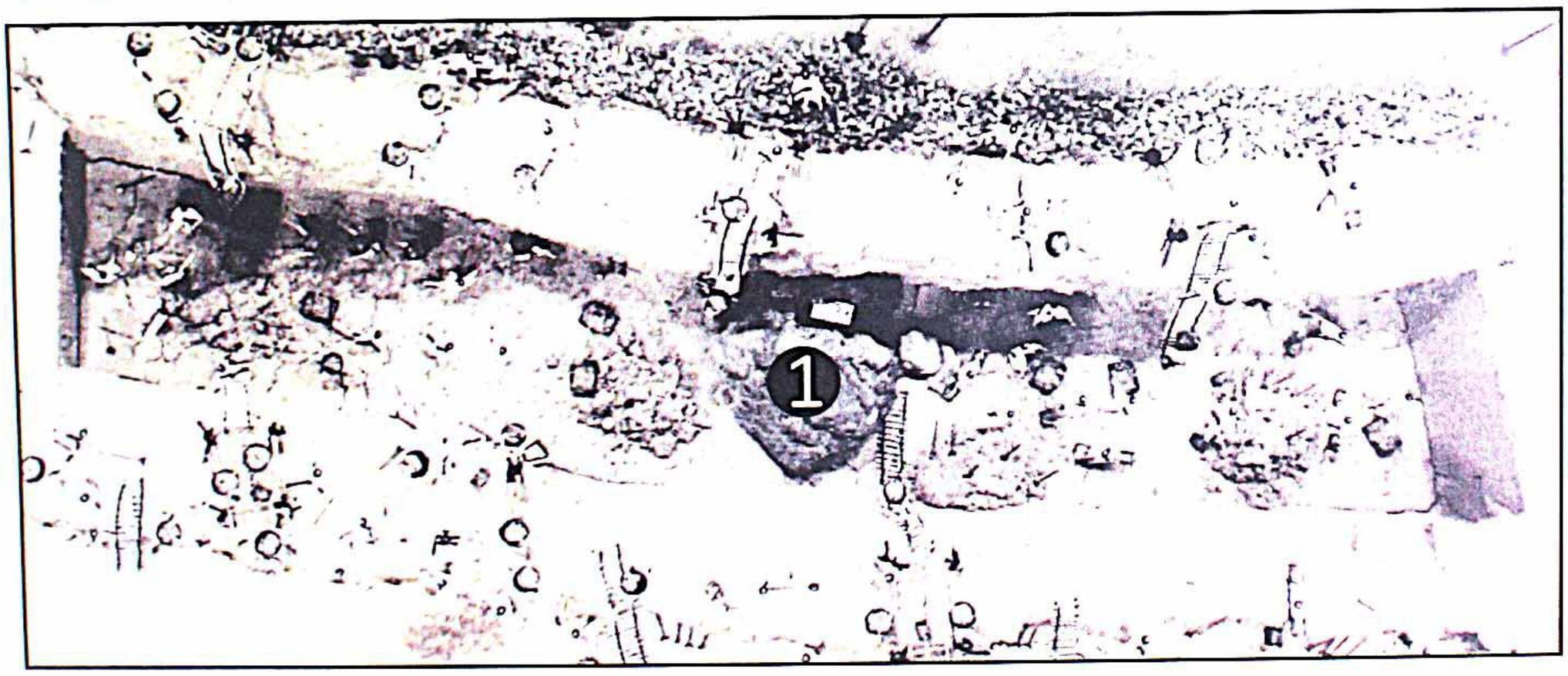

❶ خندق کا وہ چٹان جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہیں توڑ پا رہے تھے اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی ضرب لگا کر پاش پاش کر دیا تھا۔

(مدینہ منورہ کے میوزیم میں تحقیق کے بعد یہ ماڈل تیار کیا گیا ہے)

Marfat.com

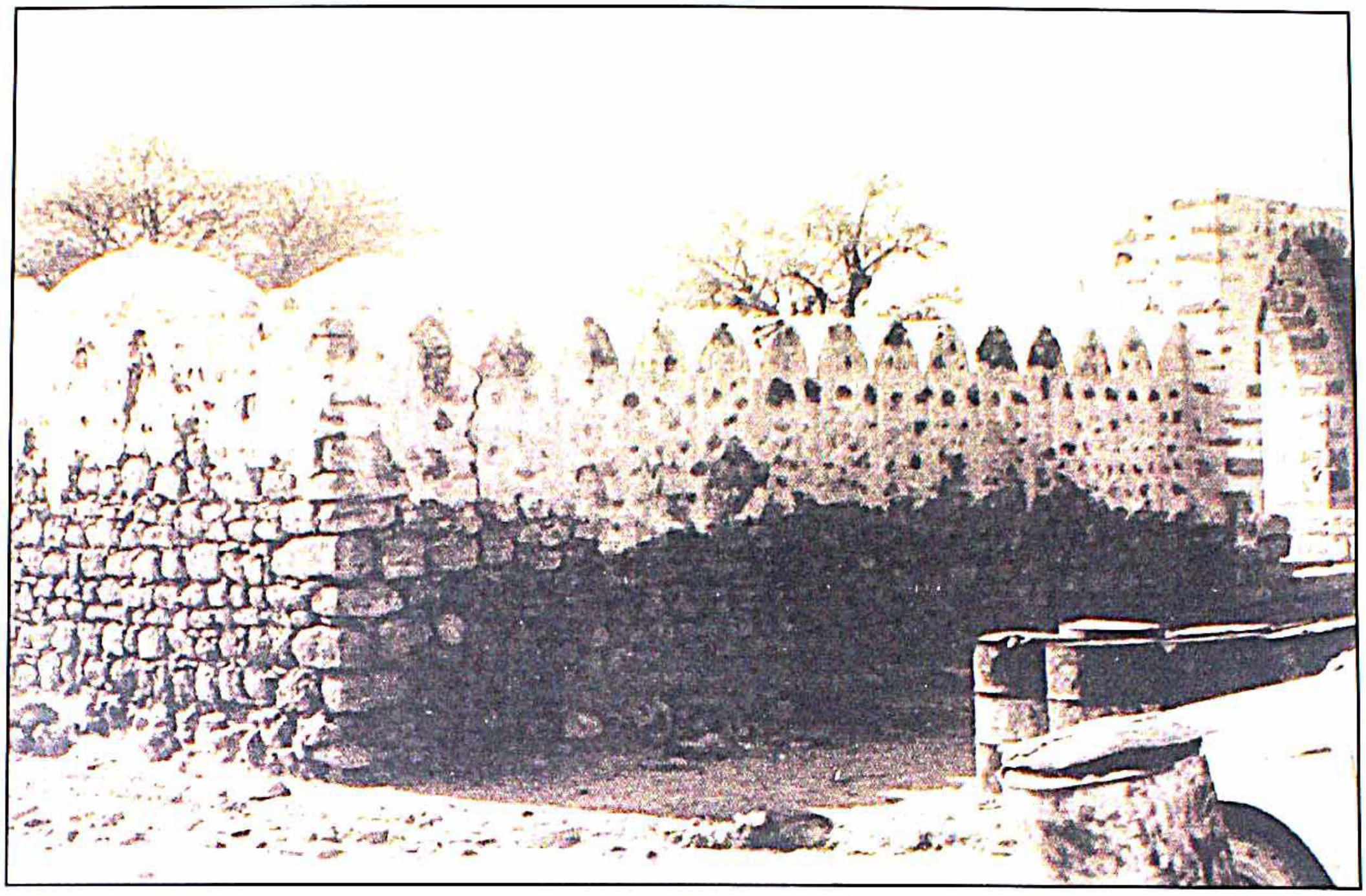

غزوہ بنی قریظہ کی مسجد (یہاں 05ھ میں یہودیوں کی عہد شکنی کے باعث حضور ﷺ نے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا اور فتح حاصل ہوئی)

Marfat.com

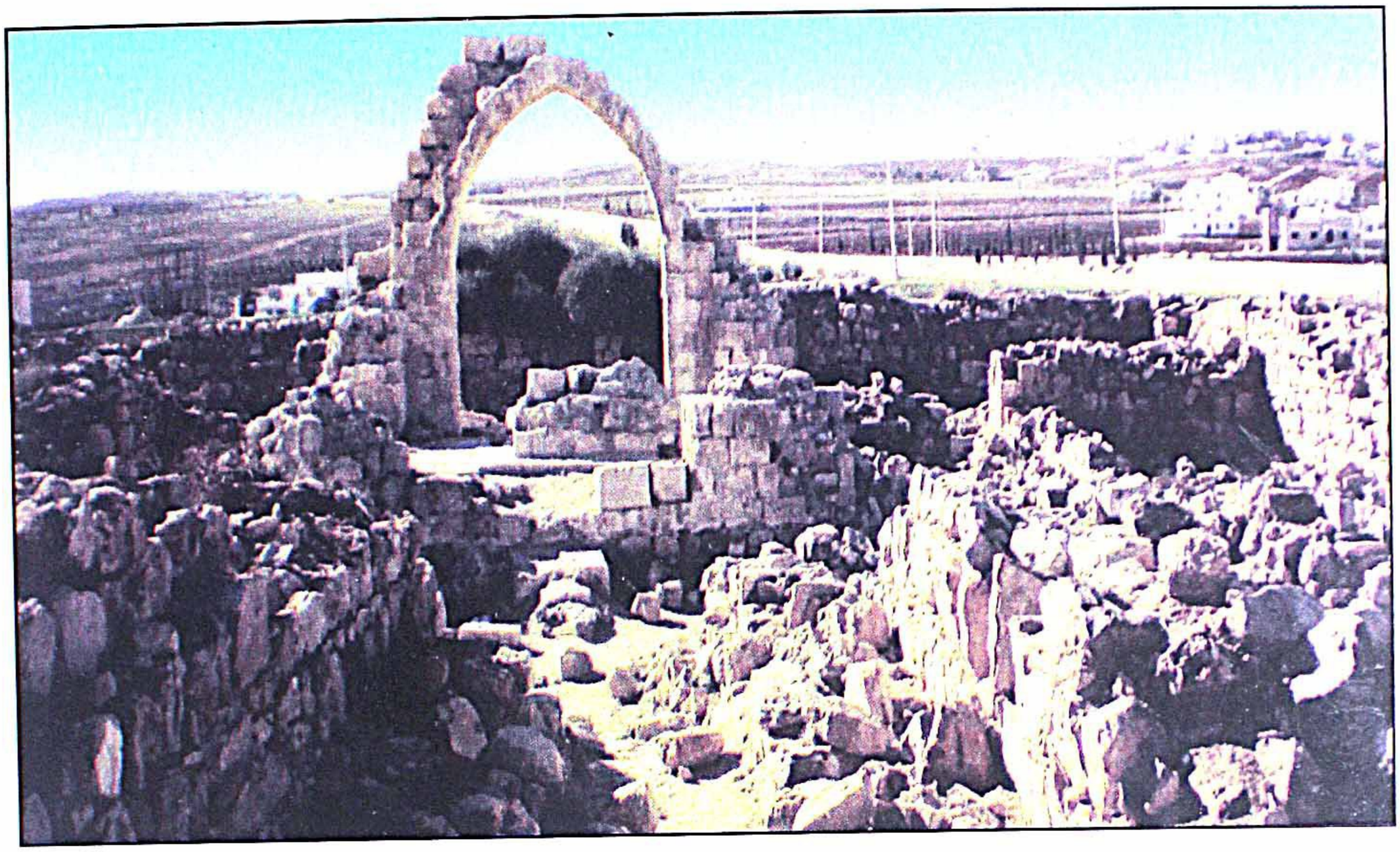

میدان غزوہ مؤتہ

اردن میں موجود روضہ مبارک جہاں حضرت سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
اور سیدنا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ مدفون ہیں

Marfat.com

بادشاہت، سرداری، سلطنت کا اضافہ، کسی قوم کی زرخیز زمینوں کا حصول، مال و دولت، عورت کا حصول وغیرہ۔۔۔یہ سب ایسے امور ہیں جن کی خاطر جنگیں ہوتی رہیں۔۔۔اور ہر دور میں انسان اس کا شکار بنتے رہے۔۔۔اب جب بادشاہوں یا حکمرانوں کا جنگوں سے اس قدر شغف تھا تو اس کیلئے کسی ایسے مؤثر نعرے کا وجود بھی ضروری تھا جو عوام الناس میں ہیجان و اضطراب پیدا کرے۔۔۔لڑنے والی فوج کو دورانِ جنگ حوصلہ بڑھانے میں مدد فراہم کرے۔۔۔اور فوج میں جنگ و جدال اور قتل و غارت گری سے تنگ آکر ندامت کا احساس پیدا نہ ہونے دے۔۔۔اور اس مقصد کیلئے ایک مسحور کُن "نعرہ" متعارف کرایا گیا۔۔۔"محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے"۔۔۔چلیئے بھائی! بات ہی ختم ہوئی۔۔۔اب محبت میں جو چاہو، سب کر گزرو۔۔۔جائز ہی جائز۔۔۔اور جنگ ہو جائے تو مفتوحوں کے ساتھ جو چاہو کرو۔۔۔وہ بھی جائز ہی جائز۔۔۔یہ تمہارا حق ہے کہ جو شہر یا علاقہ یا ملک فتح ہو جائے تو وہاں کی عورتوں، بوڑھوں، بیماروں اور بچوں کو جیسے چاہو تہہ تیغ کرو۔۔۔عورتوں اور بچیوں کی سرِ عام عزتیں لوٹو۔۔۔سب جائز۔۔۔خدا کی پناہ۔۔۔!الامان۔۔۔! شہروں اور ملکوں کو فاتح فوج کیلئے ایک ہفتہ اور بسا اوقات ایک مہینے تک بطور انعام بخش دیا جاتا۔۔۔سوچتے رہیے۔۔۔! کیا کیا مظالم اور کس قدر انسانیت سوز المیے اور سانحات ہوا کرتے ہوں گے۔۔۔ایسے سر پھرے بادشاہوں کے کاسۂ لیس درباری، دانشور یا ان کے مذہبی پیشوا، اس نعرے کے بانی یا حاشیہ بردار تو بنے پھرتے تھے۔۔۔لیکن اگر آپ نے تاریخِ انسانی کی خونخوار جنگوں میں کسی مذہبی پیشوا یا کسی بڑے سے بڑے فلسفی کا احتجاج مؤثر انداز میں دیکھا ہے تو بتایئے۔۔۔؟ کہیں نہیں ملے گا۔۔۔ہاں! یہ تو ملے گا کہ فلاں کی فوجوں نے شہر کے شہر اُجاڑے۔۔۔مظالم کی داستانیں، قیامت ڈھا دینے والے واقعات تو قلم بند ملیں گے۔۔۔مگر احتجاج یا غصہ کرتے ہوئے۔۔۔سولی پر چڑھتے ہوئے کوئی نہیں ملے گا۔۔۔آج خود مسلمانوں میں بھی کم علم اور کم ظرف قسم کے لوگ اپنی بے ہودگی کو اسی نعرے کی آڑ لیتے ہوئے فخریہ سناتے ہیں۔۔۔ان کم ظرفوں اور جاہلوں کو چھوڑیئے۔۔۔میں نے اچھے اچھے پڑھے لکھے لوگوں کو مسکرا مسکرا کر اسی مقولے کی حمایت کرتے سنا ہے۔۔۔

Marfat.com

اب آیئے۔۔۔!میں اس نعرے کی تردید کرتا ہوں کہ یہ نعرہ "محبت اور جنگ میں سب جائز ہے"۔۔۔یہ بات بالکل باطل اور غلط ہے۔۔۔یہ نعرہ آپ کو براہِ راست جہنم میں لے جا کر دم لے گا۔۔۔کیونکہ نہ ہی محبت میں سب کچھ جائز ہے۔۔۔اور نہ ہی جنگ میں۔۔۔

دنیائے انسانیت میں پہلی مرتبہ جنگ کرنے اور جنگ لڑنے کے اصول رحمۃ للعالمین ﷺ نے بنی نوع انسان کو دیئے ہیں۔۔۔نہ آپ ﷺ سے پہلے اور نہ ہی آپ ﷺ کے بعد کوئی اصول دیئے گئے کیونکہ جو اصول آپ ﷺ نے دیئے۔۔۔بس وہی حرفِ آخر ہو گئے ہیں۔۔۔آج بھی مہذب قومیں جنگوں میں وہی اصول اپنائے ہوئے ہیں۔۔۔اے کاش۔۔۔!اس میں اگر یہ لوگ مزید رحم و کرم شامل کر دیتے تو کیا ہی اچھی بات ہوتی۔۔۔انہوں نے اصول تو لے لئے لیکن اس میں موجود رحم و کرم کی تعلیمات کو چھوڑ دیا۔۔۔تعلیماتِ نبوی ﷺ میں جنگ کے بارے میں جو اہم ہدایات ملتی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

جنگ لڑنے کا پہلا اُصول: "جنگ صرف اللہ تعالیٰ کیلئے لڑی جائے"۔

پڑھ لیا آپ نے۔۔۔!اب اس کو سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کیلئے جنگ لڑنے کا مطلب صاف اور واضح ہے کہ جنگ کسی طور پر بھی زن، زر اور زمین جیسے باطل اور فسطائیت پر مبنی وجوہات کیلئے نہیں ہو گی۔۔۔انسانی خون کا احترام ہے کہ وہ بلاوجہ ہر گز نہ بہنے پائے۔۔۔لہٰذا ایسی جنگ کُلی طور پر حرام قرار دی گئی۔۔۔جب زن، زر اور زمین پر جنگ نہیں لڑی جا سکتی۔۔۔تو بے شمار جنگوں کا راستہ تو ویسے ہی بند ہو گیا۔۔۔

جنگ لڑنے کا دوسرا اُصول: "جہاں ظلم و ستم ہو اور وہاں کے رہنے والے مصائب و آلام میں پھنسے ہوں تو وہاں جنگ ہو گی لیکن وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کیلئے، کسی صورت میں حیلے بہانے نہ ہونے پائیں ورنہ اس کی سزا ہو گی"۔

جنگ لڑنے کا تیسرا اُصول: "ہرے بھرے کھیت و کھلیان اور درخت نہیں کاٹے جائیں گے، صرف اور صرف جنگی ضروریات کیلئے ہی ایسا کیا جائے گا اور جہاں تک ممکن ہو اس سے بھی احتراز ہی کیا جائے گا" یعنی املاک کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔

Marfat.com

جنگ لڑنے کا چوتھا اُصول: "جنگ کو ہر صورت ٹالا جائے گا اور امن کو قبول کیا جائے گا"۔

جنگ لڑنے کا پانچواں اُصول: "جو ہتھیار ڈال دے، اُسے ہر گز قتل نہیں کیا جائے گا"۔

جنگ لڑنے کا چھٹا اُصول: "جو زمین پر بیٹھ جائے، اُسے بھی قتل نہیں کیا جائے گا"۔

جنگ لڑنے کا ساتواں اُصول: "عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور بیماروں کو قتل نہیں کیا جائے گا"۔

جنگ لڑنے کا آٹھواں اُصول: "انسان اور خاص طور پر عورتوں کی بے حرمتی نہیں کی جائے گی"۔

جنگ لڑنے کا نواں اُصول: "شہر یا گاؤں کو نہ تو نذرِ آتش کیا جائے گا اور نہ ہی تباہ کیا جائے گا"۔

جنگ لڑنے کا دسواں اُصول: "جنگ میں مرنے والے کی لاش کو پامال یا مسخ نہیں کیا جائے گا یعنی بے حرمتی نہیں کی جائے گی"۔

یہ ٹھوس اُصول تو رحمت للعالمین ﷺ نے ہی نافذ فرما دیئے تھے۔۔۔ کہ جنگ کیوں ہو گی۔۔۔؟ جنگ کیسے لڑی جائے گی۔۔۔؟ جنگ لڑنے والے فوجیوں اور سپہ سالاروں کو کن کن باتوں کا خیال رکھنا ہو گا۔۔۔؟ حالتِ جنگ میں امن کا پیغام کیا کردار ادا کرے گا۔۔۔؟ لہٰذا ان باتوں کو ذہن میں رکھ کر آیئے اب "غزواتِ نبوی ﷺ" کی جانب بڑھتے ہیں۔۔۔ حیرت ہے۔۔۔ !بہت ساری سیرت کی کتابوں میں حضورِ اکرم ﷺ کی جانب سے بھیجی گئی مہموں کو بھی باقاعدہ جنگ قرار دیا گیا ہے۔۔۔ حالانکہ ان مہموں میں سے کسی ایک کو بھی باقاعدہ جنگ قرار نہیں دیا جا سکتا۔۔۔ اور جنہیں باقاعدہ جنگ کہا جاتا ہے وہ بھی ایسی جنگیں تھیں جو خود حملہ آوروں نے مدینہ شہر کی حدود میں آکر آپ ﷺ سے لڑیں۔۔۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ یہ جنگیں باقاعدہ مسلط ہوئیں۔۔۔ جن عسکری مہموں کو اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کی سربراہی میں بھیجا گیا اُنہیں "سرایا" کہا جاتا ہے۔۔۔ تمام غزوات اور سرایا کی تعداد 80 سے متجاوز ہے۔۔۔ ان تمام پر تو یہاں تبصرہ و تفصیل پیش کرنا ممکن نہیں ہے۔۔۔ کیونکہ اس موضوع پر سیرت کی کتابوں میں بہت تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے۔۔۔ اسی لئے میں پہلے آپ لوگوں کی سہولت کے لیے غزوات و سرایا کے نام لکھ رہا ہوں۔۔۔ اور اس کے بعد صرف منتخب اور زیادہ اہم غزوات پر کچھ نکات پیش کروں گا۔۔۔

Marfat.com

غزوات کے نام

نبی کریم ﷺ نے 27 غزوات میں شرکت فرمائی، جن کے نام یہ ہیں:

1۔ غزوۂ ابواء	2۔ غزوۂ بُوَاط	3۔ غزوۂ سَفوان
4۔ غزوۂ ذی العشیرہ	5۔ غزوۂ بدر	6۔ غزوۂ قرقرۃ الکدر
7۔ غزوۂ بنی قینقاع	8۔ غزوۂ سویق	9۔ غزوۂ ذی اَمر
10۔ غزوۂ بحران	11۔ غزوۂ اُحد	12۔ غزوۂ حمراء الاسد
13۔ غزوۂ بنی نضیر	14۔ غزوۂ بدر (الموعد)	15۔ غزوۂ دومہ الجندل
16۔ غزوۂ بنی المصطلق	17۔ غزوۂ احزاب	18۔ غزوۂ بنی قریظہ
19۔ غزوۂ بنی لحیان	20۔ غزوۂ حدیبیہ	21۔ غزوۂ ذی قرد (الغابہ)
22۔ غزوۂ خیبر	23۔ غزوۂ ذات الرقاع	24۔ غزوۂ فتح مکہ
25۔ غزوۂ حنین	26۔ غزوۂ طائف	27۔ غزوۂ تبوک

سرایا نبوی ﷺ کے نام

حضور نبی کریم ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی قیادت میں مختلف مہمیں (سرایا) بھیجی تھیں:

1۔ سریۂ سیفُ البحر: حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مقامِ عیص کی طرف روانہ فرمایا۔

2۔ سریۂ رابغ: حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں وادیٔ رابغ کی طرف روانہ فرمایا۔

3۔ سریۂ خرار: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں وادیٔ جحفہ کے قریب خرار کی طرف روانہ فرمایا۔

4۔ سریۂ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں روانہ فرمایا۔

5۔ سریۂ نخلہ: حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مکہ اور طائف کے درمیان واقع مقامِ نخلہ کی طرف روانہ فرمایا۔

Marfat.com

6۔ سریۂ عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ: حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں روانہ فرمایا۔

7۔ سریۂ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ: حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں روانہ فرمایا۔

8۔ سریۂ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ: حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں روانہ فرمایا۔

9۔ سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں روانہ فرمایا۔

10۔ سریۂ ابی سلمہ رضی اللہ عنہ: حضرت ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں روانہ فرمایا۔

11۔ سریۂ عبد اللہ بن اُنَیس رضی اللہ عنہ: حضرت عبد اللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں خالد بن ہذیلی کی طرف روانہ فرمایا۔

12۔ سریۂ رجیع: حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں روانہ فرمایا۔

13۔ سریۂ بئر معونہ: حضرت حُرّام رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں روانہ فرمایا۔

14۔ سریۂ عمرو بن ابی اُمیہ رضی اللہ عنہ: حضرت عمرو بن اُمیہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں روانہ فرمایا۔

15۔ سریۂ عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ: حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں روانہ فرمایا۔

16۔ سریۂ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ: حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مقامِ قرطاء کی طرف روانہ فرمایا۔

17۔ سریۂ عُکّاشہ رضی اللہ عنہ: حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مقامِ غمر کی طرف روانہ فرمایا۔

18۔ سریۂ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ: حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مقامِ ذوالقصہ کی طرف روانہ فرمایا۔

19۔ سریۂ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ: حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مقامِ ذوالقصہ کی طرف روانہ فرمایا۔

20۔ سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مقامِ جموم کی طرف روانہ فرمایا۔

21۔ سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مقامِ عیص کی طرف روانہ فرمایا۔

22۔ سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مقامِ طَرف کی طرف روانہ فرمایا۔

23۔ سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مقامِ حسمَی کی طرف روانہ فرمایا۔

24۔ سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں وادی القُریٰ کی طرف روانہ فرمایا۔

Marfat.com

25۔ سریۂ عبد الرّحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ: حضرت عبد الرّحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں دومۃ الجندل کی طرف روانہ فرمایا۔

26۔ سریۂ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مقامِ فدک کی طرف روانہ فرمایا۔

27۔ سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مقامِ ام قِرفَۃ کی طرف روانہ فرمایا۔

28۔ سریۂ عبد اللہ بن رَوَاحہ رضی اللہ عنہ: حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں اُسیر بن زَارِم کی جانب روانہ فرمایا۔

29۔ سریۂ کُرز بن جابر رضی اللہ عنہ: حضرت کُرز بن جابر رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں عرنیین والوں کی جانب روانہ فرمایا۔

30۔ سریۂ الخَبَط: حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں روانہ فرمایا۔

31۔ سریۂ ابان بن سعید رضی اللہ عنہ: حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں نجد کی طرف روانہ فرمایا۔

32۔ سریۂ غالب بن عبد اللہ لیثی رضی اللہ عنہ: حضرت غالب بن عبد اللہ لیثی رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں روانہ فرمایا۔

33۔ سریۂ ابی بکر رضی اللہ عنہ: سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں روانہ فرمایا۔

34۔ سریۂ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مقام تُربہ کی طرف روانہ فرمایا۔

35۔ سریۂ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ: حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں فدک کی طرف روانہ فرمایا۔

36۔ سریۂ غالب بن عبد اللہ لیثی رضی اللہ عنہ: حضرت غالب بن عبد اللہ لیثی رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مقامِ میفعۃ کی طرف روانہ فرمایا۔

37۔ سریۂ یمن و جبار: حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مقامِ جبار کی طرف روانہ فرمایا۔

38۔ سریۂ ابو العَوجاء رضی اللہ عنہ: حضرت ابو العوجاء رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں بنو سلیم کی جانب روانہ فرمایا۔

39۔ سریۂ غالب بن عبد اللہ لیثی رضی اللہ عنہ: حضرت غالب بن عبد اللہ لیثی رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مقامِ قدید کی طرف روانہ فرمایا۔

40۔ سریۂ غالب بن عبد اللہ لیثی رضی اللہ عنہ: حضرت غالب بن عبد اللہ لیثی رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں فدک کی طرف روانہ فرمایا۔

41۔ سریۂ ذات عِرق: حضرت شجاع بن وَھب اسدی رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں بنو ہوازن کی جانب روانہ فرمایا۔

Marfat.com

42۔ سریۂ کعب بن عُمَیر رضی اللہ عنہ: حضرت کعب بن عُمیر رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں بنو قضاعہ کی جانب روانہ فرمایا۔

43۔ سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مدین کی طرف روانہ فرمایا۔

44۔ سریۂ ذات السلاسل: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ذات السلاسل کی طرف روانہ فرمایا۔

45۔ سریۂ ابو قتادۃ رضی اللہ عنہ: حضرت ابو قتادۃ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مقامِ خضرہ کی طرف روانہ فرمایا۔

46۔ سریۂ غابہ: حضرت ابو حدرد رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مقامِ غابہ کی طرف روانہ فرمایا۔

47۔ سریۂ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مقام حُرقات کی جانب روانہ فرمایا۔

48۔ سریۂ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں عزیٰ نامی بُت کو گرانے کیلئے روانہ فرمایا۔

49۔ سریۂ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں سوَاع نامی بُت کو گرانے کیلئے روانہ فرمایا۔

50۔ سریۂ سعد بن زید رضی اللہ عنہ: حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں منات نامی بُت کو گرانے کیلئے روانہ فرمایا۔

51۔ سریۂ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں بنو جزیمہ کی طرف روانہ فرمایا۔

52۔ سریۂ عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ: حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں بنو تمیم کی جانب روانہ فرمایا۔

53۔ سریۂ قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ: حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں قبیلۂ خثعم کی جانب روانہ فرمایا۔

54۔ سریۂ ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ: حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں بنو کلاب کی جانب روانہ فرمایا۔

55۔ سریۂ علقمہ رضی اللہ عنہ: حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں جدہ کے ساحل کی طرف روانہ فرمایا۔

56۔ سریۂ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں قبیلۂ طی کی طرف روانہ فرمایا۔

57۔ سریۂ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ: حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مقام جباب کی طرف روانہ فرمایا۔

58۔ سریۂ طلحہ بن عُبَید اللہ رضی اللہ عنہ: حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں روانہ فرمایا۔

59۔ سریۂ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں اُکیدر کی طرف روانہ فرمایا۔

Marfat.com

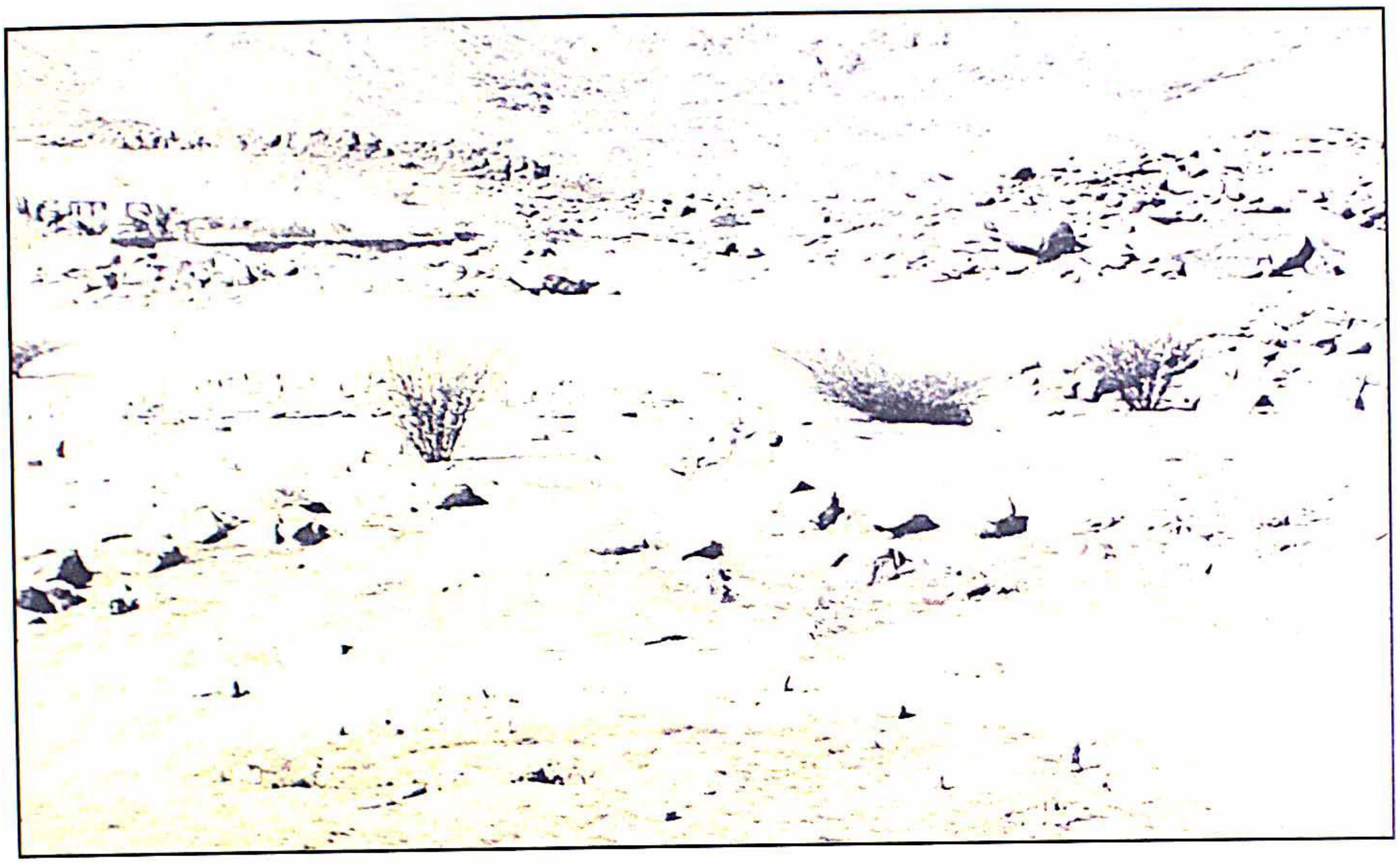

جنگ بدر میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مدفن

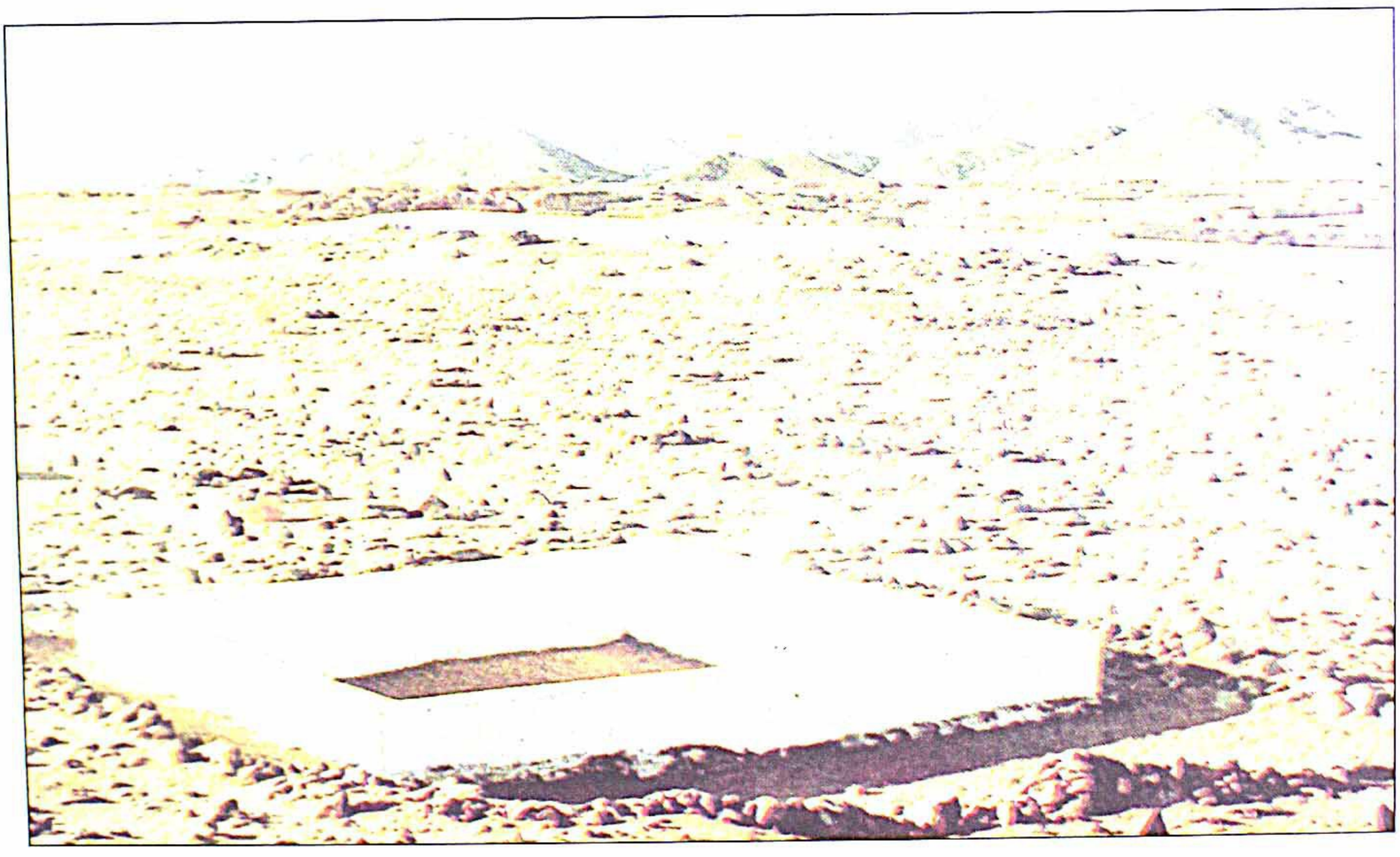

بدر کا وہ مقام جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدفون ہیں

Marfat.com

60۔ سریۂ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں قبیلۂ خثعم کی طرف روانہ فرمایا۔

61۔ سریۂ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ: حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں یمن کی طرف روانہ فرمایا۔

62۔ سریۂ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں بنو عبد المدان کی طرف روانہ فرمایا۔

63۔ سریۂ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں یمن کی طرف روانہ فرمایا۔

64۔ سریۂ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مقام بلقاء کی طرف روانہ فرمایا۔ یاد رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ آخری لشکر تھا جس کی روانگی کا حکم وصال سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

اِن کے علاوہ بھی چند سرایا کا تذکرہ سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے۔

اب چند تاریخی غزوات، جو اسلامی ریاست کی بنیادوں کو مضبوط سے مضبوط تر کرتے چلے گئے اور روئے زمین پر لڑی جانے والی جنگوں میں ایک نہایت منفرد حیثیت اور اہم ترین مقام حاصل کیا۔۔۔ اور آنے والے بنی نوع انسان کو رہنما اصول عطا کرتے چلے گئے۔۔۔ اب پڑھئے پہلے غزوہ کا احوال۔۔۔

غزوۂ بدر

(02 ہجری)

"بدر" مدینہ منورہ سے تقریباً 80 میل کے فاصلے پر ایک گاؤں کا نام ہے، اس جگہ زمانۂ جاہلیت میں سالانہ میلہ لگا کرتا تھا۔ یہیں ایک کنواں بھی تھا جس کے مالک کا نام "بدر" تھا، اسی وجہ سے اس جگہ کو "بدر" کہتے ہیں۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی طرف سے 22 شہادتیں ہوئیں اور کچھ دیگر روایتوں کے مطابق صرف 14 مسلمان شہید ہوئے نیز کفار کے مقتولین کی تعداد 70 تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں پہلی ہی جنگ یعنی "غزوۂ بدر" اپنی نوعیت کے اعتبار سے مختلف جہتوں کے ساتھ سامنے آئی۔

1۔ مسلمانوں کی انتہائی قلیل تعداد یعنی صرف 313 اور وہ بھی بے سروسامانی کے عالم میں، ناکافی ہتھیاروں (8 تلواریں، 6 زرہ، 2 گھوڑے اور 70 اونٹ) کے ساتھ جبکہ مقابل میں ایک ہزار کا لشکر مکمل تیاری کے ساتھ اور ہتھیاروں سے مسلح۔

Marfat.com

2۔ 17 رمضان، عین حالتِ روزہ، بھوک پیاس کی شدت

3۔ اپنے ہی خاندان، باپ، بھائی، چچا اور ایسے دیگر لوگوں سے مقابلہ

اسی وجہ سے یہ انتہائی مشکل اور صبر آزما جنگ تھی۔۔۔ مصائب وآلام کی کثرت۔۔۔ ہتھیاروں اور سامان کی قلت۔۔۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود مسلمانوں نے دنیا میں ایک تاریخ رقم کر دی۔۔۔ اور دکھا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کیلئے ہر قربانی دینے کو تیار ہیں۔۔۔ چاہے اس راہ میں خونی رشتے بھی اگر رکاوٹ بن جائیں۔۔۔ تو وہ ان کی قربانی بھی دیتے ہوئے گزر جائیں گے۔۔۔ اور یہ غزوۂ بدر ان عظیم الشان مسلمانوں کی پہلی اور کٹھن آزمائش تھی۔۔۔ جس میں یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں ثابت قدم رہے۔۔۔ اور پھر اسی غزوۂ نے توحید اور اسلام کو فیصلہ کُن قوت اور طاقت بخشی تھی۔۔۔

غزوۂ بدر کے اسباب

غزوۂ بدر کے اسباب میں سے کچھ کا ذکر لکھ دیتا ہوں۔۔۔ ایک سبب یہ کہ عمرو بن حضرمی کے قتل پر اہلِ مکہ غیظ وغضب کی حالت میں تھے، دوسرا سبب یہ سامنے آیا کہ حضرت ابو سفیان کی قیادت میں تجارتی قافلہ ملکِ شام سے واپسی پر رسالت مآب ﷺ کی زد پر آ گیا تھا لیکن کیا وجہ تھی کہ حضور اکرم ﷺ نے ملکِ شام سے آنے والے اسی تجارتی قافلے کو ہی روکنے کا فیصلہ کیا۔۔۔؟ حالانکہ اسلامی ریاست کو بنے ڈیڑھ برس گزر چکے تھے اور یہی تجارتی راستہ ہمیشہ سے تھا۔۔۔ اس دوران قافلے آئے اور گئے ہوں گے۔۔۔ اگر اہلِ مکہ پر معاشی ضرب لگانا ہوتی تو آپ ﷺ کا مدینہ میں آجانے اور اس کا اسلامی ریاست بن جانے کے بعد پہلا کام ہی یہی ہونا چاہیے تھا۔۔۔ مگر کوئی ایک واقعہ بھی ایسا سامنے نہیں آتا کہ آپ ﷺ نے تجارتی قافلے کا راستہ بند کرنے یا اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی ہو۔۔۔ اہلِ مکہ کا یہ تجارتی قافلہ صرف اور صرف اسی وجہ سے تیار کر کے بھیجا گیا تھا کہ اس سے حاصل ہونے والے تمام مالی فوائد کو مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کُن جنگ کے اخراجات کیلئے استعمال کیا جائے گا۔ بھیجے جانے والے تجارتی قافلے کے شراکت دار صرف سردارانِ کفار ہی نہ تھے بلکہ ذرا سی مالی حیثیت رکھنے والے

Marfat.com

بھی شراکت دار اس لئے بن گئے تھے کہ اُنہوں نے مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کُن مذہبی جنگ کا ارادہ کر لیا تھا ۔۔۔ لیکن ذرا ٹھہریئے۔۔۔! ایک وجہ اور بھی تھی۔۔۔ وہ یہ کہ مکہ مکرمہ سے مسلمانوں کی ہجرت کے بعد سردارانِ قریش کے ایک فیصلے کے مطابق ہجرت کر جانے والے تمام مسلمانوں کے مال واسباب ہی نہیں بلکہ اُن کے گھروں سے ایک ایک تنکا تک لوٹ لیا گیا تھا جس میں سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دکان بھی شامل تھی۔۔۔ مسلمانوں کا یہ سارا سامان جمع کر کے اس تجارتی قافلے کے ساتھ بھیجا گیا تھا کہ اس کو فروخت کر کے اس کی آمدنی کو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں استعمال کیا جائے گا۔۔۔ بس یہی ایک اصل وجہ نظر آتی ہے کہ اس تجارتی قافلے کو ہر صورت میں روکا جائے۔۔۔ اور اس پر قبضہ کیا جائے۔۔۔ لیکن جب حضرت ابو سفیان (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) نہایت چالاکی سے اس قافلے کو مسلمانوں کی دسترس سے نکال کر لے گئے۔۔۔ تو لڑائی کا جواز خود بخود ختم ہو گیا تھا۔۔۔ مگر اس سے قبل ہی سردارانِ قریش جو جنگ کی تیاری مکمل کر چکے تھے۔۔۔ وہ منزلیں طے کر کے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کیلئے قرب وجوار تک پہنچ چکے تھے۔۔۔

اب آپ اس معرکے کے حوالے سے سورۂ آلِ عمران کی آیت پڑھ لیجئے جس کے بعد کسی بھی وضاحت کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

[آل عمران 3: (13)]

"تحقیق جو لوگ باہم لڑے اُن میں تمہارے لئے عبرت کی نشانیاں ہیں، ایک اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا منکرِ خدا تھا، اُنہیں آنکھوں دیکھا اپنے سے دوگُنا لگتا تھا اور اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے جس کی چاہے تائید کرتا ہے اور بے شک اس میں عقل والوں کیلئے واضح نصیحت ہے"۔

Marfat.com

اب آیئے۔۔۔!غزوۂ بدر میں حضور نبی کریم ﷺ کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کی جانے والی دعائیں پڑھیئے۔۔۔اور اُس منظر کو بھی محسوس کرتے جائیں:

"خدایا!تونے مجھ سے جو وعدہ کیاہے، آج پورا فرمادے"۔(سیرتِ نبویہ ابنِ ہشام)

دعاؤں کے دوران بے خودی کا یہ عالم تھا کہ شانۂ مبارک ﷺ سے چادر گر گر پڑتی تھی اور آپ ﷺ کو خبر نہ ہوتی۔۔۔حالتِ اضطراب میں کبھی ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتے اور کبھی سجدے میں گر جاتے تھے۔۔۔

"خدایا! اگر یہ چند نفوس آج مٹ گئے تو پھر قیامت تک تیری عبادت کرنے والے نہیں ہوں گے"۔(سیرتِ نبویہ ابنِ ہشام)

اس موقع پر آپ ﷺ کی بے قراری دیکھ کر سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رقت طاری ہو گئی اور آپ ﷺ سے عرض کی: "حضور ﷺ ! اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ وفا کرے گا"۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسکین کیلئے فتح و نصرت کی نوید سنادی۔۔۔سورۂ قمر کی یہ آیت پڑھیئے:

﴿ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾ ﴾ [القمر54: (45)]

"فوج کو شکست دی جائے گی اور وہ پُشت پھیر دیں گے"۔

آپ نے قرآن کی آیت پڑھ لی اور رسالت مآب ﷺ کی دعائیں بھی۔۔۔بس۔۔۔! یہیں تک پڑھ کر غزوۂ بدر کی اہمیت کا اندازہ ہو جانا چاہیئے۔۔۔مسلمانوں کی بے سروسامانی، دوسری طرف کفار کے لاؤ لشکر کا جاہ و جلال۔۔۔غزوۂ بدر کا ایک فریق یعنی لشکرِ اسلام کسی بھی لحاظ سے فوج کے معیار پر پورا نہیں اُترتا۔۔۔تلواروں، گھوڑوں، اونٹوں اور دیگر سامانِ حرب کی تعداد دیکھ لیں، ہر طرف کمی ہی کمی ہے۔۔۔لیکن لشکرِ اسلام کے پاس ایک ایسی چیز موجود تھی۔۔۔جو بڑے بڑے لشکروں میں نہیں ہو سکتی تھی۔۔۔وہ تھا خدائے واحد پر یقین۔۔۔ اپنے رسول ﷺ پر ایمان۔۔۔جنت کے حصول کا جذبہ۔۔۔ان تین اسباب نے ان مجاہدین کو دو آتشہ بنا کر رکھ دیا تھا۔۔۔

Marfat.com

غزوۂ بدر کا یہ معرکہ ایثار، صبر اور بہادری کا بڑا حیرت انگیز منظر پیش کر رہا تھا۔۔۔ فوجیں سامنے آئیں تو جگر کے ٹکڑے تلوار لئے آمنے سامنے تھے۔۔۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبد الرّحمٰن بن ابو بکر (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے)، میدانِ جنگ میں آگے بڑھے تو سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تلوار کھینچ کر مقابلے کیلئے سامنے موجود تھے۔۔۔ سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تلوار ماموں کے خون سے رنگ گئی تھی۔۔۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ میدانِ جنگ میں اپنے والد عتبہ کے مقابلے میں کھڑے تھے۔۔۔ میرے خیال میں یہ منظر نامہ آج کے مسلمانوں کے سمجھنے کیلئے کافی ہے کہ آج آپ مسلمان کی حیثیت سے کھڑے ہیں تو یہ کون سا کمال کیا ہے آپ نے۔۔۔! ایک لمحہ کیلئے ٹھہر کر ان عظیم المرتبت ہستیوں کی طرف پلٹ کر دیکھئے۔۔۔! اُن کی بے بہا قربانیاں اور مشقت۔۔۔! کیا یہ سب کچھ آپ سے ایک متحد و منظّم اُمت بن جانے کا تقاضہ نہیں کرتیں۔۔۔؟ انسان کو سمجھایا ہی جا سکتا ہے۔۔۔ ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔۔۔!

غزوۂ اُحد

(03ہجری)

سردارانِ مکہ اپنے پورے جاہ و حشم کے ساتھ جنگِ بدر کا انتقام لینے کیلئے مدینہ سے ڈیڑھ دو کلو میٹر کے فاصلے پر جبلِ اُحد تک پہنچ گئے یعنی مدینہ منورہ کی حدود ہی میں آ گئے۔ مختصراً یہ کہ غزوۂ اُحد لڑی گئی، مقابلہ ہوا، کفار کا لشکر بدترین شکست کے قریب پہنچ چکا تھا اور راہِ فرار اختیار کر رہا تھا کہ ایسے میں قریب ایک پہاڑی جبلِ رومہ پر جہاں دفاعی لحاظ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے 50 تیر انداز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سخت ہدایت کے ساتھ تعینات کئے گئے تھے کہ وہ اپنی جگہ کسی حال میں نہ چھوڑیں۔۔۔ بس یہی ایک پہلو تھا اور یہیں فاش غلطی ہو گئی۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے باوجود فتح کی خوشی میں جلد بازی کی گئی اور جگہ چھوڑ دی گئی۔۔۔ سیّدنا حضرت خالد بن ولید (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے)، وہ میدانِ جنگ کے اسی کمزور پہلو کو نظر میں رکھے ہوئے منتظر تھے۔۔۔

Marfat.com

انہوں نے پلٹ کر اسی پہلو سے مسلمانوں پر حملہ کر کے کفار کو مکمل اور بدترین شکست سے بچالیا۔ مسلمانوں کا بہت ہی زیادہ جانی نقصان ہوا، تقریباً 70 صحابہ جن میں زیادہ تر انصاری صحابہ تھے، شہید ہوئے۔۔۔ سیّدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔۔۔ خود رسالت مآب ﷺ شدید زخمی ہو گئے۔۔۔ اس سراسیمگی کے عالم میں کفار نے اپنے لشکر کا سارا دباؤ آپ ﷺ کی طرف بڑھا دیا۔۔۔ ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، سیّدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، سیّدنا ابو دجانہ رضی اللہ عنہ اور سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اپنے حفاظتی حصار میں لیا ہوا تھا۔۔۔

جبکہ ایک روایت کے مطابق سیّدہ اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا بھی آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئیں اور آپ ﷺ کی ڈھال بن گئیں۔۔۔ کفار حملہ کرتے تو تیر اور تلوار سے اُسے روکتی تھیں۔۔۔ اسی افراتفری کے عالم میں سیّدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو نبی کریم ﷺ کی صورتِ مبارک سے مشابہ تھے، شہید ہو گئے۔۔۔ اور افواہ پھیل گئی کہ آنحضرت ﷺ شہید ہو گئے۔۔۔ نعوذ باللہ۔۔۔ بس یہ سننا تھا کہ لشکرِ اسلام پر اس قدر مایوسی پھیل گئی کہ سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مایوس ہو کر ہتھیار پھینک دیا۔۔۔ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا لڑتے بھڑتے سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو پوچھا: یہاں کیا کر رہے ہو؟ سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بولے: اب لڑ کر کیا کریں۔۔۔؟ رسول پاک ﷺ نے تو شہادت پالی۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: تو پھر ان کے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔۔۔؟ اور یہ کہہ کر فوج میں گھس گئے اور لڑتے ہوئے شہادت حاصل کی۔۔۔ جیسے ہی لشکرِ اسلام کو یہ معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ شہید نہیں ہوئے ہیں۔۔۔ تو ان میں ایک توانائی کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے جنگ کا پانسہ پلٹ کر رکھ دیا۔۔۔

رسالت مآب ﷺ کا زخمی ہونا

رسول اللہ ﷺ کی طرف قریش کا ایک شخص عبد اللہ بن قمیہ صفوں کو چیرتا ہوا آیا اور چہرۂ مبارک پر تلوار ماری جس سے آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر خود کی دو کڑیاں گھُس گئیں اور چہرۂ مبارک لہولہان ہو گیا۔۔۔

Marfat.com

چاروں طرف سے تلواریں اور تیر آپ ﷺ پر برس رہے تھے۔۔۔ آپ ﷺ کے جانثاروں نے آپ ﷺ کے گرد حصار بنا رکھا تھا۔۔۔ سیّدنا ابو دجانہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ پر جھک کر ڈھال بن گئے اور تیر اپنی پیٹھ سے روکتے تھے۔۔۔ اس موقع پر آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ"

"اے اللہ! میری قوم کو بخش دے، وہ جانتے نہیں"۔

میں کہاں تک اس موقع کے دلخراش واقعات بیان کروں۔۔۔ بڑی مشکل سے آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک سے دونوں کڑیاں نکالی گئیں۔۔۔ سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لائے۔۔۔ سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا چہرۂ مبارک دھوتی تھیں مگر خون رُکتا ہی نہ تھا۔۔۔ بالآخر چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا اور اُس کی راکھ زخم پر رکھی گئی تو خون بہنا رُک گیا۔۔۔

غزوۂ اُحد میں سردارانِ قریش اور مشرکینِ مکہ نے اپنے اس لاؤ لشکر کیلئے بڑی تیاریاں اور اہتمام کیا تھا۔۔۔ اپنے لشکر کو ثابت قدمی، جوش اور غیرت دلانے کیلئے سردارانِ قریش اور روسائے مکہ اپنے ساتھ خواتین کو بھی لے آئے تھے۔ ان میں بڑے بڑے معزز خاندانوں کی عورتیں جن میں عتبہ کی بیٹی ہند، عکرمہ (جو اُس تک وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی بیوی اُمِ حکیم، خالد بن ولید (جو اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی بہن فاطمہ بنت ولید، برزہ، ریطہ، خناس سمیت 14 عورتیں تھیں جو دف بجاتے ہوئے اور جنگی نغمے گاتے ہوئے آگے آگے تھیں:

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقْ نَمْشِي عَلَى النَّمَارِقْ
إِنْ تُقْبِلُوا نُعَانِقْ أَوْ تُدْبِرُوا نُفَارِقْ

"ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں، ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں، اگر تم بڑھ کر لڑو گے تو ہم تم سے گلے ملیں گی اور پیچھے قدم ہٹایا تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گی"۔

غزوۂ اُحد میں جہاں صحابہ کا جانی نقصان ہوا تھا۔۔۔ وہیں تکلیف دہ اور غم کا ماحول بھی پیدا ہو گیا تھا۔۔۔ لیکن اس جنگ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت میں مستقل مزاجی، حالات کی سنگینی میں ہوش و حواس قائم رکھنا اور اطاعتِ رسول ﷺ جیسی خوبیوں کو مزید پختہ کر دیا تھا۔۔۔ اسی لئے غزوۂ اُحد کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے

Marfat.com

دور تک ہونے والے تمام معرکوں میں اس قسم کی غلطیوں کو دوبارہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔۔۔ کیونکہ غزوۂ احد کے دوران فتح مندی کی سرشاری میں یکایک شکست کا ماحول۔۔۔ بدحواسی میں حوصلہ ہار جانے جیسی کیفیتوں سے گزر جانے کا سبق۔۔۔ چند لمحوں میں ہی انہیں اس طرح اَزبر ہو گیا تھا کہ اس سبق کو پھر کبھی بھلا نہ سکے۔۔۔ اس غزوۂ میں 70 مسلمان شہید ہوئے، بعض کے مطابق 72 شہید ہوئے ہیں جبکہ کفار یا مشرک کے مقتولین کی تعداد 30 سے 35 ہے۔۔۔

اسمائے گرامی شہدائے اُحد

1۔ سیّدنا ابو حیہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
2۔ سیّدنا کیسان رضی اللہ عنہ
3۔ سیّدنا ابو ایمن رضی اللہ عنہ
4۔ سیّدنا ابو سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ
5۔ سیّدنا ابو ہبیرہ بن حارث رضی اللہ عنہ
6۔ سیّدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ
7۔ سیّدنا انیس بن قتادہ رضی اللہ عنہ
8۔ سیّدنا اوس بن الارم رضی اللہ عنہ
9۔ سیّدنا اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ
10۔ سیّدنا ایاس بن اوس رضی اللہ عنہ
11۔ سیّدنا ایاس بن عدی رضی اللہ عنہ
12۔ سیّدنا ثابت بن عمرو رضی اللہ عنہ
13۔ سیّدنا ثابت بن وَقش رضی اللہ عنہ
14۔ سیّدنا ثعلبہ بن سعد رضی اللہ عنہ
15۔ سیّدنا حارث بن انس بن ارفع رضی اللہ عنہ
16۔ سیّدنا حارث بن اوس رضی اللہ عنہ
17۔ سیّدنا حباب بن قیظی رضی اللہ عنہ
18۔ سیّدنا حبیب بن یزید رضی اللہ عنہ
19۔ سیّدنا حسیل بن جابر رضی اللہ عنہ
20۔ سیّدنا حمزہ ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہ
21۔ سیّدنا خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ
22۔ سیّدنا خلاد بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ
23۔ سیّدنا خیثمہ بن خیثمہ رضی اللہ عنہ
24۔ سیّدنا ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ
25۔ سیّدنا رفاعہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
26۔ سیّدنا رفاعہ بن وقش رضی اللہ عنہ
27۔ سیّدنا سبیع بن حاطب رضی اللہ عنہ
28۔ سیّدنا سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ
29۔ سیّدنا سعید بن سوید رضی اللہ عنہ
30۔ سیّدنا سلمہ بن ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ

Marfat.com

31۔ سیّدنا سلیم بن حارث رضی اللہ عنہ
32۔ سیّدنا سلیم بن عمرو رضی اللہ عنہ
33۔ سیّدنا سہل بن قیس رضی اللہ عنہ
34۔ سیّدنا ضمرہ رضی اللہ عنہ
35۔ سیّدنا شماس ابن عثمان رضی اللہ عنہ
36۔ سیّدنا صیفی بن قیظی رضی اللہ عنہ
37۔ سیّدنا عامر بن مخلد رضی اللہ عنہ
38۔ سیّدنا عباد بن سہل رضی اللہ عنہ
39۔ سیّدنا عبادہ بن سماس رضی اللہ عنہ
40۔ سیّدنا عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ
41۔ سیّدنا عبداللہ ابن جحش رضی اللہ عنہ
42۔ سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن حُرّام رضی اللہ عنہ
43۔ سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
44۔ سیّدنا عبداللہ بن مسلمہ رضی اللہ عنہ
45۔ سیّدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ
46۔ سیّدنا عبید بن تیہان رضی اللہ عنہ
47۔ سیّدنا عبید بن معلی رضی اللہ عنہ
48۔ سیّدنا عتبہ بن ربیع رضی اللہ عنہ
49۔ سیّدنا عُمارہ بن زیاد بن السکن رضی اللہ عنہ
50۔ سیّدنا حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہ
51۔ سیّدنا عمرو بن ایاس رضی اللہ عنہ
52۔ سیّدنا عمرو بن ثابت بن وَقُش رضی اللہ عنہ
53۔ سیّدنا عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ
54۔ سیّدنا عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ
55۔ سیّدنا عمرو بن مُطرف رضی اللہ عنہ
56۔ سیّدنا عمرو بن معاذ بن نعمان رضی اللہ عنہ
57۔ سیّدنا عنترہ رضی اللہ عنہ
58۔ سیّدنا قیس بن زید رضی اللہ عنہ
59۔ سیّدنا قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ
60۔ سیّدنا قیس بن مخلد رضی اللہ عنہ
61۔ سیّدنا مالک بن امہ رضی اللہ عنہ
62۔ سیّدنا مالک بن ایاس رضی اللہ عنہ
63۔ سیّدنا مالک بن نمیلہ رضی اللہ عنہ
64۔ سیّدنا مالک بن سنان رضی اللہ عنہ
65۔ سیّدنا مجذر بن ذیاد بلوی رضی اللہ عنہ
66۔ سیّدنا مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ
67۔ سیّدنا نعمان بن عبد عمرو رضی اللہ عنہ
68۔ سیّدنا نعمان بن مالک رضی اللہ عنہ
69۔ سیّدنا ثقف بن فروہ رضی اللہ عنہ
70۔ سیّدنا نوفل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
71۔ سیّدنا یزید بن خاطب رضی اللہ عنہ
72۔ سیّدنا حارث بن عدی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

غزوۂ خندق (غزوۂ اَحزاب)

(05ہجری)

05ہجری میں ہونے والا یہ غزوۂ سب سے زیادہ مشہور اور فیصلہ کُن ثابت ہوا۔ اسے "غزوۂ خندق" اس لئے کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنی حفاظت کیلئے شہر مدینہ کے گرد سیّدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے پر خندق کھود کر اپنی حفاظت کو یقینی بنالیا تھا نیز اس غزوۂ میں عرب کے تمام قبائل مل کر اسلام کے خلاف جنگ کیلئے نکلے تھے اس لئے اسے "غزوۂ احزاب" بھی کہتے ہیں۔ کفار کا لشکر دس سے پندرہ ہزار کے درمیان تھا جبکہ مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی جن میں سے چھ شہید ہوئے۔ جنگ میں کفار کے قتل ہونے والوں کی تعداد دس تھی، ایک اور روایات کے مطابق صرف چار افراد قتل ہوئے۔ کفار کے اتنے معمولی نقصان کے باوجود اُنہیں اپنے اصل ہدف یعنی رسالت مآب ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور اسلام کو مٹانے کی ناکام ہوتی تمناؤں نے اس قدر مایوس اور تھکا دیا تھا کہ پھر اُن کے لڑنے بھڑنے کی ساری اُمنگوں کو ہی ختم کر ڈالا۔۔۔ اور میرے خیال میں کفارِ مکہ نے تسلیم کر لیا کہ۔۔۔ رسالت مآب ﷺ اور آپ ﷺ کا دیا جانے والا پیغام ناقابلِ تسخیر ہے۔۔۔

غزوۂ خیبر

(07ہجری)

خیبر کا شہر مدینہ منورہ سے تقریباً 320 کلو میٹر دوری پر واقع ہے۔۔۔ یہ عرب میں یہودیوں کا بہت بڑا مرکز تھا۔۔۔ یہاں ان یہودیوں نے آٹھ بہت مضبوط قلعے بنائے ہوئے تھے۔۔۔ ان میں سے کچھ کے آثار اب بھی موجود ہیں۔۔۔ یہ تمام آٹھ کے آٹھ قلعے گویا آٹھ علاقے تھے۔۔۔ ان سب کو "خیبر" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔۔۔ یہاں رہنے والے یہودی پورے عرب میں سب سے زیادہ مالدار اور جنگجو قسم کے لوگ تھے۔۔۔ یہ اپنی طاقت و جنگجوئی پر بڑا ناز کیا کرتے تھے۔۔۔ اور رسول اللہ ﷺ اور دین اسلام کے سخت ترین دشمن تھے۔۔۔

Marfat.com

غزوۂ خیبر کے اسباب

معرکۂ خندق میں جو کفارِ مکہ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے تھے ان میں خیبر کے یہودیوں کا کلیدی کردار تھا جس میں سازش اور پیشکش دونوں شامل تھیں جب قبیلۂ بنو نضیر کو مدینہ منورہ سے جلا وطن کیا گیا تو وہ خیبر چلے گئے۔۔۔ پھر وہاں سے کچھ یہودی سردارِ مکہ کے پاس گئے اور کفارِ قریش کو دوبارہ مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے آمادہ کیا اور حملہ آوروں کی مالی امداد کیلئے پانی کی طرح پیسہ بہایا۔۔۔ اسی دوران یہودیوں کے کچھ سرداروں کو قتل بھی کر دیا گیا مگر وہ چین سے نہیں بیٹھے اور مدینہ پر ایک بھرپور بار حملے کی تیاریاں کرنے لگے۔۔۔ اپنے اس مقصد کی تکمیل کیلئے اُنہوں نے قبیلۂ بنو غطفان کو بھی شامل کر لیا۔۔۔ ان سب نے مل کر ایک بڑی طاقتور فوج تیار کی اور مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔۔۔

جب نبی کریم ﷺ کو یہ اطلاع ملی تو آپ ﷺ اپنے 16 سو جانثاروں رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر خیبر روانہ ہوئے۔۔۔ مسلمانوں نے یہاں اپنی شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ یہودی دنگ رہ گئے۔۔۔ اُن کا سب سے بڑا سردار اور پہلوان "مرحب" سیّدنا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔۔۔ اور دس پندرہ دن کے محاصرے کے بعد بالآخر خیبر فتح ہوا۔۔۔ اس غزوۂ میں 18 صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے جبکہ 93 یہودی قتل ہوئے۔

غزوۂ موتہ

(08 ہجری)

"موتہ" ایک مشہور شہر ہے جو ملکِ شام میں دمشق کی جانب بلقاء کے مضافات میں واقع ہے۔ یہ شہر بیت المقدس سے دو روز اور مدینہ منورہ سے 28 روز کی مسافت (پرانے زمانے کی مسافت کے لحاظ) پر واقع ہے۔ یہ بنیادی طور پر "سریۂ موتہ" کہلاتا ہے کیونکہ اس میں آپ ﷺ نے بذاتِ خود شرکت نہیں فرمائی تھی لیکن تاریخ کی کتابوں میں اسے "غزوۂ موتہ" بھی کہا گیا ہے۔۔۔ 08 ہجری میں یہاں ایک عظیم الشان معرکہ مسلمانوں اور کفار کے درمیان ہوا جس میں کفار کی تعداد ایک لاکھ جبکہ مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی۔ اس طرح حق

Marfat.com

وباطل کی یہ پہلی عالمی جنگ کی ابتدا تصور کر لیں کیونکہ یہ اپنے وقت کی سُپر پاور یعنی رومن سلطنت سے لڑی گئی تھی۔ اس میں تین عظیم سپہ سالارِ اسلام سیّدنا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (جو آپ ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے)، سیّدنا حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔۔۔

غزوۂ موتہ کے اسباب

اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو "بصریٰ" کے بادشاہ یا قیصر روم کے نام ایک خط لکھ کر روانہ فرمایا۔۔۔ "بلقاء" کے سردار شرحبیل غسانی نے نبی کریم ﷺ کے اس قاصد کو نہایت بے دردی کے ساتھ رسی میں باندھا اور پھر شہید کر دیا۔۔۔ نبی کریم ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے تین ہزار جاں نثاروں کا لشکر روانہ کیا۔۔۔ یہ اسلامی لشکر مدینہ سے کچھ دور ہی پہنچا تھا کہ قیصرِ روم اپنی ایک لاکھ مشرکین کی فوج کے ساتھ بلقاء پہنچا اور خیمہ زن ہوا۔۔۔ اسلامی لشکر کو جب اس کی خبر ملی تو واپس جانے کے بجائے سب نے اُن سے جنگ کا حتمی فیصلہ کر لیا اور یہ مجاہدینِ اسلام "موتہ" کی سرزمین میں داخل ہو گئے اور ایک لاکھ کے لشکر کے سامنے ڈٹ کر کفار کا مقابلہ کیا اور اُنہیں کافی نقصان پہنچایا۔ اس میں 12 مسلمان شہید ہوئے جبکہ مشرکین کی ایک بڑی تعداد قتل ہوئی جن میں اُن کے سردار بھی شامل تھے۔

غزوۂ حنین

(08 ہجری)

"حنین" مکہ مکرمہ اور شہر طائف کے درمیان واقع ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے 10 میل کی مسافت پر ہے۔ اسے "غزوۂ ہوازن" بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں "بنو ہوازن" سے مقابلہ ہوا تھا۔ اس غزوۂ میں مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی جن میں دس ہزار تو مدینہ منورہ سے آئے ہوئے تھے جبکہ دو ہزار کی تعداد مکہ مکرمہ کی فتح کے وقت مسلمان ہونے اور آزاد ہونے والوں کی بھی شامل ہو گئی تھی۔ اس غزوۂ میں چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جامِ شہادت نوش کیا جبکہ 70 کافر مارے گئے۔

Marfat.com

غزوۂ حنین کے اسباب

فتحِ مکہ کے بعد عرب کے بیشتر لوگ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔۔۔ کیونکہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ فتح کیا تو عرب کے بچے بچے کو اسلام کی حقانیت کا کامل یقین ہو گیا تھا۔۔۔ یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔۔۔ نیز باقی ماندہ عرب میں اب مسلمانوں سے مقابلے کی طاقت نہ رہی تھی۔۔۔ لیکن قبیلہ ہوازن اور ثقیف جو حنین کے مقام میں رہا کرتے تھے اُنہوں نے اسلام قبول نہ کیا۔۔۔ اور حفظِ ماتقدم جنگ کی تیاری شروع کر دی۔۔۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو تحقیقات کیلئے بھیجا، آپ رضی اللہ عنہ نے واپس آکر اُن کی جنگی تیاریوں سے مطلع کیا تو شوال 08 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ ہزار کا لشکر جمع فرمایا۔۔۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔۔۔ پہلے پہل تو مسلمانوں کے پاؤں گویا اُکھڑ گئے۔۔۔ تاہم جلد ہی اُنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے اپنے آپ کو سنبھالا۔۔۔ اور پلٹ کر ایک بھرپور کاری وار کیا۔۔۔ کہ وہ بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔۔۔ اس طرح اسلامی لشکر فتح مند ہوا۔۔۔

غزوۂ طائف

(08 ہجری)

"طائف" مکہ مکرمہ کے مشرق کی جانب مشہور شہر ہے، اس مقام پر موسم خوشگوار ہوتا ہے، اسی لیے اہل عرب یہاں رہنے کو پسند کرتے تھے۔۔۔ اسی مقام پر قبیلہ " ثقیف " آباد تھا۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین سے فارغ ہونے کے بعد مال غنیمت کی تقسیم کو "جعرانہ" کے مقام پر موقوف کیا اور خود طائف کی جانب پیش قدمی فرمائی۔۔۔ وہاں پہنچ کر بیس سے کچھ زائد دنوں تک اس شہر کا محاصرہ جاری رکھا۔۔۔ اس دوران پہلی مرتبہ غزوات میں منجنیق کا استعمال کیا گیا۔۔۔ بالآخر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔۔۔ اس غزوۂ میں 12 مسلمان شہید ہوئے جبکہ قتل ہونے والے کفار کی تعداد کہیں زیادہ تھی۔

Marfat.com

غزوۂ تبوک

(09ہجری)

"تبوک" مدینہ منورہ اور شام کے درمیان واقع ایک علاقے کا نام ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ "تبوک" ایک قلعے یا وہاں کے ایک "چشمہ" کا نام ہے، بہر حال قرینِ قیاس یہ ہے کہ اس نام کی چیزیں موجود تھیں اسی وجہ سے اسے "تبوک" کہا گیا۔ اسے غزوۂ "جیش العسرۃ" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ قحط سالی کے دنوں میں واقع ہوا تھا جس میں افرادی کمی کے ساتھ ساتھ اشیائے خورد ونوش اور سواریوں کی بھی کمی تھی۔

غزوۂ تبوک کے اسباب

شام پر قبیلۂ غسان جو قیصرِ روم کے زیرِ اثر علاقہ تھا۔۔۔ قیصر روم نے اُسے آلۂ کار بنا کر مدینہ منورہ پر حملے کا ارادہ کیا۔۔۔ شام کے کچھ سوداگروں نے مدینہ منورہ آکر بتایا کہ حکومتِ روم نے شام میں ایک بہت بڑی فوج جمع کر دی ہے جس میں رومیوں کے علاوہ عرب قبائل میں سے لخم، جذام اور غسان کے لوگ بھی شامل ہیں۔۔۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک فوج تیار کرنے کا حکم دیا۔۔۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس میں بڑے ایثار وسخاوت کا مظاہرہ کیا۔۔۔ آپ ﷺ نے مدینہ سے روانگی کے وقت سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا نگراں مقرر کیا۔ نبی کریم ﷺ نے تبوک پہنچ کر فوج کو پڑاؤ کا حکم دیا لیکن وہاں روم کی فوجوں کا کوئی نام ونشان دکھائی نہ دیا۔۔۔ قیصرِ روم کو اُس کے جاسوسوں نے بتایا کہ محمد رسول اللہ (ﷺ) تیس ہزار کا لشکر لے کر خود جنگ کیلئے آرہے ہیں، یہ سُن کر رومیوں کے دلوں پر اس قدر خوف وہیبت چھائی کہ وہ ہمت ہار بیٹھے اور کوئی بھی جنگ کیلئے نہ نکلا۔

نبی کریم ﷺ نے 20 دن تبوک میں قیام فرمایا اور دشمنانِ اسلام پر رُعب جما کر بڑی شان سے مدینہ منورہ واپس تشریف لائے، اس طرح تبوک میں باقاعدہ کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ یہ غزوۂ بین الاقوامی طور پر خاص اہمیت کا حامل ہے، اس میں نہ تو مسلمانوں کی کوئی شہادت ہوئی اور نہ مخالفین میں سے کوئی قتل ہوا۔

Marfat.com

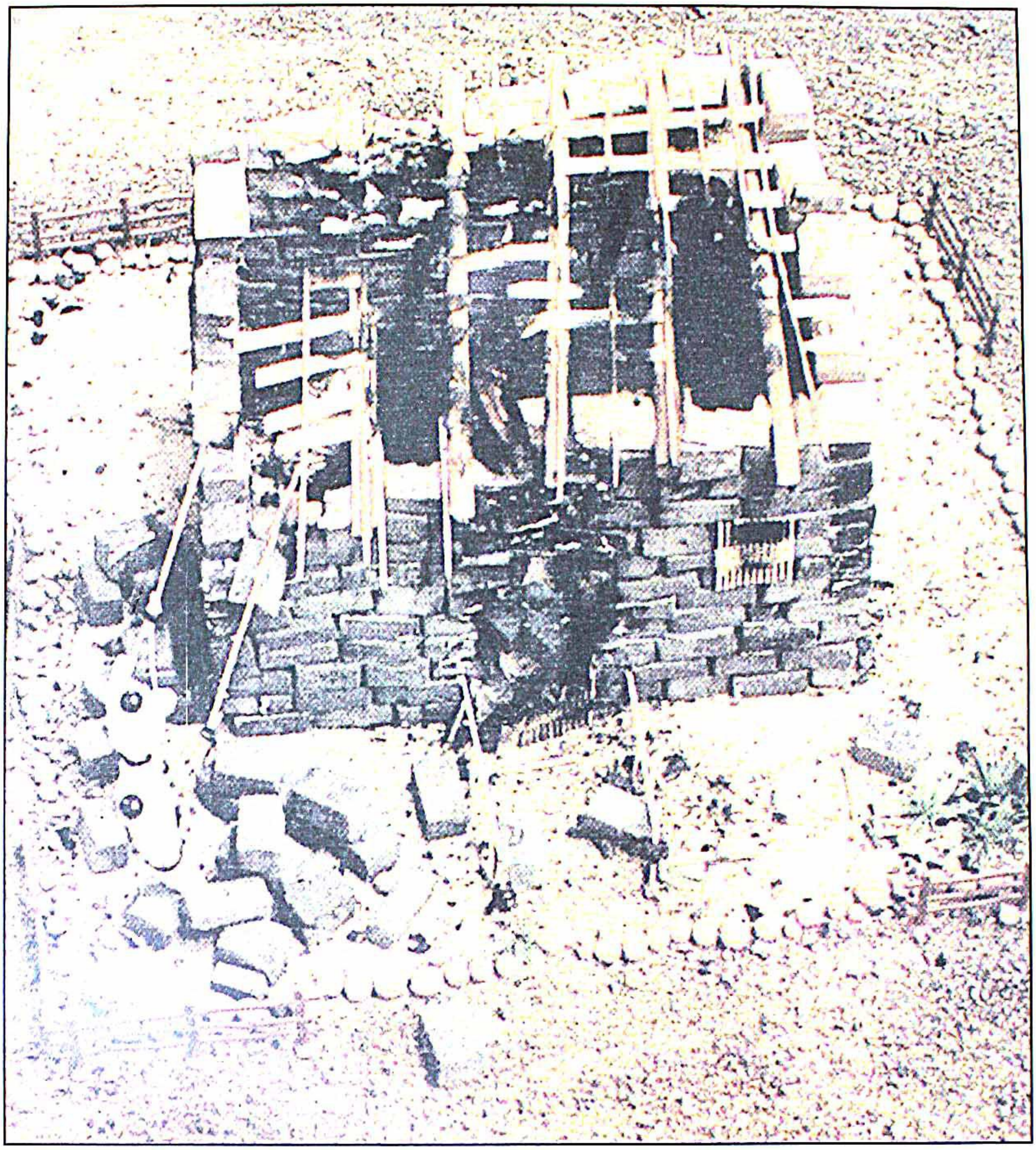

مسجد ضرار جسے حضور ﷺ کو بذریعہ وحی منہدم کرنے اور آگ لگانے کا حکم دیا گیا تھا۔ (مدینہ منورہ میوزیم میں اسی طرح منظر کشی کے ساتھ موجود ہے)

Marfat.com

مسجدِ ضرار

رسالت مآب ﷺ تبوک جانے کی تیاری میں مصروف تھے تو اُس وقت وہ 12 افراد جنہوں نے "مسجد ضرار" بنائی تھی جن میں خذام بن خالد (اِسی کے گھر کے ایک حصہ میں یہ مسجد بنائی گئی تھی)، ثعلبہ بن حاطب، معتب بن قشیر، ابو حبیبہ بن ازعر، عباد بن حنیف، جاریہ بن عامر، مجمع بن جاریہ، زید بن جاریہ، نبتل بن حارث، بخرج، بجاد بن عثمان اور ودیعہ بن ثابت شامل تھے۔ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یارسول اللہ! ہم لوگوں نے بیماروں، محتاجوں کیلئے تیز بارش اور سردی کی راتوں کیلئے ایک مسجد بنائی ہے، ہماری خواہش ہے کہ آپ ﷺ اس مسجد میں تشریف لائیں اور ہمیں نماز پڑھائیں، رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: میں اس وقت سفر پر جارہا ہوں اور مصروفیت کے عالم میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو واپس آکر نماز پڑھاؤں گا۔ مقام ذواُوان پر رسالت مآب ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعۂ وحی مسجدِ ضرار کی حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾﴾ [توبہ 9:(107)]

"اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کیلئے مسجد بنائی کہ (اسلام کو) ضرر پہنچائیں اور (اس میں بیٹھ بیٹھ کر) کُفر کی باتیں کریں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اُس شخص کیلئے قیام کا سامان کریں جو خُدا اور رسول کا مُخالف ہے اور قسمیں کھا جائیں گے کہ بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں"۔

نزولِ وحی کے بعد رسالت مآب ﷺ نے مالک بن دخشم اخو بن سالم بن عوف رضی اللہ عنہ اور معن بن عدی رضی اللہ عنہ یا ان کے بھائی عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا:

"تم دونوں اس مسجد میں جاؤ، جس کے لوگ ظالم ہیں اسے منہدم کردو اور جلادو، چنانچہ ان دونوں حضرات نے اس میں آگ لگائی اور منہدم کردیا"۔ (تفسیر ابنِ کثیر)

Marfat.com

غزواتِ نبوی ﷺ میں مقتولین کی تعداد

رسالت مآب ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں لڑی جانی والی جنگوں اور پوری حیاتِ طیبہ میں قتل ہو جانے والوں کی حیرت انگیز تعداد بتاتا ہوں۔۔۔ علیحدہ علیحدہ اور مجموعی تعداد بھی۔۔۔ یہ حیران کُن تعداد آپ کے وجود کو ہلا کر رکھ دے گی۔۔۔ مؤرخین خواہ کسی بھی مذہب کے ہوں وہ اس رُوح پرور انقلاب کے ان مقتولین کی تعداد پر آج تک حیرت میں مبتلا ہیں۔۔۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا ایک ایک لمحہ مؤرخین کے سامنے تحریری صورت میں موجود ہے۔۔۔ اس سے انکار ہی ممکن نہیں۔۔۔ اور اگر ہے تو اس بیان کو 14 سو برسوں سے آج تک کوئی چیلنج ہی نہیں کر سکا ہے۔۔۔

ان آٹھ غزوات میں تقریباً 147 کے قریب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے اور مسلمانوں کے مخالف تقریباً 274 قتل ہوئے۔۔۔ اب باقاعدہ چھوٹی بڑی مہموں یعنی سرایا و غزوات میں مسلمان شہداء کی مجموعی تعداد تقریباً 247 جبکہ مخالفین کے قتل ہونے والوں کی مجموعی تعداد تقریباً 462 ہے۔۔۔ یعنی 01 ہجری سے 09 ہجری تک جتنی جنگیں لڑی گئیں اور کشمکش کے دوران مسلمانوں اور اُن کے دشمنوں کے جانی نقصان کو بہت زیادہ بڑھا کر بھی بیان کیا جائے، تو تعداد تقریباً 1,130 بنتی ہے۔۔۔ لیکن یہ تعداد زیادہ سے زیادہ لکھی گئی ہے۔۔۔ ایک دوسری روایت میں مجموعی تعداد 850 سے 900 کے درمیان ہے۔۔۔ ان آٹھ برسوں کے دوران جنگوں میں انسانی جانوں کا نقصان بھی اس طرح ہوا کہ نہ تو رسالت مآب ﷺ اس کے خواہاں تھے۔۔۔ اور نہ ہی حضورِ اکرم ﷺ نے آگے بڑھ کر خود کسی پہ حملہ کیا۔۔۔ لیکن ان جنگوں کے بعد خود بخود جزیرۂ عرب میں جنگیں ختم ہو گئیں اور لاکھوں مربع میل پر اسلامی ریاست قائم ہو گئی۔۔۔

Marfat.com

اب سوچئے۔۔۔! کہ تقریباً ہزار۔بارہ سو جانوں کے بدلے اتنا عظیم القدر انسانی فطرت کا انقلاب برپا کر دیا جس نے توحید پر مبنی معاشرے کو قائم ودائم کر دیا۔۔۔ جس نے اخلاقیات کو فروغ دیا۔۔۔ جس نے احترامِ انسانیت کو دوام بخشا۔۔۔ جس نے امن کا عملی نمونہ پیش کر دیا۔۔۔ تو بھلا ایسے فقیدُ المثال انقلاب کے سامنے کوئی کیا مثال پیش کرے گا۔۔۔؟ کیا جگ بیتی لکھے گا۔۔۔ کیا آپ بیتی کہے گا۔۔۔ ہر گز نہیں۔۔۔ کیونکہ یہ پوری جدوجہد زمین کی تسخیر کیلئے نہیں تھی۔۔۔ تخت، سلطنت یا بادشاہی کیلئے نہیں تھی۔۔۔ بلکہ بنی نوع انسان میں ایک ایسی اُمت کو وجود میں لانے کیلئے تھی۔۔۔ جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔۔۔ اور اس کے مقرر کردہ نظام وتعلیمات کے مطابق خود بھی زندگی گزارے۔۔۔ اور دوسروں کو بھی گزارنے میں مدد فراہم کرے۔۔۔

Marfat.com

بین الاقوامی تبلیغ کا آغاز

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [سبا 34:(28)]

"اور ہم نے تجھے تمام افراد نسلِ انسانی کیلئے خوشخبری پہنچانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا"۔

رسول اللہ ﷺ نے مشکلات کے ہجوم میں بھی تبلیغ اور تعلیم و تزکیے کا سلسلہ جاری رکھا مگر جو دلجمعی اور یکسوئی لازم تھی اُس کا انتظام اللہ تعالیٰ نے معاہدۂ حدیبیہ کی صورت میں فراہم کر دیا یعنی امن کے پورے دس برس۔۔۔ اور یہی عرصہ اسلام کی مقدس جدوجہد کو پے در پے کامیابیوں اور فتح مندی سے ہمکنار کرتا چلا گیا۔۔۔ صرف یہی نہیں بلکہ رسالت مآب ﷺ کی بعثت کا ایک اہم فریضہ۔۔۔ جس کی تکمیل کیلئے رحمۃ للعالمین ﷺ بنی نوع انسان میں مبعوث فرمائے گئے تھے۔۔۔ اس اہم فریضہ کی ادائیگی کیلئے بے حد سہولت میسر آگئی۔۔۔

جب آپ سیرتِ طیبہ کو پڑھتے ہوئے آرہے ہیں اور یہ جان چکے ہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت سے ہی روئے زمین پر رہنے والے تمام بنی آدم کو پیغامِ ربّانی اور اُس میں شامل ہونے کی عام دعوت ہر گزرتے لمحے کے ساتھ آگے بڑھتی چلی جارہی ہے۔۔۔ موقع کی مناسبت، حالات، واقعات کے نشیب و فراز، دور اندیشی اور مصلحت کے پیشِ نظر احتیاط کے ساتھ دعوتِ حق کو پھیلایا جاتا رہا۔۔۔ لیکن "صلح حدیبیہ" کے بعد سے آپ ﷺ کی دعوتِ دین کی تحریک ایک شاندار اور اہم موڑ اختیار کر گئی تھی۔۔۔ اس لئے اب ایسے حالات اور مواقع قدرتی

Marfat.com

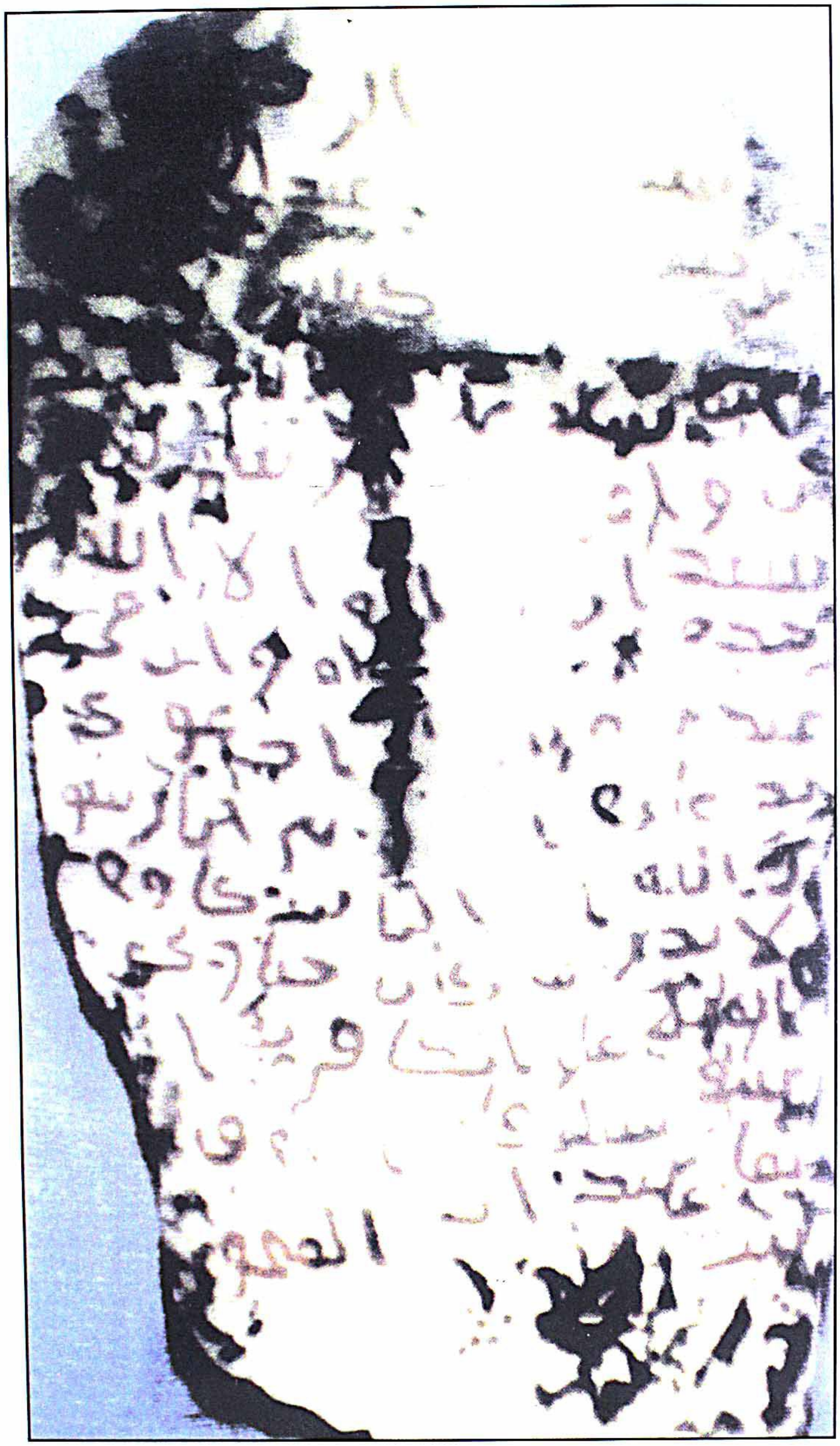

شاہ فارس (سُپر پاور) خسرو پرویز کے نام خط

Marfat.com

Marfat.com

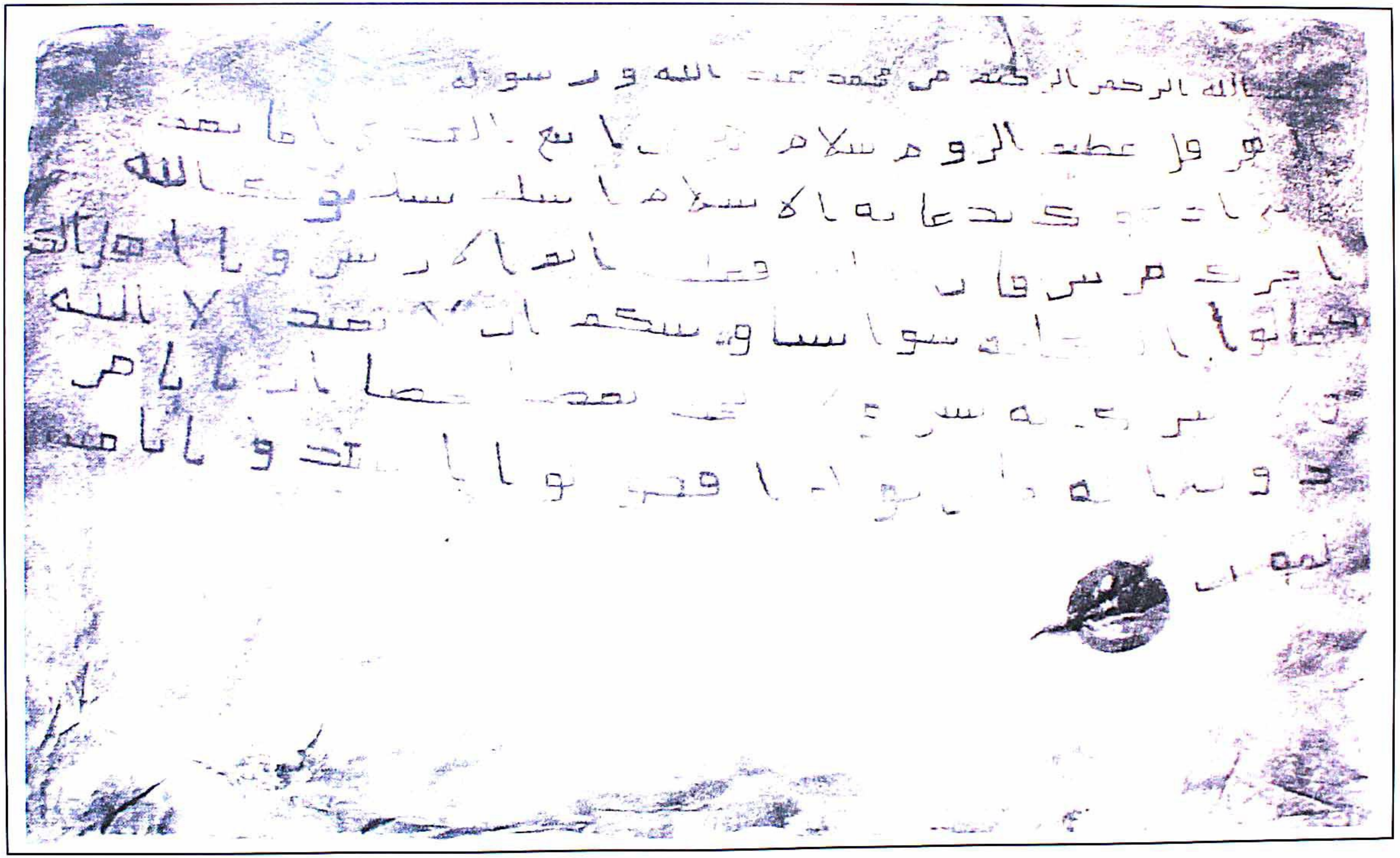

قیصرِ روم (سُپر پاور) کے نام خط

امیر بحرین کے نام خط

شاہِ حبش ''نجاشی'' کے نام خط

شاہِ مصر و اسکندریہ ''مقوقس'' کے نام خط

Marfat.com

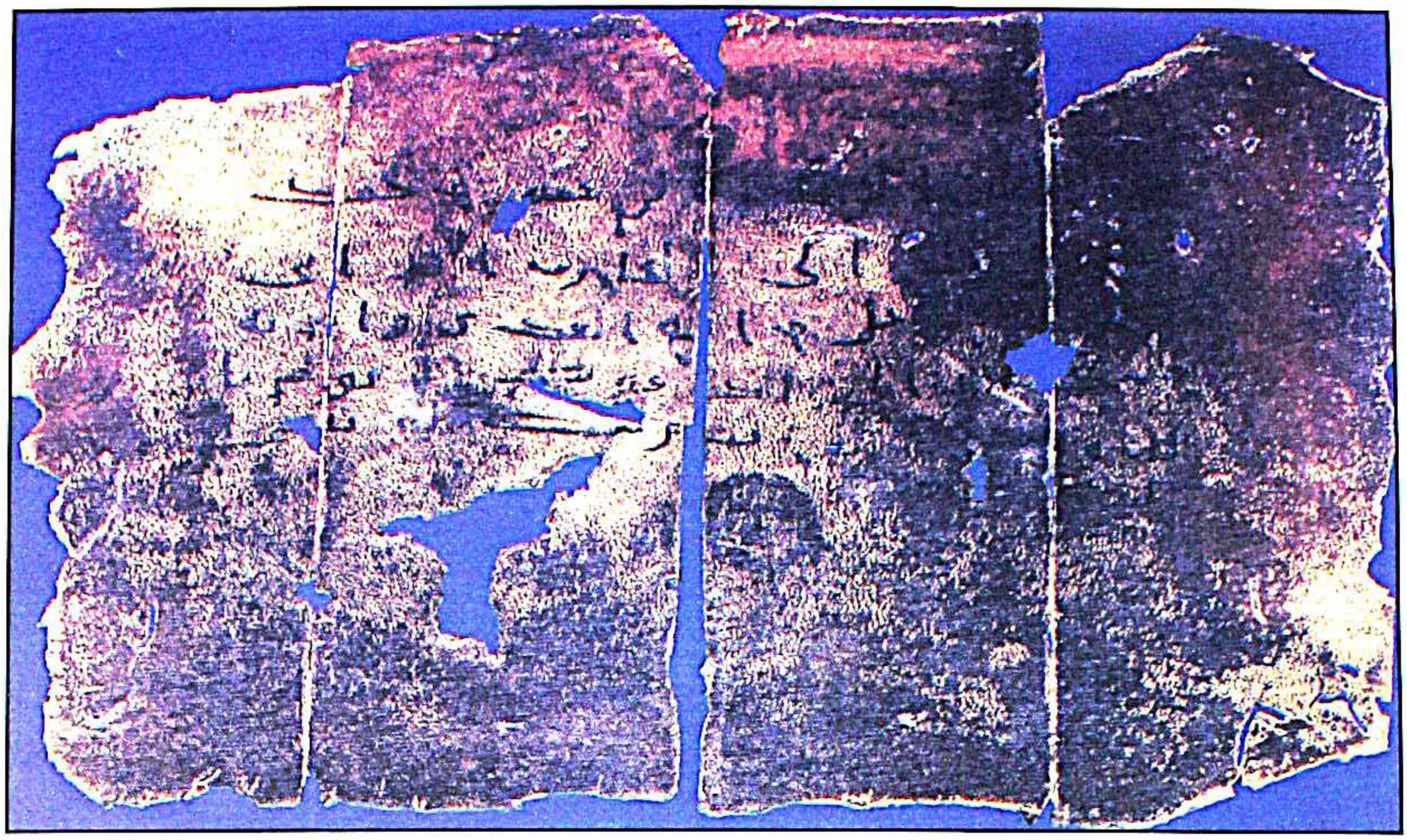

حارث بن شمر کے نام خط

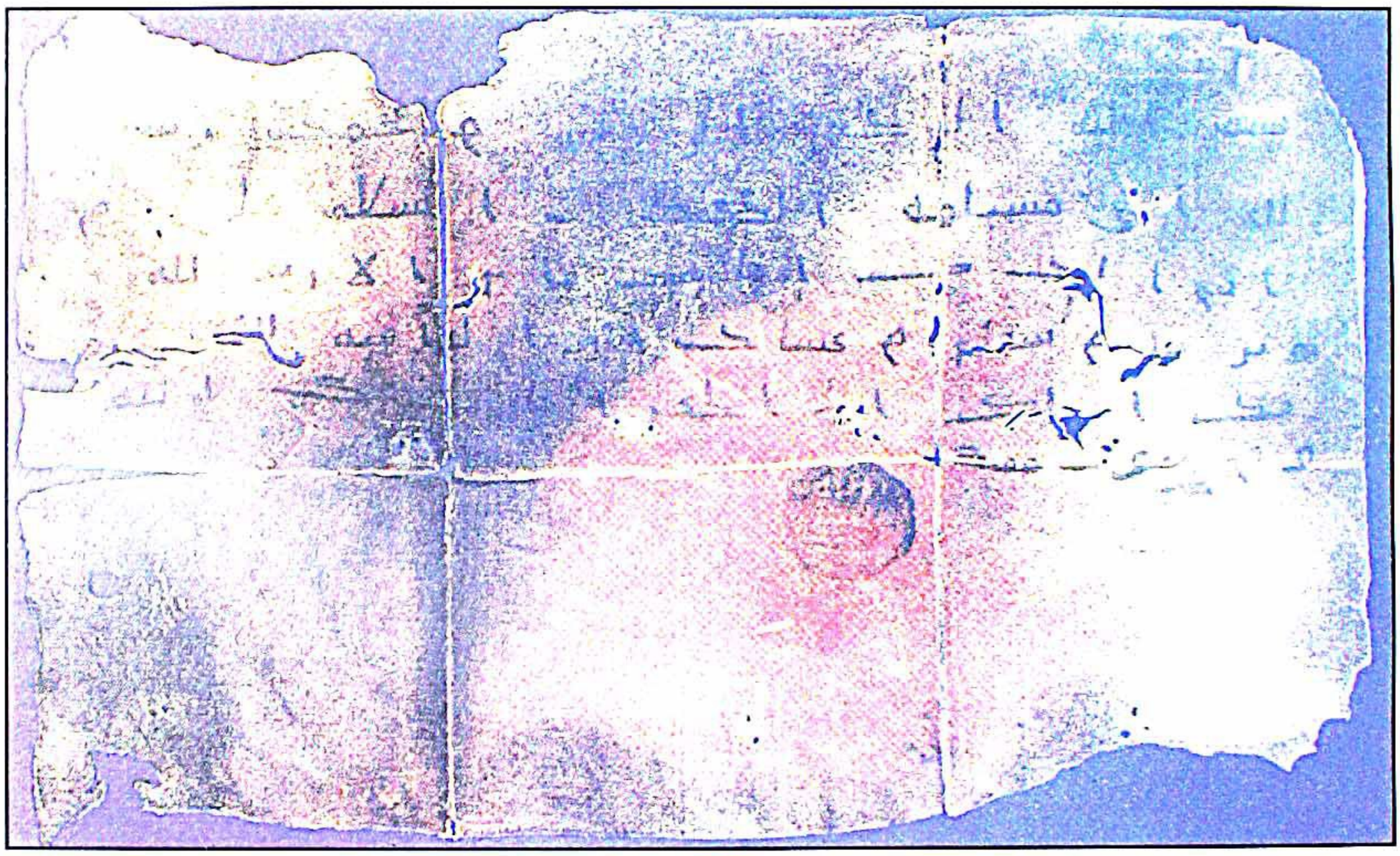

مسلمہ بن کذاب کے نام خط

Marfat.com

طور پر حاصل ہو گئے تھے کہ عالمی طور پر دنیا میں رہنے والی ہر قوم کو اُس دعوتِ حق کی طرف بلایا جائے۔۔۔ جب آپ ﷺ نے عالمی سربراہوں اور عرب سرداروں کو بذریعۂ خط دعوتِ اسلام دینے کا ارادہ فرمایا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! خطوط یا دعوت ناموں پر مہر نہ ہو تو بادشاہ اور سردار اُنہیں معتبر نہیں سمجھتے ہیں۔۔۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر چاندی کی ایک سادہ سی مہر جس پر تین الفاظ درج تھے۔۔۔ سب سے نیچے "محمد"، اُس کے اوپر "رسول" اور اُس کے اوپر "اللہ"۔۔۔ اسے کندہ کروا کر انگوٹھی میں نصب کر لیا گیا۔۔۔ اس کے بعد خطوط اور دعوت نامے لکھے گئے اور ان پر یہ مہر ثبت کی گئی۔۔۔ پہلے چھ خطوط محرم 07 ہجری میں ایک ہی دن روانہ کئے گئے۔۔۔

شاہِ حبش "نجاشی" کے نام خط

رسول اللہ ﷺ نے پہلا خط شاہِ حبش "اَصْحَمَہْ بِن اَبحَرْ" کو لکھا جس کا لقب "نجاشی" تھا، یہ خط حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ لے کر نجاشی کے پاس پہنچے جس میں اُنہیں دعوتِ اسلام دی گئی تھی۔۔۔ خطِ مبارک ﷺ یوں تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله إلى النجاشي ملك الحبشة.
أسلم أنت. فإني أحمد إليك الله الذي لا الله إلا هو. الملك. القدوس. السلام.
المؤمن. المهيمن. وأشهد أن عيسى ابن مريم روح الله وكلمته. ألقاها إلى
مريم البتول الطيبة الحصينة. فحملت به. فخلقه من روحه. ونفخه كما خلق
آدم بيده. وإني أدعوك إلى الله وحده لا شريك له. والموالاة على طاعته. وأن
تتبعني و تؤمن بالذي جاءني. فإني رسول الله. إني أدعوك وجنودك إلى الله عز
وجل. وقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصيحتي. والسلام على من اتبع الهدى.

"اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور رحمت والا۔ یہ خط اللہ تعالیٰ کے رسول "محمد" کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام ہے۔ تجھے سلامتی ہو، میں اللہ تعالیٰ کی ستائش

Marfat.com

بیان کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے کہ اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہی ملک، قدوس، سلام، مؤمن اور مھیمن ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم رُوح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں، جسے مریم بتول طیبہ عفیفہ کی جانب بھیجا گیا اور انہیں اس سے حمل ٹھہرا۔ پس اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو اپنی رُوح اور نفخ سے اسی طرح پیدا کیا تھا جیسا کہ آدم کو اپنے دستِ قدرت اور نفخ سے پیدا کیا تھا۔ بے شک میں اُس اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں اور ہمیشہ کی بھلائی اسی کی فرمانبرداری ہی میں ہے اور یہ کہ تم میری اتباع کرو اور اس پر ایمان لاؤ جسے میں لے کر آیا ہوں کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں اور میں نے تم تک اُس کا پیغام پہنچا دیا اور نصیحت کر دی، پس میری نصیحت کو قبول کرو اور سلامتی اسی پر ہے جو سیدھی راہ چلے"۔

نجاشی بادشاہ کا جواب

نجاشی بادشاہ نے خط کے ذریعے دعوتِ اسلام ملتے ہی اسلام قبول کر لیا اور جواب میں لکھا:

أما بعد: فقد أتاني كتابك يا رسول الله. فيما ذكرت من أمر عيسى. فورب السماء والأرض. إن عيسى لا يزيد على ما قلت ثفروقا. وإنه كما ذكرت ولقد عرفنا ما بعثت به إلينا. ولقد قربنا ابن عمك وأصحابه. وأشهد أنك رسول الله صادقا مصدوقا. وقد بايعتك وبايعت ابن عمك. وأسلمت على يديه لله رب العالمين. وبعثت إليك بابني أرها ابن الأصحم. فإني لا أملك إلا نفسي. وإن شئت أن آتيك يا رسول الله فعلت. فإني أشهد أن ما تقوله حق. والسلام عليك يا رسول الله.

"اما بعد: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ کا خط میرے پاس لایا گیا جس میں آپ ﷺ نے عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں ذکر فرمایا ہے۔ تو آسمان وزمین کے رب کی قسم! جن باتوں کا آپ نے

Marfat.com

ذکر کیا ہے، عیسیٰ (علیہ السلام) اُن سے ایک ذرہ بھی زائد نہیں ہیں اور ویسے ہی ہیں جیسا کہ آپ نے اُن کے بارے میں کہا ہے اور ہم نے ان باتوں کو جان لیا جس کے ساتھ آپ (ﷺ) کو ہماری جانب بھیجا گیا۔ اور ہم نے آپ (ﷺ) کے چچازاد اور دیگر اصحاب کی تکریم کی ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے صادق ومصدوق رسول ہیں۔ میں نے آپ (ﷺ) کی بیعت کرلی ہے اور آپ (ﷺ) کے چچازاد کی بھی بیعت کرلی ہے، پس میں آپ (ﷺ) کے ہاتھ پر اللہ ربّ العالمین پر ایمان لاتا ہوں، اور میں اپنے بیٹے ارھا بن اصحم کو بھیج رہا ہوں کیونکہ میں تو صرف اپنی ہی جان پر اختیار رکھتا ہوں، اگر آپ چاہیں تو اے اللہ کے رسول (ﷺ)! میں خود بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا کیونکہ مجھے یقین ہے کہ جو کچھ آپ نے فرمایا وہ حق ہے، پس اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ پر سلام ہو"۔

شاہِ رُوم قیصر "ہرقل" کے نام خط

شاہِ روم کا نام "ہرقل" تھا اور رُوم کے بادشاہوں کو "قیصر" کہا جاتا تھا۔ یہ عیسائی مذہب کا ماننے والا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اسے بھی اسلام کی دعوت دینے کیلئے خط روانہ فرمایا، اس کی جانب آپ ﷺ نے اپنے صحابی سیّدنا حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا، ہرقل نے بطورِ سفیر ان کا بڑا اکرام کیا، آپ ﷺ کا خطِ مبارک یوں تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم. من محمد بن عبد الله و رسوله . إلى هرقل عظيم الروم. سلامٌ على من اتبع الهدى. أما بعد : فإني أدعوك بدعاية الإسلام . أسلم تسلم. يؤتك الله أجرك مرتين . فإن توليت . فإن عليك إثم الاريسيين . (يأهل الكتاب تعالوا إلى كلمة سواء بيننا وبينكم ألا نعبد إلا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا أربابا من دون الله فإن تولوا فقولوا اشهدوا بأنا مسلمون.

"اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور رحمت والا۔ یہ خط اللہ کے رسول "محمد بن عبد

Marfat.com

اللہ "کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کے نام ہے۔ سلامتی اُسی پر ہے جو ہدایت کی راہ پر چلے۔ امابعد! بے شک میں تجھے اسلام کی جانب دعوت دیتا ہوں، اسلام لے آؤ، سلامت رہو گے۔ اللہ تمہیں دوہرا اجر نصیب کرے گا لیکن اگر انکار کروگے، تو پوری رعایا کا وبال بھی تم پر ہو گا۔ اے اہل کتاب! آؤ، اس کلمہ کی جانب جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلم ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب ٹھہرائے۔ اگر وہ اس چیز سے انکار کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلم ہیں"۔

شاہِ ایران خسرو پرویز "کسریٰ" کے نام خط

ایران کے بادشاہ کا نام "خسرو پرویز" تھا جبکہ بعض نے "اَبرویز بن ہرمز" بھی کہا ہے اور ایران کے بادشاہوں کو "کسریٰ" کہا جاتا تھا، یہ زرتشی یعنی مجوسی مذہب رکھتا تھا جس کے ماننے والے آگ کی پوجا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے بھی اسلام کی دعوت دینے کیلئے خط ارسال کیا جسے صحابیٔ رسول عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ لے کر گئے۔ آپ ﷺ کا خطِ مبارک یوں تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم. من محمد رسول الله إلى كسرى عظيم فارس. سلام على من اتبع الهدى. وآمن بالله ورسوله. وشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له. وأن محمدا عبده ورسوله. أدعوك بدعاية الله. فإني أنا رسول الله إلى الناس كافة. لينذر من كان حيا ويحق القول على الكافرين. أسلم تسلم. فإن أبيت فإن عليك إثم المجوس.

"اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور رحمت والا۔ یہ خط اللہ کے رسول "محمد" کی طرف سے فارس کے بادشاہ "کسریٰ" کے نام ہے۔ سلامتی اُسی پر ہے جو ہدایت کی راہ چلے۔ اور ایمان لائے اور شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ

Marfat.com

کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کے پیغام کی دعوت دیتا ہوں بے شک مجھے تمام لوگوں کی جانب اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہے تا کہ جو زندہ ہیں اُنہیں اللہ کے عذاب سے ڈرا دیا جائے اور انکار کرنے والوں پر حجت تمام ہو جائے۔ پس اسلام لے آؤ، سلامت رہو گے لیکن اگر انکار کرو گے، تو تمام مجوسیوں کا وبال تم پر ہو گا"۔

ایران کے بادشاہ خسرو پرویز نے جوش اور غضب میں آپ ﷺ کا خطِ مبارک پھاڑ دیا۔۔۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی تو ارشاد فرمایا: اللہ اس کے اقتدار و سلطنت کو پارہ پارہ کرے۔۔۔ پھر یہی ہوا۔۔۔ اُس نے آپ ﷺ کے نامۂ مبارک چاک کرنے کی جسارت کی تو اللہ تعالیٰ نے اُس کی سلطنت و مملکت کا شیرازہ ایسا منتشر و گم کر دیا کہ آج اُس کا نام بھی بہت کم لوگ جانتے ہیں۔۔۔ اس طرح ہزاروں برس سے حکومت کرنے والی دنیا کی "سُپر پاور" رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی کرنے کی وجہ سے گمنامی کے اندھیروں میں غرق ہو گئی۔۔۔

شاہِ مصر و اسکندریہ "مقوقس" کے نام خط

شاہِ مصر جس کا نام "جریج بن متی" یا "جریج بن بیناء" بیان کیا جاتا ہے اور اس کا لقب "مقوقس" تھا، یہ بھی عیسائی مذہب کا ماننے والا تھا، اس کی سلطنت مصر و اسکندریہ پر محیط تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے بھی دعوتِ اسلام دینے کیلئے خط حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے روانہ کیا۔ آپ ﷺ کا خطِ مبارک یوں تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم . من محمد عبد الله و رسوله . إلى المقوقس عظيم القبط. سلام على من اتبع الهدى. أما بعد: فإني أدعوك بدعاية الإسلام أسلم تسلم . وأسلم يؤتك الله أجرك مرتين. فإن توليت فإن عليك إثم القبط . (يأهل الكتاب تعالوا إلى كلمة سواء بيننا وبينكم ألا نعبد إلا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا أربابا من دون الله فإن تولوا فقولوا اشهدوا بأنا مسلمون.

Marfat.com

"اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور رحمت والا۔ یہ خط اللہ کے بندے اور اس کے رسول "محمد" کی طرف سے قبطیوں کے بادشاہ "مقوقس" کے نام ہے۔ سلامتی اُسی پر ہے جو ہدایت کی راہ چلے۔ امابعد! اسلام لے آؤ، سلامت رہو گے، اسلام لاؤ گے تو تمہیں دوہرا اجر نصیب ہو گا لیکن اگر انکار کرو گے تو تم پر تمام قبطیوں کا وبال بھی ہو گا۔ اے اہل کتاب! آؤ، اُس کلمہ کی جانب جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلّم ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب ٹھہرائے۔ اگر وہ اس چیز سے انکار کریں، تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلم ہیں"۔

عمان کے حکمران "جیفر" اور "عبد"، جلندی کے بیٹوں نام خط

رسول اللہ ﷺ نے "عمان" کے حکمرانوں کو بھی دعوتِ اسلام کیلئے خطِ مبارک حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ذریعے ارسال کیا، اُس وقت جلندی بادشاہ کے دونوں بیٹے "جیفر" اور "عبد" عمان کے حکمران تھے اور خط اُنہی کی جانب روانہ کیا گیا تھا۔

قیصرِ روم کے "گورنرِ مَعان" کے نام خط

رسول اللہ ﷺ نے قیصرِ روم کے مقرر کردہ گورنرِ مَعان "فروۃ بن عمرو جذامی" کی جانب دعوتِ اسلام کیلئے خط حضرت مسعود بن سعد رضی اللہ عنہ کے ذریعے ارسال کیا گیا۔

حاکمِ بحرین "منذر بن ساویٰ" کے نام خط

رسول اللہ ﷺ نے دعوتِ اسلام کیلئے حاکمِ بحرین "منذر بن ساویٰ" کو بھی خطِ مبارک ارسال کیا جسے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے پہنچایا۔

Marfat.com

حاکمِ یمامہ "ہوذہ" کے نام خط

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکمِ یمامہ "ہوذہ بن علی" کو بھی اسلام کی دعوت دینے کیلئے خطِ مبارک ارسال کیا اور اس خط کو پہنچانے کیلئے اپنی جانب سے بطورِ سفیر حضرت سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔

دمشق کے حکمران "حارث بن ابی شمر غسانی" کے نام خط

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دمشق کے حکمران "حارث بن ابی شمر غسانی" کو دعوتِ اسلام کیلئے خطِ مبارک بھیجا، جس کو پہنچانے کیلئے حضرت شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ بطور سفیر روانہ کئے گئے۔

یہاں میں نے اُن خطوطِ مبارکہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے جو بڑے بڑے بادشاہوں اور حکمرانوں کو لکھے گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے علاوہ بھی مختلف اوقات میں ضرورت کے تحت خطوط و مکاتیبِ تحریر کروائے اور اُنہیں عرب کے سرداروں اور دیگر حکمرانوں کو ارسال کیا تھا۔ اسی طرح بسا اوقات مسلمان حکمرانوں اور قاضیوں کیلئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احکامات و ہدایات ارسال فرمائی تھیں۔

عامُ الوفود

وفدِ بنی حنیفہ

بنو حنیفہ کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کی کوشش سے اس علاقے میں اسلام کی اشاعت ہوئی تھی، یہ وفد مدینہ آکر مسلمان ہوا، اسی وفد کے ساتھ مسیلمہ کذاب بھی تھا، وہ مدینہ آکر لوگوں سے کہنے لگا: اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ اقرار کرلیں کہ مجھے اُن کا جانشین بنایا جائے تو میں بیعت کروں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی، ارشاد فرمایا: "میں تو اس چھڑی کے دینے کی شرط پر بھی بیعت لینا نہیں چاہتا، اگر وہ بیعت نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے تباہ فرمائے گا یعنی اُس کا انجام اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے مجھے دکھا دیا ہے کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں، مجھے وہ ناگوار معلوم ہوئے، حکم ہوا، اُنہیں پھونک سے اُڑادوں، میں نے پھونک ماری تو وہ اُڑ گئے، میں خیال کرتا ہوں کہ ان سے مراد مسیلمہ کذاب اور صاحبِ صنعا اسود عنسی ہے۔

وفدِ اشعریین

قبیلہ اشعر یہ (جو اہلِ یمن تھے) کا وفد حاضر ہوا، اُن کے آنے پر نبی ﷺ نے فرمایا: "اہلِ یمن آئے، جن کے دل نہایت نرم اور ضعیف ہیں، ایمان یمن والوں کا ہے اور حکمت یمن والوں کی۔ مسکنت (عاجزی) بکریوں والوں میں، فخر اور غرور اونٹ والوں میں ہے، جو مشرق کی طرف رہتے ہیں"۔

وفدِ ہمدان

یہ قبیلہ یمن میں آباد تھا، نبی کریم ﷺ نے سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس قبیلے میں اشاعتِ اسلام کیلئے مامور فرمایا تو ان کے فیضان سے تمام قبیلہ ایک ہی دن میں مسلمان ہو گیا۔

وفدِ نجیب

قبیلۂ نجیب کے 13 افراد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ اپنی قوم کے مال و مویشی کی زکوٰۃ لے کر آئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: اسے واپس لے جاؤ اور اپنے قبیلے کے فقراء میں تقسیم کر دو، اُنہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! فقراء کو دے کر جو بچ رہا ہے ہم وہی لے کر آئے ہیں۔

سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ان سے بہتر کوئی وفد اب تک نہیں آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کی فلاح چاہتا ہے اس کے سینے کو ایمان کیلئے کھول دیتا ہے"۔

Marfat.com

وفدِ محارب

یہ وفد 10 اشخاص پر مشتمل تھا جو قوم کے وکیل ہو کر 10 ہجری میں آئے تھے۔ سیّدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ اُن کی مہمانی کیلئے مامور تھے، صبح و شام کا کھانا وہی لایا کرتے تھے، ایک روز ظہر سے عصر تک کا پورا وقت نبی ﷺ نے اُنہی کو دیا۔ اُن میں سے ایک شخص کو نبی کریم ﷺ نے غور سے دیکھنا شروع کیا، پھر ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں پہلے بھی دیکھا ہے۔ یہ شخص بولا: اللہ کی قسم! ہاں۔ آپ ﷺ نے مجھے دیکھا بھی تھا اور مجھ سے بات بھی کی تھی اور میں نے بدترین کلام میں آپ ﷺ کو جواب دیا اور بہت بری طرح سے آپ ﷺ کے کلام کو رد کیا تھا۔۔۔ دراصل یہ بازار عکاظ کا ذکر ہے جہاں حضور ﷺ تبلیغ فرما رہے تھے تو اس دوران یہ واقعہ پیش آیا تھا۔۔۔

وفدِ بنی حارث

یہ وفد شوال 10 ہجری میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اُن کے علاقے میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اشاعتِ اسلام کیلئے بھیجا گیا، آپ رضی اللہ عنہ کی تعلیم سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں اطلاع بھیجی اور خود اُن کی تعلیم کیلئے وہاں ٹھہر گئے، نبی ﷺ نے لکھ بھیجا: تم واپس آجاؤ اور قوم کے چند سر کردہ لوگوں کو بھی ساتھ لاؤ۔ اسی وفد میں قیس بن حصین، عبد اللہ بن قراد وغیرہ شامل تھے۔ آپ ﷺ نے اُن سے دریافت فرمایا: کیا وجہ ہے کہ جاہلیت میں جس کسی نے تم سے جنگ کی وہ مغلوب ہی ہوا؟ اُنہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہم خود کسی پر چڑھ کر نہیں جاتے تھے، جب لڑائی کیلئے جمع ہوتے تو پھر متفرق نہیں ہوتے، اپنی طرف سے ظلم کی ابتداء نہیں کرتے تھے، نبی ﷺ نے فرمایا: "سچ ہے، یہی وجہ ہے"۔

وفدِ غامد

یہ وفد 10 ہجری میں آیا تھا، اس میں 10 آدمی تھے، یہ مدینہ سے باہر آکر اُترے، ایک لڑکے کو بٹھا کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تم اسباب کے پاس کسے چھوڑ کر آئے ہو؟ اُنہوں

Marfat.com

نے کہا: ایک لڑکے کو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے بعد وہ سو گیا۔ ایک شخص آیا، کپڑوں والا صندوق چُرا کر لے گیا۔ ایک شخص بولا: یارسول اللہ (ﷺ)! صندوق تو میرا تھا۔ آپ ﷺ فرمایا: گھبراؤ نہیں۔ وہ لڑکا اُٹھا اور چور کے پیچھے پیچھے بھاگا حتیٰ کہ اُسے جالیا، سب اسباب صحیح سالم مل گئے۔ یہ لوگ آپ ﷺ کی خدمت سے جب واپس پہنچے تو لڑکے سے معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی طرح اُس کے ساتھ ماجرا ہوا تھا، یہ لوگ اسی بات پر مسلمان ہو گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا کہ اُنہیں قرآن یاد کرائیں اور شریعتِ اسلام سکھائیں، جب وہ واپس جانے لگے تو اُنہیں احکامِ الٰہی ایک کاغذ میں لکھوا کر دیئے گئے۔ (سیرتِ نبویہ ابنِ ہشام و تاریخ طبری)

ان کے علاوہ جن وفود کا تذکرہ ملتا ہے اُن کے نام یہ ہیں:

وفدِ ثقیف، وفدِ عبدالقیس، وفدِ بنی طے، وفدِ ازد، وفدِ بنو اسد اور وفدِ غسان۔۔۔

Marfat.com

حجۃ الوداع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج پر جانے کا ارادہ فرمایا تو ہر طرف تیاریاں شروع ہو گئیں۔۔۔ مدینہ منورہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خوشیوں کا یہ زریں موقع ملا کہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کی یادگار سعادت حاصل کریں۔۔۔ دوسری طرف آس پاس کے قبائل کو پتہ چلا تو اُنہوں نے بھی تیاریاں شروع کر دیں۔۔۔ جیسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے سفرِ حج کا آغاز کیا۔۔۔ تو بس پھر کیا تھا۔۔۔ لوگ آتے گئے۔۔۔ قافلہ بڑھتا گیا۔۔۔ واہ کیا شان سے سفر شروع ہوا۔۔۔ رسولوں کے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم سفر فرما رہے ہیں۔۔۔ اور مسلمانوں کا ہجوم سرشاری کے عالم میں ساتھ چل رہا ہے۔۔۔ غور فرمایئے۔۔۔! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبوت و رسالت کا پہلا اعلانِ عام۔۔۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبلِ قبیس پر تنہا کھڑے تھے۔۔۔ مگر پھر۔۔۔ آہستہ آہستہ۔۔۔ سُبک سُبک۔۔۔ نشیب و فراز سے گزرتا ہوا۔۔۔ لیکن پورے وقار کے ساتھ اپنے تکمیل کے مرحلے میں داخل ہونے والا یہ سفر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔۔۔ مقامِ حلیفہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احرام باندھا۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنائی و بڑائی بیان کرتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے۔۔۔ عمرہ ادا کیا۔۔۔ اور پھر حج کیلئے میدانِ منیٰ پہنچ گئے۔۔۔ دوسرے دن منیٰ میں فجر کی نماز ادا کر کے عرفات کی جانب روانہ ہوئے۔۔۔ یہاں ایک روایت بطور دلیل پڑھتے جایئے۔۔۔

سیّدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینے میں نو برس اس طرح گزارے کہ حج ادا نہیں کیا البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرے ضرور کئے، پھر جب حج کی فرضیت نازل ہوئی تو دسویں

Marfat.com

سال آپ ﷺ نے لوگوں میں اعلان کرایا کہ رسول اللہ ﷺ حج کا ارادہ رکھتے ہیں، جو لوگ حج کیلئے جانا چاہتے ہیں، وہ رفاقت کیلئے تیار ہو جائیں۔ یہ اعلان سن کر مخلوقِ خدا کی ایک بہت بڑی تعداد مدینہ میں جمع ہو گئی چنانچہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ ماہِ ذی القعدہ کے ختم ہونے سے پانچ روز قبل مدینہ سے روانہ ہوئے"۔

رسول اللہ ﷺ نے عمرے کی ادائیگی اور مناسکِ حج کی تکمیل فرمائی۔۔۔ جس طرح آپ ﷺ نے حج ادا فرمایا۔۔۔ اب وہی دلیل ہے مسلمانوں کیلئے۔۔۔

حضرت محمد ﷺ کا خطبۂ حجۃ الوداع

(الہامی ورلڈ آرڈر)

رسالت مآب ﷺ نے 9/ ذی الحجہ 10 ہجری بمطابق 06 مارچ 632 عیسوی بروز جمعہ حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ ارشاد فرمایا جو تاریخ ساز اور ایک عظیم چارٹر برائے انسانیت تھا جس نے بنی آدم کو قیامت تک کیلئے عالمگیر سچائیوں پر مبنی رشتوں کے بندھن میں باندھ دیا یا یوں کہیئے کہ دنیا کو ایک الہامی ورلڈ آرڈر دے دیا گیا اور وہ بھی اس طرح کہ انسان میں موجود خیر اور شر کی متضاد کیفیتوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے کرۂ ارض پر رہنے اور بسنے کا ڈھنگ سکھا دیا گیا۔۔۔ یہاں ایک ہلکی پھلکی سائنسی مثال دیتا چلوں تا کہ اس تحریر کو سمجھنے میں کچھ سہولت ہو جائے۔۔۔ H_2O پانی کے فارمولے کی سائنسی اصطلاح ہے۔۔۔ پوری کائنات میں جہاں جہاں پانی نہیں ہے مثلاً اگر چاند پر H_2O کو آزمایا جائے تو وہاں بھی پانی میسر ہو جائے گا۔۔۔ یعنی کائنات کے تمام قدرتی عوامل کسی نہ کسی کلیے یا قانون کے ہی گرد گھومتے ہیں۔۔۔ جو تبدیل نہیں کئے جا سکتے ۔۔۔ اب چلیئے اس مقدس موضوع کی طرف۔۔۔ گو کہ انبیاء و رُسل علیہم السلام کے ذریعے ہر ہر قوم کو اُس کے زمانے کے لحاظ سے ہدایات دی جاتی رہی تھیں جس سے انسانی شعور مختلف قوموں میں کسی حد تک بڑھتا رہا لیکن زمانے کی دست برد یعنی بادشاہوں اور مذہبی پیشواؤں کی منفی قیادت و سیادت نے الہامی کلیوں کو انسانی کلیوں میں تبدیل کرتے ہوئے شعور کے اس سفر میں قدم قدم پر نہ صرف رکاوٹیں کھڑی کیں بلکہ اس کی سمت کو بھی تبدیل کر کے رکھ دیا جس سے انسان بھٹکتا

Marfat.com

رہا، ٹھوکریں کھاتا رہا۔۔۔ مگر امام الانبیاء، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین ﷺ نے بنی آدم کیلئے کرۂ ارض کے پہلے، آخری اور مکمل۔۔۔ کلیۂ انسانیت۔۔۔ یعنی الہامی ورلڈ آرڈر کا۔۔۔ 9/ ذی الحجہ 10 ہجری کو مقامِ عرفات پر اعلان فرما دیا۔۔۔ اور ہمیشہ کیلئے پیار، محبت، بھائی چارے کے ساتھ رہنے۔۔۔ اور عروج و ترقی حاصل کرنے کا بنیادی کلیہ سکھا دیا۔۔۔ اب جو جو قومیں خطبۂ حجۃ الوداع کے ان کلیات کو تسلیم اور نافذ کرتی جائیں گی، وہ کامیابیوں اور ترقی کی منازل طے کرتی جائیں گی۔۔۔ اگر آپ کرۂ ارض پر موجود قوموں اور معاشروں کے سنگین حالات کا موازنہ کریں۔۔۔ تو آج بھی مکمل ہدایت و رہنمائی اسی میں ملے گی۔۔۔

خطبۂ حجۃ الوداع کے بارے میں ایک بات یاد رکھیئے کہ اسے مختلف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے، جس نے جیسے سنا ویسے ہی امانت کے ساتھ بیان کر دیا لہٰذا میں کوشش کروں گا کہ احادیث میں سے وہ خطبہ نقل کروں جسے سب نے متفقہ طور پر روایت کیا ہے۔۔۔ اب آپ خطبۂ حجۃ الوداع کو اپنے تمام احساسات کے ساتھ اور اُس منظر کو خود پر طاری کرتے ہوئے پڑھیئے۔۔۔ میدانِ منیٰ سے میدانِ عرفات کی جانب۔۔۔ رسالت و نبوت ﷺ۔۔۔ خرام خرام چلتی چلی آرہی ہے۔۔۔ آسمانوں پہ کیا ہلچل مچ رہی ہوگی۔۔۔ کون سی پاک رُوح نہ ہوگی۔۔۔ کون سا فرشتہ نہ ہوگا۔۔۔ جس کی نگاہیں عرفات کے میدان کی جانب نبیِ آخر الزماں ﷺ پر مرکوز نہ ہوں گی۔۔۔ کہ وجۂ تخلیقِ کائنات ﷺ اپنے منصب کی تکمیل کا اعلان کرنے کیلئے بڑھ رہے ہیں۔۔۔ اب وہ عظیم الشان خطبہ شروع ہوگا جو عرفات میں دیا جانے والا ہے۔۔۔ ہر ہر آواز خاموش۔۔۔ چرند پرند پر سکوت طاری۔۔۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمہ تن گوش۔۔۔ کہ دل کی دھڑکن کی دھیمی آواز بھی کانوں پر گراں گزر رہی ہوگی۔۔۔ آواز بلند ہوئی خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین ﷺ کی۔۔۔ پڑھیئے بھی۔۔۔ سنیئے بھی۔۔۔ محسوس بھی کیجئے۔۔۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ. وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ. أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ. وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا أَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى. أَبَلَّغْتُ؟. قَالُوا: بَلَّغَ رَسُولُ اللهِ. ثُمَّ قَالَ: أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟ قَالُوا: يَوْمٌ حَرَامٌ. ثُمَّ قَالَ: أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟ قَالُوا: شَهْرٌ حَرَامٌ. ثُمَّ قَالَ: أَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟ قَالُوا: بَلَدٌ حَرَامٌ. قَالَ: فَإِنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَ بَيْنَكُمْ دِمَاءَكُمْ

Marfat.com

وَأَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا أَبَلَّغْتُ؟ قَالُوا: بَلَّغَ رَسُولُ اللهِ. قَالَ: لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ.

"اے لوگو! خبر دار ہو جاؤ، تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، جان لو! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں، سوائے تقویٰ کے، کیا میں نے بات پہنچا دی؟ صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے عرض کی: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بات پہنچا دی، پھر فرمایا: آج کون سا دن ہے؟ عرض کی: حرمت والا دن، پھر فرمایا: کون سا مہینہ ہے؟ عرض کی: حرمت والا مہینہ، پھر فرمایا: کون سا شہر ہے؟ عرض کی: حرمت والا شہر، پھر فرمایا: بے شک اللہ نے تمہارے درمیان تمہارا خون اور تمہارا مال ایسے ہی حرام کر دیا ہے جیسا کہ آج کا دن اور یہ مہینہ اور یہ شہر کیا میں نے بات پہنچا دی؟ عرض کی: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بات پہنچا دی ہے، فرمایا: پس یہاں موجود ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ اُسے پہنچا دے، جو یہاں نہیں ہے"۔ (مسند احمد بن حنبل، مسندِ انصار، رقم:23489)

یہ خطبۂ حجۃ الوداع کا وہ اقتباس ہے جو زبانِ زدِ خاص وعام ہے۔۔۔اب آگے پڑھیئے۔۔۔

سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الزَّمَانُ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا. مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ. ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ. وَرَجَبُ مُضَرَ. الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ.

"زمانہ گھوم پھر کر اپنی اسی دن کی ہیئت پر پہنچ گیا ہے جس دن اللہ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا تھا۔ ایک سال بارہ مہینے کا ہے جن میں چار مہینے حرمت والے ہیں، تین پے در پے یعنی ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب مضر (قبیلے کا) جو جمادی الآخر اور شعبان کے درمیان ہے"۔ (مسند احمد بن حنبل، مسندِ انصار، رقم:23489)

حضرت فضالہ بن عبیدہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "حجۃ الوداع" میں فرمایا:

Marfat.com

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالْمُؤْمِنِ؟ الْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ. وَالْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ. وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ اللهِ. وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوبَ.

"کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ مومن کون ہے؟ مومن وہ ہے جس سے لوگوں کے اموال اور جانیں امن میں رہیں اور مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ سلامت رہیں اور مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے اللہ کی اطاعت کیلئے جہاد کرے اور مہاجر وہ ہے جو گناہوں اور خطاؤں کو چھوڑ دے"۔

سیّدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے "وادیِ نمرہ" میں اپنی اونٹنی "قصویٰ" پر سوار ہو کر یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

«إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ. كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا. فِي بَلَدِكُمْ هَذَا. أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ. وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ. وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ. كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِي بَنِي سَعْدٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ. وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ. وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ. فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ. فَاتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ. فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللهِ. وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللهِ. وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ. فَإِنْ فَعَلْنَ ذَلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ. وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ. وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ. كِتَابُ اللهِ وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي. فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟» قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ. فَقَالَ: بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ. يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ «اللَّهُمَّ. اشْهَدْ. اللَّهُمَّ. اشْهَدْ» ثَلَاثَ مَرَّاتٍ».

"بے شک تمہاری جانیں اور تمہارے مال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جیسے اس شہر اور اس مہینہ میں آج کے دن کی حرمت ہے۔ سنو! زمانۂ جاہلیت کی ہر چیز میرے ان قدموں کے نیچے پامال ہے۔

Marfat.com

زمانۂ جاہلیت کے ایک دوسرے پر خون بھی پامال ہیں (یعنی اب ان کا بدلہ نہیں لیا جائے گا) اور سب سے پہلے میں اپنا خون معاف کرتا ہوں اور وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے۔ یہ بنو سعد میں دودھ پیتا بچہ تھا جسے ہذیل والوں نے قتل کر دیا تھا۔ اسی طرح زمانۂ جاہلیت کے تمام سود پامال ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے سود کو چھوڑنے کا اعلان کرتا ہوں اور وہ سیّدنا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا سود ہے، ان کا تمام سود چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور تم لوگ عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ تم لوگوں نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امان میں لیا ہے، تم نے اللہ تعالیٰ کے کلمہ (نکاح) سے ان کی شرمگاہوں کو اپنے اُوپر حلال کیا ہے۔ تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کا آنا تمہیں ناگوار ہو، اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کو اس پر ایسی سزا دو جس سے چوٹ نہ لگے، اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم اپنی حیثیت کے مطابق انہیں خوراک اور لباس فراہم کرو۔ میں تمہارے پاس ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں، اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔ تم لوگوں سے قیامت کے روز میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا: ہم گواہی دیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا پیغام پہنچایا اور رسالت کا حق ادا کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کی خیر خواہی کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشتِ شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے تین مرتبہ فرمایا: اے اللہ! گواہ ہو جا"۔

پڑھا آپ نے۔۔۔! انسان کی حرمت۔۔۔ قدر و منزلت۔۔۔ اُس کے عروج۔۔۔ اُس کی توقیر کا اعلان۔۔۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ حجۃ الوداع میں فرما دیا۔۔۔ اب آخر میں اللہ ربّ العزت کی جانب سے اس پر سند بذریعۂ حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل فرما دی گئی۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾

[مائدہ 5:(3)]

"آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کی"۔

Marfat.com

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر آخرت

(کیفیات واحوال)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض شدت اختیار کئے ہوئے تھا جس کی کیفیت احادیث میں بھی بیان ہوئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کو پانی کے پیالے میں ڈالتے اور پھر چہرۂ اقدس پر پھیر کر فرماتے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک سکرات وموت کی شدتیں ہیں۔۔۔ اسی طرح ایک حدیث میں ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم لوگوں سے دوگنا بخار ہے یعنی جتنا ایک مرد کو لاحق ہوتا ہے۔۔۔ الغرض اسی بیماری کی شدت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام گزر رہے تھے کہ ایک روز ظہر کے وقت بیماری میں کچھ افاقہ محسوس ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر پانی کی سات مشکیں ڈالی جائیں۔

"اصح السیر" میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر سات مشک پانی بہاؤ جس کا رباط ڈھیلا نہ ہو یعنی مشک بھرپور ہو اور اس میں سے پانی نہ گرا ہو۔

"رحمۃ للعالمین" کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر کی لگن میں بیٹھ کر سات کنوؤں کی سات مشکوں کا پانی سر پر ڈلوایا۔

اس کے بعد رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سہارے مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔۔۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔۔۔ آہٹ پا کر پیچھے ہٹے تو

Marfat.com

آپ ﷺ نے اشارے سے روکا۔۔۔اور آپ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی یعنی آپ ﷺ کی اقتداء میں سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اورآپ رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں لوگوں نے نماز ادا کی۔۔۔اس نماز کے بعد آپ ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جو آپ ﷺ کا آخری خطبہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ پھر آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما نہیں ہوئے۔اسے خطبۂ مرض الموت بھی کہتے ہیں کیونکہ اسی مرض میں آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا۔یہ خطبہ بہت سے مضامین و مطالب پر مشتمل تھا جن میں سے بعض الگ الگ بیان کئے جاتے ہیں تاہم خیال یہی ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں اور ایک ہی خطبے میں بیان فرمائے گئے تھے۔

سیّدنا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق خطبہ کا آغاز ان کلماتِ مبارکہ ﷺ سے ہوا:

> ”اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ وہ دنیا کی نعمتیں لے یا خدا کے پاس جو کچھ ہے اُسے قبول کرے، اُس بندے نے وہی قبول کیا جو خدا کے پاس ہے (یعنی عالمِ آخرت)“۔

یہ سنتے ہی سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا: ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! پھر بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا: یہ رونے کا کون سا مقام ہے؟ رسول اللہ ﷺ تو ایک بندے کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہم سب سے زیادہ علم تھا اور وہ سمجھ گئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہی وہ بندے ہیں جنہوں نے دنیا کی نعمتیں چھوڑ کر وہ اختیار کر لیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے گویا آپ ﷺ ہمیں چھوڑ کر جانے والے تھے۔(رحمۃ للعالمین)

غور فرمایئے۔۔۔!دوست شناسی کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو گی۔۔۔!

وصال سے پہلے مسواک کا استعمال

سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: مجھ پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات میں سے یہ انعام بھی ہے کہ جب محبوبِ خدا ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ میرے گھر میں تشریف فرما تھے، اس حال میں کہ آپ ﷺ کی پشتِ مبارک میرے سہارے لگی ہوئی تھی اور سر کندھے پر رکھا ہوا تھا، اس عالم میں اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

مجھے یہ اعزاز بخشا کہ میرے لعابِ دہن کو آپ ﷺ کے لعابِ دہن کے ساتھ جمع فرمادیا جبکہ آپ ﷺ کا دنیا میں آخری اور آخرت کا پہلا دن تھا، آپ ﷺ کی عیادت کرنے کیلئے میرے بھائی عبدالرّحمٰن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے، اُن کے ہاتھ میں مسواک تھی اور میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی نگاہِ اقدس مسواک پر لگی ہوئی ہے تو میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ مسواک کی خواہش فرمارہے ہیں، میں نے عرض کی: ان سے مسواک لے کر دوں؟ تو آپ ﷺ نے سرِ اقدس سے اشارہ فرمایا: ہاں، پھر میں نے اُن سے مسواک لے کر آپ ﷺ کے دہنِ مبارک میں دی تو وہ سخت معلوم ہوئی، میں نے عرض کی: چبا کر نرم کئے دیتی ہوں، پھر میں نے مسواک دھوئے بغیر اپنے منہ میں ڈالی اور چبا کر نرم کر دی، میں اسے دھونے کیلئے اُٹھنا چاہتی تھی کہ آپ ﷺ نے مسواک میرے ہاتھ سے لے کر اپنے منہ مبارک میں ڈال لی اور دانتوں پر پھیرنے لگے۔ (سیرتِ نبویہ، ابنِ کثیر)

دوپہر کے وقت سینۂ اقدس میں سانس کے بھاری پن کی آواز محسوس ہونے لگی۔۔۔ اس اثناء میں لب ہائے مبارک ﷺ کو جنبش ہوئی تو یہ الفاظ سُنے گئے۔۔۔ نماز، نماز۔۔۔ اور تمہارے لونڈی غلام۔۔۔ پھر اُنگلی سے اوپر کی طرف اشارہ فرمایا اور دوسری مرتبہ فرمایا: بس اب اور کوئی نہیں، صرف اعلیٰ رفیق درکار ہے۔۔۔ تیسری مرتبہ یہ الفاظ ادا ہوئے تو ہاتھ نہ اٹھایا۔۔۔ چشمانِ اقدس ﷺ چھت کی جانب لگ گئیں۔۔۔ رُوحِ پاک ﷺ عالمِ قدس میں پہنچ گئی۔۔۔

سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے یہ انعام بھی مجھے عطا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات میری آغوش میں، میرے گھر میں اور میری باری میں ہوئی اور رسول اللہ ﷺ میری آغوش سے عالمِ بالا کی جانب اُٹھائے گئے۔ میں نے اس حالت میں بھی آپ ﷺ کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ آپ ﷺ کو غسل دیا گیا“۔

سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دکھ اور کرب

سیّدہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی اپنے والد محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت مثالی اور ممتاز تھی کہ دنیائے محبت

Marfat.com

میں اس کی کوئی مثال و نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔۔۔اسی لئے جب رحمتِ عالم ﷺ کا وصال ہوا تو فطری جذبے کے تحت آپ کی زبانِ مبارک سے درد و غم کے کلمات ڈھلتے چلے گئے۔۔۔وہ کلمات کیا ہیں۔۔۔ غم کا سمندر ہیں۔۔۔جذبے کی سچائی ہے۔۔۔وارفتگی و محبت کے سچے موتی ہیں۔۔۔ان کلمات کا ہر ہر لفظ دل کی دنیا کو رنج والم سے شناسا کر دیتا ہے۔۔۔

"اے باباجان ﷺ! جنہوں نے اپنے ربِ تعالیٰ کی دعوت کو قبول کیا اور اس پر لبیک کہا۔۔۔اے باباجان ﷺ! جن کا جنتُ الفردوس میں ٹھکانا اور مسکن ہے۔۔۔اے بابا جان ﷺ! جبرائیل علیہ السلام کو آج میں آپ کے وصال کی خبر دیتی ہوں"۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہا نے دعا کی: یاربّ العالمین! رُوحِ فاطمہ کو رُوحِ محمد ﷺ کے پاس پہنچادے۔۔۔ الٰہی! مجھے دیدارِ رسول ﷺ سے مسرور کردے۔۔۔الٰہی! مجھے اس مصیبت کے ثواب سے تو بے نصیب نہ رکھ۔۔۔اور بروزِ قیامت شفاعتِ محمد ﷺ سے محروم نہ فرمانا۔(سیرتِ نبویہ ابنِ ہشام)

جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی تدفین کے مرحلے سے فارغ ہوئے اور تعزیت کیلئے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے تو اُنہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے انس! تمہارے دلوں نے رسولِ خدا ﷺ کے جسدِ اطہر پر مٹی ڈالنا کیسے گوارا کر لیا اور اس پر کیونکر آمادہ ہوگئے؟

سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب محبوبِ کریم ﷺ کا وصال ہو گیا اور آپ ﷺ کو دفن کر دیا گیا تو سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا مزارِ اقدس پر حاضر ہوئیں۔۔۔خاکِ مبارک کی مٹھی بھری۔۔۔ آنکھوں سے لگائی۔۔۔تو آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے رواں ہوگئے اور زبانِ حال غمِ دل کو ان لفظوں میں ڈھالنے لگیں:

مَاذَا عَلَى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ أَحْمَدَ أَلَا يَشُمُّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

"اس شخص پر کیا ملامت ہو سکتی ہے جس نے تربتِ احمد ﷺ کی مٹی کو سونگھا ہے کہ وہ رہتی دنیا تک قیمتی سے قیمتی خوشبوؤں کو نہ سونگھے"۔

Marfat.com

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا صُبَّتْ عَلَى الأَيَّامِ عُدْنَ لَيَالِيَا

"مجھ پر مصائب وشدائد کی وہ سیاہ راتیں آن پڑی ہیں کہ ان کو دنوں پر ڈالا جاتا تو وہ بھی راتوں میں تبدیل ہو جاتے"۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال سے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اپنے وصال تک کسی نے بھی اُنہیں ہنستے ہوئے نہیں دیکھا تھا نیز آپ ﷺ کے وصال کے چھ مہینے بعد ہی سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا بھی وصال فرما گئیں۔

اُم المؤمنین سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس صدمے کے وقت جو الفاظ ادا کئے اب وہ پڑھیں:

"آہ! وہ نبی ﷺ جس نے تمول (غنا) پر فقیری کو ترجیح دی۔۔۔ جس نے تونگری کو ٹھکرایا اور مسکینی قبول کی۔۔۔ آہ! وہ دین پرور رسول ﷺ جو گناہگار اُمت کے غم میں پوری رات آرام سے نہ سویا۔۔۔ آہ! وہ صاحبِ خلقِ عظیم جو مسلسل نفس سے نبرد آزما رہا۔۔۔ آہ! وہ رحمۃ للعالمین جس کا بابِ فیض فقیروں اور حاجت مندوں کیلئے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔۔۔ جس کا رحیم دل اور پاک ضمیر دشمنوں کی ایذا رسانی سے کبھی غبار آلود نہ ہوا۔۔۔ آہ! وہ نبی ﷺ جس کے موتی جیسے دانت توڑے گئے مگر اُس نے پھر بھی صبر سے کام لیا۔۔۔ جس کی نورانی پیشانی کو زخمی کیا گیا مگر اُس نے دامنِ عفو ہاتھ سے نہ چھوڑا"۔ (تاریخ طبری)

سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا شدتِ غم

سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت چاہی پھر اندر آئے اور دونوں نے آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک سے چادر ہٹائی، سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بے اختیار بولے: ہائے غشی! آپ ﷺ کی غشی کتنی سخت ہو گئی۔۔۔ پھر واپسی میں دروازے پر پہنچے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر! خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے ہیں۔ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے کہا: ایسا نہیں ہے، آپ ﷺ کی وفات نہیں ہوئی اور تم ایسے شخص ہو جسے فتنہ شکار کر لیتا ہے۔ (تاریخ طبری)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو لوگوں نے کہا: آپ ﷺ کی رُوح کو معراج ہوئی ہے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رُوح کو معراج ہوئی تھی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے تھے"۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو لوگ رونے لگے، سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں کسی کو یہ کہتے نہ سنوں کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے۔ آپ ﷺ کو بلایا گیا ہے جس طرح سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلایا گیا تھا اور وہ اپنی قوم سے چالیس راتیں غائب رہے تھے"۔

سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبہ

رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر نے سب کے ہوش و حواس پر بجلی گرا دی تھی۔۔۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا کہ کیا ہو گا۔۔۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے بعد حضور ﷺ کی طبیعت بظاہر بہتر دیکھ کر مدینہ کے مضافات میں اپنے گھر چلے گئے تھے۔۔۔ اچانک جیسے ہی یہ اندوہناک خبر ملی وہ مسجدِ نبوی ﷺ پہنچے۔۔۔ وہاں یہ حالت دیکھی کہ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہاتھ میں تلوار لئے کھڑے ہیں کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ وصال کر گئے ہیں تو میں گردن اُڑا دوں گا۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خاموشی سے اُن کو غور سے دیکھا اور حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں داخل ہو گئے تو وہاں ایک قیامت برپا تھی۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو بے حد رقیق القلب تھے، اس کے باوجود صبر و استقامت کا پیکر بنے ہوئے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چہرۂ مبارک ﷺ کو بوسہ دیا اور بے اختیار رو پڑے۔۔۔ پھر کہا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں۔۔۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر دو موتیں جمع

Marfat.com

نہیں کرے گا، جو موت آپ کیلئے لکھی جاچکی تھی، اُس کا ذائقہ آپ ﷺ نے چکھ لیا۔۔۔ اب اَبد تک موت آپ ﷺ کا دامن نہ چھوئے گی۔۔۔ جبکہ یہ روایت بھی ملتی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، آپ ﷺ کی زندگی بھی کتنی پاکیزہ تھی اور موت بھی کتنی پاکیزہ ہے۔ (سیرتِ نبویہ ابنِ ہشام)

سیّدنا حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ حجرے سے باہر مسجدِ نبوی ﷺ میں تشریف لائے تو سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وہی باتیں کہہ رہے تھے جو اوپر بیان ہوئیں۔۔۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمر! چپ ہو جاؤ۔۔۔ لیکن جب دیکھا کہ وہ جذباتی ہو رہے ہیں۔۔۔ تو آپ رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے۔۔۔ اور خطبہ شروع کیا:

"واضح ہو کہ تم میں سے جو کوئی محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو وہ جان لے کہ آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو بے شک اللہ تعالیٰ زندہ ہے، اُسے موت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَاْىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـــًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾

[آل عمران 3:(144)]

"اور محمد تو ایک رسول ہیں، اُن سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں، تو کیا اگر وہ انتقال کر جائیں، یا شہید کر دیئے جائیں، تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو کوئی اُلٹے پاؤں پھرے گا، تو وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا"۔"

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: جب تک سیّدنا حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت اس خطبے میں تلاوت نہیں کی تھی تو ہمیں احساس ہی نہ تھا کہ یہ آیت بھی نازل ہو چکی تھی۔۔۔ لیکن جیسے ہی آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی تو سب کو جیسے ہوش آ گیا، خود سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس آیت کو سننے کے بعد بے اختیار روتے ہوئے گر پڑے اور کہنے لگے: واقعی آپ ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔ (رحمۃ للعالمین)

Marfat.com

غُسلِ مبارک ﷺ

مختلف روایات میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''میرے قریبی عزیز مجھے غُسل دیں گے اور وہی قبر میں اُتاریں گے''۔۔۔لہذا آپ ﷺ کی ہدایات کے عین مطابق آپ ﷺ کو غُسلِ مبارک دینے کا شرف سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا البتہ سیّدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کے منہ بولے بیٹے سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس دوران پردہ کروانے کی خدمت انجام دی تھی۔۔۔ آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام '' شقران'' پانی لا رہے تھے نیز اس موقع پر سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ اور سیّدنا قثم بن عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔۔۔ سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اوس بن خولی بدری انصاری رضی اللہ عنہ کو بھی اُن کی درخواست کرنے پر اندر بلا لیا تھا۔۔۔ غسل کے بعد تین سُوت کی بُنی ہوئی چادروں میں آپ ﷺ کو کفن دیا گیا۔۔۔ یہ سُوتی چادریں ''یمن'' کے ایک مقام ''سحول'' کی بنی ہوئی تھیں۔۔۔ یہ دُھلے ہوئے کپڑے تھے نیز ان میں قمیض و عمامہ شامل نہ تھے۔(تاریخ طبری)

رحمتِ مجسم ﷺ کی نمازِ جنازہ

رسول اللہ ﷺ نے اپنے جنازے کا طریقہ خود بیان فرمایا تھا لہٰذا نمازِ جنازہ کا اہتمام آپ ﷺ کی ہدایت کے مطابق ہوا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: غسل و کفن کے بعد میرا جنازہ رکھ دینا اور تھوڑی دیر کیلئے سب باہر چلے جانا کیونکہ سب سے پہلے جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل فرشتوں کے ہمراہ نماز ادا کریں گے۔۔۔ پھر ایک ایک ہو کر اندر آنا اور مجھ پر دُرود اور سلام پڑھنا۔۔۔ پہلے مجھ پر میرے عزیز مرد نماز پڑھیں۔۔۔ پھر اُن کی عورتیں، پھر اور باقی لوگ۔۔۔ چونکہ جنازہ حجرے سے باہر نہیں رکھا جا سکتا تھا۔۔۔ اور حجرے میں اتنی جگہ بھی نہیں تھی۔۔۔ صرف دس بارہ افراد ہی کھڑے ہو سکتے تھے۔۔۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ مردوں کی جماعتیں باری باری نماز ادا کریں۔۔۔ پھر عورتوں کو اور اُن کے بعد بچوں کو موقع ملا کہ وہ نماز ادا کر سکیں۔۔۔ مختلف روایتوں میں سے ایک مشہور روایت یہ ہے کہ اس موقع پر یہ کلمات بھی پڑھے گئے

Marfat.com

تھے۔۔۔ جو لکھ دیتا ہوں۔۔۔(واللہ اعلم)۔۔۔اور وہ کلمات یہ ہیں:

إِنَّ اللهَ وَمَلائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا. اللَّهُمَّ رَبِّي وَسَعْدَيْكَ صَلَوَاتُ اللهِ الْبَرِّ الرَّحِيمِ . وَالمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ . وَالنَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ. وَ مَا سَبَّحَ لَكَ مِنْ شَيْءٍ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ. عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ. وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ. وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ. وَ رَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. الشَّاهِدِ الْبَشِيرِ. الدَّاعِي إِلَيْكَ بِإِذْنِكَ . السِّرَاجِ الْمُنِيرِ . وَعَلَيْهِ السَّلَامُ . (الشفاء، امام قاضی عیاض)

تدفین

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کیلئے مشورہ کیا تو سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ نبی وہیں دفن ہوتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اُس کی رُوح قبض کی ہو لہٰذا سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے جس حصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی، اُس جگہ سے بستر ہٹا کر قبر کا انتظام کیا گیا۔ مدینہ منورہ میں اُس وقت قبر کھودنے کے دو ماہر تھے، ایک سیّدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور دوسرے سیّدنا ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ، سیّدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اہلِ مکہ کے دستور کے مطابق صندوقی قبر کھودتے تھے جبکہ سیّدنا حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اہلِ مدینہ کے رواج کے مطابق لحدی قبر تیار کرتے تھے۔۔۔ لہٰذا دونوں کو پیغام بھیج دیا گیا اور فیصلہ یہ ہوا کہ جو پہلے پہنچ گیا وہی قبر کھودے گا۔۔۔ کچھ ہی دیر میں سیّدنا حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ پہنچ گئے۔۔۔ اُنہوں نے لحد والی قبر کھودی۔۔۔ چونکہ زمین میں کسی قدر نمی محسوس ہوتی تھی، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر یا وہ چادر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوڑھا کرتے تھے، حضرت شقران نے لحد میں بچھا دی۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لحدِ مبارک میں سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیّدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ، سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور سیّدنا اَوس بن خولی انصاری رضی اللہ عنہ اُترے۔۔۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ مبارک لحد میں اُتارا۔۔۔

Marfat.com

Marfat.com

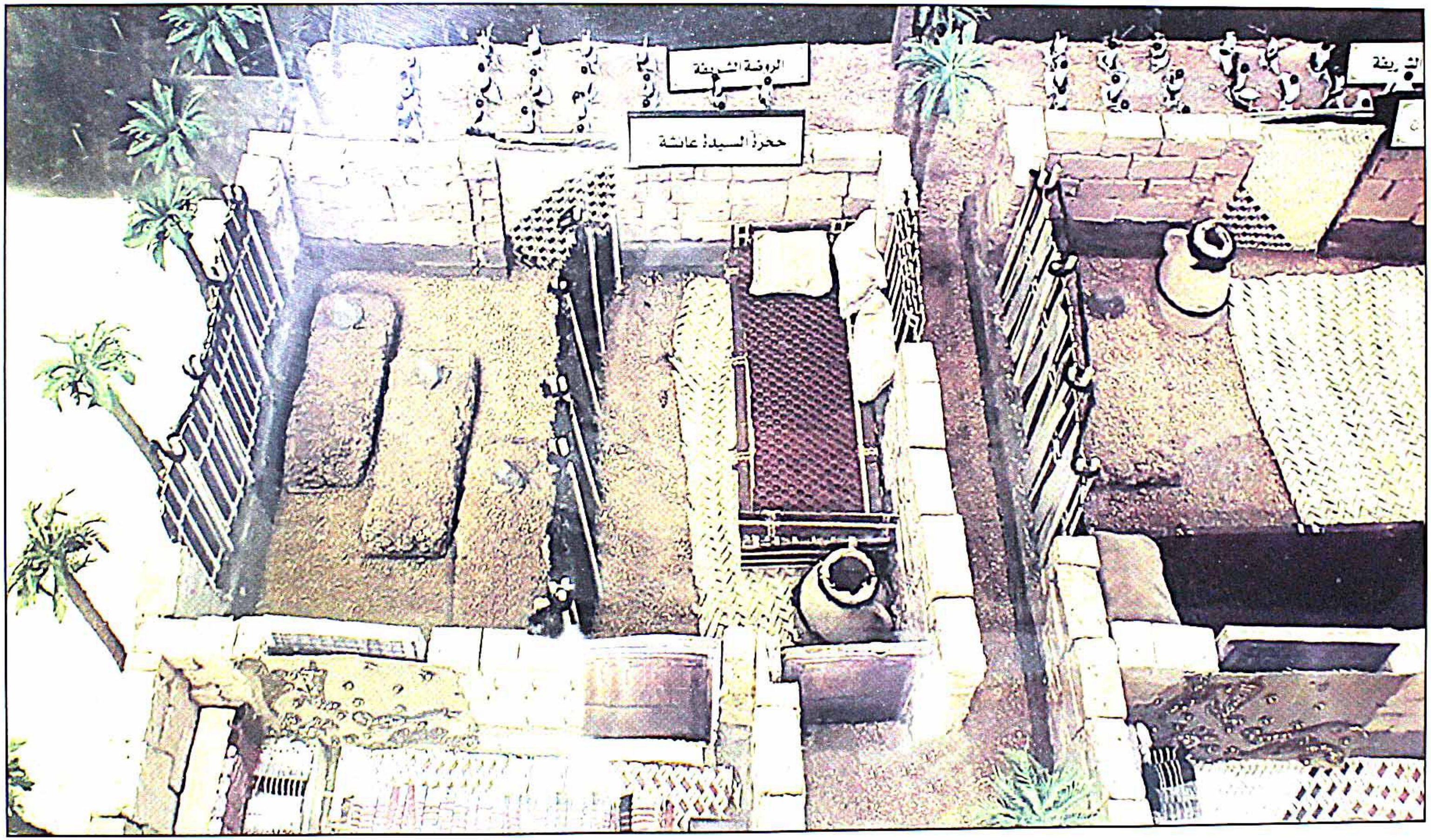

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارک اور وہ حصہ جہاں رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے روضہ اطہر ہیں۔ مدینہ منورہ میوزیم میں موجود ماڈل جس کو بہت تحقیق کے بعد ماہرین نے تیار کیا ہے۔

مسجد نبوی ﷺ کا وہ روح پرور منظر جہاں رحمۃ للعالمین رسول اللہ ﷺ اپنے رفقاء عظیم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ محو استراحت ہیں۔ جالی میں موجود بڑا دائرہ رسول اللہ ﷺ اس کے ساتھ چھوٹا دائرہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور تیسرا دائرہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے روضہ اطہر مبارک کی نشاندہی کے لئے ہے۔

304
Marfat.com

Marfat.com

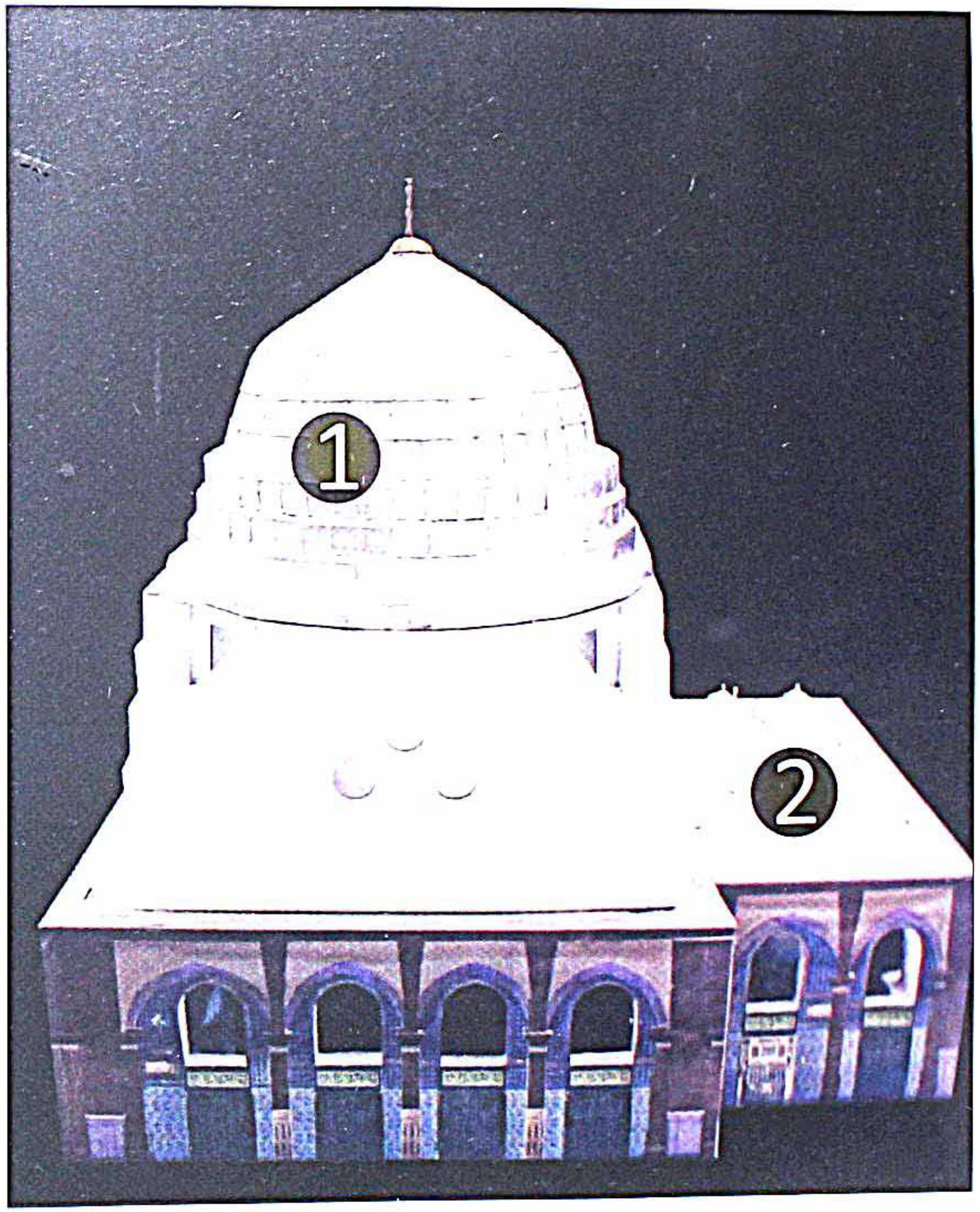

❶ مسجد نبوی ﷺ میں حجرات پر گنبد خضریٰ 886ھ (1481ء) سلطان قیتبائی کے دور میں تعمیر ہوا۔
❷ سیّدہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا حجرہ۔

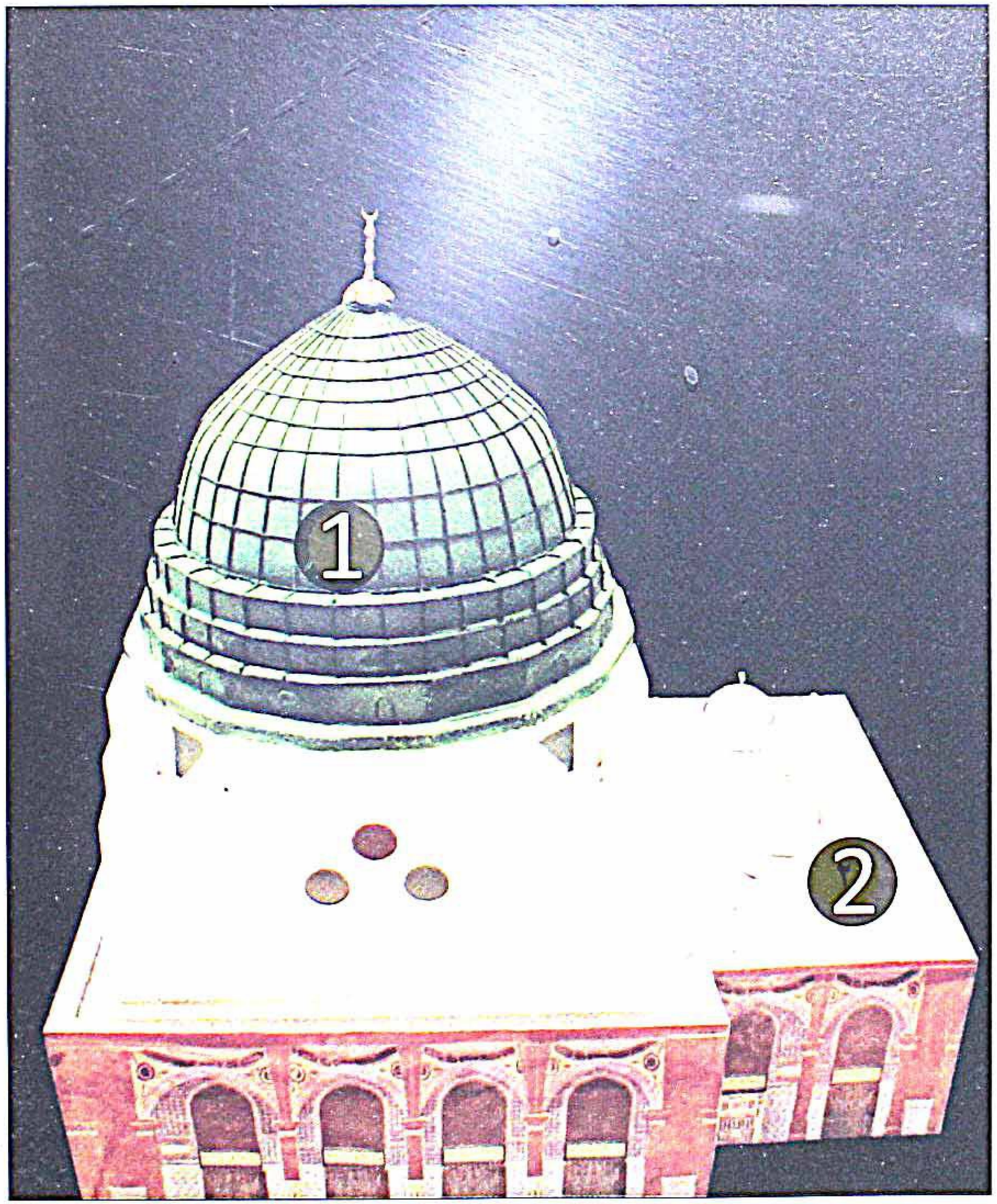

❶ مسجد نبوی ﷺ میں حجرات پر گنبد خضریٰ۔1233ھ (1817ء) سلطان محمود کے دور میں اُس پر پہلی دفعہ سبز رنگ کیا گیا تھا۔ ❷ سیّدہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا حجرہ۔

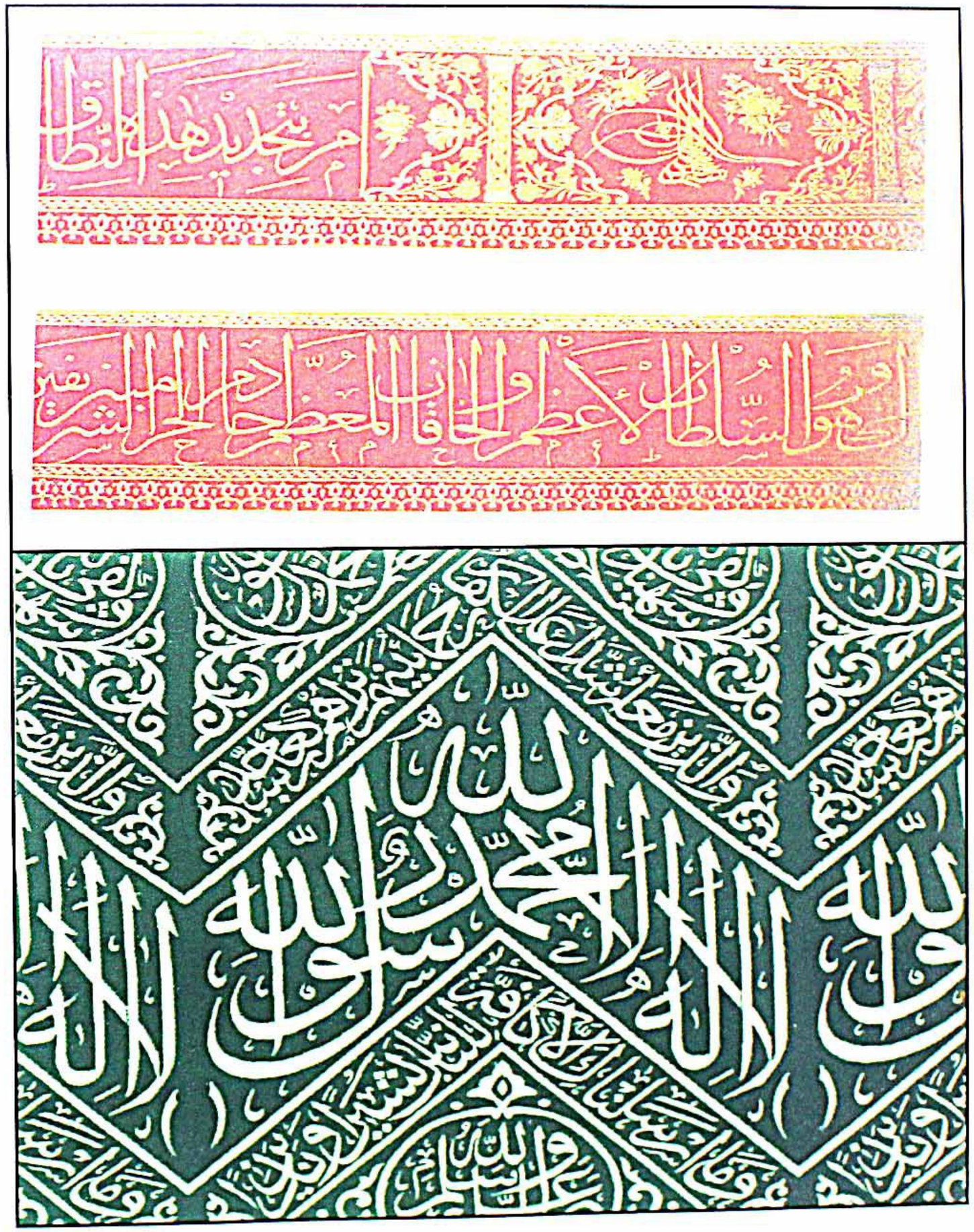

روضہ رسول ﷺ کے اطراف لگائے گئے پردے کی تصویر

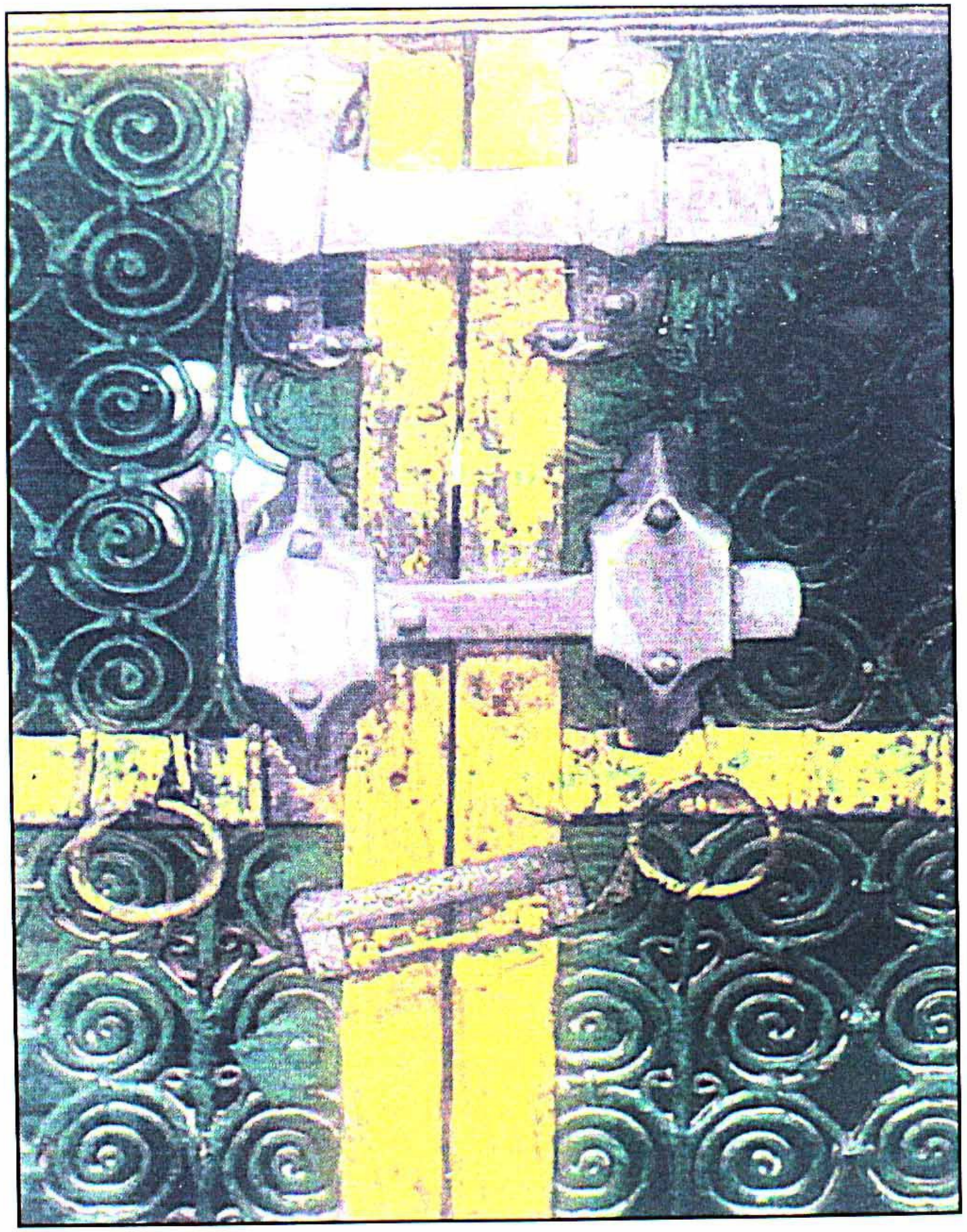

مسجد نبوی ﷺ کا مشرقی حصہ جو سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک کا دروازہ تھا

Marfat.com

ایک قابلِ غور نکتہ

محبوبِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یہودیوں اور نصرانیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ اُنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا"۔ ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "خبردار! میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنالینا"۔
(صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم:1330)

اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ قبرِ مبارک ﷺ حجرے کے اندر ہی بنی۔۔۔ اور حجرے میں چند افراد سے زیادہ کی گنجائش نہیں تھی۔۔۔ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تقریباً 46 برس، 5 مہینے اور 17 روز حیات رہیں اور چونکہ یہ حُجرہ آپ رضی اللہ عنہا کی ملکیت تھا اور آپ رضی اللہ عنہا حجرے کے ایک کمرے میں خود رہتی تھیں، اس لئے تمام عرصے اُن کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اندر نہیں آسکتا تھا۔۔۔ باہر سے ہی لوگ دُرود و سلام پیش کرتے۔۔۔ دعائیں مانگتے۔۔۔ عرض پیش کرتے۔۔۔ اور چلے جاتے تھے۔۔۔ اب مدینہ منورہ کی شان تاقیامت آسمانوں کی بلندی پر پہنچ گئی ہے۔۔۔ الہامی کتابوں میں کی جانے والی ہزاروں برس کی پیشین گوئیاں پوری ہوتی گئیں۔۔۔ اور آج رسول آخر الزماں خاتم النبیین ﷺ کا "دار الہجرت" روزِ محشر تک کیلئے آباد و جگمگا رہا ہے۔۔۔

قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے ہجرتِ حبشہ کے دوران وہاں "ماریر" نام کا گرجا دیکھا تھا جو غالباً سیّدہ حضرت مریم علیہا السلام کے نام پر تھا، اُنہوں نے ایک مرتبہ اس گرجے کی خوبصورتی، تصاویر اور نقش و نگار کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

"ان لوگوں میں کوئی مردِ صالح ہوتا تو اُس کی قبر کو عبادت گاہ بنالیتے ہیں اور تصویروں کا انتظام کرتے ہیں، ایسے لوگ خدا کے نزدیک بدترین خلائق ہیں"۔ (صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، رقم:427)

Marfat.com

اسی طرح خطبۂ پنج شنبہ میں ارشاد فرمایا:

"جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ انبیاء و صالحین کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیتے تھے، خبر دار! تم قبروں کو عبادت گاہ نہ بنانا، میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں"۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، رقم:532)

آپ ﷺ نے اپنے مرضِ وفات میں یہ کلمہ غالباً کئی مرتبہ دُہرایا:

"خدا یہود اور نصاریٰ کو غارت کرے کہ اُنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا"۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم:1390)

Marfat.com

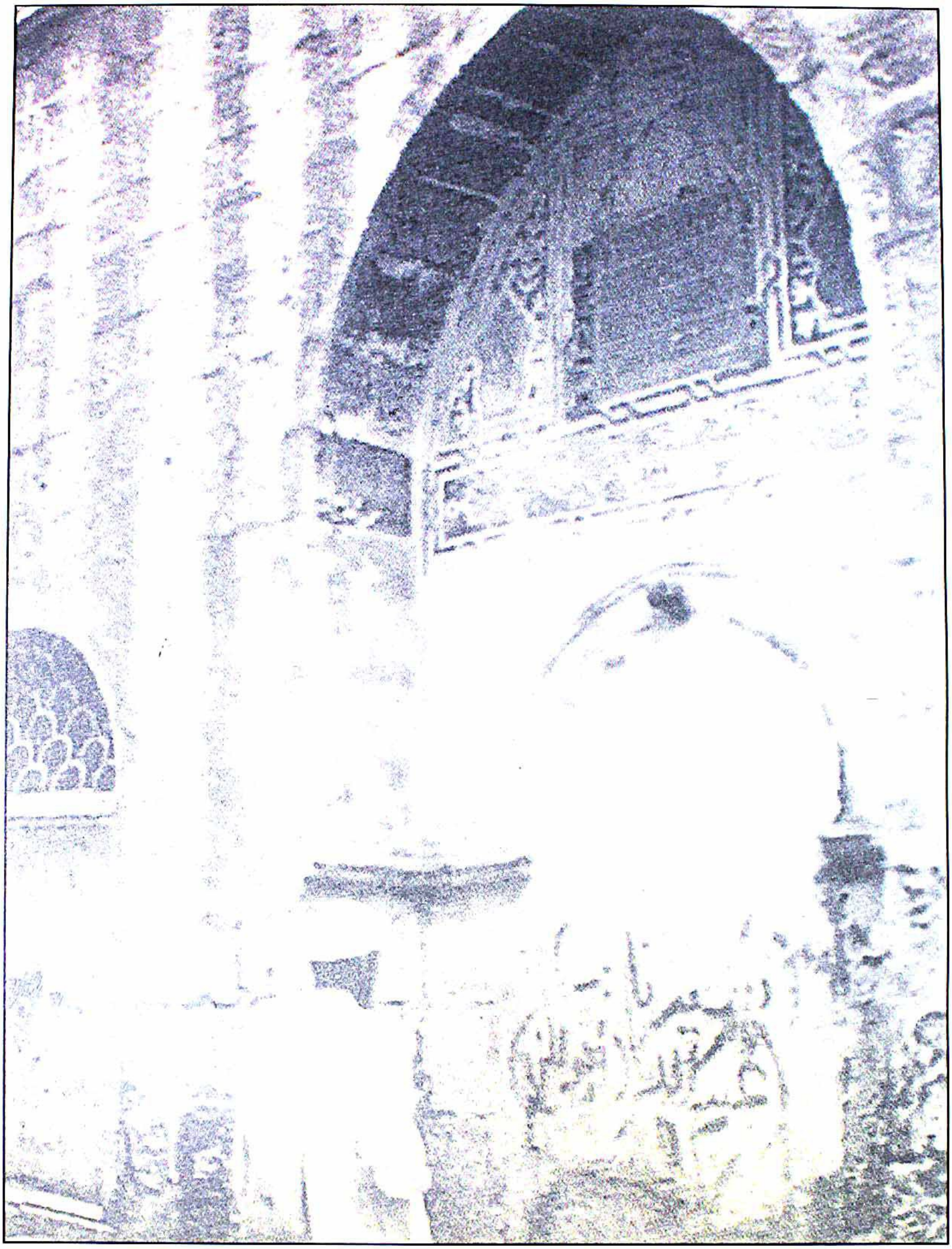

(مسجد دار النابغہ، مسجد بنی عدی رضی اللہ عنہ)

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب مدینہ منورہ میں بنی عدی بن النجار کے گھر دار النابغہ میں مدفون ہیں۔

Marfat.com

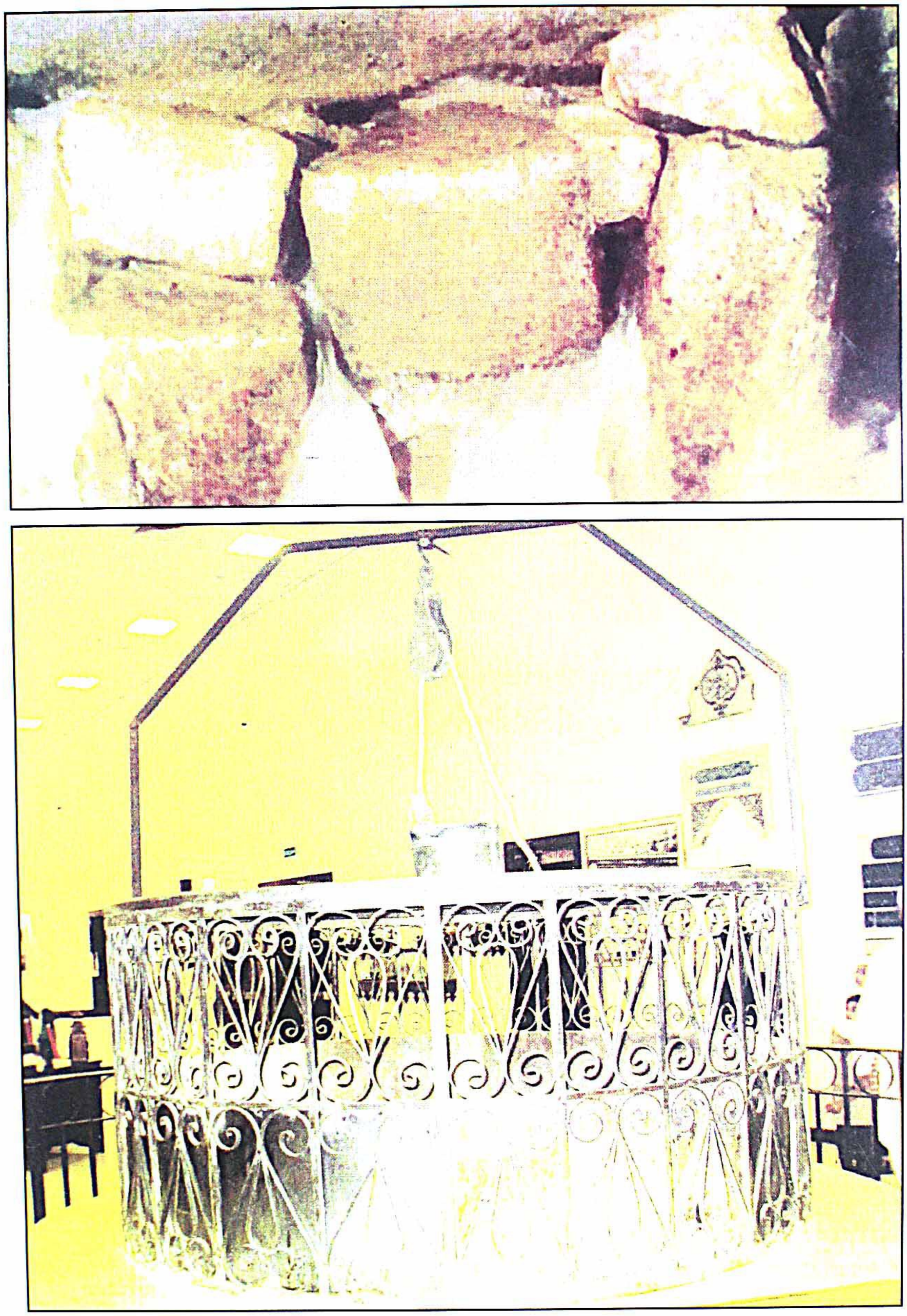

آبِ زم زم کا تاریخی کنواں (مکہ مکرمہ)

Marfat.com

حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا خاندان

سیّدنا حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب (والدِ ماجد)

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والد سیّدنا حضرت عبد اللہ کے بارے میں پڑھنے سے قبل چند جملے دُہرا رہا ہوں تا کہ مضمون کا سیاق وسباق آپ کو ذہن نشین ہو جائے۔۔۔ آپ اپنے والد حضرت عبد المطلب کے لاڈلے تھے۔ حضرت محمد مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دادا حضرت عبد المطلب نے زم زم کا کنواں کھودنے کے دوران مَنّت مانگی کہ اگر خدا اُنہیں دس فرزند عطا فرمائے اور وہ اس کنوئیں کو تلاش کر کے کھودنے میں کامیاب ہو گئے تو وہ ایک کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کریں گے۔۔۔ یہاں میں آپ کو اس واقعے اور زم زم کے کنوئیں کے حوالے سے ذرا پسِ منظر میں لے جا رہا ہوں۔۔۔ غور سے پڑھیئے۔۔۔

اس مَنّت کی اصل وجہ یہ تھی کہ حضرت عبد المطلب زم زم کا کنواں کھودنا چاہتے تھے کیونکہ قبیلۂ جرہم کے عمرو بن حارث اور اُس کی قوم نے جب مکہ مکرمہ میں فسادات برپا کئے اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر ایسوں کو مسلط کر دیا جنہوں نے اُنہیں مکہ مکرمہ سے باہر نکال دیا تو عمرو نے حرم کے زیورات اور دیگر بہت ساری چیزیں زم زم کے کنوئیں میں ڈال کر کنوئیں کا نشان ہی ختم کر دیا (یہاں تک کہ اہلِ مکہ بھول ہی گئے کہ یہاں زم زم نامی کوئی کنواں بھی تھا) اور اپنی قوم کو لے کر یمن کی طرف فرار ہو گیا تو اس وقت سے یہ کنواں پوشیدہ تھا تا آنکہ حضرت عبد المطلب کے خواب میں اس کنوئیں کے مقام کی نشاندہی کی گئی اور اُنہوں نے کھدائی شروع کی لیکن قریش آڑے آ گئے اور

Marfat.com

کنواں کھودنے سے منع کر دیا، یہی نہیں بلکہ اُنہیں شدید طعنوں سے ایذاء بھی پہنچائی۔ اس کھدائی کے وقت اُن کے ہمراہ صرف اُن کے بیٹے حارث تھے، اور کوئی نہ تھا تو اُنہوں نے مَنّت مانی کہ اگر میرے دس بیٹے ہوئے تو میں شکرانے کے طور پر اُن میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کروں گا۔۔۔ اس کے بعد اُن کے مزید بیٹے پیدا ہوئے۔۔۔ اُنہیں اپنی منت پوری کرنے کا خیال آیا۔۔۔ تو قرعہ ڈالا گیا۔۔۔ قرعہ سیّدنا حضرت عبد اللہ کے نام نکلا۔۔۔ آپ نے اپنے والد کی خوشنودی اور رضائے الٰہی کیلئے قربان ہونا منظور کر لیا۔۔۔ لیکن سیّدنا حضرت ابو طالب اور خاندان کے دیگر افراد سیّدنا حضرت عبد اللہ کو قربان کرنے کے حق میں نہ تھے، قریش کے اور لوگوں نے بھی اس کی مخالفت کی۔ وہ چاہتے تھے کہ آپ کے بدلے کسی اور کو قبول کر لیا جائے۔۔۔ بات چیت ہوتی رہی اور فیصلہ ہوا کہ فلاں کاہن جو کہے اُس کے مطابق عمل کیا جائے۔۔۔ مختصراً 100 اونٹوں کے بدلے سیّدنا حضرت عبد اللہ کی جان بچ گئی۔۔۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عبد المطلب کی نذر بھی پوری کر دی اور سیّدنا حضرت عبد اللہ کی جان بھی بچالی۔۔۔ اس میں شک نہیں کہ انسانی قربانی ایک وحشیانہ رسم ہے لیکن یہ رسم اُس زمانے تک پوری دنیا میں رائج تھی۔۔۔ اس واقعے سے پیشتر عرب میں انسانی دیت (خون بہا) کیلئے 10 اونٹ مقرر تھے۔۔۔ لیکن اس واقعے کے بعد سے دیت 100 اونٹ مقرر ہوئی۔۔۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انسان کی قدر و قیمت بڑھ گئی۔۔۔ اور یہ واقعہ بنی نوع انسان کیلئے برکت کا موجب بن گیا۔۔۔

سیّدنا حضرت عبد اللہ کا نکاح سیّدہ حضرت آمنہ سے ہوا۔۔۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دادا حضرت عبد المطلب جب کبھی یمن جاتے تو وہاں کے بڑے بڑے سرداروں کے ہاں قیام فرماتے، ایک مرتبہ یمن تشریف لے گئے تو وہاں ایک شخص جس نے سابقہ آسمانی کتابیں پڑھی تھیں، اُس نے کہا: اگر اجازت دیں تو آپ کے تجارتی معاملات کے بارے میں حساب لگاؤں، اُنہوں نے فرمایا: ہاں اجازت ہے، جب اُس نے دیکھا تو کہنے لگا: میں نے نبوت و بادشاہت کو دیکھا ہے اور یہ دو "منافوں" کے درمیان ہے یعنی عبد مناف ابنِ قصی اور عبد مناف ابنِ زہرہ لہٰذا جب حضرت عبد المطلب مکہ مکرمہ لوٹے تو اپنے بیٹے سیّدنا حضرت عبد اللہ کو یثرب لے آئے اور آپ کا نکاح سیّدہ حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ سے کر دیا، اس طرح ان کی شادی ہو گئی۔۔۔

Marfat.com

کچھ عرصے بعد سیّدنا حضرت عبد اللہ ملکِ شام تجارت کیلئے گئے اور واپسی میں مدینے ٹھہرے تاکہ اپنے والد کے حکم کے موافق وہاں کھجوروں کا سودا کریں، اسی اثناء میں آپ بیمار ہو گئے اور بیماری کی حالت میں وہیں انتقال فرمایا اور وہیں آپ کی تدفین کر دی گئی۔ وصال کے وقت آپ کی عمر صرف 25 برس تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دادا حضرت عبد المطلب نے اپنے بیٹے سیّدنا حضرت عبد اللہ کو قریشی تاجروں کے ہمراہ شام کے شہر "غزۃ" میں غلہ خریدنے کیلئے بھیجا، وہاں سے لوٹتے وقت آپ بیمار ہو گئے لہٰذا راستے میں مدینہ منورہ میں اپنے والد کے ننھیال بنی عدی ابن نجار میں ہی ایک ماہ قیام فرمایا اور پھر وہیں انتقال فرما گئے۔ (سیرتِ نبویہ ابنِ کثیر)

حضرت ابنِ شہاب نے روایت کیا ہے کہ سیّدنا حضرت عبد اللہ کو یثرب میں کھجوریں خریدنے کیلئے بھیجا تھا اور وہیں آپ کا انتقال ہو گیا اور آپ کو "دار النابغہ" میں دفن کیا گیا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد)

سیّدہ حضرت آمنہ بنت وہب (والدۂ ماجدہ)

نبی کریم ﷺ کی والدۂ ماجدہ کا نام "آمنہ" تھا۔ آپ کے والد "بنو زہرہ" کے سردار اور قریش میں محترم تھے۔ سیّدہ حضرت آمنہ نے اپنے چچا وُہیب کے زیرِ سایہ پرورش پائی، وُہیب بھی اپنے بھائی کی طرح اپنی قوم میں ممتاز و محترم مقام کے حامل تھے۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے سیّدہ حضرت آمنہ کو اُس وقت ایسا نور و جمال اور وقار و کمال عطا فرمایا تھا کہ آپ اپنی قوم میں "سیّدہ" کے لقب سے پکاری جاتی تھیں۔ سیّدہ حضرت آمنہ کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی والدہ بننے کی سعادت نصیب فرمائی۔ جب آپ ﷺ کی عمرِ مبارک چھ برس کے قریب ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ سیّدہ حضرت آمنہ نے یثرب جانے کا ارادہ کیا تاکہ ننھیال سے آپ ﷺ کی ملاقات کرائیں اور اپنے شوہر نامدار سیّدنا حضرت عبد اللہ کی قبر کی زیارت کریں۔ آپ کے ہمراہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا بطور خادمہ شریکِ سفر ہوئیں اور یثرب میں

Marfat.com

آپ کا قیام ایک ماہ تک رہا۔ یثرب سے واپسی کے دوران مضافاتِ مدینہ میں "ابواء" کے مقام پر سیّدہ حضرت آمنہ نے وفات پائی اور اسی مقام پر آپ کی تدفین ہوئی۔۔۔ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا اس دُرِّ یتیم محمد ﷺ کو لے کر روتے ہوئے مکہ مکرمہ آئیں اور آپ ﷺ کو حضرت عبد المطلب کے سپرد کر دیا۔

والدہ کی قبرِ مبارک کی زیارت

یہ ایک واقعہ تھا جو بچپنے سے میرے ذہن پر طاری رہا۔۔۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ سے اپنی والدۂ محترمہ سیّدہ حضرت آمنہ کی قبر کی زیارت کیلئے جانے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ کو اجازت تو مل گئی لیکن تاکید فرمائی گئی کہ آپ ﷺ اپنی والدہ کیلئے دعائے مغفرت نہیں کیجئے گا۔۔۔ میں اس معاملے میں حیران ہوتا تھا۔۔۔ بہت سے علماء اور دینی دانشوروں کے سامنے یہ سوال رکھا۔۔۔ لیکن کسی سے ایسا جواب نہ ملا کہ دل کی تشنگی دور ہوتی۔۔۔ اِدھر اُدھر کی باتیں بتا کر بات ختم کر دی جاتی تھی۔۔۔

ایک دفعہ میں نے طے کر لیا کہ خود "ابواء" جاؤں گا جہاں آپ ﷺ کی والدہ مدفون ہیں لہٰذا مدینہ منورہ سے واپسی کے دوران پوچھتے پوچھتے میں "ابواء" پہنچ ہی گیا۔۔۔ قریب ہی ایک میدان میں بچے کھیل رہے تھے۔۔۔ گاڑی میں بیٹھے بیٹھے میں نے اُن بچوں سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کی والدہ کی قبر کہاں ہے۔۔۔؟ ابھی بات پوری کی ہی تھی کہ بچوں نے ایک پہاڑی کی طرف اشارہ کیا۔۔۔ پھر وہ بچے کہنے لگے: چلو ہم لے چلتے ہیں۔۔۔ اور گاڑی میں چڑھ گئے۔۔۔ میں نے گاڑی بڑھائی۔۔۔ کافی اونچائی کے بعد جب میں پہنچا تو وہاں ایک قبر کے آثار ملے۔۔۔ میں خوشی و عقیدت کے جذبات سے قبرِ مبارک کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔ زیارت کی۔۔۔ دُرود شریف پڑھا۔۔۔ لیکن میرے بچپنے کا سوال میرے ذہن میں تر و تازہ تھا۔۔۔ یہی سوچتے ہوئے نیچے اُترا۔۔۔ اب کیا ہوا۔۔۔ جیسے ہی میری گاڑی کچی پکی سڑک سے ہائی وے پر چڑھی تو مجھے جھٹکا لگا۔۔۔ اب کیا بتاؤں۔۔۔! جھٹکا کیا تھا۔۔۔! ذہن روشن ہو گیا۔۔۔!

Marfat.com

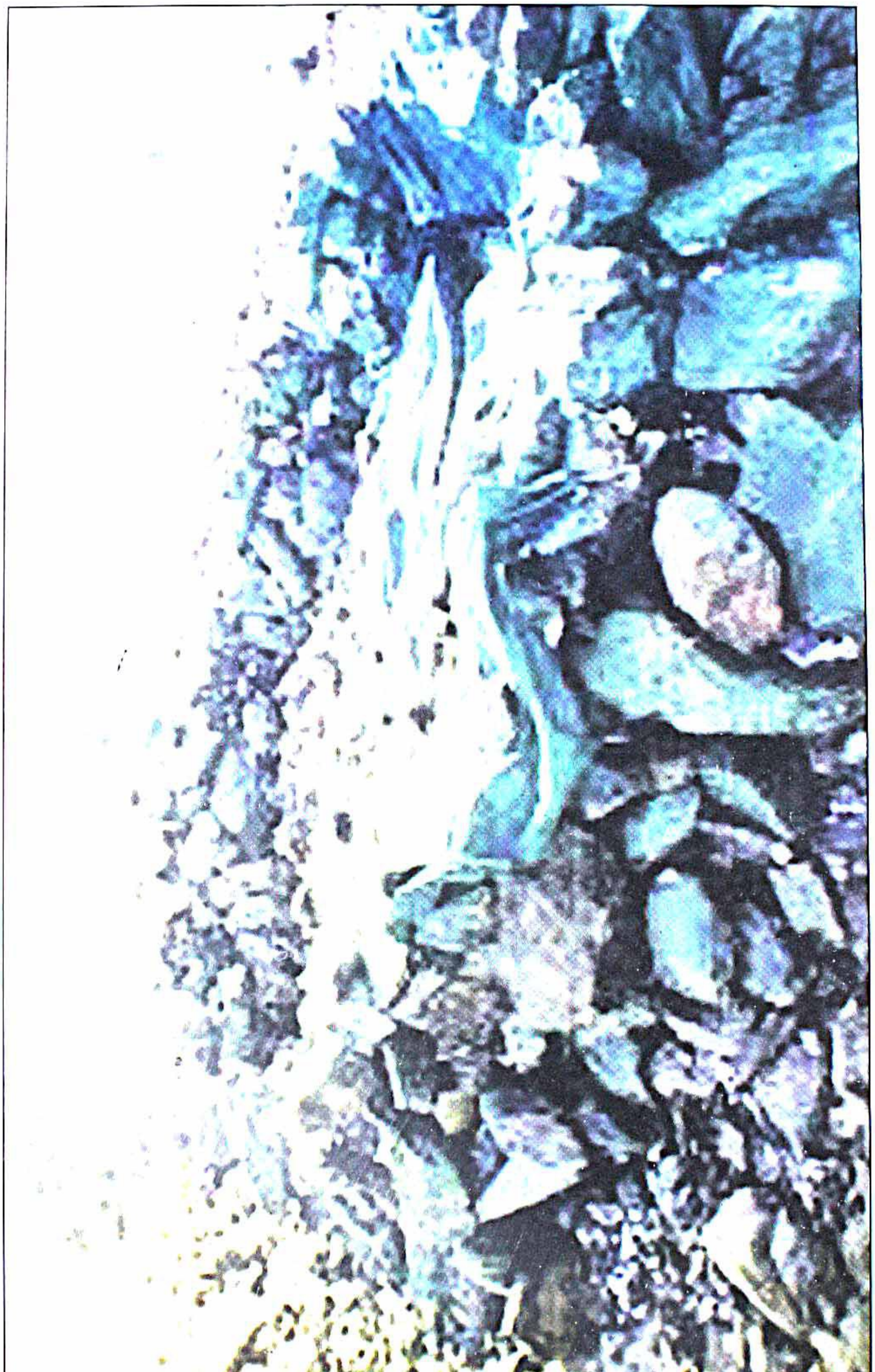

حضور علیہ صلی اللہ کی والدہ ماجدہ سیّدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک (مقام ابواء)

Marfat.com

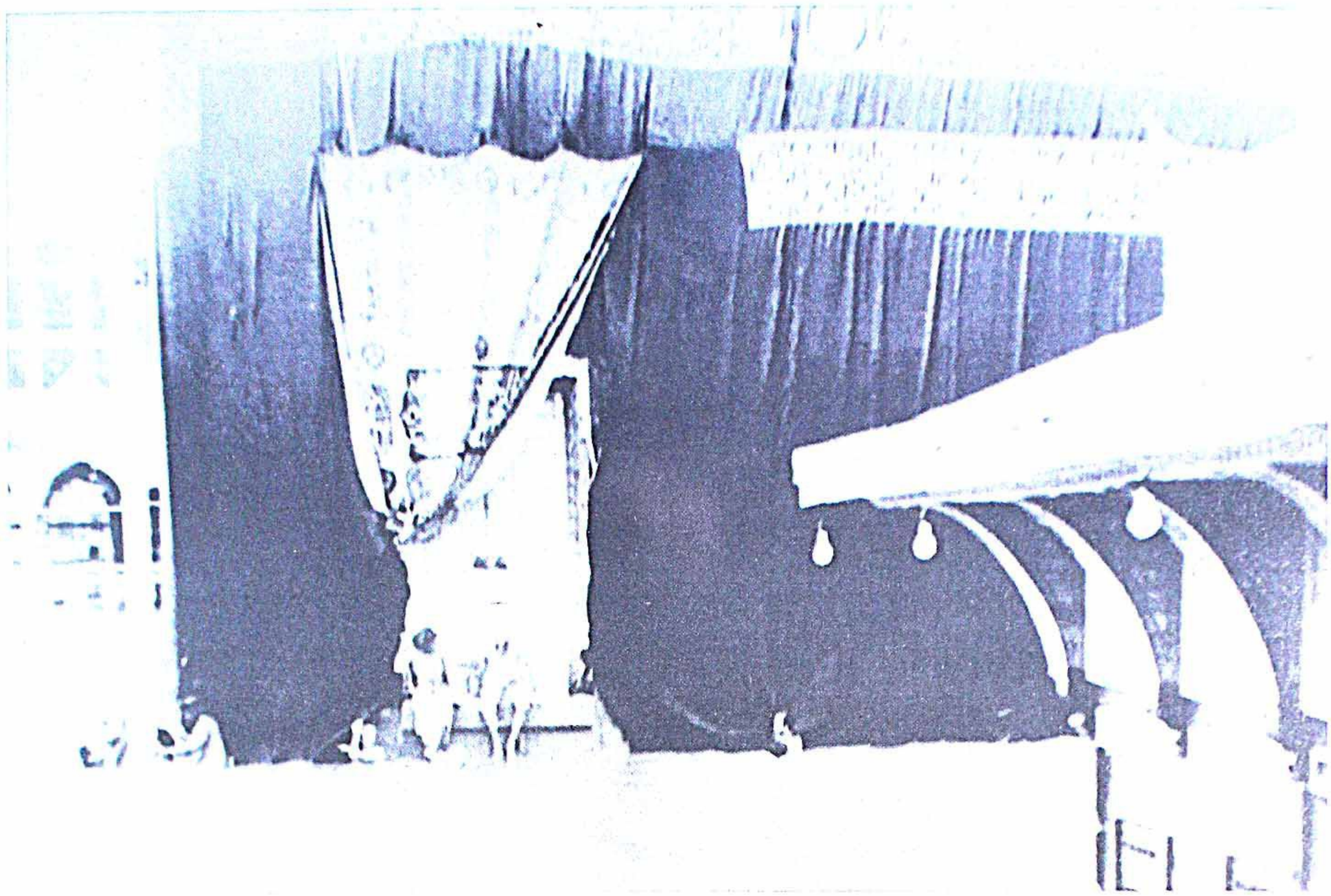

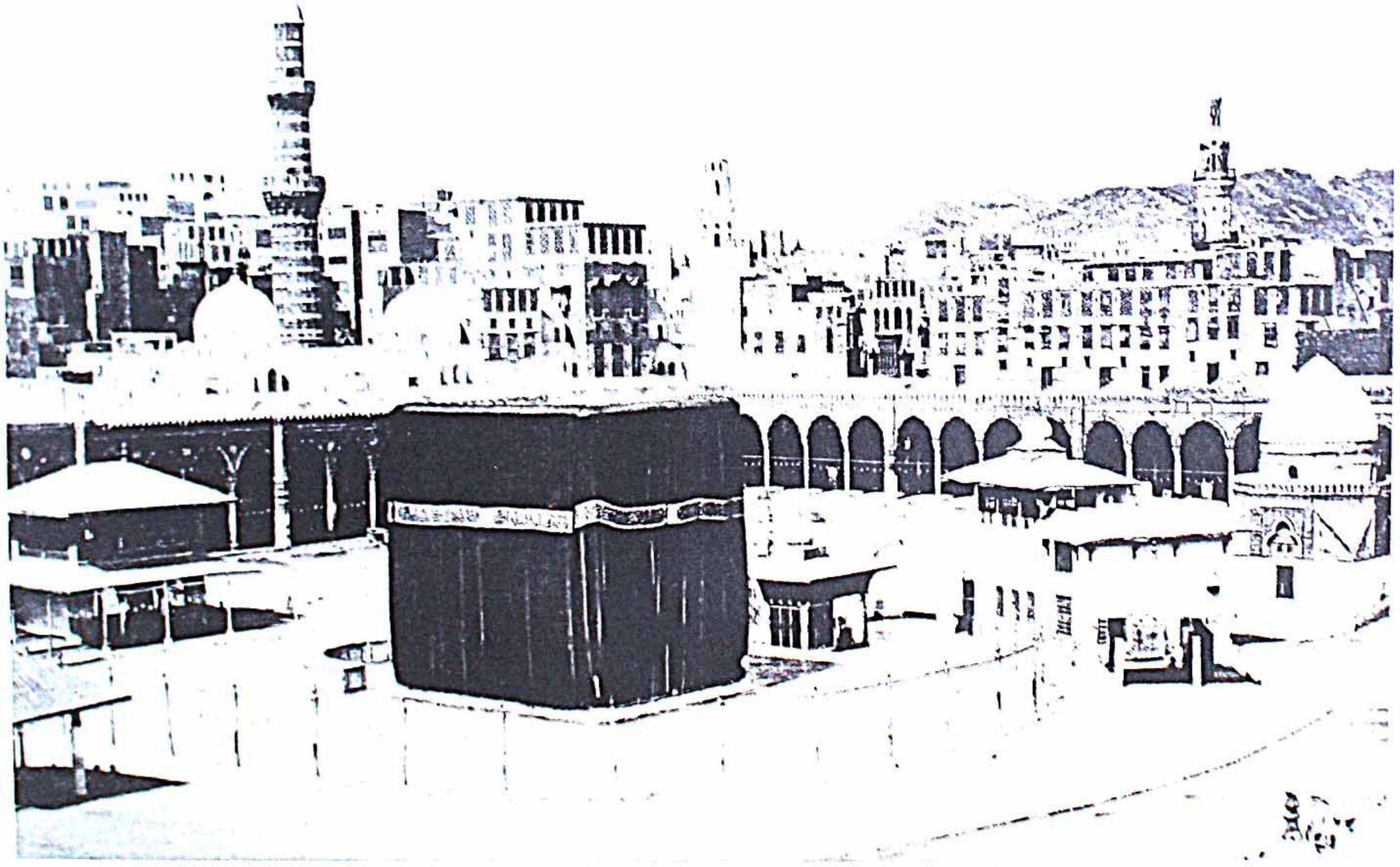

خانۂ کعبہ کی تاریخی تصاویر

Marfat.com

میری اُلجھنوں کا حل سامنے آگیا۔۔۔ میرے سوالوں کا جواب مل گیا۔۔۔ وہ سوال جس کیلئے نجانے میں نے کتنوں سے تشفی بخش جواب مانگا تھا۔۔۔ آج قدرت نے مجھے وہ بن مانگے ہی سمجھا دیا۔۔۔ اور میرے سوال کا جواب جھلملاتا ہوا میرے سامنے آگیا۔۔۔

روزِ محشر ہر قوم اور اُمت اپنے اپنے انبیاء اور رسولوں کے درمیان ہو گی۔۔۔ ہر نبی اور رسول اپنی اُمت کا ذمہ دار ہو گا۔۔۔ ہر نبی اور رسول سے اُس کی اُمت کی بابت سوال جواب ہوں گے۔۔۔ چونکہ آپ ﷺ جب آخری نبی اور رسول کی حیثیت سے مبعوث ہوئے تو اُس وقت آپ ﷺ کے والد سیّدنا حضرت عبد اللہ اور والدہ سیّدہ حضرت آمنہ اس دنیائے فانی سے رخصت ہو چکے تھے۔۔۔ یہی وہ عظیم المرتبت ہستیاں تھیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ کے سب سے محبوب ترین رسول ﷺ نے پیدا ہونا تھا۔۔۔ آپ ﷺ کے والدین دینِ ابراہیمی پر تھے۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے مقرب تھے۔۔۔ لیکن اُمتی تو وہ سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہوئے۔۔۔ لہٰذا آپ ﷺ کو بحیثیتِ اولاد اپنی والدہ کی قبرِ اطہر کی زیارت کی اجازت تو دی گئی۔۔۔ لیکن چونکہ وہ آپ ﷺ کی اُمتی نہیں تھیں لہٰذا دعائے مغفرت سے روک دیا گیا۔۔۔

دیکھا آپ نے۔۔۔! یہ ہے اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا نظام۔۔۔ کہیں بھی اُس کا نظم ٹوٹ رہا ہے۔۔۔؟ نہیں، ہرگز نہیں۔۔۔ مکمل اور بے داغ۔۔۔ نبی کریم ﷺ اپنی والدۂ ماجدہ کی قبرِ اطہر کے پاس بہت روئے۔۔۔ اللہ اکبر۔۔۔! سرکارِ دو جہاں ﷺ کے آنسو جب قبرِ اطہر پر گر رہے ہوں گے۔۔۔ تو اُس وقت عرش کا کیا حال ہو گا۔۔۔! اور ماں کی ممتا کس کیفیت میں ہو گی۔۔۔! یہ عظیم بیٹا ﷺ جانے اور اُن کی عظیم ماں۔۔۔!

Marfat.com

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

1۔ اُم المؤمنین سیّدہ حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا:

نبی کریم ﷺ نے پہلا نکاح سیّدہ حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا سے 15 قبلِ نبوت فرمایا تھا۔ اُم المؤمنین سیّدہ حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کا سلسلۂ نسب "قُصی" تک پہنچ کر حضورِ اکرم ﷺ سے مل جاتا ہے۔ سیّدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا زمانۂ جاہلیت میں بھی اپنی پاکیزگی کے باعث "طاہرہ" کہلاتی تھیں نیز آپ رضی اللہ عنہا تجارت کے پیشے سے منسلک تھیں اور اپنا مال لوگوں کے ذریعے دوسرے ممالک میں فروخت کیلئے بھیجا کرتی تھیں، اسی لئے آپ رضی اللہ عنہا کا تجارتی سرمایہ اور حلقہ بہت وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ بھی پہلے پہل آپ رضی اللہ عنہا نے مالِ تجارت ہی بھجوایا تھا اور بعد ازاں اپنے غلام میسرہ سے راستے بھر کی تفصیلات اور تجارت میں دیانتداری کے واقعات سن کر متاثر ہوئیں تو آپ ﷺ کو خود نکاح کا پیغام بھجوایا جس کے بعد خاندان کے بڑے جمع ہوئے، سیّدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بن اسد نے نکاح پڑھایا اور مہر چھ اونٹ مقرر ہوئے، یوں شادی کی تقریب مکمل ہوئی۔ اُس وقت آپ ﷺ کی عمرِ مبارک 25 برس جبکہ سیّدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کی عمرِ مبارک 40 برس تھی۔

حضور ﷺ نے سیّدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کا شمار دنیا و آخرت کی چار برگزیدہ عورتوں میں فرمایا۔ اُم المؤمنین سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ سیّدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی:

Marfat.com

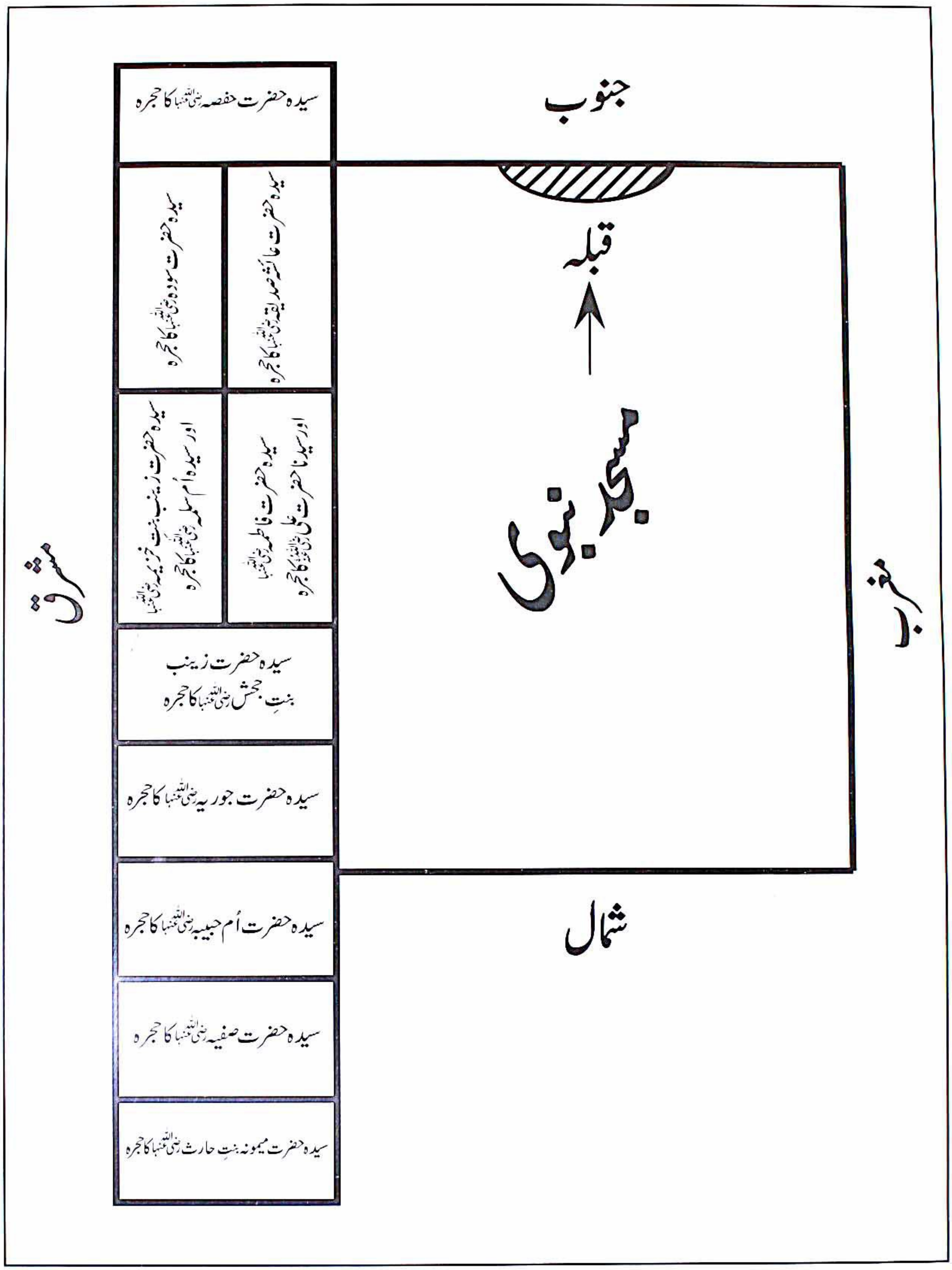

مسجد نبوی ﷺ سے متصل ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرات کا نقشہ

Marfat.com

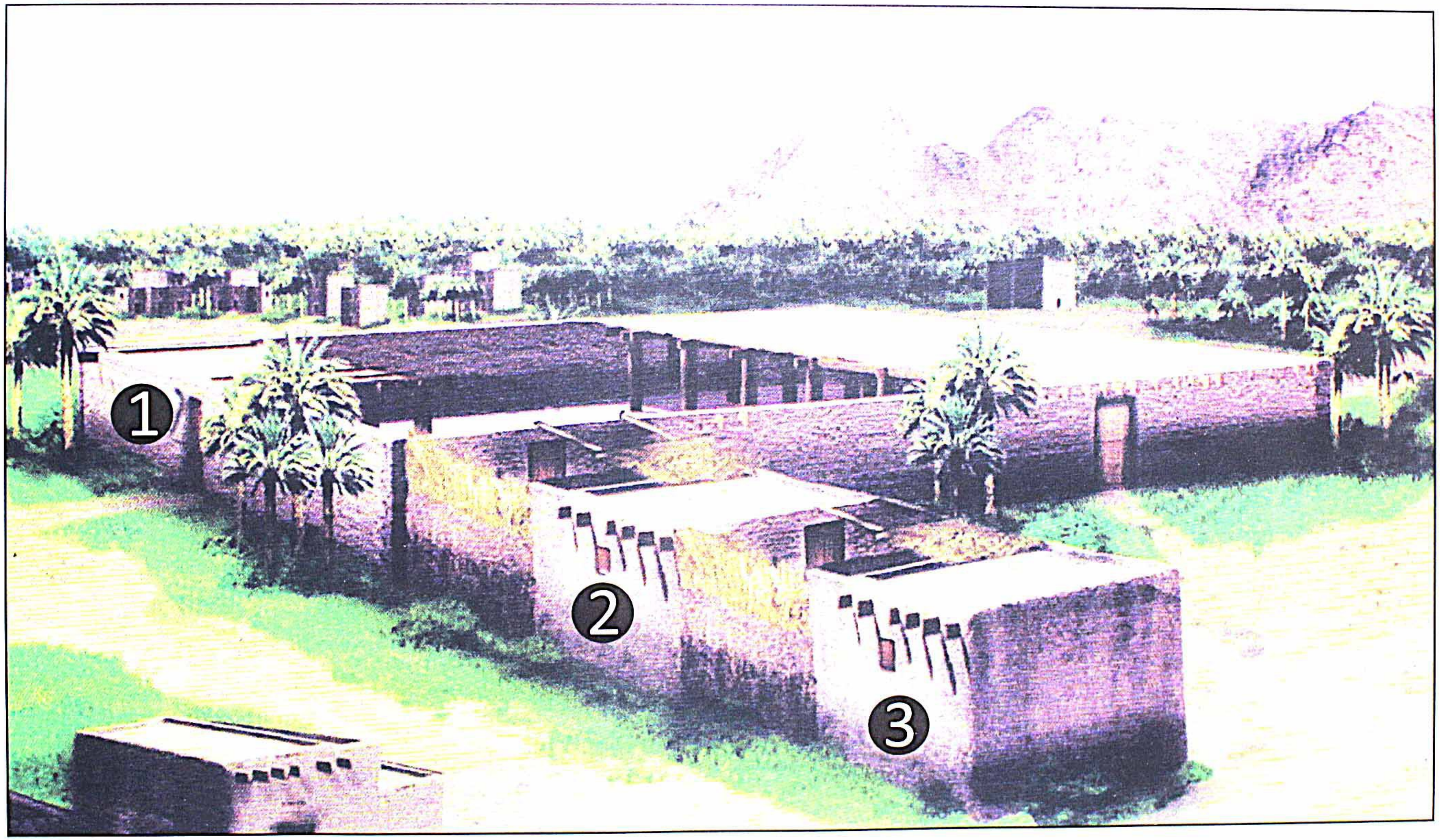

مسجد نبوی ﷺ اور اس کے ساتھ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے حجرے

❶ مسجد نبوی ﷺ ❷ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ ❸ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ

Marfat.com

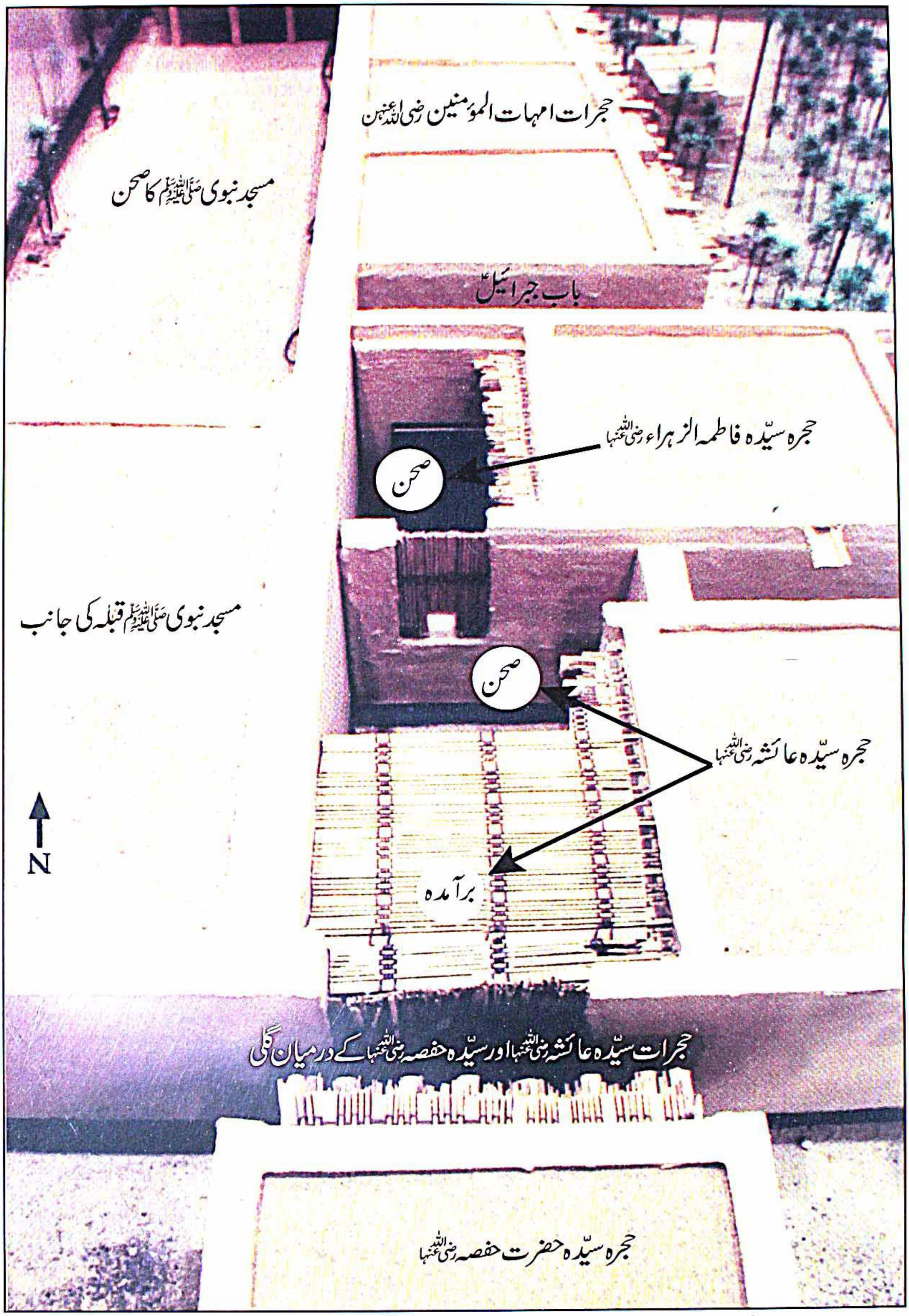
حجرات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن
باب جبرائیلؑ
مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحن
حجرہ سیّدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا
صحن
مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی جانب
صحن
حجرہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
N
برآمدہ
حجرات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے درمیان گلی
حجرہ سیّدہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

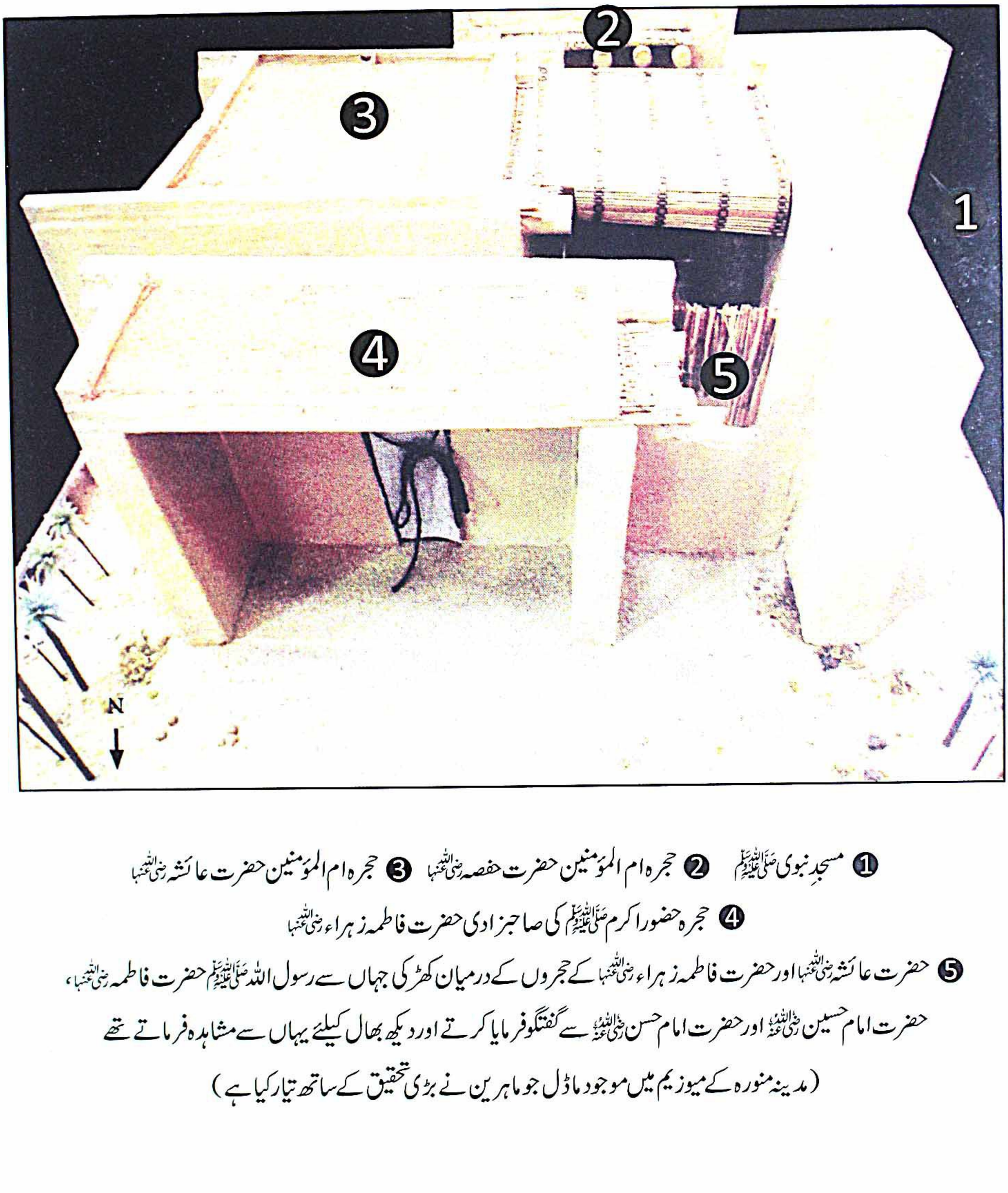

❶ مسجدِ نبوی ﷺ ❷ حجرہ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ❸ حجرہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

❹ حجرہ حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا

❺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے حجروں کے درمیان کھڑکی جہاں سے رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے گفتگو فرمایا کرتے اور دیکھ بھال کیلئے یہاں سے مشاہدہ فرماتے تھے

(مدینہ منورہ کے میوزیم میں موجود ماڈل جو ماہرین نے بڑی تحقیق کے ساتھ تیار کیا ہے)

Marfat.com

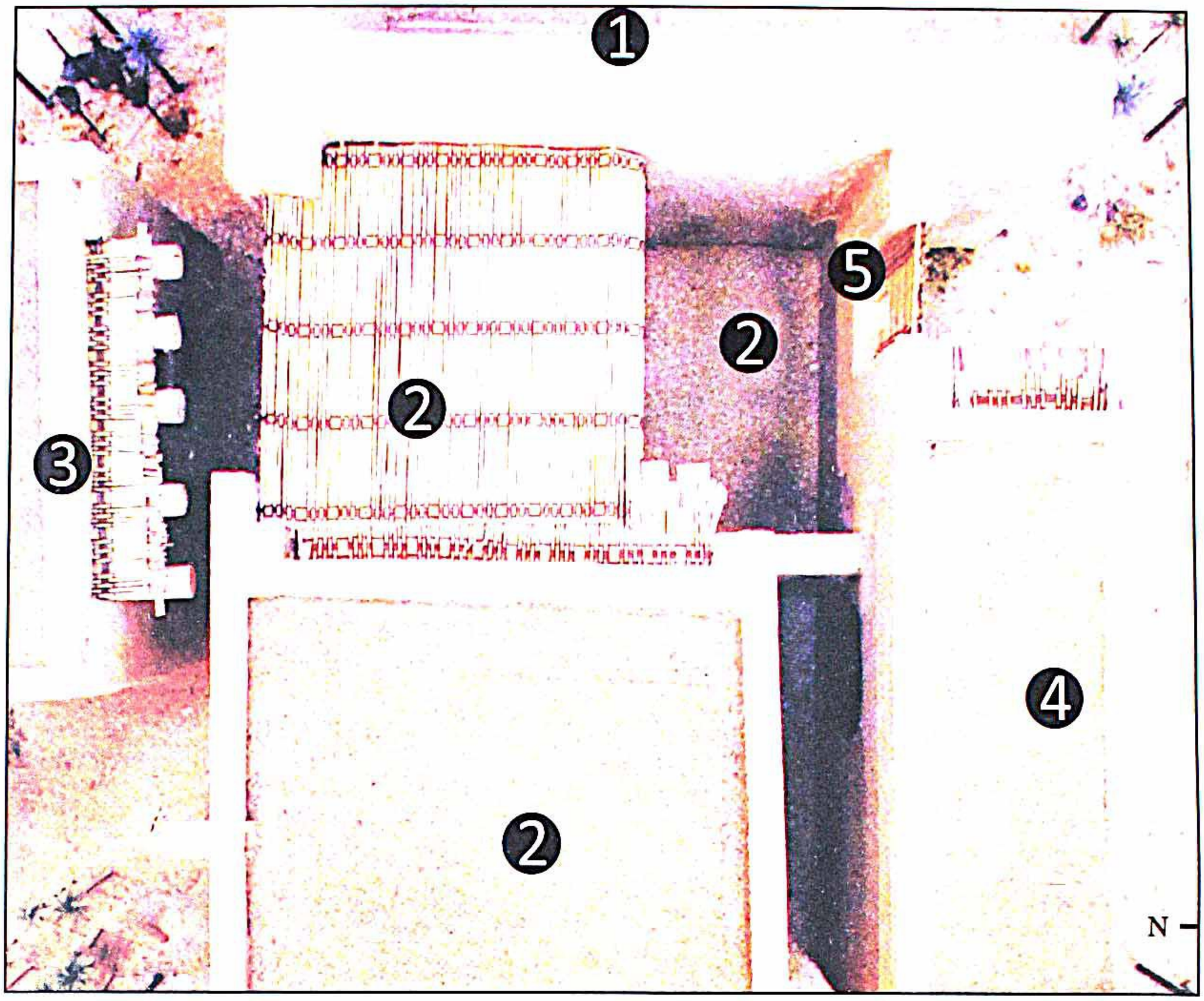

❶ مسجدِ نبوی ﷺ کا صحن ❷ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ ❸ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا حصہ
❹ سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا حصہ ❺ حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حجرہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کھڑکی

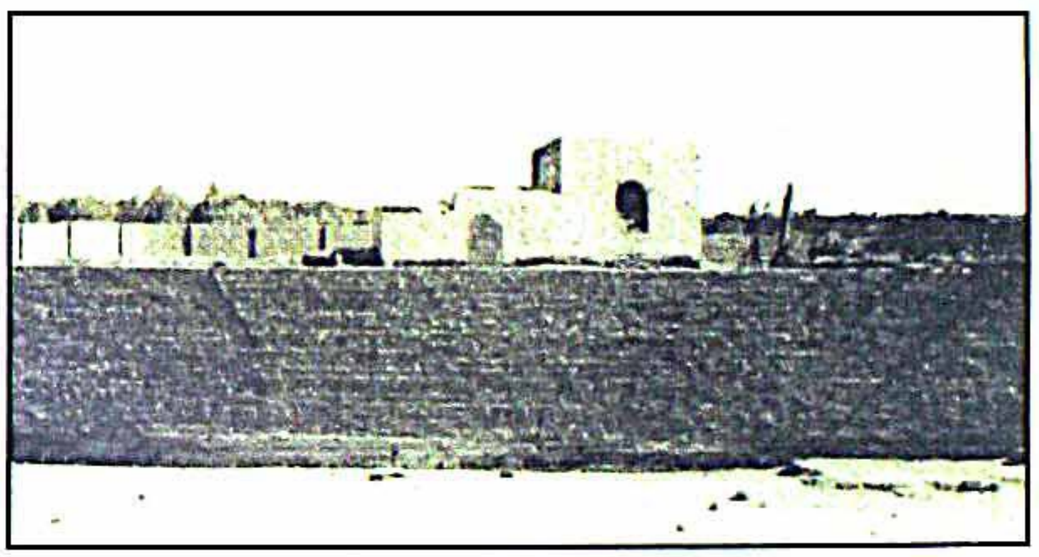

حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ اُم المؤمنین ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا گھر۔ آپ ﷺ کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ اسی گھر میں پیدا ہوئے تھے۔

Marfat.com

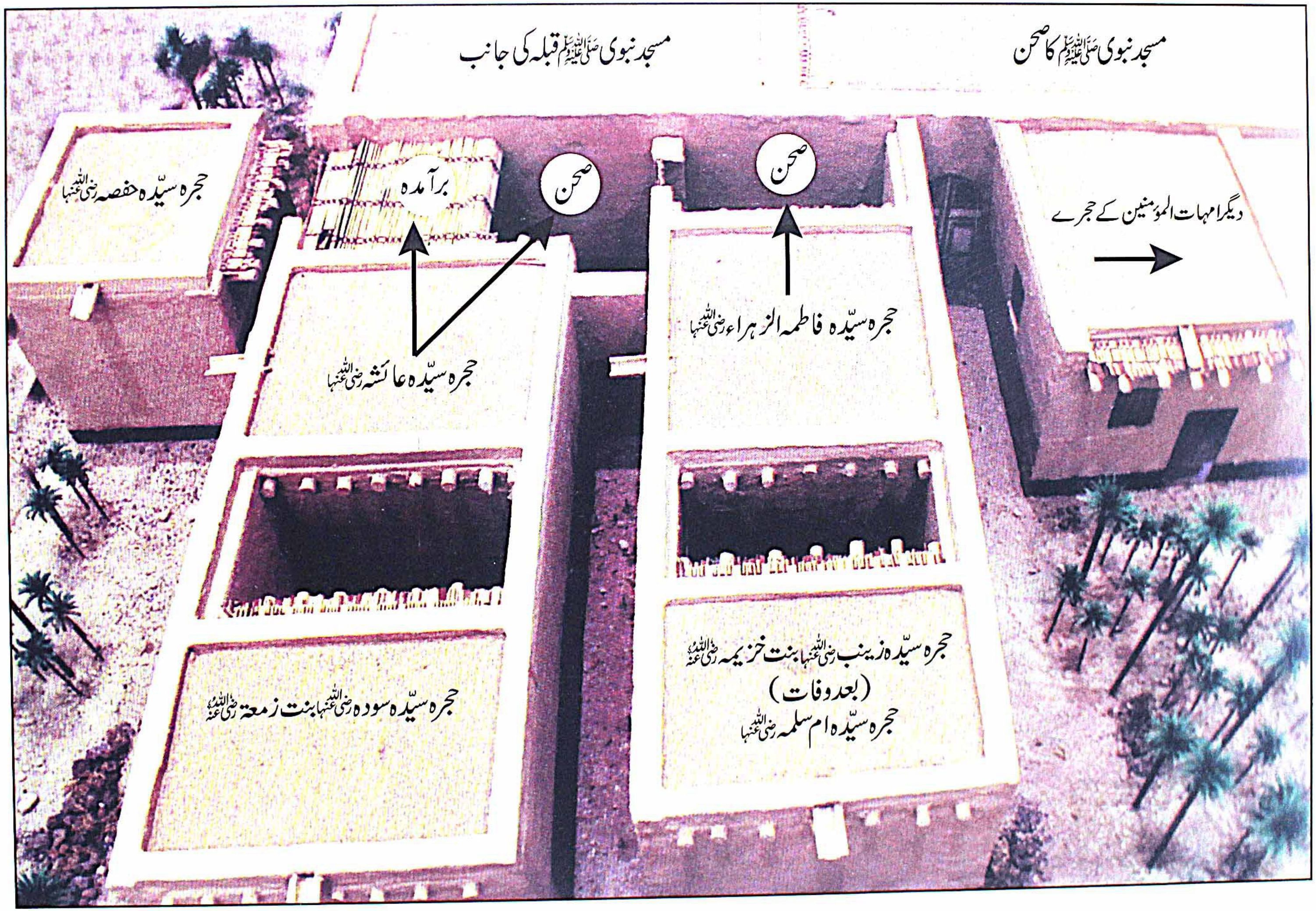
مسجد نبوی ﷺ کا صحن
مسجد نبوی ﷺ قبلہ کی جانب
دیگر امہات المؤمنین کے حجرے
صحن
صحن
برآمدہ
حجرہ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا
حجرہ سیّدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا
حجرہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
حجرہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ رضی اللہ عنہ
(بعد وفات)
حجرہ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا
حجرہ سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعۃ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

"وہ مجھ پر اُس وقت ایمان لائی جب اوروں نے کفر کیا، اُس نے میری تصدیق کی، جب اَوروں نے مجھے جھٹلایا، اُس نے اپنے مال میں مجھے شریک کیا، جب اَوروں نے مجھے کسبِ مال سے روکا اور خدا نے مجھے اُس کے بطن سے اولاد دی"۔ (سبل الہدیٰ والرشاد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ابھی خدیجہ (رضی اللہ عنہا) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ایک برتن جس میں کچھ کھانے پینے کی چیزیں ہیں لے کر حاضر ہو رہی ہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اُن سے ربّ العالمین کا اور میرا "سلام" کہہ دیجئے اور اُن کو ایک ایسے ایوانِ جنت کی بشارت دیجئے جو خالص "مروارید" سے بنا ہو گا جس کے اندر کوئی رنج والم نہ ہو گا۔

سیّدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال مکہ مکرمہ میں ہجرت سے 03 برس قبل 10 / رمضان المبارک کو ہوا، اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیّدنا حضرت ابو طالب کا بھی وصال ہوا تھا۔ سیّدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کی تدفین مکہ مکرمہ کے مضافات میں آبائی قبرستان "جنت المعلیٰ" میں "حجون" کے مقام پر ہوئی جہاں پہلے سے ہی قریش کے ممتاز افراد کی قبور موجود تھیں، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کو اپنے دستِ مبارک سے قبر میں اُتارا، آپ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ ادا نہیں کی گئی کیونکہ اُس وقت تک نمازِ جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا خواتین میں سب سے پہلے اسلام لانے والی ہیں نیز آپ رضی اللہ عنہا کے وصال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی۔

سیّدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے عزیز واقارب:

سیّدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کی ایک بہن ہالہ بنت خویلد تھیں جو صحابیہ ہوئیں، اُن کے فرزند ابو العاص بن ربیع ہیں جو سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّلین داماد ہوئے۔ اس کے علاوہ ایک بہن رقیہ تھیں جن کی بیٹیاں اُمیمہ بنت عبد اور اسماء بنت عبد صحابیہ ہیں۔ سیدنا عوام خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے برادرِ حقیقی ہیں اور اُن کے فرزند زبیر بن عوّام اور سائل بن عوّام آپ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھتیجے ہیں۔

Marfat.com

2۔ اُم المؤمنین سیّدہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا:

اُم المؤمنین سیّدہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا شجرۂ نسب یوں ہے: سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام شموس بنت قیس تھا اور قیس سلمٰی کے بھائی ہیں جو حضرت ہاشم کی بیوی تھیں۔ اس طرح سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا ننھیال حضرت عبد المطلب کے ننھیال سے مل جاتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا پہلے سکران بن عمرو بن عبد ود کے نکاح میں تھیں، آپ رضی اللہ عنہا پہلے خود ایمان لائیں اور پھر آپ رضی اللہ عنہا کی ہدایت اور ترغیب سے سکران بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے خاوند اور اپنی والدہ کے ہمراہ ہجرتِ حبشہ میں شرکت کی، وہیں آپ رضی اللہ عنہا کے شوہر سکران کا انتقال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہا کے غموں کو دور کرنے اور سہارا دینے کیلئے حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، یہ نبوت کا دسواں سال تھا۔ کچھ ہی عرصے بعد آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کا وقت بھی اُم المؤمنین سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تفویض کر دیا تھا۔

3۔ اُم المؤمنین سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

اُم المؤمنین سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عاشقِ رسول ﷺ، یارِ غار سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام اُمِ رومان زینب ہے جن کا سلسلۂ نسبی نسبِ نبوی ﷺ میں ''کنانہ'' سے جا کر مل جاتا ہے۔ اعلانِ نبوت کے دسویں سال شوال کے مہینے میں آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی کریم ﷺ سے ہوا اور رُخصتی شوال 01 ہجری میں ہوئی۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں یہی وہ طیبہ خاتون ہیں جن کا پہلا ہی نکاح نبی کریم ﷺ سے ہوا۔۔۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''میں تین شب تجھے خواب میں اس طرح دیکھتا رہا کہ ایک فرشتہ سفید حریر کے پارچے میں تیری تصویر کو میرے سامنے لاتا اور کہتا: یہ حضور ﷺ کی بیوی ہیں اور میں تصویر کا پردہ اُٹھا کر چہرہ دیکھتا تو بالکل تیرا ہی چہرہ ہوتا۔ میں یہ دیکھ کر کہہ دیا کرتا تھا کہ اگر یہ (اطلاع) اللہ کی جانب سے ہے تو وہ خود ہی اسے پورا کر دے گا''۔ (صحیح بخاری و مسلم)

Marfat.com

سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آزمائش

سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں ہودج یعنی سواری سے اُتریں اور حاجت کیلئے تشریف لے گئیں، اتنے میں قافلے والوں نے سفر شروع کر دیا اور وہ سمجھے کہ آپ رضی اللہ عنہا اندر ہی ہوں گی، جب آپ رضی اللہ عنہا واپس ہوئیں اور دیکھا کہ قافلہ جا چکا ہے تو بہت پریشان ہوئیں، اسی دوران ایک صحابی رضی اللہ عنہ جو قافلے کی گر جانے والی چیزیں اُٹھانے پر مامور تھے، وہ آن پہنچے، اُنہوں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ایسے پریشانی کے عالم میں دیکھا تو سخت افسوس کرنے لگے اور پھر نظریں جھکا کر آپ رضی اللہ عنہا کو سوار کرایا اور قافلے سے جا ملے۔۔۔ لیکن اس دوران یہودیوں اور منافقین نے افواہیں پھیلانا شروع کر دیں۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہا کو ایسی صورتحال کی اُمید بالکل نہ تھی لہٰذا یہ باتیں اور طعنے سن کر رنجیدہ ہوئیں اور بے اختیار آنسو بہنے لگے، آپ رضی اللہ عنہا اپنے والد سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پر تھیں تو نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور صورتحال دریافت کی جس پر آپ رضی اللہ عنہا نے روئے سخن آپ ﷺ اور اپنے والدین کی طرف کر کے فرمایا:

" اگر اب میں کہوں گی کہ میں پاک ہوں، تو میری بات قبول نہیں کی جائے گی، لیکن اگر میں کسی بات کا اقرار کر لوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بالکل پاک ہوں، تو وہ قبول کر لی جائے گی۔ پس اس حالت میں اپنے لئے صرف حضرت یعقوب علیہ السلام کی مثال پاتی ہوں، جنہوں نے کہا تھا: (کہ آزمائش میں) صبر کرنا ہی خوب ہوتا ہے، اس بارے میں خدا ہی مدد رساں اور کارساز ہے"۔ (تاریخ طبری)

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: مجھے اپنی پاکی اور صفائی کی وجہ سے وثوق تھا کہ میرے بارے میں نبی کریم ﷺ کو بتا دیا جائے گا مگر اس کا مجھے گمان بھی نہ تھا کہ میرے حق میں وحیِ الٰہی کا نزول ہوگا لیکن نبی کریم ﷺ ابھی اس جگہ تشریف رکھتے تھے کہ وحی کا نزول ہوا اور یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی، اب

Marfat.com

آیتِ مبارکہ پڑھیے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۵﴾ [النور24:(4-5)]

"اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ نہ لائیں، تو اُنہیں 80 کوڑے لگاؤ اور اُن کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور یہی فاسق ہیں، مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کر لیں اور نیکوکار ہو جائیں، تو بے شک اللہ غفور و رحیم ہے"۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں بہت سی احادیثِ صحیحہ موجود ہیں، "صحیح بخاری" میں سیّدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مردوں میں تو بہت لوگ تکمیل کے درجے کو پہنچے، مگر عورتوں میں مریم دختر عمران اور آسیہ فرعون کی بیوی ہی تکمیل کو پہنچیں، اور عائشہ کو تو سب عورتوں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے ثرید کو سب کھانوں پر"۔

اُم المؤمنین سیّدہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یہ عائشہ ہی ہے کہ میں اُس کے لحاف میں ہوتا ہوں، تو اُس وقت بھی وحی کا نزول ہوتا ہے، مگر دیگر ازواج کے بستروں پر کبھی ایسا نہیں ہوا"۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے محبت کا حکم دیا تھا۔ روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

پیاری بیٹی! جس سے میں محبت کرتا ہوں، کیا تو اُس سے محبت نہیں رکھتی؟ سیّدہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے عرض کی: بالکل، یہی درست ہے (یعنی میں بھی اس سے محبت رکھتی ہوں)،

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے محبت رکھو۔ (صحیح بخاری، کتاب الھبۃ، رقم:2581)

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہر وقت حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار رہتی تھیں۔ ایک واقعہ تو یہ ہے کہ ایک سفر میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم سفر تھیں اور سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنی سواری کا اونٹ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ سے تبدیل کر لیا۔ راستے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی طرف گئے جس پر اب سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سوار تھیں اور اُنہی کے ساتھ چل پڑے۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ منظر برداشت نہ ہوا، آپ رضی اللہ عنہا جب منزل پر پہنچ کر سواری سے اُتریں تو اپنا پاؤں گھاس کے اندر ڈال دیا اور زبان سے کہا:

"اے رب! کسی سانپ یا بچھو کو بھیج کہ مجھے کاٹ کھائے اور وہ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پس میں اُن کی شان میں تو کچھ نہیں کہہ سکتی"۔ (صحیح بخاری)

ایک اور واقعہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے:

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نعلینِ مبارک کو پیوند لگا رہے تھے اور میں چرخہ کات رہی تھی، میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر جو پسینہ آرہا ہے، اُس پسینے کے اندر ایک نور سا ہے جو اُبھر رہا ہے اور بڑھ رہا ہے۔ یہ ایسا نظارہ تھا کہ میں سراپائے حیرت بن گئی۔۔۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ مبارک مجھ پر پڑی تو فرمایا: عائشہ تو حیران سی کیوں ہے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر پسینے کے اندر چمکتا دمکتا نور ہے، باخدا اگر ابو کبیر ہذلی (ایامِ جاہلیت کا مشہور شاعر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ پاتا تو اُسے معلوم ہو جاتا کہ اُس کے اشعار کے صحیح مصداق آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُس کے کون سے اشعار؟ تو میں نے یہ شعر پڑھ کر سنائے:

وَمُبَرَّأً مِنْ كُلِّ غُبَّرِ حَيْضَةٍ وَرَضَاعِ مُغِيْلَةٍ وَدَاءٍ مُعْضَلِ

فَإِذَا نَظَرْتَ إِلَى أَسِرَّةِ وَجْهِهِ بَرَقَتْ كَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

"وہ ولادت اور رضاعت کی آلودگیوں سے مبرا ہیں، ان کے درخشاں چہرے پر نظر کرو تو معلوم ہو گا کہ نورانی اور روشن برق جلوہ دے رہی ہے"۔ (سبل الہدیٰ والرشاد)

Marfat.com

آپ ﷺ کے ہاتھ اس وقت جو کچھ تھا اُسے رکھ دیا اور پھر جا کر سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پیشانی کو چوما اور فرمایا: مجھے تیرے کلام سے جتنا لطف و سرور آیا ہے، اس قدر تو تمہیں میرے نظارے سے بھی نہیں آیا ہو گا۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبتِ رسول ﷺ کی ایک مثال یہ ہے کہ جب قرآنِ مجید میں آیتِ تخییر نازل ہوئی:

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿٢٨﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾﴾ [الاحزاب 33: (28-29)]

"اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو، تو آؤ تمہیں مال دے کر اپنے سے خوبی کے ساتھ علیحدہ کر دوں، اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو، تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کیلئے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے"۔

حضور ﷺ نے سب سے پہلے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کو یہ آیت سنائی اور تلاوتِ آیت سے پیشتر یہ بھی فرمایا: میں ایک بات کا تم سے ذکر کرتا ہوں، تم جواب دینے میں جلدی نہ کرنا اور اپنے والدین سے مشورہ کر لینا لیکن سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آیت سنتے ہی فوراً کہا: کیا میں اس معاملے میں بھی والدین سے مشورہ کروں؟ میں تو اللہ تعالیٰ اور رسول اور آخرت ہی کو اختیار کرتی ہوں۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بہت فیاض تھیں، فقراء اور مساکین کی دل کھول کر مدد فرماتی تھیں۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک روز آپ رضی اللہ عنہا نے 70 ہزار درہم راہِ حق میں صدقہ کئے اور خود یہ حال تھا کہ کپڑوں میں پیوند لگا ہوا تھا۔

اسی طرح ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے، آپ رضی اللہ عنہا نے سب کے سب اُسی روز صدقہ کر دیئے، اُس روز سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا روزہ بھی تھا، شام کو لونڈی نے سوکھی روٹی سامنے رکھ دی اور کہا: اگر سالن کیلئے کچھ بچا لیا جاتا تو میں سالن بھی تیار کر لیتی، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے تو خیال نہ آیا، تم ہی یاد دلا دیتیں۔

Marfat.com

احادیث کی کتابوں میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایتوں کی تعداد تقریباً 2,210 ہے۔ غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ کا پرچم سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اوڑھنی کا بنایا گیا تھا۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے 63 برس کی عمر میں 17 / رمضان المبارک 57 ہجری کو مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

4۔ اُم المؤمنین سیّدہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا:

امُ المؤمنین سیّدہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا امیر المؤمنین سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آنے سے پیشتر خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی اسلمی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ ﷺ نے سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے شعبان 03 ہجری میں نکاح کر لیا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی تعریف ان الفاظ میں کی تھی: ”وہ بہت عبادت کرنے والی، روزے رکھنے والی ہیں اور وہ بہشت میں بھی آپ (ﷺ) کی زوجہ ہیں“۔

سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے عزیز و اقارب:

امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہا کے والدِ ماجد ہیں، سیّدہ زینب بنتِ مظعون رضی اللہ عنہا والدۂ ماجدہ جو قدیم الاسلام صحابیہ تھیں، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھائی، حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ماموں ہیں۔

5۔ اُم المؤمنین سیّدہ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا (اُم المساکین):

زمانۂ جاہلیت میں اُم المؤمنین سیّدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا لقب ”اُم المساکین“ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح طفیل سے، دوسرا عبیدہ سے ہوا، یہ دونوں نبی کریم ﷺ کے عم زاد بھائی یعنی حارث بن عبد المطلب کے فرزند تھے، آپ رضی اللہ عنہا کا تیسرا نکاح عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا جو نبی کریم ﷺ کے عم زاد اور اُم المؤمنین سیّدہ زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں، وہ غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تو آپ ﷺ نے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا سے 04 ہجری میں نکاح فرما لیا، نکاح کے بعد آپ رضی اللہ عنہا صرف دو یا تین ماہ زندہ رہیں، آپ رضی اللہ عنہا ماں کی جانب سے اُم المؤمنین سیّدہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔

Marfat.com

6۔ اُم المؤمنین سیّدہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا (ہند):

اُم المؤمنین سیّدہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا شجرۂ نسب یوں ہے: ہند بنت ابی امیہ المعروف بزاد الراکب بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم۔ نبی کریم ﷺ سے پیشتر سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت ابو سلمہ عبد اللہ بن الاسد رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا، جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تو آپ ﷺ نے سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے شوال 04 ہجری میں نکاح کر لیا۔

7۔ اُمّ المؤمنین سیّدہ حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا:

اُم المؤمنین سیّدہ زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کا شجرۂ نسب یوں ہے: اُم الحکم زینب بنت جحش بن ایاب بن یعمر بن صبیرہ بن مرہ اسدی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ اُمیمہ بنتِ عبد المطلب نبی کریم ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ اس طرح آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی پھوپھی زاد ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح نبی کریم ﷺ کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شان میں فرمایا کرتی تھیں:

> ”میں نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو دین کے معاملے میں یا تقویٰ میں، راست گوئی، صلہ رحمی میں اور امانت و صداقت میں حضرت زینب سے زیادہ بہتر ہو“۔ (سیرتِ نبویہ ابنِ کثیر)

ذی القعدہ 05 ہجری میں سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ سے نکاح ہوا تو اُس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر 36 سال تھی، آپ رضی اللہ عنہا نے 20 ہجری میں وفات پائی، اُس وقت عمرِ مبارک 52 سال تھی۔

8۔ اُم المؤمنین سیّدہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا:

اُم المؤمنین سیّدہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا شجرۂ نسب یوں ہے: جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن خزیمہ۔ آپ رضی اللہ عنہا 05 ہجری میں ”غزوۂ مریسیع“ میں اَسیر ہو کر آئیں، تقسیم میں آپ رضی اللہ عنہا ثابت بن قیس بن شماس کے حصے میں آئیں تو اُنہوں نے مکاتبت کا معاہدہ کر لیا، آپ رضی اللہ عنہا مالِ مکاتبت مانگنے کی غرض سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بتایا کہ میں سردارِ قوم حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں، مجھے اس قدر مال

Marfat.com

مطلوب ہے جس سے میں معاہدۂ مکاتبت سے سبکدوش ہو جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے ساتھ اس سے بہتر سلوک نہ کیا جائے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: وہ کیسے ؟تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا معاہدے کا مال بھی میں ادا کر دوں اور تم سے نکاح بھی کر لوں؟ سیّدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے اسے قبول فرمالیا اور شعبان 06 ہجری میں یہ نکاح ہوا۔

جب مسلمانوں کو اس بات کی خبر ہوئی کہ آپ ﷺ نے سیّدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے شادی فرمالی ہے تو اُنہوں نے بنی مصطلق کے تمام قیدیوں کو جن کی تعداد 100 سے زائد تھی، آزاد کر دیا کیونکہ اب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے رشتے دار بن چکے تھے۔ اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سیّدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا کرتی تھیں:

"میں کسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنی قوم کیلئے جویریہ سے زیادہ بڑھ کر برکت والی ہو"۔ (تاریخ طبری)

آپ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی مسافح بن صفوان سے ہوئی تھی، آپ رضی اللہ عنہا نے ربیع الاوّل 56 ہجری میں وفات پائی، انتقال کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر 65 سے 70 سال کے درمیان تھی۔

9۔ اُم المؤمنین سیّدہ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا:

اُم المؤمنین سیّدہ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا شجرۂ نسب یوں ہے: اُمِ حبیبہ رملہ بنت ابو سفیان بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ صفیہ بنت ابو العاص بن اُمیہ ہیں، سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا قدیمُ الاسلام صحابیہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا شوہر عبید اللہ بن جحش تھا جو ہجرتِ حبشہ کر گیا لیکن شرابی تھا، عیسائیوں میں بیٹھ کر عیسائی ہو گیا اور اسی حالت میں مرا لیکن سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا اسلام پر قائم رہیں، اسلام کیلئے آپ رضی اللہ عنہا نے باپ، بھائی، خویش و قبیلہ اور وطن تک کو چھوڑ دیا تھا، اب پردیس میں خاوند کا سہارا تھا، وہ بھی اس کے مرتد ہو جانے سے جاتا رہا، جب نبی کریم ﷺ کو آپ رضی اللہ عنہا کا حال معلوم ہوا تو عمرو بن اُمیہ فہری کو شاہِ حبش کے پاس مکتوب دے کر بھیجا، اُس میں تحریر فرمایا: اُمِ حبیبہ (رضی اللہ عنہا) کو آپ ﷺ کی جانب سے شادی کا پیغام دیا جائے۔

لہٰذا بادشاہ نے اپنی ایک لونڈی کو سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا، سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا اس سے پیشتر خواب دیکھ چکی تھیں کہ کوئی اُنہیں "اُم المؤمنین" کہہ کر پکار رہا ہے۔ اب لونڈی سے پیغام سن کر آپ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور شکرانے میں لونڈی کو اپنا تمام زیور اُتار کر عطا فرمایا۔ بادشاہ نجاشی نے خود مجلسِ نکاح منعقد کی جس

Marfat.com

میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور دیگر جملہ مسلمانانِ حبشہ مدعو تھے، نجاشی نے خطبہ پڑھا، پھر خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے جو سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل تھے، خطبہ پڑھا پھر تمام حاضرین کو نجاشی کی جانب سے کھانا کھلایا گیا۔ یوں 06 ہجری میں یہ نکاح ہوا۔

آپ رضی اللہ عنہا نے 44 ہجری میں مدینے میں وفات پائی۔ وفات کے وقت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا و سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: عورتوں کے درمیان کبھی کچھ نوک جھونک ہو جایا کرتی ہے، جو کچھ میں نے کہا سنا ہو معاف کر دو، دونوں نے کہا: ہم خوشی سے معاف کرتی ہیں، آپ رضی اللہ عنہا نے کہا: تم نے مجھے شادمان کیا، خدا تم کو شادمان کرے۔

سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے عزیز و اقارب:

آپ رضی اللہ عنہا کے والد ابو سفیان صخر بن حرب ہیں، یہ مشہور سردارِ مکہ اور تاجر تھے۔ ابتدائی زمانے میں اسلام کے سخت ترین دشمن رہے لیکن فتحِ مکہ سے کچھ لمحے قبل اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اسلام کی دولت سے سرفراز کیا تو وہ اسلام لائے اور پھر اُن کی زندگی اسلام کی ترویج و اشاعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صرف ہوئی۔ سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی یزید بن ابو سفیان ہیں جو "یزید الخیر" کے نام سے مشہور ہیں نیز آپ رضی اللہ عنہا کے بھائی جو دوسری ماں سے ہیں وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی پہلے شوہر سے ہونے والی بیٹی "حبیبہ" تھیں جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ سایہ پرورش پانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ وہ مکہ میں ہی پیدا ہوئی تھیں اور اپنے والدین کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی۔

10۔ اُم المؤمنین سیّدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا:

اُم المؤمنین سیّدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا شجرۂ نسب یوں ہے: صفیہ بنت حی بن اخطب بن شعبہ۔ آپ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کے نبی سیّدنا حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل میں سے تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام برہ بنت سموال ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح سلام بن مشکم سے، دوسرا نکاح کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوا، یہ غزوۂ خیبر میں مارا گیا۔ اسی غزوہ کے قیدیوں میں سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ حضرت دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: مجھے ان قیدیوں میں سے ایک لونڈی مل جائے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لے لو، دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو لینا چاہا تو اختلاف

Marfat.com

ہو گیا۔۔۔لوگوں نے کہا: یہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے سرداروں کی بیٹی ہے لہٰذا دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا انتخاب مناسب نہیں ہے، یہ کوئی اور لونڈی منتخب کر لیں۔۔۔اتنے میں کسی نے کہا: بہتر ہو گا اگر آپ ﷺ اسے اپنے لئے خاص فرمائیں تو آپ ﷺ نے سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے نکاح فرمایا۔ یہ نکاح محرم 07 ہجری میں ہوا۔

ایک دن آپ ﷺ نے دیکھا کہ سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا: کیوں روتی ہو؟ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے سنا کہ حفصہ (رضی اللہ عنہا) مجھے حقیر سمجھتی ہیں اور اپنے لئے بطور فخر کہتی ہیں کہ ہمارا نسب آپ ﷺ سے ملتا ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے کیوں نہ کہہ دیا کہ تم مجھ سے بہتر کیسے ہو سکتی ہو؟ میرا باپ (اللہ کا نبی) ہارون علیہ السلام، میرا چچا (اللہ کا نبی اور کلیم) موسیٰ علیہ السلام اور میرا شوہر (خاتم الانبیاء) محمد ﷺ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کا وصال رمضان 50 ہجری میں ہوا۔

11۔ اُم المؤمنین سیّدہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا:

اُم المؤمنین سیّدہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا شجرۂ نسب یوں ہے: میمونہ بنت حارث بن بجیر بن محرم بن رویبہ بن عبد اللہ بن ہلال بن عامر بن صعصقہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن قیس بن غیلان بن مضر۔

سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حویطب بن عبد العزیٰ کے ساتھ، دوسرا نکاح ابو رہم بن عبد العزیٰ کے ساتھ ہوا۔ جب نبی کریم ﷺ نے 07 ہجری میں عمرہ ادا فرمایا تو سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا اُس وقت بیوہ ہو چکی تھیں، آپ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے قبول فرما لیا اور ذی القعدہ 07 ہجری میں یہ نکاح ہوا۔

12۔ اُم المؤمنین سیّدہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا:

اُم المؤمنین سیّدہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو مصر کے فرمانروا مقوقس نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ آپ ﷺ کے صاحبزادے سیّدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

Marfat.com

ایلاء اور تخییر

(ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے ایک ماہ کی علیحدگی)

حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے علیحدگی کے واقعے کو "ایلاء و تخییر" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس واقعے کو پڑھنے سے قبل ذہن میں یہ باتیں ضرور حاضر رکھیئے کہ دنیا اپنے تمام مادی شر کے ساتھ ہمیشہ موجود رہتی ہے اور رہے گی۔ اسلام کی حقانیت نے انسان کی تاریخ میں جو بھی انقلاب بپا کیا ہے اُس نے انسان کے بنائے مذہبی اعتقادات کو ہی نہیں معاشی اور معاشرتی نظام کی برائیوں کو بھی جڑ سے اُکھاڑ پھینکا لہٰذا ہر دور میں بلکہ ہر وقت اسلام کے مقابل کوئی نہ کوئی فتنہ ضرور کھڑا نظر آئے گا۔۔۔ اور یہ سلسلہ آج سے 14 سو برس قبل بھی تھا ۔۔۔ اور آج بھی جاری ہے۔۔۔ لہٰذا اس سے بچنے کا طریقہ ہے تو بس یہی کہ ذہن کو کھلا رکھیں۔۔۔ دل کو وسوسوں اور بدگمانیوں سے بچائیں کہ یہ حالتِ کفر تک لے جاتی ہے ۔۔۔ چلیئے اب پڑھیئے۔۔۔ ایلاء و تخییر سے متعلق کئی آیاتِ مبارکہ کا نزول ہوا۔۔۔ اور ازدواجی زندگی میں کسی خاندان کو کسی بھی وقت اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے ۔۔۔ لہٰذا اس واقعے نے ازدواجی زندگی کیلئے معاشرے کو ایک بہترین رہنمائی کا موقع فراہم کر دیا ہے۔۔۔ جب آپ یہ واقعہ پڑھیں گے تو آپ کو یہ اندازہ ہو جائے گا کہ نبی کریم ﷺ کی ازدواجی زندگی کے معاملات کس قدر عام فہم تھے اور انہیں حل کرنے کا کیا خوبصورت انداز اپنایا جاتا تھا۔۔۔ لیکن اس واقعے "ایلاء و تخییر" نے ایک اور خوشگوار انقلاب۔۔۔ عورتوں کے حقوق۔۔۔ جو اہلِ زمانہ بالخصوص اہلِ عرب نے ختم کر کے رکھ دیئے تھے۔۔۔ اب ان حقوق کا ظہور ہوا چاہتا ہے۔۔۔ وہ کس طرح۔۔۔ آگے پڑھیئے۔۔۔

Marfat.com

رسالت مآب ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں بھی ایک ایسا واقعہ پیش آیا تھا اور آپ ﷺ نے عہد فرمایا کہ ایک ماہ تک ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے کوئی تعلق نہ رکھیں گے۔ اب اس کی مزید تفصیل سے پیشتر ذرا کچھ اور جان لیجئے کہ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس کی صداقت اور تقدیس کیلئے ہر ہر لمحہ معجزائے ربّانی کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔۔۔ آپ ﷺ کی ہستیٔ مبارکہ نے بڑے بڑے ظالم شہنشاہوں کی شہنشاہیت کو نابود کر دیا تھا۔۔۔ جس کے غلاموں کے سامنے قیصر و کسریٰ کے خزانے کُھلے پڑے ہوں۔۔۔ جس کے قدموں تلے عرب و یمن کی بادشاہت کو ہو۔۔۔ جس کیلئے آسمانوں اور زمین کے رب کی پیدا کردہ قوتیں وقف ہوں۔۔۔ آپ ﷺ نے خود اپنے لئے ایسی دنیاوی زندگی اختیار کر رکھی تھی کہ تمام عمرِ مبارک ﷺ کبھی دو وقت پیٹ بھر کر غذا تناول نہیں فرمائی۔۔۔ دوسری طرف جیسے جیسے اسلامی ریاست بڑھتی جا رہی تھی۔۔۔ مالِ غنیمت بھی کثرت سے آتا تھا۔۔۔ اُس مال کے صرف ایک حصے سے عام مسلمان خوشحال ہو جاتے تھے۔۔۔ لیکن آپ نبی کریم ﷺ اس میں سے کچھ لینے کے بجائے جو ہوتا تھا، وہ بھی دوسروں میں بانٹ دیا کرتے تھے۔۔۔ اب آپ خود سوچیئے۔۔۔ نبی کریم ﷺ کس قدر سادہ زندگی گزراتے تھے کہ۔۔۔ ضروریاتِ زندگی کی اشیاء بھی پاس نہ ہوتی تھیں۔۔۔ آپ ﷺ کے ان حالات پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جوش و محبت سے بے قرار ہو ہو جاتے تھے۔۔۔ لیکن اس کا سب سے زیادہ اثر فطرتاً ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن پر پڑتا تھا۔۔۔ جنہوں نے دنیاوی جاہ و جلال سے علیحدہ ہو کر آپ ﷺ کے اختیار کردہ فقر و فاقہ کو ترجیح دے رکھی تھی۔۔۔ محبتوں کا یہ عالم۔۔۔ اللہ اللہ۔۔۔! لیکن وہ انسان بھی تو تھیں۔۔۔ خواہشات اور ضرورتیں تو بہر حال ساتھ ہوتی ہیں۔۔۔ آرام و آسائش نہ سہی ضروریاتِ زندگی کیلئے بھی تو کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے۔۔۔ یہ خیال آنا تو فطری بات تھی۔۔۔ اکثر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن تو بڑے کھاتے پیتے گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔۔۔ اور ان کے والدین اچھے خاصے امراء اور رئیس تھے جہاں اُنہوں نے پرورش پائی تھی۔۔۔ سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا خیبر کے امیر کی بیٹی تھیں۔۔۔ سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا ابو سفیان کی صاحبزادی تھیں جو سردارِ مکہ تھے۔۔۔ سیّدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بنو المطلق کے رئیس کی بیٹی تھیں۔۔۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا تعلق بھی

Marfat.com

مالدار گھرانے سے تھا جو راہِ خدا میں لُٹا دیا گیا تھا۔۔۔ تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے مل کر حضور ﷺ کے سامنے یہ معاملہ رکھا کہ۔۔۔جب تمام مسلمانوں اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مالِ غنیمت سے حصہ مل جاتا ہے۔۔۔اور وہ آسودہ حال ہو گئے ہیں۔۔۔ تو اسی طرح ہمارے نان و نفقہ میں بھی اضافہ فرمادیں۔۔۔اب یہ مانگنا بھی کیا تھا۔۔۔!وہ بھی دراصل حضورِ اکرم ﷺ ہی کیلئے طلب کرنا تھا۔۔۔!ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے متفق ہو کر یہ اصرار بڑھایا تو آپ ﷺ پر یہ دنیا طلبی شاق گزری۔۔۔اور آپ ﷺ نے یہ قسم کھائی کہ۔۔۔ایک ماہ تک تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے تعلق نہ رکھوں گا۔۔۔لہٰذا "ایلاء" اور "تخییر" کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اس طرح فرمایا ہے:

﴿ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٢٦﴾
وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٢٧﴾ ﴾[البقرۃ2: (226-227)]

"جو لوگ اپنی عورتوں کے پاس جانے سے قسم کھالیں اُن کو چار مہینے تک انتظار کرنا چاہیئے۔ اگر (اس عرصے میں قسم سے) رجوع کرلیں تو خدا بخشنے والا مہربان ہے اور اگر طلاق کا ارادہ کرلیں تو بھی خدا سنتا (اور) جانتا ہے"۔

اس واقعے سے متعلق متعدد روایات موجود ہیں جن میں تین مختلف اسباب ووجوہات کو بیان کیا گیا ہے۔۔۔میں اس اہم موضوع کی کچھ تفصیل آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں:

1۔ اس واقعے کے پہلے سبب کے متعلق سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اور میرا ایک پڑوسی جو انصاری تھا، ہم دونوں نے آپس میں یہ طے کرلیا تھا کہ ہم دونوں ایک ایک دن باری باری سے بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضری دیا کریں گے اور دن بھر کے واقعات سے ایک دوسرے کو مطلع کرتے رہیں گے، ایک دن کچھ رات گزرنے کے بعد میرا پڑوسی انصاری آیا اور زور زور سے میرا دروازہ پیٹنے لگا اور چلّا چلّا کر مجھے پکارنے لگا، میں نے گھبرا کر دروازہ کھولا تو اس نے کہا کہ آج غضب ہو گیا۔ میں نے اُس سے پوچھا: کیا غسانیوں نے مدینہ پر حملہ کر دیا؟ (ان

Marfat.com

دنوں شام کے غسانی مدینہ پر حملے کی تیاریاں کر رہے تھے)، انصاری نے جواب دیا: نہیں، اس سے بھی بڑھ کر حادثہ رونما ہو گیا اور وہ یہ کہ آپ ﷺ نے اپنی تمام بیویوں کو طلاق دے دی۔

سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اس خبر سے بے حد خوفزدہ ہو گیا اور علی الصبح مدینہ پہنچ کر مسجدِ نبوی ﷺ میں نمازِ فجر ادا کی۔ حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوتے ہی بالاخانہ پر جا کر تنہا تشریف فرما ہو گئے اور کسی سے کوئی گفتگو نہیں فرمائی، میں مسجد سے نکل کر اپنی بیٹی حفصہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر گیا تو دیکھا کہ وہ بیٹھی رو رہی ہیں، میں نے کہا: میں نے پہلے ہی تم کو سمجھا دیا تھا کہ تم رسول اللہ ﷺ کو تنگ مت کیا کرو اور تمہارے اخراجات میں جو کمی ہوا کرے وہ مجھ سے مانگ لیا کرو مگر تم نے میری بات پر دھیان نہیں دیا پھر میں نے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ نے سب کو طلاق دے دی؟ حفصہ (رضی اللہ عنہا) نے کہا: میں کچھ نہیں جانتی، رسول اللہ ﷺ بالاخانہ پر ہیں، آپ اُن (ﷺ) سے دریافت کریں۔

میں وہاں سے اُٹھ کر مسجد میں آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی دیکھا کہ وہ منبر کے پاس بیٹھے رو رہے ہیں۔ میں اُن کے پاس تھوڑی دیر بیٹھا لیکن میری طبیعت میں سکون و قرار نہیں تھا۔ اس لئے میں اُٹھ کر بالاخانہ کے پاس آیا اور خادم سے کہا: تم میرے لئے اندر آنے کی اجازت طلب کرو، خادم نے لوٹ کر جواب دیا کہ میں نے عرض کیا لیکن آپ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا، میری اُلجھن اور بے تابی اور زیادہ بڑھ گئی اور میں نے دربان سے دوبارہ اجازت طلب کرنے کی درخواست کی پھر بھی کوئی جواب نہیں ملا تو میں نے بلند آواز سے کہا: اے رباح! تم میرا نام لے کر اجازت طلب کرو، شاید رسول اللہ ﷺ کو یہ خیال ہو کہ میں اپنی بیٹی حفصہ (رضی اللہ عنہا) کیلئے کوئی سفارش لے کر آیا ہوں، تم عرض کر دو، خدا کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ مجھے حکم فرمائیں تو میں ابھی اپنی تلوار سے اپنی بیٹی حفصہ کی گردن اڑا دوں۔

الغرض اس کے بعد مجھے اجازت مل گئی، جب میں بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا تو میری آنکھوں نے یہ منظر دیکھا کہ آپ ﷺ ایک کھری بان کی چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کے جسمِ مبارک پر بان کے نشان پڑے ہوئے ہیں پھر میں نے نظر اٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھا تو ایک طرف تھوڑے سے "جَو" رکھے ہوئے تھے

Marfat.com

اور ایک طرف ایک کھال کھونٹی پر لٹک رہی تھی۔ تاجدارِ دو عالم ﷺ کے گھر کی یہ کائنات دیکھ کر میرا دل بھر آیا اور میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضور ﷺ نے میرے رونے کا سبب پوچھا تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اس سے بڑھ کر رونے کا اور کونسا موقع ہو گا؟ قیصر و کسریٰ خدا کے دشمن تو نعمتوں میں ڈوبے ہوئے عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ اس حالت میں ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عمر (رضی اللہ عنہ)! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ قیصر و کسریٰ دنیا لیں اور ہم آخرت۔

اس کے بعد میں نے حضور ﷺ کو مانوس کرنے کیلئے کچھ اور بھی گفتگو کی یہاں تک کہ میری بات سن کر حضور ﷺ کے لبِ انور پر تبسم کے آثار نمایاں ہو گئے۔ اُس وقت میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے اپنی ازواجِ مطہرات (رضی اللہ عنہن) کو طلاق دے دی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، یہ سن کر مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ فرطِ مسرت سے میں نے تکبیر کا نعرہ مارا پھر میں نے گزارش کی: یارسول اللہ ﷺ! صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) مسجد میں غم کے مارے بیٹھے رو رہے ہیں، اگر اجازت ہو تو میں جا کر ان لوگوں کو مطلع کر دوں کہ طلاق کی خبر سراسر غلط ہے، چنانچہ مجھے اس کی اجازت مل گئی اور میں نے جب آ کر صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کو اس کی خبر دی تو سب لوگ خوش ہو کر ہشاش بشاش ہو گئے اور سب کو سکون و اطمینان حاصل ہو گیا۔

2۔ دوسرا سبب اس واقعے کا یہ ہوا کہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس شہد تھا جو حضور ﷺ کو بہت مرغوب تھا، آپ ﷺ روزانہ بعد نمازِ عصر سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے اور شہد استعمال فرماتے، اس وجہ سے کچھ زیادہ دیر آپ رضی اللہ عنہا کے یہاں ہو جاتی تھی، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بہت حیرت ہوئی کہ حضور ﷺ روزانہ وہاں کیوں جاتے ہیں، اُنہوں نے حضورِ اکرم ﷺ کو وہاں جانے سے روکنے کیلئے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس حضور ﷺ تشریف لائیں، وہ یہ کہہ دیں کہ آپ ﷺ کے دہنِ اقدس سے مغافیر گوند کی بُو آتی ہے کیونکہ مغافیر کی بُو آپ ﷺ کو پسند نہیں تھی، چنانچہ ان دونوں ازواجِ

Marfat.com

مطہرات رضی اللہ عنہما نے یہ ہی عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مغافیر تو میرے قریب نہیں آیا البتہ زینب (رضی اللہ عنہا) کے یہاں سے شہد پیا ہے، لو اب میں اسے اپنے اُوپر حرام کرتا ہوں تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ [التحریم 66: (1)]

"اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! تم اپنے اُوپر کیوں حرام کئے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی، اپنی بیویوں کی مرضی چاہتے ہو، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

3۔ تیسرا سبب اس واقعے کا یوں ہے کہ ایک مرتبہ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے والد سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملنے گئیں، اس دوران سیّدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کسی کام سے سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائیں۔ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیّدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کو تنہائی میں دیکھا تو رشک کرتے ہوئے رونے لگیں۔

جب ایک مہینہ گزر گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم پوری ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالاخانہ سے اُتر آئے، اس کے بعد ہی آیتِ تخییر نازل ہوئی جو یہ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ [الاحزاب 33: (28-29)]

"اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنی بیویوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو، تو بے شک جو تم میں نیکوکاری کرنے والی ہیں اُن کیلئے خدا نے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔"

Marfat.com

اس آیت کے نزول کے بعد آپ ﷺ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! میں تمہارے سامنے ایک بات رکھتا ہوں مگر تم اس کے جواب میں جلدی مت کرنا اور اپنے والدین سے مشورہ کر کے مجھے جواب دینا، اس کے بعد آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی تو سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے برجستہ عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اس معاملے میں بھلا میں کیا اپنے والدین سے مشورہ کروں، میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں، پھر آپ ﷺ نے یکے بعد دیگرے تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو یہ آیت سنا کر سب کو اختیار دیا اور سب نے وہی جواب دیا جو سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔

دار صل آخری دونوں واقعات "ایلاء" اور "تخییر" کا سبب بنتے گئے پھر اس کے بعد نان ونفقہ والے واقعے نے ایلاء کی صورتحال کو عملی جامہ پہنایا تھا۔۔۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آخری دونوں واقعات کے سیاق وسباق میں آیتِ تحریم کا نزول ہوا۔۔۔ جبکہ "ایلاء" سے متعلق آیت کا الگ نزول ہوا تھا۔۔۔ لہٰذا قرینِ قیاس یہی بات ہے کہ پہلے سبب کی وجہ سے ہی ایلاء کیا گیا تھا۔۔۔ کیونکہ صرف شہد کے استعمال اور قربت کے سبب پر اتنے بڑے اِقدام کا کوئی خاطر خواہ عنصر نظر نہیں آتا۔۔۔ نیز آخری دونوں ہی واقعات دلالت کرتے ہیں کہ یہ صرف چند ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا معاملہ تھا۔۔۔ جبکہ "ایلاء" تو تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ کیا گیا تھا۔۔۔ اس لئے چند ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی وجہ سے بقیہ کو بھی شامل کر لینا رحمتِ عالم ﷺ کی شانِ کریمی کے مطابق نہ تھا۔۔۔ لہٰذا زیادہ قوی سبب "نان ونفقہ" میں وسعت کا مطالبہ ہی ہے کہ۔۔۔ تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے مل کر آپ ﷺ کے سامنے اپنے مدعا کو پیش کیا۔۔۔ جو کہ آپ ﷺ کی پیغمبرانہ طبیعت پر گراں گزرا اور "ایلاء" فرما کر اُنہیں اختیار کا موقعہ فراہم کیا۔۔۔ لیکن تمام ہی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن چونکہ نبی کریم ﷺ پر دل وجاں سے قربان تھیں۔۔۔ بے حد محبت کیا کرتی تھیں۔۔۔ اس لئے کسی ایک نے بھی دنیا کی آسائش کو ترجیح نہ دی۔۔۔ بلکہ اللہ تعالیٰ، اُس کے رسول ﷺ اور آخرت پر اپنی تمام تر خواہشات کو قربان کر دیا۔۔۔

Marfat.com

اولادِ مُبارک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی چار صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے تھے جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بنتِ محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

2۔ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنتِ محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

3۔ سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا بنتِ محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

4۔ سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا بنتِ محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

5۔ سیّدنا قاسم رضی اللہ عنہ بن محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

6۔ سیّدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

7۔ سیّدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ بن محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

1۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بنتِ محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم:

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا رحمتِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں، آپ رضی اللہ عنہا کی پیدائش اعلانِ نبوت سے 10 برس قبل مکہ مکرمہ میں ہوئی، آپ رضی اللہ عنہا کی والدۂ ماجدہ سیّدہ حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ کم سنی میں ہی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شادی خالہ زاد بھائی سیّدنا ابو العاص رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہا بھی فوراً دائرہ اسلام میں داخل ہو گئیں، آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے بغیر ہی مدینہ منورہ

Marfat.com

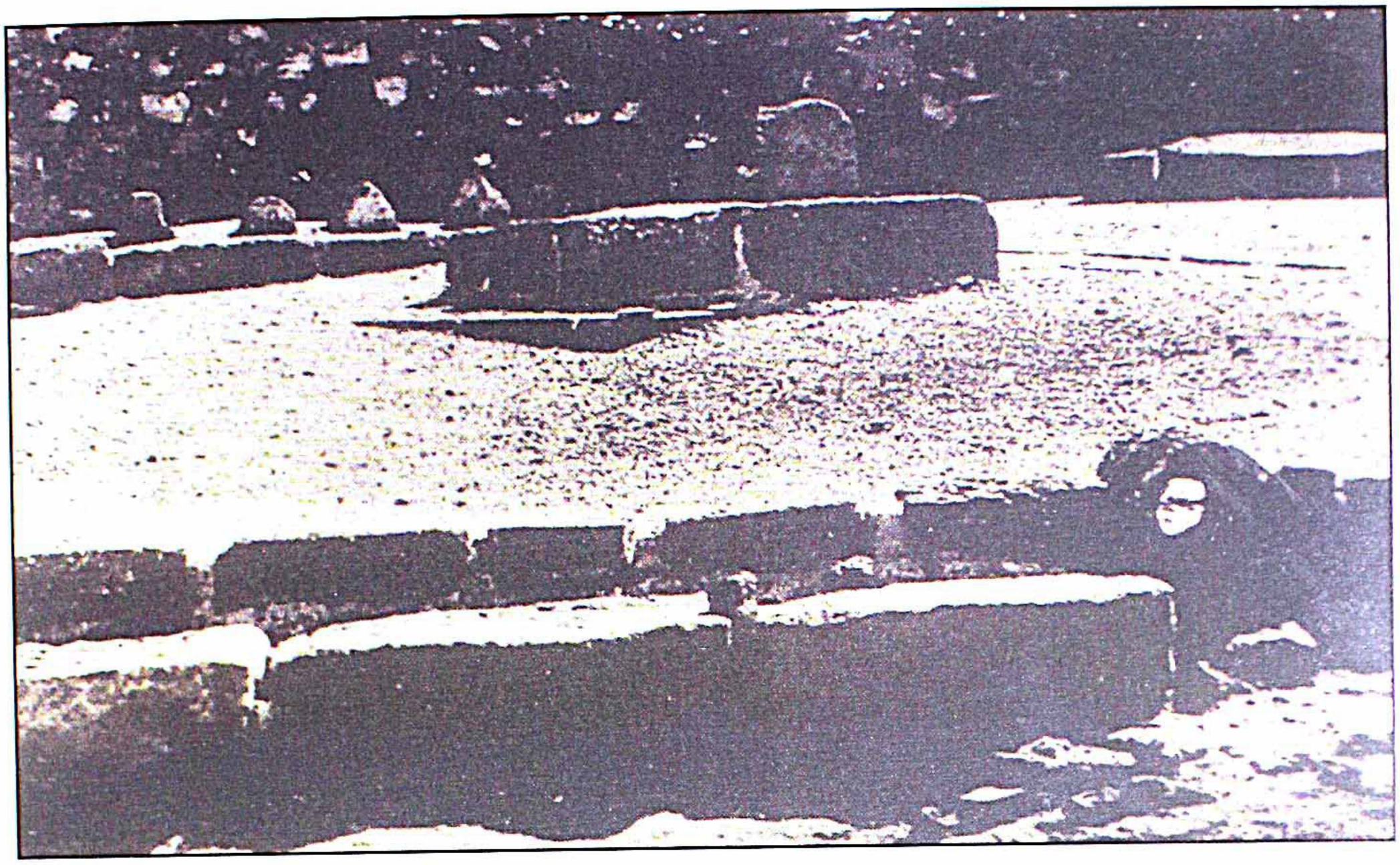

جنت البقیع کے جنوب میں واقع وہ حصہ جہاں رسالت مآب ﷺ کی پیاری صاحبزادی سیدہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا مدفون ہیں۔

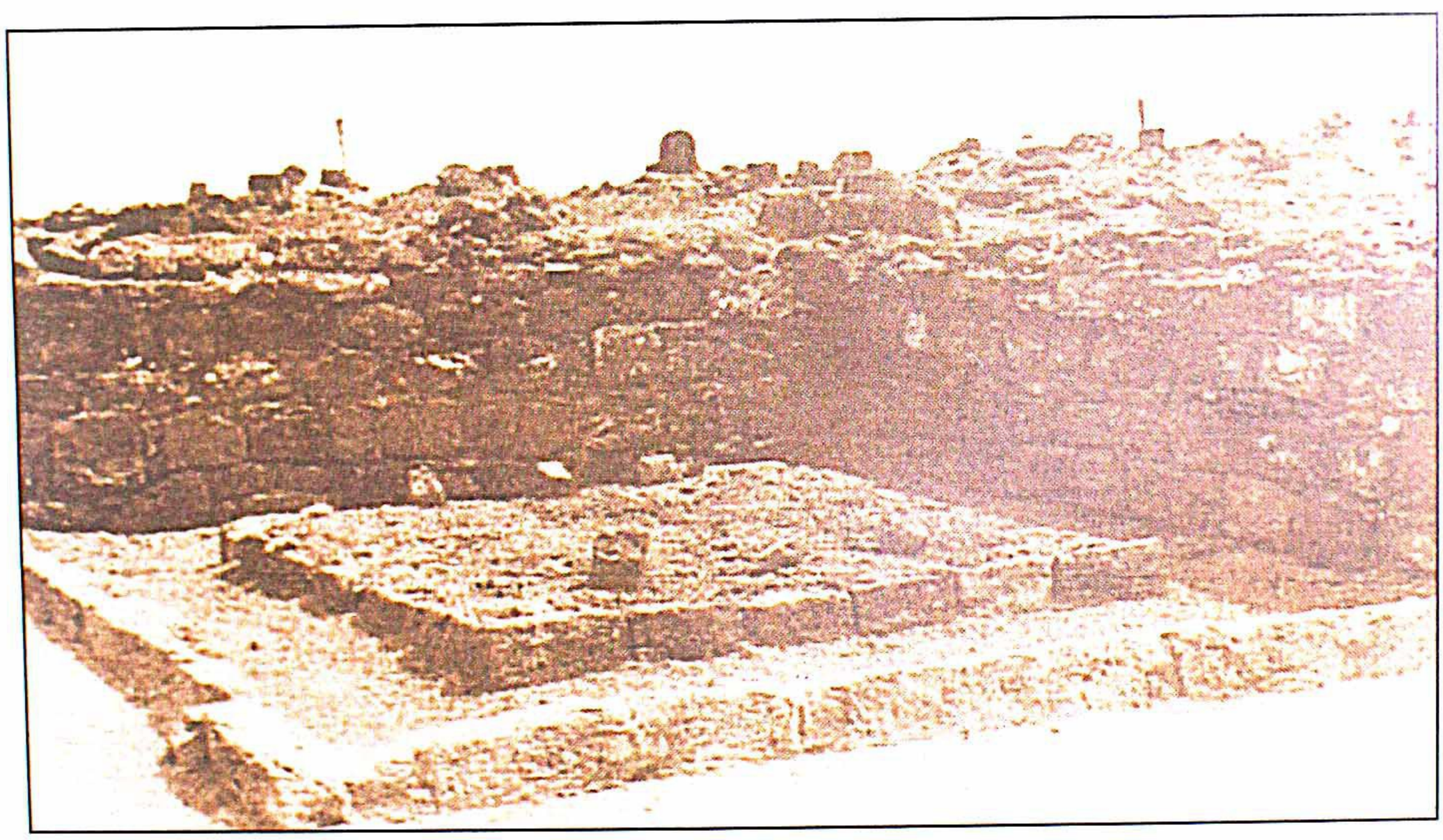

جنت البقیع کے بڑے دروازے کے شروع کے حصے میں حضور ﷺ کی صاحبزادیاں
سیدہ اُم کلثوم، سیدہ رقیہ اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہن مدفون ہیں۔

Marfat.com

جنت البقیع کا وہ حصہ جہاں حضور ﷺ کے اہل بیت رضی اللہ عنہم مدفون ہیں۔

جنت البقیع میں رسول ﷺ کی ازواجِ مطہرات (امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن) مدفون ہیں۔

Marfat.com

جنت البقیع کی قدیم تصویر

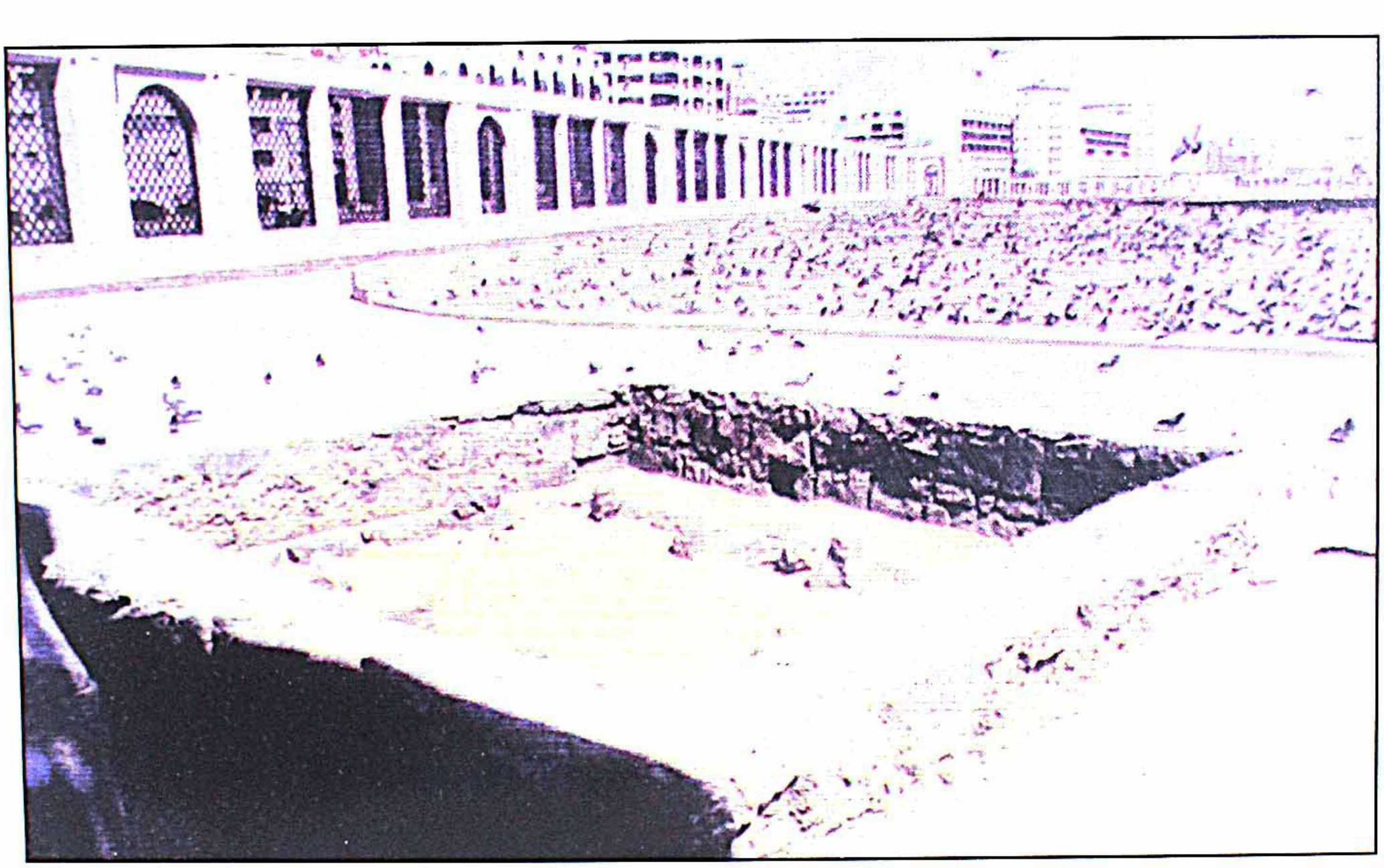

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیاں جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ (سیدہ صفیہ، سیدہ عاتکہ، سیدہ اُروعا بنت مطلب رضی اللہ عنہن اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی والدہ)

Marfat.com

ہجرت کی چونکہ آپ رضی اللہ عنہ اُس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے اس لئے مکہ میں ہی رہے۔ سیّدنا ابو العاص رضی اللہ عنہ مشرکین کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے بعد ازاں قید ہو گئے لیکن پھر دیگر قیدیوں کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کو بھی رہا کر دیا گیا جس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ مکہ روانہ ہوئے، وہاں جس کا لین دین تھا، وہ ادا کیا اور جب کوئی مطالبہ آپ رضی اللہ عنہ کے ذمہ باقی نہ رہا تو اہلِ قریش کے سامنے اعلانیہ مسلمان ہو گئے اور مدینہ منورہ ہجرت کی، پھر سیّدنا ابو العاص رضی اللہ عنہ نے باقی زندگی اپنی زوجہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ مدینہ منورہ میں گزاری۔

غزوۂ بدر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ سے مدینہ بلا لیا، کفارِ مکہ نے آپ رضی اللہ عنہا پر جو ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے اُن کا تو پوچھنا ہی کیا، حد ہو گئی کہ جب آپ رضی اللہ عنہا ہجرت کے ارادے سے اونٹ پر سوار ہو کر مکہ سے روانہ ہوئیں تو کافروں نے آپ رضی اللہ عنہا کا راستہ روک لیا اور ایک کافر ہبّار بن الاسود جو بڑا ہی ظالم تھا، اُس نے نیزہ مار کر آپ رضی اللہ عنہا کو اونٹ سے زمین پر گرا دیا جس کے صدمے سے آپ رضی اللہ عنہا کا حمل ساقط ہو گیا، یہ دیکھ کر آپ رضی اللہ عنہا کے دیور کنانہ کو جو اگرچہ کافر تھا، ایک دم طیش آگیا اور اُس نے جنگ کیلئے تیر کمان اٹھا لیا ابو سفیان نے یہ ماجرا دیکھا تو درمیان میں پڑ کر راستہ صاف کرا دیا اور سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ پہنچ گئیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے سے بے حد دکھ ہوا اور آپ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں یہ ارشاد فرمایا:

هِيَ اَفْضَلُ بَنَاتِيْ أُصِيْبَتْ فِيَّ.

"میری بیٹیوں میں (زینب رضی اللہ عنہا) فضیلت والی بیٹی ہے جس کو میری وجہ سے ستایا گیا"۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی)

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد میں ایک لڑکا علی بن ابو العاص رضی اللہ عنہ اور ایک لڑکی سیّدہ اُمامہ رضی اللہ عنہا تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے بیٹے علی بن ابو العاص رضی اللہ عنہ جنگِ یرموک میں شہید ہوئے۔ سیّدہ اُمامہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد محبت تھی۔ جب بادشاہ حبش نے تحفے میں ایک جوڑا اور ایک قیمتی انگوٹھی دربارِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھیجی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ انگوٹھی اپنی نواسی سیّدہ اُمامہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائی۔ اسی طرح کسی نے ایک مرتبہ بہت ہی بیش قیمت اور انتہائی خوبصورت ہار نذر کیا تو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن یہ سمجھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہار سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

کے گلے میں ڈالیں گے مگر آپ ﷺ نے فرمایا: میں یہ ہار اُس کو پہناؤں گا جو میرے گھر والوں میں مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے۔ یہ فرما کر آپ ﷺ نے یہ قیمتی ہار اپنی نواسی سیّدہ اُمامہ رضی اللہ عنہا کے گلے میں ڈال دیا۔ 08 ہجری میں سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، حضور ﷺ نے تبرک کے طور پر اپنا تہبند شریف آپ رضی اللہ عنہا کے کفن میں شامل کروایا اور نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہا جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

2۔ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنتِ محمد رسول اللہ ﷺ:

سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا حضورِ اکرم ﷺ کی دوسری صاحبزادی تھیں، اعلانِ نبوت سے سات برس قبل سیّدہ حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطنِ اقدس سے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ جب آپ ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہا نے بھی فوراً اسلام قبول کر لیا۔ اعلانِ نبوت سے پہلے آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو لہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا مگر ابھی رخصتی بھی نہیں ہوئی تھی کہ اعلانِ نبوت کے بعد جب "سورۂ لہب" نازل ہوئی تو غصے میں ابو لہب کے کہنے پر اُس کے بیٹے عتبہ نے سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی، اس کے بعد حضور ﷺ نے سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔۔۔ پھر دونوں نے ہجرتِ حبشہ کی۔۔۔ اور بعد ازاں ہجرتِ مدینہ۔۔۔ اسی لئے انہیں "صاحبُ الہجرتین" کہا جاتا ہے۔۔۔

سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے ایک صاحبزادے سیّدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے لیکن کم عمری میں انتقال کر گئے، اس کے بعد کوئی اولاد نہ ہوئی۔ 02 ہجری میں غزوۂ بدر کے موقع پر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا شدید بیمار تھیں تو آپ رضی اللہ عنہا کی تیمار داری کی خاطر سیّدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوہ میں شریک نہ ہو سکے اور اسی سال آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جس دن غزوۂ بدر میں فتحِ مبین کی خوشخبری لے کر مدینہ پہنچے، اُسی دن سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے 20 برس کی عمر میں مدینہ میں انتقال کیا۔ حضور ﷺ غزوۂ بدر کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔۔۔ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبرِ مبارک جنت البقیع میں ہے۔

Marfat.com

3۔ سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا بنتِ محمد رسول اللہ ﷺ:

سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی تیسری صاحبزادی تھیں۔ اعلانِ نبوت سے کچھ عرصہ قبل پیدا ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے بھی کم عمری میں ہی اپنی والدہ کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ آپ ﷺ کے اعلانِ نبوت سے پہلے آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے طے ہوا تھا لیکن ابھی رخصتی عمل میں نہ آئی تھی کہ آپ ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا۔۔۔ پھر جب "سورۂ لہب" نازل ہوئی تو عتبہ کی طرح عتیبہ نے بھی ابولہب کے کہنے پر آپ ﷺ کی دوسری بیٹی کو بھی طلاق دے دی جس سے اُن کا مقصد آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانا تھا۔ بہر حال جب آپ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو آپ ﷺ نے 03 ہجری میں سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔۔۔ اور یوں سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے "ذو النورین" (دو نوروں والا) کا لقب پایا۔۔۔

آپ ﷺ کی ہجرتِ مدینہ کے ساتھ ہی سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا نے بھی ہجرت کی اور باقی عرصہ مدینہ میں ہی گزارا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا وصال شعبان 09 ہجری میں ہوا، آپ ﷺ نے نمازِ جنازہ پڑھائی، آپ رضی اللہ عنہا کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔

4۔ سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا بنتِ محمد رسول اللہ ﷺ:

سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا محبوبِ کریم ﷺ کی سب سے پیاری بیٹی تھیں، آپ رضی اللہ عنہا کی پیدائش مکہ مکرمہ میں اعلانِ نبوت کے بعد ہوئی جبکہ بعض نے اعلانِ نبوت سے پہلے کا بھی ذکر کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے مشہور القاب "زہراء"، "سیّدۃ النساء العالمین" (تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار) اور "بتول" ہیں جبکہ کنیت "اُم السبطین" اور "اُم الحسنین" ہیں۔

سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی ابتدائی تربیت خود رسول اللہ ﷺ اور اُم المؤمنین سیّدہ حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا نے فرمائی لیکن جب سیّدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تو خاص طور پر سیّدہ فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا نے

Marfat.com

پرورش فرمائی نیز سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا، سیّدہ اُم الفضل رضی اللہ عنہا اور خاندانِ قریش کی دیگر ممتاز و محترم خواتین نے بھی یہ خدمت انجام دی۔

سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے اسلام کا ابتدائی زمانہ دیکھا اور وہ تمام تنگی بھی برداشت کی جو رسول اللہ ﷺ کو قریش کے ہاتھوں ملی، ایک دفعہ آپ ﷺ کعبۃ اللہ میں حالتِ سجدہ میں تھے کہ ابو جہل اور اُس کے ساتھیوں نے آپ ﷺ پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی۔ سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو خبر ملی تو آپ رضی اللہ عنہا نے آکر حضور ﷺ کی کمر کو پانی سے دھویا چونکہ آپ رضی اللہ عنہا کم سِن تھیں، رونے لگیں تو حضور ﷺ فرمایا: اے جانِ پدر (رضی اللہ عنہا)! نہ رو، اللہ تیرے باپ کی مدد کرے گا۔

سیّدۂ کائنات فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بے شمار فضائل و مناقب حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، میں صرف ایک حدیثِ مبارک پیش کرتا ہوں:

سیّدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي.

"فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جس نے اسے ناراض کیا اُس نے مجھے ناراض کیا"۔ (مواہب لدنیہ)

سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی شادی سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو دو بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا تھا۔ دو بیٹے سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور بیٹیاں سیّدہ زینب بنتِ علی رضی اللہ عنہا اور سیّدہ اُمِ کلثوم بنتِ علی رضی اللہ عنہا تھیں۔۔۔

سیّدنا ابنِ عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنی پھوپھی کے ہمراہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، آپ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا: عورتوں میں سب سے زیادہ نبی کریم ﷺ کو کون محبوب تھیں؟ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: فاطمہ (رضی اللہ عنہا)، پھر سوال ہوا کہ مردوں میں کون محبوب تھا؟ تو جواب دیا: فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے شوہر علی (رضی اللہ عنہ)۔

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کی وفات کے کچھ ماہ بعد ہی سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے وصال فرمایا، سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ ادا فرمائی اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔ سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی حیاتِ طیبہ کے واقعات تحریر کرنے کیلئے تو دفتر کے دفتر درکار ہیں۔۔۔

5۔ سیّدنا قاسم رضی اللہ عنہ بن محمد رسول اللہ ﷺ:

سیّدنا قاسم رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی اولادوں میں سب سے پہلے صاحبزادے ہیں جو اُم المؤمنین سیّدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطنِ اقدس سے پیدا ہوئے، ابھی چلنے کا آغاز ہی کیا تھا کہ کم سِنی میں مکہ مکرمہ ہی میں وصال فرما گئے۔ آپ ﷺ نے انہی کے نام سے کنیت "ابو القاسم" اختیار فرمائی تھی۔

6۔ سیّدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن محمد رسول اللہ ﷺ:

سیّدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا لقب "طیب" و "طاہر" ہے، آپ رضی اللہ عنہ مکہ میں اعلانِ نبوت کے بعد پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بھی کم سِنی میں ہی وصال فرمایا تھا اور مکہ مکرمہ میں تدفین ہوئی۔ نیز سیّدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہونے والے یہی وہ فرزند ہیں جن کی وفات پر کفارِ مکہ نے طعنے دیئے تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ کوثر نازل فرمائی:

﴿ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ ﴾

[الکوثر 108:(1-3)]

"اے محبوب (ﷺ)! بے شک ہم نے تمہیں کوثر عطا کی ہے، تو تم اپنے رب کیلئے نماز پڑھو اور قربانی کرو، بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے"۔

7۔ سیّدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ بن محمد رسول اللہ ﷺ:

سیّدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام سیّدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھا۔ حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام اپنے جدِ امجد، سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا۔ اُمِ بردہ بنتِ منذر زید انصاری رضی اللہ عنہا نے جو براء بن اَوس انصاری رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں، سیّدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دُودھ پلایا۔ آپ ﷺ نے اُمِ

Marfat.com

بردہ رضی اللہ عنہا کو ایک قطعہ نخلستان عطا فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ایامِ رضاعت ابھی باقی تھے کہ وصال فرمایا، نبی کریم ﷺ نے جب آخری وقت میں سیّدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ سانس چھوڑ رہے ہیں تو حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو گود میں اُٹھایا اور فرمایا:

"ابراہیم (رضی اللہ عنہ)! حکمِ الٰہی کے سامنے ہم تیرے کس کام آسکتے ہیں"۔

پھر ارشاد فرمایا:

"ہم جانتے ہیں کہ موت تو امرِ حق اور وعدۂ صدق ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے بھی پہلے جانے والوں کے ساتھ جاملیں گے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تب ہم ابراہیم (رضی اللہ عنہ) کا اَلم اس سے بھی زیادہ کرتے۔ آنکھیں نم ہیں، دل میں غم ہے، مگر ہم کوئی بات ایسی نہ کریں گے جو رب کو ناپسند ہو"۔ (تاریخِ طبری)

حضرت محمد ﷺ کے چچا

1۔ حارث (انہی کے نام سے حضرت عبد المطلب کی کنیت "ابو الحارث" تھی)

2۔ سیّدنا ابو طالب، آپ کا نام عبد مناف تھا

3۔ عبد الکعبہ

4۔ سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

5۔ مقوم

6۔ مغیرہ (ان کا لقب جحل یا حجل تھا)

7۔ عوام

8۔ سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ

9۔ ضرار

10۔ زبیر

11۔ قثم

12۔ ابو لہب

13۔ غیداق

رسول اللہ ﷺ کے چچاؤں میں سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ اسلام لائے، سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اعلانِ نبوت کے دوسرے یا چھٹے سال مسلمان ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے سامنے کفار سے بیک وقت دو تلواریں تھامے ہوئے مقابلہ کیا جس پر آپ ﷺ نے "اسد اللہ" کا لقب دیا، آپ رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ کے چچاؤں میں سب سے بڑے حارث اور سب سے چھوٹے سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ تھے اور سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ عمر میں نبی کریم ﷺ سے تین سال بڑے تھے، آپ رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر سے پہلے ہی پوشیدہ اسلام لا چکے تھے جبکہ بعض نے کہا کہ غزوۂ خیبر سے پہلے اسلام لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ فتحِ مکہ، حنین اور طائف کے غزوات میں شریک ہوئے نیز غزوۂ حنین کے موقع پر نہایت ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔

حضرت محمد ﷺ کی پھوپھیاں

1۔ اُم حکیم (البیضاء)

2۔ برہ

3۔ اُمیمہ

4۔ عاتکہ

5۔ اروٰی

6۔ سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

سیّدنا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (متبنیٰ)

سیّدنا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بنو کلب سے تعلق رکھتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حارثہ بن شر حبیل تھا اور والدہ سعدیٰ بنتِ ثعلبہ کا تعلق قبیلۂ بنو طے کی شاخ بنو معن سے تھا۔۔۔ عرب کے مشہور بازار "عکاظ" سے حکیم بن حزام نے چار سو درہم دے کر سیّدنا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنی پھوپھی سیّدہ حضرت خدیجہ بنتِ خویلد رضی اللہ عنہا کیلئے خرید لیا۔۔۔ جب رسالت مآب ﷺ سے سیّدہ حضرت خدیجہ بنتِ خویلد رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بطور تحفہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔۔۔ بعد ازاں سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے والدین آپ رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتے ہوئے مکہ مکرمہ آئے اور حضورِ اکرم ﷺ کے گھر تشریف لائے اور کہا کہ ہم آزاد لوگ ہیں، ہمارے بیٹے زید (رضی اللہ عنہ) کو لوگوں نے پکڑ کر غلام بنا کر بیچ دیا ہے، ہم یمن سے ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہاں مکہ آئے تو پتہ چلا کہ زید (رضی اللہ عنہ) آپ (ﷺ) کے غلام ہیں۔۔۔ ہم ان کی قیمت واپس کر دیتے ہیں، آپ انہیں آزاد فرما دیں۔ آپ ﷺ ان دونوں فریادیوں کی گفتگو سنتے رہے۔ یہ یاد رکھیئے۔۔۔! ابھی آپ ﷺ کا اعلانِ نبوت نہیں ہوا تھا۔۔۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "زید (رضی اللہ عنہ) باہر گئے ہیں، ابھی آتے ہوں گے، آپ تشریف رکھیں"۔ اتنے میں سیّدنا زید رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے، آپ ﷺ نے سیّدنا زید رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "زید (رضی اللہ عنہ) یہ تمہارے والدین ہیں، تمہیں ڈھونڈتے ہوئے آئے ہیں، مجھے قیمت واپس نہیں چاہیے، تم جانا چاہو تو میری طرف سے آزاد ہو"۔ رحمدلی کی داستانیں قدم قدم پر آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چلی آ رہی ہیں۔۔۔ بچھڑا ہوا بیٹا۔۔۔ ترستی ہوئی تڑپتی بلکتی ماں ۔۔۔ دربدر ڈھونڈتا ہوا بے قرار باپ۔۔۔ ان سے لپٹ

Marfat.com

گئے۔۔۔ اب آپ تصور کریں۔۔۔ان کے درمیان جذباتی کیفیت کیا ہو گی۔۔۔؟ اور مکالمہ کیا ہو رہا ہو گا۔۔۔؟ مثبت اور اچھے اچھے الفاظ کا چناؤ کیجئے۔۔۔! ممتا کے جذبات درمیان میں رکھیئے۔۔۔! پھر سوچیئے۔۔۔ !اُس وقت وہاں کیا ہو رہا ہو گا۔۔۔؟ سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ماں باپ کو مخاطب کر کے فیصلہ فرما دیا کہ ”میں آپ کو بہت یاد کرتا تھا لیکن میں حضور ﷺ کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ میں کسی قیمت پر بھی آپ ﷺ کو نہیں چھوڑ سکتا“۔ آپ ﷺ خاموشی سے یہ گفتگو سن رہے تھے۔ جب ماں اور باپ اپنے بیٹے کی آپ ﷺ کیلئے رائے جان گئے تو آپ ﷺ سے کہا کہ ہمارا بیٹا آپ (ﷺ) کی شفقت و محبت کے سائے میں خوش ہے تو ہم بھی مطمئن ہیں۔ یہ سننے کے بعد آپ ﷺ نے سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کعبہ کی سیڑھی پر چڑھ گئے۔۔۔ اہلِ مکہ اور اہلِ عرب کے رواج کے مطابق لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: ”آج سے زید (رضی اللہ عنہ) میرا غلام نہیں ہے، میں اسے بیٹا بنانے کا اعلان کرتا ہوں“۔۔۔ کیا قسمت پائی ہے سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے۔۔۔ کیا نسبت ملی آپ رضی اللہ عنہ کو۔۔۔ اور آپ زید رضی اللہ عنہ بن محمد ﷺ کی کنیت سے مخاطب ہونے لگے۔۔۔ اہلِ مکہ اور عرب ہی نہیں دنیا میں یہ دستور رائج تھا کہ کوئی اگر کسی کو بیٹا یا بیٹی بنانے کا کُھلے عام اظہار کر دیتا تو اُسے اُس کا بیٹا یا بیٹی تسلیم کر لیا جاتا تھا اور اُسے وہ تمام حقوق خود بخود منتقل ہو جاتے تھے جو ”صلبی“ بیٹے یا بیٹی کو حاصل ہوتے تھے۔ یہ روایت مقبولِ عام بھی تھا اور اس کا احترام سبھی کیا کرتے تھے۔ اب اس پر ذرا سی تفصیل بھی پڑھتے جایئے کہ آگے آگے کس طرح منہ بولی اولاد پر کتنے اہم اعلانات ہوئے اور صرف اس ایک واقعے پر بنی نوع انسان کیلئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک نئی اور اہم قانون سازی کا حتمی اُصول بیان فرما دیا گیا۔ اس سے قبل کہ میں قرآن کا حتمی اعلان یعنی آیتِ مبارکہ آپ کی خدمت میں پیش کروں۔۔۔ یہ یاد رکھتے جایئے کہ سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بھی بیٹے ہونے کا قدم قدم پر حق ادا کیا۔ آپ ﷺ کے بیشتر معاملات سنبھال کر اسے بحسن و خوبی ادا کیا کرتے تھے، ظاہر سی بات تھی کہ آپ ﷺ کی قربت اور تربیت نیز اپنے سامنے وحی کے نزول ہونے جیسے مقدس واقعات سے اسلام آپ رضی اللہ عنہ کی رگ رگ میں سما گیا تھا جس کے باعث آپ رضی اللہ عنہ اخلاق و کردار کے بلند مرتبے پر فائز ہو گئے تھے۔ اکثر

Marfat.com

موقعوں پر سرداروں اور دیگر قبائل کے معاملات میں شریک رہنے کے باعث بہت سے اسرار و رموز سے آشنا ہو گئے تھے، مصائب و آلام میں جس قدر سختیاں حضور ﷺ پر آتیں، وہی سختیاں آپ رضی اللہ عنہ پر بھی گزرتی تھیں اور یہی وجہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ دربارِ نبوی ﷺ کا ایک انمول ستارہ بن گئے اور آپ ﷺ کی بے پناہ محبت اور شفقت نے تو جیسے آپ رضی اللہ عنہ کو وہ مرتبہ عطا فرما دیا تھا کہ جو آنکھ آپ رضی اللہ عنہ کی طرف اٹھتی تو رشک کرتے ہوئے اُٹھا کرتی تھی۔۔۔

نبی کریم ﷺ سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نکاح خود اپنی پھوپھی زاد بہن سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کرانا چاہتے تھے لیکن سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا انکاری تھیں۔ اس موقع پر ایک آیتِ مبارکہ کا نزول ہوا وہ پڑھیئے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿٣٦﴾﴾ [الاحزاب 33:(36)]

"جب اللہ اور اُس کا رسول کسی اَمر کا فیصلہ فرما دے، تب کسی مومن مرد یا عورت کیلئے اس کام میں اپنا کوئی اختیار نہیں رہتا"۔

اس آیتِ مبارکہ کے نزول کے بعد سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نکاح کیلئے تیار ہو گئیں اور حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کا عقد سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کر دیا لیکن کچھ ہی عرصے میں ان دونوں میں اَن بَن رہنے لگی۔ ایک روایت میں ہے کہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا خلع چاہتی تھیں اور اس کی وجہ سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ میں کوئی کمی یا عیب نہ تھا بلکہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے دل سے سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے غلام رہنے والی بات اُترتی ہی نہیں تھی، آپ رضی اللہ عنہا کو اشرافِ قریش ہونے کا احساس بے چین رکھتا تھا۔ دوسری طرف مسلسل اَن بَن رہنے کے باعث سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی طلاق دینا چاہتے تھے۔۔۔ لہٰذا یہ عقد چل نہ سکا۔۔۔ حضور ﷺ نے خود یہ شادی کرائی تھی، اس لئے بہت کوشش فرمائی کہ یہ عقد نہ ٹوٹنے پائے۔۔۔ مگر مشیتِ الٰہی نے ایک اور فیصلہ کر رکھا تھا۔۔۔ اور اسی مشیت کے تحت یہ طلاق ہو گئی۔۔۔ اس طلاق کا اثر سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا پر کیا ہوا ہو گا، اس کا بخوبی اندازہ لگایا

Marfat.com

جاسکتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے یہ شادی صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی خواہش سے کی تھی لیکن اس طلاق کے باعث سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اطاعت اور آپ رضی اللہ عنہا کے گھر والوں کی فرمانبرداری کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ان کی دلجوئی کرنا بھی بہت ضروری تھا۔ اس پیچیدہ حالت میں بذریعہ وحی حضور ﷺ کو حکم آیا کہ اب سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو "اُم المؤمنین" کا درجہ عطا کیا گیا ہے۔۔۔

﴿وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۚ﴾ [الاحزاب 33:(37)]

"اور جب تو نے اُس شخص سے کہا جس پر اللہ نے احسان کیا اور تو نے احسان کیا کہ اپنی بیوی (زینب) کو اپنے پاس رکھ اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے دل میں ایک چیز چھپاتا تھا جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے ڈرتا تھا، حالانکہ اللہ زیادہ حق رکھتا ہے کہ تو اس سے ڈرے، پھر جب زید اس سے حاجت پوری کر چکا تو ہم نے تجھ سے اس کا نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں پر اُن کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی گناہ نہ ہو جب کہ وہ اُن سے حاجت پوری کر لیں، اور اللہ کا حکم ہو کر رہنے والا ہے"۔

اس آیتِ ربّانی کے نزول نے نہ صرف اس واقعے کے حوالے سے پیدا کئے گئے فتنے کی بیخ کنی کر دی بلکہ قیامت تک کیلئے منہ بولی اولاد سے رشتے کی وضاحت کر دی۔۔۔ دیکھا آپ نے۔۔۔! پوری دنیا سے اس کمزور رواج کا خاتمہ کر دیا گیا۔۔۔! آیات کا نزول زیادہ تر ایسے ہی ہوتا تھا کہ ایک واقعہ سامنے آیا اور اس پر چرچے شروع ہوئے اور جب ماحول پوری طرح سازگار ہو جاتا تو بذریعۂ وحی اس کی تردید یا تصدیق پر مہر ثبت کر دی جاتی۔ آپ یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لیں کہ وحی میں منہ بولا بیٹا یا بیٹی بنانے سے ممانعت نہیں ہوئی بلکہ خونی رشتے کا حقیقی ادراک بیان کر دیا گیا۔ اسی وجہ سے رسالت مآب ﷺ کی سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے محبت و شفقت میں کمی کا کوئی واقعہ

Marfat.com

سامنے نہیں آیا یہاں تک کہ سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضورِ اکرم ﷺ کے پاس آتے تو آپ ﷺ تینوں کو دیکھ کر فرماتے کہ یہ تینوں میرے بیٹے ہیں۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ (زید رضی اللہ عنہ) اُن لوگوں میں سے تھے جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے اور اُسامہ رضی اللہ عنہ (زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے) بھی اُن لوگوں میں سے ہیں جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں''۔

ایک اور واقعہ بھی پڑھتے جایئے۔۔۔!رسول اللہ ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمانے سے قبل ایک عظیم الشان لشکر ترتیب دے کر بلقاء کی جانب روانہ کیا تو سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ہی اس کا سپہ سالار مقرر کیا حالانکہ اس لشکر میں سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔(یہ لشکر جنگِ مؤتہ کے شہداء کا بدلہ لینے کیلئے روانہ ہوا تھا، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی اسی جنگ میں شہید ہوئے تھے)۔ بعض نے جب یہ کہا کہ سپہ سالار ایک نوجوان کو بنایا گیا ہے تو حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''لوگو! اُسامہ (رضی اللہ عنہ) کے لشکر کو روانہ کر دو، اگر تم نے اُسامہ (رضی اللہ عنہ) کی امارت میں کلام کیا ہے تو اس سے پہلے اُس کے والد کی امارت کے بارے میں بھی کلام کر چکے ہو حالانکہ اُسامہ بھی امارت کے لائق ہے جس طرح اُس کے والد امارت کے لائق تھے''۔

میں سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت کے بارے میں آپ کو کیا کیا بتاؤں کہ۔۔۔ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ کو یہ منفرد مقام حاصل تھا کہ قرآنِ مجید میں صرف اور صرف آپ رضی اللہ عنہ ہی کا نامِ نامی مذکور ہے۔۔۔طائف میں جب کفار نے آپ ﷺ کو بہت زخمی کر دیا تھا تو سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اپنے شانوں پر سوار کیا اور آگے کا سفر جاری رکھا۔۔۔یہ بہت بڑے اعزاز کی بات ہے۔۔۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''جس لشکر میں زید شریک ہوتے تو امارت کا عہدہ اُنہیں ہی عطا ہوتا''۔۔۔رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنی جانشینی کا شرف اور فخر بخشا۔۔۔

Marfat.com

حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور اُمورِ خانہ داری

اکثر بڑے لوگ وہ کہلاتے ہیں جو عوام الناس کے سامنے ایک مصنوعی کردار کا چوغہ پہنے رکھتے ہیں۔۔۔ لیکن ذاتی زندگی میں یہ مصنوعی چوغہ اُتر جاتا ہے۔۔۔ باہر دیکھئے تو بڑی آن بان ہے۔۔۔ گھر پہنچے تو انتہائی پستی میں گرے ہوئے۔۔۔ باہر سادگی اور تواضع کا مرکب۔۔۔ گھر آئے تو عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے۔۔۔ لیکن جب لوگوں کے سامنے اور ذاتی زندگی میں فاصلے ختم ہو جاتے ہیں۔۔۔ اور ان کے معمولات یکسانیت اختیار کر جاتے ہیں۔۔۔ تو ان کی قدر و منزلت بھی بڑھتی جاتی ہے۔۔۔ ہمارے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھئے۔۔۔! تو ایک ہی رنگ گھر میں بھی ہے۔۔۔! اور گھر سے باہر بھی۔۔۔! اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا:

> ”آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے، اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال خود ہی کرتے، بکری کا دودھ خود دوہتے اور اپنی ضرورتیں خود ہی پوری کرتے نیز اپنے کپڑوں کو خود ہی پیوند لگا لیتے، اپنے جوتے کی مرمت خود ہی کر لیتے اور یہ کہ اپنے ڈول کو ٹانکے لگا لیتے، بوجھ اُٹھاتے، جانوروں کو چارہ ڈالتے، کوئی خادم ہوتا تو اس کے ساتھ مل کر کام کرا دیتے، (مثلاً) اُسے آٹا پسوا دیتے، کبھی اکیلے ہی مشقت کر لیتے، بازار جانے میں عار نہ تھی، خود ہی سودا سلف لاتے اور ضرورت کی چیزیں ایک کپڑے میں باندھ کر اُٹھا لاتے“۔ (سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد)

Marfat.com

اب ذرا یہ پڑھیئے۔۔۔!لوگوں نے یہ بھی دریافت کیا: رسول اللہ ﷺ جب گھر میں ہوتے تو کیا رویہ ہوتا تھا؟ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ أَلْيَنَ النَّاسِ وَأَكْرَمَ النَّاسِ، كَانَ رَجُلًا مِنْ رِجَالِكُمْ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ ضَحَّاكًا بَسَّامًا.

"سب سے زیادہ نرم خو، متبسم، خندہ جبیں"۔(مسند اسحاق بن راہویہ، رقم:1750)

اسی نرم خوئی کی شان تھی کہ کبھی کسی خادم کو جھڑکا نہیں۔۔۔ حق یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی بھی اپنے اہلِ و عیال کیلئے شفیق نہ تھا۔۔۔ ایک بار سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر سیّدنا امام عالی مقام حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لاتے تو اپنا وقت تین طرح کی مصروفیات میں صَرف کرتے:

"کچھ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں صرف ہوتا۔۔۔ کچھ وقت اہل و عیال کیلئے۔۔۔ اور کچھ وقت اپنے آرام کیلئے۔۔۔ پھر اپنے اوقات میں سے ایک حصہ ملاقاتیوں کیلئے نکالتے جن میں مسجد کی عام مجالس کے علاوہ خصوصی گفتگو کرنے والے احباب یا مہمان آکر ملتے۔۔۔ یا کچھ ضروریات وحاجات لے کر آتے۔۔۔ دیکھا جائے تو آرام کیلئے بہت کم وقت رہ جاتا تھا"۔(معجم کبیر طبرانی، من اسمہ ہند بن ابی ہالہ، رقم: 414)

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے نان و نفقہ اور مختلف ضروریات کا انتظام بھی آپ ﷺ کو کرنا ہوتا تھا پھر ان کی تعلیم و تربیت بھی آپ ﷺ کے ذمہ تھی کہ انہی کے ذریعے طبقۂ خواتین کی اصلاح کا کام جاری رہتا۔۔۔ عورتیں اپنے مسائل لے کر آتیں اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی معرفت دریافت کرتیں۔۔۔ اس کے باوجود گھر کی فضاء کو آپ ﷺ نے کبھی خشک اور بوجھل نہ ہونے دیا۔۔۔ گھر ایک انسانی گھر کی طرح تھا۔۔۔ جس کی فضاء میں فطرت و جذبات کا مدوجزر رہتا۔۔۔ اس میں غم سے بہتے آنسو بھی تھے۔۔۔ تبسم کی مہک بھی۔۔۔ محبتیں بھی۔۔۔ کبھی کبھار رشک بھی۔۔۔ پریشانیاں بھی رہتیں۔۔۔ اور تفریح کے لمحات بھی آتے۔۔۔ اور دلچسپ لطائف بھی ہوا کرتے تھے۔۔۔ مثلاً سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنا ایک واقعہ بیان فرماتی ہیں:

Marfat.com

”ایک مرتبہ میں نے خزیزہ (گوشت کے قیمے کو پانی میں پکاتے اور پھر اس پر آٹا چھڑکتے جاتے جو ساتھ ہی پکتا رہتا) تیار کیا۔۔۔ اُس وقت سودہ (رضی اللہ عنہا) بھی موجود تھیں اور رسول ﷺ بھی بیٹھے تھے۔۔۔ بے تکلفی کی فضاء تھی۔۔۔ میں نے سودہ (رضی اللہ عنہا) سے کہا: کھاؤ، اُنہوں نے انکار کیا، پھر اصرار سے کہا: کھاؤ، اُنہوں نے انکار کیا۔۔۔ پھر اصرار سے کہا: تمہیں ضرور کھانا ہو گا۔۔۔ اُنہوں نے انکار کیا۔۔۔ ادھر سے پھر کہا گیا: اس میں سے کھاؤ ورنہ اُٹھا کر آپ کے منہ پر مل دوں گی۔۔۔ سودہ (رضی اللہ عنہا) نے پھر انکار کیا۔۔۔ میں نے خزیزہ کو ہاتھ میں لیا اور واقعی سودہ (رضی اللہ عنہا) کے چہرے پر لیپ دیا۔۔۔ اس بے تکلفی پر حضور ﷺ خوب مسکرائے اور سودہ (رضی اللہ عنہا) سے کہا: تم اس کے منہ پر ملو تاکہ حساب برابر ہو جائے چنانچہ سودہ (رضی اللہ عنہا) نے ایسا ہی کیا، حضور ﷺ پھر مسکرائے۔“ (السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب الانتصار، رقم:8868)

اسی طرح ایک موقع پر سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے تو سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضورِ اکرم ﷺ کے ساتھ شوخی سے بات کرتے پایا۔۔۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کیفیت میں غضب کے آثار نمایاں ہوئے۔۔۔ حضورِ اکرم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اشارہ فرمایا کہ کوئی خاص بات نہیں۔۔۔ اسی کیفیتِ غضب میں سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کاشانۂ رسالت ﷺ سے باہر چلے گئے۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہ کے جانے کے بعد آپ ﷺ نے مسکرا کر سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا: دیکھا! ہم نے تمہیں اس شخص سے بچا لیا۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب ماجاء فی یالمزاح، رقم:4999)

گھریلو زندگی کے اس فطری اُتار چڑھاؤ کو ہم اسلامی تصور سے کچھ علیحدہ سمجھتے ہیں اور خصوصاً نبی کریم ﷺ کے گھر کا نقشہ ذہن میں کچھ ایسا رکھتے ہیں کہ۔۔۔ جس میں نہ کوئی جذبہ تھا اور نہ خواہش۔۔۔ نہ احساسات تھے اور نہ ہنسی و مسکراہٹ کے مواقع۔۔۔ لیکن حقیقی معاملہ اس کے برعکس تھا۔۔۔ راتوں کو جب حضور ﷺ بستر پر ہوتے تو اہل و عیال سے عام باتیں ہوتیں۔۔۔ کبھی گھریلو اُمور پر۔۔۔ کبھی عام مسلمانوں کے مسائل پر۔۔۔ یہاں تک کہ کبھی عرب کا کوئی ادبی قصہ اور کہانی بھی سناتے۔۔۔ ایک بار آپ ﷺ سے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اُمِ زرع کی

Marfat.com

وہ کہانی بیان کی۔۔۔ جس میں گیارہ عورتیں اپنے خاوندوں کا کردار آپس میں بیان کرتی ہیں۔۔۔ ان میں سے ایک عورت اُمِ زرع اپنے خاوند ابوزرع کا من موہنا کردار پیش کرتی ہے۔۔۔ یہ کہانی ادبی لحاظ سے بڑی دلچسپ ہے۔۔۔ خاتمے پر حضور ﷺ نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میں بھی تمہارے حق میں ویسا ہی ہوں جیسا کہ ابوزرع (اپنی بیوی) اُم زرع کیلئے تھا۔ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب ذکر حدیث اُم زرع، رقم:2448)

اسی طرح ایک اور موقع پر ایک قصہ سنایا تو سننے والوں میں سے ایک نے کہا: یہ تو خرافہ کے قصوں جیسا ہے (عرب میں خرافہ کی ایک روایتی شخصیت تھی جس سے بہت سے حیرت ناک قصے منسوب تھے)، حضور ﷺ نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: جانتی بھی ہو کہ خرافہ کی کیا حقیقت تھی؟ پھر آپ ﷺ نے خرافہ کی روایتی شخصیت کا قصہ بھی بیان کیا۔۔۔ یمن کے مشہور قبیلے عزرہ سے اس کا تعلق تھا، اس آدمی کو جنّات پکڑ کر لے گئے تھے اور کچھ عرصے بعد واپس چھوڑ گئے اور یہ وہاں کے آنکھوں دیکھے احوال بیان کیا کرتا تھا۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند الصدیقہ عائشہ، رقم:25244)

رسول اللہ ﷺ کا عمر بھر معمول رہا کہ رات کے دوسرے نصف حصے کے اوائل میں بیدار ہو کر مسواک اور وضو کے بعد تہجد ادا فرماتے۔۔۔ قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے۔۔۔ اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ رات کو قیام فرماتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک میں ورم آجاتا۔ میں نے آپ ﷺ سے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ کے تمام اگلے پچھلے گناہ (اگر ہوتے بھی تو) معاف کر دیئے گئے ہیں پھر آپ ﷺ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْداً شَكُوْراً.

"کیا میں اپنے پروردگار کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟" (صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، باب قیام النبی ﷺ اللیل، رقم:1130)

Marfat.com

زندگی کے معمولات

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے عام معمولات میں بھی حیران کُن توازن، ترتیب اور نظم ملتا ہے۔۔۔ صرف ایک دن کے معمولات کیلئے آپ چاہیں تو اپنا ایک آئیڈئل شیڈول بنا سکتے ہیں۔۔۔اب امیر المؤمنین سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت کو ایک اور دفعہ پڑھیئے۔۔۔ حضور ﷺ نے اپنے اوقات کے تین حصے کر دیئے تھے: ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے، دوسرا حصہ عام لوگوں کیلئے اور تیسرا حصہ اپنی ذات (آرام) کیلئے۔ (معجم کبیر طبرانی، من اسمہ ہند بن ابی ہالہ، رقم: 414)

آپ ﷺ نمازِ فجر کے بعد رُخِ انور کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب موڑ کر بیٹھ جاتے تھے جب تک سورج اچھی طرح طلوع نہ ہو جاتا تھا اور اس دوران دین کے اُمور پر گفتگو ہوتی، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنے خواب بھی بیان کرتے اور اس کی تعبیر آپ ﷺ سے لیتے تھے، کبھی آپ ﷺ خود اپنا خواب بیان فرماتے۔ ہر ہر موضوع، ہر قسم کی گفتگو، شعر و شاعری، مزاح کی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ اس موقع پر آپ ﷺ صرف مسکرا دیا کرتے تھے۔ مالِ غنیمت، وظائف اور خراج وغیرہ کی تقسیم بھی اسی وقت میں ہوا کرتی تھی۔ جب دن چڑھ جاتا تو چاشت کی نماز ادا فرماتے اور اس کے بعد گھر تشریف لے جا کر کاموں میں مشغول رہتے۔۔۔ پھٹے کپڑوں کو سی لیتے۔۔ جوتا ٹوٹ جاتا تو اپنے دستِ مبارک ﷺ سے سی کر مرمت کر لیتے۔۔ بکری کا دُودھ دوہتے۔۔۔ بعد نمازِ عصر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں ہر ایک کے پاس جاتے۔۔۔ تھوڑی دیر ٹھہرتے۔۔۔ پھر جس کی باری ہوتی رات وہیں بسر

Marfat.com

کرتے۔۔۔ تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن وہیں جمع ہو جاتی تھیں اور عشاء کی نماز تک یہ محفل جاری رہتی جس میں گھریلو باتیں، قصے، واقعات اور دین کے اُمور پر گفتگو ہوا کرتی۔۔۔ نمازِ عشاء کے بعد یہ محفل برخاست ہوتی۔۔۔ آپ ﷺ نمازِ عشاء کے بعد بات چیت کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔۔۔ آپ ﷺ ہمیشہ داہنی کروٹ اور دایاں ہاتھ رُخسار کے نیچے رکھ کر سوتے تھے۔ بچھونے میں کبھی معمولی بستر، کبھی کھال پر، کبھی چٹائی اور کبھی خالی زمین پر ہی سو جایا کرتے تھے۔۔۔ آدھی رات یا اگلے پہر جاگ جاتے۔۔۔ مسواک فرماتے۔۔۔ وضو کرتے اور عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے۔۔۔

جب آپ ﷺ کو خبر ہوتی تو بیماروں کی عیادت کرنے ضرور جاتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ارشاد ہوتا تھا کہ عیادت بھی ایک مسلمان کا فرض ہے۔۔۔ کسی بھی بیمار کے پاس تشریف لے جاتے تو اس کو تسکین دیتے۔۔۔ پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے۔۔۔ صحت کی دعا فرماتے۔۔۔ اگر کسی کی دنیا سے رخصت کا وقت قریب ہوتا اور آپ ﷺ کو معلوم ہو جاتا تو آپ ﷺ اُس کے پاس تشریف لے جاتے اور آخر تک بیٹھے رہتے اور اُس کیلئے دُعائے مغفرت فرماتے، نمازِ جنازہ پڑھاتے اور تدفین تک میں شرکت فرماتے تھے۔۔۔

کوئی برے کلمات کہتا تو حضور ﷺ ناپسند فرماتے۔۔۔ ملاقات کے وقت سلام میں پہل کرتے۔۔۔ ہاتھ ملاتے اور جب تک دوسرا خود نہ چھوڑ دے اُس کا ہاتھ نہ چھوڑتے۔۔۔ مجلس میں جہاں جگہ مل جاتی وہیں بیٹھ جاتے۔۔۔ کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو اونچی جگہ پر بیٹھنے سے پرہیز فرماتے۔۔۔ ایک بار آپ ﷺ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، آپ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے بیٹھنے کیلئے ایک چمڑے کا گدّا ڈال دیا لیکن آپ ﷺ زمین پر بیٹھ گئے اور وہ گدّا آپ ﷺ اور سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان آ گیا۔۔۔ جب آپ ﷺ کسی کے گھر جاتے تو دروازے کے دائیں یا بائیں جانب ہو کر کھڑے ہوتے۔۔۔ پھر تین مرتبہ "السلام علیکم" کہہ کر اندر آنے کی اجازت طلب فرماتے۔۔۔ اگر صاحبِ خانہ جواب نہ دیتا تو آپ ﷺ واپس تشریف لے جاتے اور اس بات کا کبھی بُرا نہ مناتے۔۔۔

Marfat.com

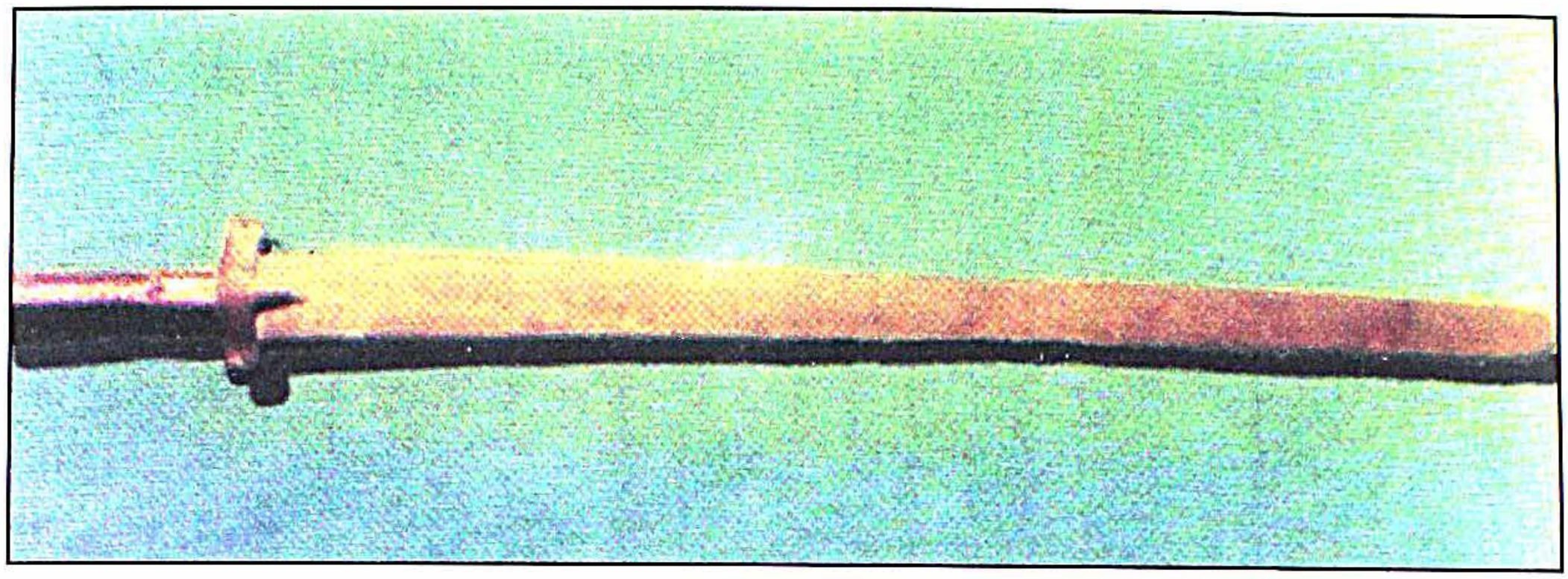

حضور ﷺ کی تلوار "عضب" (توپ کاپی میوزیم ترکی میں موجود ہے)

آپ ﷺ کی نعلین مبارک (توپ کاپی میوزیم ترکی میں موجود ہے)

Marfat.com

آپ ﷺ کے سامنے کوئی بات کر رہا ہوتا تو آپ ﷺ بات کاٹ کر گفتگو نہ فرماتے تھے۔۔۔ جو بات ناپسند ہوتی تو بات کو ٹال جاتے تھے۔۔۔ محفل میں جس قسم کا ذکر چھڑ جاتا آپ ﷺ بھی اُس میں شامل ہو جاتے تھے۔۔۔ آپ ﷺ کی مجلس میں آنے والوں کیلئے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔۔۔ جب کوئی اچھی بات کہتا تو تعریف فرماتے۔۔۔ کسی گاؤں دیہات سے کوئی بدوی آتا اور نہایت سختی سے سوال کرتا تو آپ بُرا نہ مناتے بلکہ انتہائی نرم لہجے میں اُس کا جواب ارشاد فرماتے۔۔۔ لغو اور مہمل سوالات کو پسند نہیں فرماتے تھے۔۔۔ آپ ﷺ کی زیادہ تر مجلس مسجدِ نبوی ﷺ کے صحن میں ہوا کرتی تھیں۔ چونکہ آپ ﷺ کی مجالس زیادہ تر مردوں سے ہوتی تھیں، اس بناء پر عورتوں نے درخواست کی کہ ہمارے لئے بھی ایک دن مخصوص فرما دیا جائے، آپ ﷺ نے عورتوں کی اس درخواست کو قبول کیا اور ایک دن مخصوص فرما دیا تھا۔ آپ ﷺ ان مجالس میں دقیق مباحث کو جن کا فائدہ عوام تک نہ پہنچ سکے، ناپسند فرماتے تھے۔۔۔ غور کیجیے۔۔۔! آج تو ہمارے پڑھے لکھے لوگ، عالم ہوں یا دانشور، عام لوگوں کی مجلسوں میں ایسے علمی نکتے بیان کرنا اپنی شان سمجھتے ہیں جو عوام کو سمجھ میں ہی نہ آئے اور عوام کی موجودگی میں بحث و مباحثہ کرتے ہیں۔ علمی تکبر اور تلخی کے مناظر آئے دن دیکھنے کو ملتے ہیں اور یہ سب آپ ﷺ کو سخت ناپسند تھے۔۔۔ آپ ﷺ کی محفل میں شگفتہ مزاجی کے بھی کئی واقعات کا ذکر ملتا ہے۔ آپ ﷺ کی محافل اتنی دلکش ہوا کرتی تھیں کہ ہر کوئی محفل میں آنے کیلئے بے چین ہوا کرتا تھا اور برخاست ہونے کے بعد اُس کا جانے کا دل نہیں چاہتا تھا۔۔۔

لباسِ مبارک ﷺ

نبی کریم ﷺ کا عام لباس چادر، قمیض اور تہبند تھا۔۔۔ ٹوپی پہنتے۔۔۔ عمامے کا شملہ کبھی دوشِ مبارک ﷺ پر اور کبھی دونوں شانوں کے درمیان رہتا۔۔۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی عمدہ لباس بھی زیب تن فرمایا۔۔۔ تاہم طبعِ مبارک ﷺ دنیاوی آرائش سے اجتناب کی طرف مائل تھی۔۔۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ ﷺ کا لباس کبھی تہہ کر کے نہ رکھا گیا یعنی ایک ہی جوڑا ہوتا جسے دھو دھو کر پہنتے رہتے۔۔۔ ذرا ہم خود ہی اپنی اداؤں پر غور کریں۔۔۔! اور سیرتِ نبوی ﷺ کے اس قناعت پسند پہلو کو محسوس کریں۔۔۔ تو پتہ چل جائے گا کہ جو اپنی ضروریات بلاوجہ بڑھاتا جائے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ تنگ دست ہی رہے گا۔۔۔

Marfat.com

تواضع اور سادگی

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی پوری حیات بے تکلفی اور زہد و قناعت میں گزاری۔۔۔لباس، بستر، کھانا غرض ہر چیز میں ہمیشہ سادگی کا عنصر نمایاں رہا۔۔۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم چٹائی، معمولی فرش یا زمین پر بیٹھنے میں کبھی تکلف محسوس نہ کرتے۔۔۔عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بارگاہِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں حاضر ہوئے تو چمڑے کا ایک گدّا تھا جس میں کھجور کی پتی بھری ہوئی تھی، وہی عدی کی طرف کھسکا دیا اور خود زمین پر بیٹھ گئے۔۔۔

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کیلئے جو مکانات بنوائے تھے، وہ دس دس بارہ بارہ فٹ کے کچے کمرے تھے جن میں سے بعض کی دیواریں کچی تھیں اور بعض کیلئے کھجور کی ٹہنیاں کھڑی کر کے اوپر مٹی سے لپیٹی ہوئی تھیں، کھجور کی شاخوں کی چھتیں تھیں، اونچائی اتنی کہ آدمی کھڑا ہو کر ہاتھ اوپر اُٹھائے تو چھت کو جا لگے۔

غذا اور گفتگو

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پُر تکلف اور لذیذ کھانا کم ہی تناول فرمایا کرتے تھے۔۔۔چند چیزیں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مرغوب تھیں مثلاً: سرکہ، شہد، حلوہ، روغنِ زیتون اور کدو۔۔۔ گھی اور پنیر میں کھجور ڈال کر ایک کھانا پکایا جاتا تھا جسے "حریسہ" کہتے تھے، یہ بھی مرغوب تھا۔۔۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دنبے، مرغ، بٹیر، اونٹ، خرگوش اور مچھلی کا گوشت تناول فرمایا۔۔۔ دست کا گوشت اس وجہ سے بھی پسند تھا کہ جلد گل جاتا تھا۔۔۔ ٹھنڈا پانی بھی مرغوب تھا۔۔۔ بعض اوقات کشمش، کھجور یا انگور پانی میں بھگو دیتے اور وہ پانی نوش فرماتے۔۔۔ پتلی ککڑیاں بھی کھائیں جو تحفے کے طور پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آئی تھیں۔۔۔ کھانا کوئی بھی ہوتا، اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کبھی نہ فرماتے۔۔۔ اگر کوئی شے مرغوب نہ ہوتی تو اُسے تناول نہ فرماتے۔۔۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کھانے میں عیب نکالنے سے منع فرماتے۔۔۔ کھانا سیدھے ہاتھ کی تین انگلیوں سے تناول فرماتے۔۔۔ گوشت چُھری سے کاٹ کر کھانا بھی ثابت ہے۔۔۔ ہری ترکاریوں جن میں بُو کا احتمال ہو مثلاً پیاز، لہسن وغیرہ کو استعمال نہیں فرماتے، اس کے بارے میں

Marfat.com

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”تم لوگ کھالو، میری جن سے سرگوشی رہتی ہے تمہاری نہیں رہتی“۔ ایک اور روایت میں سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے غزوۂ خیبر کے موقع پر کہا تھا: ”جو شخص اس درخت یعنی لہسن کو کھائے ہوئے ہو، اُسے ہماری مسجد میں نہ آنا چاہیے (اس سے مراد کچا لہسن یا کچی پیاز ہے جس کے کھانے سے منہ میں بُو پیدا ہو جاتی ہے)“۔ (صحیح بخاری)

نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل و عیال مسلسل کئی کئی رات بغیر کھائے رہ جاتے کیونکہ رات کا کھانا میسر نہ ہوتا۔۔۔ کئی کئی دن گھر میں چولہا نہیں جلتا۔۔۔ پانی اور کھجوروں پر گزارا ہوتا۔۔۔ ہمسائے کبھی کبھی بکری کا دودھ بھیج دیتے تو وہ پی لیتے۔۔۔ کبھی دودھ خالص نوش فرماتے، کبھی اس میں پانی ملا لیتے۔۔۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”جب سے رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے، آپ ﷺ کے اہلِ خانہ نے تین دن تک متواتر کبھی گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے“۔ (صحیح بخاری، رقم:692)

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی پلیٹ میں کھانا کھایا ہو یا آپ ﷺ کیلئے چپاتی کا اہتمام کیا گیا ہو یا اونچے دستر خوان (میز) پر بیٹھ کر کھانا کھایا ہو۔ (صحیح بخاری، رقم:684)

ایک اور حدیثِ رسول ﷺ پڑھیے۔۔۔ خصوصاً مہمانوں کیلئے کھانا بناتے وقت جن خواتین کے یہ سوچ کر ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں کہ کہیں کھانا کم نہ پڑ جائے اور اسی خوف میں ضرورت سے کہیں زیادہ کھانا بنا ڈالتی ہیں اور پھر کئی کئی دن فریج میں رکھ کر باسی کھانا خود بھی کھاتی ہیں اور بچوں کو بھی کھلاتی ہیں، یہ حدیثِ مبارکہ پڑھیے اور اس اُصول پر عمل کریں تو کبھی مہمانوں کے سامنے شرمندہ نہیں ہوں گی۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَعَامُ الِاثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْأَرْبَعَةِ.

”دو آدمیوں کا کھانا تین کیلئے کافی ہے اور تین کا چار کو کفایت کرتا ہے“۔ (صحیح بخاری، رقم:685)

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کی گفتگو نہایت شیریں اور دل آویز تھی۔۔۔بہت ہی ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے۔۔۔ایک ایک فقرہ الگ ہوتا۔۔۔ معمول تھا کہ اہم بات کو تین تین دفعہ مختلف انداز سے ارشاد فرماتے۔۔۔ جس بات پر زور دینا منظور ہوتا اُس کا اعادہ کرتے۔۔۔حالتِ گفتگو میں اکثر نگاہ آسمان کی طرف رہتی۔۔۔ آواز بلند تھی۔۔۔ غیر ضروری گفتگو نہ فرماتے۔۔۔ ہاتھ سے اشارہ کرتے تو پورا ہاتھ اُٹھاتے۔۔۔ کسی بات پر تعجب کرتے تو ہتھیلی کا رُخ پلٹ دیتے۔۔۔دورانِ خطبہ کبھی ہاتھ پر ہاتھ مارتے۔۔۔ مسرت کی کیفیت طاری ہوتی تو آنکھیں نیچے ہو جاتیں۔۔۔ ہنسی آتی تو تبسم فرماتے۔۔۔ آپ ﷺ کے ارشادات محفوظ رکھنے میں سب سے بڑی سہولت یہی تھی کہ آپ ﷺ کا اندازِ گفتگو ٹھہر ٹھہر کر۔۔۔ ایک ایک لفظ مکمل۔۔۔اوراہم بات کو سمجھانے کیلئے تین تین دفعہ دہرانے کے باعث آپ ﷺ کے ارشادات مخاطبین کو حفظ ہو جایا کرتے تھے۔۔۔

Marfat.com

قرآنِ مجید کی گواہی

حضرت محمد ﷺ انسانیت کیلئے فضائل و مکارمِ اخلاق کا بہترین نمونہ تھے، جس وجودِ مبارک ﷺ کو پوری اولادِ آدم کیلئے قیامت تک "اسوۂ حسنہ" قرار دیا گیا اُسے مثالی اور لاجواب تو ہونا ہی تھا، اس کا پہلا شاہد قرآنِ مجید فرقانِ حمید ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ﴾

[آلِ عمران 3: (159)]

"(اے نبی ﷺ!) یہ کیسی مہربانی ہے اللہ کی کہ تم ان لوگوں کیلئے نرم دل ہو اور اگر کج خلق اور سخت دل ہوتے، تو وہ لوگ تمہارے پاس سے ہٹ جاتے"۔

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝﴾ [القلم 68: (4)]

"(اے نبی ﷺ!) بے شک تم اعلیٰ اخلاق پر پیدا ہوئے ہو"۔

نیز ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝١٢٨﴾ [التوبۃ 9: (128)]

"(اے مسلمانو!) بے شک تمہارے پاس اللہ کا وہ رسول آیا، جو تم ہی میں سے ہے، جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت شاق گزرتا ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں، ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں"۔

Marfat.com

حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا حُسنِ اخلاق

﴿ وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴾ [القلم 68: (4)]

"اور بے شک آپ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) اخلاق کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں"۔

انسانی اخلاق جو معاشرے کی سب سے اہم ضرورت ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ذریعے نہ صرف اُس کی تکمیل فرمائی۔۔۔ بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذاتِ اقدس عملی نمونے کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔۔۔ اور اس طرح بنی نوع انسان کو بہترین انسان بننے کا طریقہ سجھا دیا گیا ہے۔۔۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت کی خبر سیّدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو معلومات کیلئے مکہ مکرمہ بھیج دیا۔۔۔ بھائی نے مکہ مکرمہ سے واپسی پر سیّدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ میں اطلاع دی: میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں۔۔۔

پڑھا آپ نے۔۔۔! مکمل معلومات کا حاصل۔۔۔! صرف ایک جملہ۔۔۔! یہ واقعہ تو بعثت کے بالکل ابتدائی دور کا ہے۔۔۔ اُس دور میں بھی جس کی نظر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر پڑی۔۔۔ اُسے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں جو نمایاں ترین وصف نظر آیا وہ "حُسنِ اخلاق" ہی تھا۔۔۔ جسے ہر دیکھنے والے نے اپنے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔۔۔

حُسنِ اخلاق صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے

Marfat.com

اخلاق و عادات کے متعلق سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ﷺ خندہ جبیں، نرم گو اور مہربان طبع تھے۔۔۔ سخت مزاج نہ تھے۔۔۔ کوئی برا کلمہ کبھی منہ سے نہ نکلا۔۔۔ تنگ دل اور تنگ گیر نہ تھے۔۔۔ کوئی بات ناپسند ہوتی تو اس سے پرہیز فرماتے۔۔۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے نفس سے تین چیزیں بالکل دور کر دی تھیں۔۔۔ 1: بحث و مباحثہ۔۔۔ 2: ضرورت سے زیادہ بات کرنا۔۔۔ 3: جو بات مطلب کی نہ ہو اس میں پڑنا۔۔۔ دوسروں کے متعلق بھی تین ہی باتوں سے پرہیز کرتے تھے۔۔۔ 1: کسی کو بُرا نہیں کہتے تھے۔۔۔ 2: کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے۔۔۔ 3: کسی کے اندرونی حالات کی ٹوہ میں نہیں رہتے تھے۔۔۔ جب آپ ﷺ کلام کرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش ہو کر سنتے گویا اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔۔۔ جب آپ ﷺ خاموش ہو جاتے تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں بات چیت کرتے۔۔۔ کوئی دوسرا بات کرتا تو جب تک ختم نہ کر لیتا آپ ﷺ چُپ چاپ سنا کرتے۔۔۔ لوگ جن باتوں پر ہنستے، آپ ﷺ محض زیرِ لب مسکرا دیتے۔۔۔ باہر کا کوئی آدمی (یعنی اجنبی) بے باکی سے گفتگو کرتا تو آپ ﷺ تحمل فرماتے۔۔۔ دوسروں کے منہ سے اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتے۔۔۔ جب تک بولنے والا چپ نہیں ہو جاتا آپ ﷺ اُس کی بات نہیں کاٹتے۔۔۔ نہایت فیاض۔۔۔ نہایت راست گو۔۔۔ نہایت نرم طبع۔۔۔ اور نہایت خوش مزاج تھے۔۔۔ اگر کوئی آپ ﷺ کو دفعتاً یعنی اچانک دیکھ لیتا تو مرعوب ہو جاتا۔۔۔ لیکن جیسے جیسے آشنا ہوتا جاتا، محبت کرنے لگتا۔۔۔ اور کہا کرتا کہ میں نے آپ ﷺ جیسا کوئی بھی اس سے پہلے یا بعد میں نہیں دیکھا۔۔۔ (شعب الایمان، فصل فی خلق رسول اللہ ﷺ وخلقہ، رقم:1362)

اسی بات کا اظہار سیّدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ان اشعار میں ہے:

وَأَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ وَأَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاء

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاء

"اور آپ (ﷺ) سا حسین ہرگز نہ دیکھا میری آنکھوں نے اور آپ (ﷺ) سا جمیل کسی عورت نے جنا نہیں، آپ (ﷺ) کو بے عیب پیدا کیا گیا، گویا کہ جیسا آپ (ﷺ) نے چاہا ویسا آپ (ﷺ) کو بنایا"۔

Marfat.com

حُسنِ اخلاق ﷺ پر سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان

اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت سے قبل رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی کے بعض اہم واقعات بھی دیکھے تھے اور مدنی زندگی میں تو وہ حضور ﷺ کی رفیقۂ حیات بن گئی تھیں۔۔۔ مشاہدے کے جیسے مواقع سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو میسر آئے وہ کسی دوسرے کو کم ہی نصیب ہوئے۔۔۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مختلف روایات میں رسول اللہ ﷺ کے حسنِ اخلاق کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے جن میں سے چند آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔۔۔ چلیئے پڑھیئے۔۔۔

1۔ ”جب بھی رسول اللہ ﷺ کو دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ اُن میں سے وہ لیتے جو آسان اور سہل ہوتی، بشرطیکہ اُس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہو، اگر گناہ ہوتا تو آپ ﷺ سب سے بڑھ کر اُس سے دُوری اختیار کر لیتے“۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، رقم:3560)

2۔ ”رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کیلئے کبھی کسی کو سزا نہ دی اور نہ کبھی بدلہ لیا، ہاں اللہ تعالیٰ کے احکام کی حُرمت زائل کرنے والوں کو آپ ﷺ سزا دیتے تھے“۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب یسر وا ولا تعسروا، رقم:6126)

3۔ ”رسول اللہ ﷺ بدلہ نہیں لیا کرتے تھے، ہمیشہ درگزر کرتے اور معاف فرما دیتے“۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب التبسم والضحک، رقم:6092)

4۔ ”رسول اللہ ﷺ اس طرح کبھی نہ مسکرائے کہ آپ ﷺ کا تالو نظر آیا ہو، صرف زیرِ لب مسکرا دیا کرتے تھے“۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب التبسم والضحک، رقم:6092)

5۔ ”آپ ﷺ نے نام لے کر کبھی کسی پر لعنت نہ کی اور نہ ہی اپنے کسی خادم، کسی باندی، کسی غلام، کسی عورت اور کسی جانور کو اپنے ہاتھ سے مارا“۔ (سنن ابنِ ماجہ، کتاب النکاح، باب ضرب النساء، رقم:1984)

Marfat.com

6۔ ”ایک شخص حاضر ہوا اور بولا: آپ ﷺ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں، ہم تو بوسہ نہیں دیتے، نبی پاک ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحم نکال لیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں“۔
(صحیح بخاری، کتاب الاطعمہ، باب الرطب والماء، رقم:5432)

اب ان باتوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے خادم سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ بیان بھی پڑھ لیجئے۔۔۔

”میں نے دس سال آپ ﷺ کی خدمت میں گزارے، اس پوری مدت میں آپ ﷺ میرے بارے میں کوئی ناپسندیدہ کلمہ زبان پر نہ لائے، نہ کبھی یہ فرمایا کہ فلاں کام کیوں کیا؟ نہ کبھی یہ فرمایا کہ فلاں کام کیوں نہ کیا“۔ (صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب استخدام الیتیم فی السفر والحضر، رقم: 2768)

رسول اللہ ﷺ کا حُسنِ اخلاق اور سیّدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کا اظہار

رسول اللہ ﷺ کے ”اُسوۂ حسنہ“ کے بارے میں ایک زبردست اظہار اُم المؤمنین سیّدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کا ہے جو بعثت تک پندرہ برس رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں گزار چکی تھیں، اس کے بعد دینِ حق کے دورِ غربت کی اذیتیں اور مصیبتیں بھی دس برس تک صابرانہ برداشت کر کے عالمِ بقاء کو سدھاریں۔۔۔ یہ اظہار بھی عہدِ بعثت سے نہیں بلکہ بعثت سے پیشتر ہی کی زندگی سے متعلق ہے۔ جب نبوت کی پہلی وحی نازل ہوئی، اُس موقع پر رسالت مآب ﷺ نے سیّدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”مجھے اپنی جان کا خوف ہے“۔۔۔ اب آپ رسول اللہ ﷺ کی نبوت سے پہلے کی حیاتِ طیبہ پر مضبوط دلیل پڑھیئے۔۔۔ کہ سیّدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا جواب میں کیا فرماتی ہیں:

كَلَّا وَاللهِ مَا يُخْزِيكَ اللهُ أَبَدًا. إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ. وَتَحْمِلُ الكَلَّ. وَتَكْسِبُ المَعْدُومَ. وَتَقْرِي الضَّيْفَ. وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ.

”ہر گز نہیں، خدا کی قسم! اللہ آپ ﷺ کو کبھی رسوا نہ کرے گا، آپ ﷺ عزیزوں اور رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرتے ہیں، آپ ﷺ تو ناتوانوں، بیکسوں اور غریبوں کا بوجھ اُٹھاتے

Marfat.com

ہیں، جن کے پاس کچھ نہیں ہوتا اُنہیں دیتے ہیں، مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں، مصائب میں حق کے معاون و مددگار ہیں، صادق القول ہیں"۔(صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، رقم:4953)

اخلاق کیا ہیں؟

إِنَّمَا بُعِثْتُ لأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الأَخْلاقِ.

"مجھے تو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ میں مکارِم اخلاق کو درجۂ تمام پر پہنچاؤں"۔(موطأ امام مالک، حسن الخلق، رقم:3357)

آپ نے حدیثِ رسول اللہ ﷺ پڑھ لی۔۔۔اس موضوع پر آپ ﷺ کی بہت ساری احادیث اکابرین صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔۔۔ میں نے تو صرف اور صرف ایک ہی حدیث آپ کے سامنے پیش کی ہے۔۔۔ رسالت مآب ﷺ نے اپنے صرف ایک جملے میں فصاحت اور بلاغت کے دریا بہا دیئے ہیں۔۔۔اب تو یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ معلوم کیا جائے۔۔۔ اخلاق کیا ہیں۔۔۔؟ کیونکہ اس میں آپ ﷺ نے توحید، عبادت اور کسی خصوصی صفت کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ "اخلاق" کا بیان فرمایا ہے۔۔۔اگرچہ آپ ﷺ کی ہزاروں احادیث توحید کے اعلان، ایمان کی حالتوں، عبادتوں اور انسانی تعلقات پر موجود ہیں۔۔۔لہٰذا آپ ﷺ کی حدیثِ مبارکہ "مجھے تو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ میں مکارِم اخلاق کو درجۂ تمام پر پہنچاؤں"۔۔۔اس کا مطلب بڑے واضح طور پر ہے کہ اخلاق اپنے اندر یہ تمام صفات سموئے ہوئے ہے۔۔۔یعنی توحید پر مکمل اور کامل یقین اور حبِ رسول ﷺ سے سرشاری۔۔۔جب تک یہ دونوں کیفیتیں باہم ایک نہیں ہوں گی۔۔۔یا ان میں سے کسی ایک کی کمی واقع ہو گی۔۔۔ تو وہ اخلاق نہیں ہو گا بلکہ ریاکاری ہو گی۔۔۔اس کی روشن مثال آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔۔۔

میں دنیا کے مختلف برِاعظموں اور مغرب کے بہت سارے مہذب ممالک میں بے شمار دفعہ جا چکا ہوں۔۔۔ میرا مشاہدہ اور تجربہ دونوں ہی گواہی دیتے ہیں کہ ہر لمحے ان قوموں کے افراد "شکریہ" جیسے الفاظ دہراتے ہوئے ملیں گے۔۔۔راستہ پوچھو تو رُک کر تفصیل سے بتائیں گے۔۔۔اگر ان کو راستہ دو تو اس پر شکر گزار ہوتے

Marfat.com

ہیں۔۔۔ غرض ہر ہر بات پر انہیں اچھے اخلاق سے گزرتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔۔۔ لیکن یہ تمام تر اخلاقیات ان کے اپنے معاشرے میں ہی گھومتی ہوئی ملے گی۔۔۔ کیونکہ دوسری طرف اپنی قوم سے باہر نکل کر دیگر اقوام پر ظلم، جبر اور بربریت کو وہ اپنا حق سمجھتے ہیں۔۔۔ ان کے ظلم و ستم کا شکار کروڑوں لوگ ملیں گے۔۔۔ لہٰذا یہ اخلاق نہیں بلکہ ریاکاری ہے۔۔۔ ان مہذب قوموں نے اپنی حدود کے باہر جو ظلم و ستم اور جنگیں مسلط کر رکھی ہیں۔۔۔ اور سفاکیت کے جو مظاہر آپ کو نظر آتے ہیں۔۔۔ وہ صرف اس لئے کہ۔۔۔ یہ اقوام ایک خدا کو تو مانتی ہیں۔۔۔ لیکن رسالت مآب ﷺ کو تسلیم نہیں کرتیں۔۔۔ اور حبِ رسول ﷺ خالی ہیں۔۔۔ جبکہ اخلاق کیلئے یہ دونوں صفات۔۔۔ یعنی توحید اور حُبِ رسول ﷺ کا ہونا ضروری ہے۔۔۔ لہٰذا اخلاق کو اپنانے کیلئے یہ اُصول جو رسالت مآب ﷺ نے انسانوں کو دیئے ہیں۔۔۔ یہی کلیہ ہے۔۔۔ یہی اصل ہے۔۔۔

اس کا ایک رُخ اور بھی بیان کرتا چلوں۔۔۔ میں نے اکثر و بیشتر ان مغربی ممالک میں۔۔۔ کبھی ائیرپورٹ۔۔۔ کبھی پارک۔۔۔ کبھی ہوٹل۔۔۔ اور کبھی ریل گاڑی (ٹیوب) میں سفر کرتے ہوئے کئی دفعہ دیکھا ہے کہ کوئی بزرگ یا بیمار آجائے، تو یہ اپنی نشستیں چھوڑ دیتے ہیں۔۔۔ بات کرتے ہیں تو نرمی سے۔۔۔ ہر ایک کے ہاتھ میں کتاب یا اخبار ہوتا ہے۔۔۔ ان کے اس انداز کو دیکھ کر میں مسلمانوں کی حالت پر کڑھتا رہتا ہوں۔۔۔ میں نے ایک جگہ یہ بھی کہا تھا کہ کوئی شخص کلمہ پڑھ کر پہلے مسلمان ہوتا ہے پھر تقویٰ اختیار کر کے مومن کے درجے پر پہنچ جاتا ہے۔۔۔ میں عموماً یورپی اور امریکی عوام کو دیکھ کر یہ سوچتا ہوں کہ۔۔۔ اگر وہ صرف کلمہ پڑھ لیں۔۔۔ تو براہِ راست مومن کے درجے پر فائز ہو جائیں گے۔۔۔ کیونکہ اپنے مفاد میں ہی سہی لیکن اخلاقیات کی بے شمار خوبیاں اُن لوگوں نے اپنے اندر پیدا کر لی ہیں۔۔۔

اب ایک آیتِ قرآنی اور ایک حدیثِ رسول اللہ ﷺ پڑھ لیجئے۔۔۔ پورا موضوع خود آپ کی سمجھ میں آجائے گا۔۔۔ پھر مزید دلائل کی تو ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی۔۔۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ [الاحزاب 33: (21)]

Marfat.com

"یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیروی واتباع کا بہترین نمونہ ہے"۔

سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث پڑھیئے۔۔۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلمعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِي . وَالْعَقْلُ دِينِي . وَالْحَسَبُ أَسَاسِي . وَالشَّوْقُ مَرْكَبِي . وَ ذِكْرُ اللهِ أُنْسِي . وَالثِّقَةُ كَنْزِي . وَالْحُزْنُ رَفِيقِي . وَالْعِلْمُ سِلَاحِي . وَالصَّبْرُ رِدَائِي . وَالرِّضَا غَنِيمَتِي . وَالْفَقْرُ فَخْرِي . وَالزُّهْدُ حِرْفَتِي . وَالْيَقِينُ قُوَّتِي . وَالصِّدْقُ شَفِيعِي . وَالطَّاعَةُ حَسَبِي . وَالْجِهَادُ خُلُقِي . وَقُرَّةُ عَيْنِي الصَّلَاةُ .

"میری اصل پونجی معرفت ہے۔۔۔ عقلِ سلیم میرے دین کی اصل ہے۔۔۔ محبت میری بنیاد ہے۔۔۔ شوق میری سواری ہے۔۔۔ اللہ کا ذکر میرا انیس و مونس ہے۔۔۔ اعتمادِ الٰہی میرا خزانہ ہے۔۔۔ اَندوہ قلب میرا رفیق ہے۔۔۔ علم میرا ہتھیار ہے۔۔۔ صبر میری رِدا ہے۔۔۔ رضائے الٰہی میری غنیمت ہے۔۔۔ عاجزی میرا سرمایۂ فخر ہے۔۔۔ زُہد میرا پیشہ ہے۔۔۔ یقین میری طاقت ہے۔۔۔ صداقت میری رفیق ہے۔۔۔ طاعتِ حق میری عزت ہے۔۔۔ جہاد (یعنی راہِ حق میں انتہائی سعی وجہد) میری جبلی خصلت ہے۔۔۔ اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے"۔ (تخریج احادیث الاحیاء، کتاب الصبر والشکر، رقم:1)

Marfat.com

جنت البقیع (مدینہ منورہ) جہاں دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدفون ہیں

Marfat.com

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اُن کی تربیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بہترین حکمت و دانائی سے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی وہ اپنی مثال آپ ہے۔۔۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس حکمت و فراست سے نوازا وہ کسی اور انبیاء و رُسل علیہم السلام کے حصے میں نہیں آئی۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیاتِ طیبہ حکمت اور دانائی کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔۔۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم خُو طبیعت نے تو اس پر چار چاند لگا دیئے۔۔۔ میں چند ایسے واقعات جن کی ضرورت بھی ہے لکھ دیتا ہوں تا کہ آپ ان واقعات کو پڑھ کر اندازہ لگا لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیم و تربیت اور اُن کے اخلاق کی تعمیر و ترقی میں کس قدر توجہ فرمائی تھی۔۔۔ کس موقع پر کیا گفتگو ہونی چاہیے۔۔۔؟ کون سا موقع حسنِ سلوک اور احسان کا ہے۔۔۔؟ کہاں مروّت کرنی ہے۔۔۔؟ کہاں سختی۔۔۔؟ نیز ان کا پیمانہ کیا ہونا چاہیے۔۔۔؟ وغیرہ وغیرہ۔۔۔ یعنی خاندان کے معاملات سے میدانِ جنگ تک یا عبادت سے لے کر عام انسانوں کے مسائل سے نمٹنے کے طریقے تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم و تربیت کو نہایت حکمت اور دانائی سے اس طرح انجام دیا کہ دنیا آج تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے کردار و گفتار کی بلندی اور عظمت پر ششدر ہے۔۔۔ جان و مال، آرام و آسائش کو بھول بھال کر وہ سب کے سب ہی اپنے نصب العین اور مقصد کی تکمیل میں پوری استقامت کے ساتھ جمے رہے۔۔۔

آیئے۔۔۔! اب یہ واقعات پڑھیئے حالانکہ اس موضوع پر بے شمار صفحات لکھنے کے باوجود بھی اس کا حق ادا نہیں ہو پائے گا مگر طوالت سے بچتے ہوئے یہ دو اہم ترین واقعات پڑھ لیجئے۔۔۔ یہی دو مثالیں آپ کو پورا منظر

Marfat.com

پیش کر دینے کیلئے کافی ہیں کہ کس نرمی، احتیاط اور دلکش انداز سے آپ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی تھی۔۔۔

ایک دفعہ مسجد نبوی ﷺ میں آپ ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ تشریف فرما تھے کہ ایک بدو (دیہاتی) بھاگتا ہوا آیا اور مسجدِ نبوی ﷺ کے صحن میں رفع حاجت کرنے بیٹھ گیا۔۔۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اُسے روکنے کیلئے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو روک دیا۔۔۔ جب وہ بدو (دیہاتی) حاجت کر چکا تو آپ ﷺ نے اُسے بلا کر فرمایا: یہ مسجد ہے، یہاں رفع حاجت نہیں کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''صحن دھو کر پاک کر دو''۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، رقم:258)

اب آپ سوچیئے۔۔۔! رسول اللہ ﷺ کی موجودگی۔۔۔ اور پھر مسجدِ نبوی ﷺ کی حُرمت۔۔۔ مسجدِ نبوی ﷺ کی پاکیزگی۔۔۔ مسجد نبوی ﷺ کا مقدس ماحول۔۔۔ ایسے میں اُس دیہاتی کا رفع حاجت کرنا۔۔۔ اور آپ ﷺ کا اُسے نہ روکنا۔۔۔ اور پھر۔۔۔ حتیٰ کہ اُس ناپاک جگہ کو بھی اُس دیہاتی سے صاف نہ کروایا۔۔۔ بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم فرما رہے ہیں۔۔۔ کہ جگہ کو پاک کر دو۔۔۔ اس کی حکمت کیا تھی۔۔۔؟

دراصل یہ آپ ﷺ کے رحم و کرم کی انتہاء اور حکمت و دانائی کا عملی نمونہ ہے۔۔۔ کیونکہ اُس بدو نے آکر رفع حاجت شروع کر دی تھی۔۔۔ تو ایسے میں اچانک اُسے روک کر اذیت میں مبتلا کرنا بھی آپ ﷺ نے پسند نہ فرمایا۔۔۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اُسے نہیں روکا لیکن جب وہ فارغ ہو چکا تو بلا کر نرمی سے سمجھا دیا۔۔۔ اب اپنے اطراف پر نظر ڈالیں۔۔۔! اگر ایسا موقع کسی مسجد میں آجائے۔۔۔ تو ہم لوگ اس وقت کیا رویہ اختیار کریں گے۔۔۔؟ رفع حاجت کی بات تو چھوڑیئے۔۔۔! آج ایک مسلک کا مسلمان کسی دوسرے مسلک کی مسجد میں نماز ادا کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔۔۔ اور اگر کوئی ایسا نمازی دوسروں کے ہتھے چڑھ جائے تو پھر بسا اوقات کیا حال ہوتا ہے، یہ تو آپ لوگوں کو معلوم ہی ہو گا۔۔۔

Marfat.com

اب دوسرا واقعہ پڑھیے۔۔۔!جو اور زیادہ سنگین تھا۔۔۔!معلمِ انسانیت ﷺ کا تعلیم دینے کا انداز پڑھیے۔۔۔!وہ یہ کہ ایک نوجوان آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بھری محفل میں مخاطب ہو کر کہنے لگا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے زنا کرنے کی اجازت دے دیجئے؟ یہ سنتے ہی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اُسے ڈانٹنے لگے: یہ کیا کہہ رہے ہو؟۔۔۔ لیکن آپ ﷺ نے اُس نوجوان سے فرمایا: میرے قریب ہو جاؤ۔ وہ آپ ﷺ کے قریب ہو گیا تو آپ ﷺ نے اُس سے پوچھا: ''کیا تم یہ چیز اپنی ماں کیلئے پسند کرو گے؟'' اُس نے کہا: اللہ کی قسم! ہر گز نہیں، اللہ مجھے آپ ﷺ پر فدا کرے، میں زنا کو اپنی ماں کیلئے پسند نہیں کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ بھی اسے اپنی ماں کیلئے پسند نہیں کرتے''۔ آپ ﷺ نے اُس سے پھر پوچھا: ''کیا تم یہ چیز اپنی بیٹی کیلئے پسند کرو گے؟'' اُس نے کہا: اللہ کی قسم! ہر گز نہیں، اللہ مجھے آپ ﷺ پر فدا کرے، میں زنا کو اپنی بیٹی کیلئے پسند نہیں کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ بھی اسے اپنی بیٹی کیلئے پسند نہیں کرتے''۔ آپ ﷺ نے اُس سے پھر پوچھا: ''کیا تم اس چیز کو اپنی بہن کیلئے پسند کرو گے؟'' اُس نے کہا: اللہ کی قسم! ہر گز نہیں، اللہ مجھے آپ ﷺ پر فدا کرے، میں زنا کو اپنی بہن کیلئے پسند نہیں کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ بھی اسے اپنی بہن کیلئے پسند نہیں کرتے''۔ آپ ﷺ نے اُس سے پھر پوچھا: ''کیا تم اس چیز کو اپنی پھوپھی کیلئے پسند کرو گے؟ اُس نے کہا: اللہ کی قسم! ہر گز نہیں، اللہ مجھے آپ ﷺ پر فدا کرے، میں زنا کو اپنی پھوپھی کیلئے پسند نہیں کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ بھی اسے اپنی پھوپھی کیلئے پسند نہیں کرتے''۔ آپ ﷺ نے اُس سے پھر پوچھا: ''کیا تم اس چیز کو اپنی خالہ کیلئے پسند کرو گے؟'' اُس نے کہا: اللہ کی قسم! ہر گز نہیں، اللہ مجھے آپ ﷺ پر فدا کرے، میں زنا کو اپنی خالہ کیلئے پسند نہیں کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ بھی اسے اپنی خالہ کیلئے پسند نہیں کرتے''۔ سیّدنا ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک اُس نوجوان کے سینے پر رکھا اور اُس کیلئے دعا فرمائی: ''اے اللہ! اس کے گناہ کو معاف فرما دے، اس کے دل کو پاک کر اور اس کی شرمگاہ کو محفوظ رکھ''۔۔۔ سیّدنا ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اُس کے بعد وہ نوجوان ایسی چیزوں (فواحش وزنا) کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوتا تھا۔ (مسند احمد بن حنبل، تتمہ مسند انصار، رقم: 2221)

Marfat.com

اب آپ بتایئے۔۔۔! آج کوئی نوجوان اگر ایسا سوال کسی سے کر گزرے تو اُسے اس کا جواب کیا ملے گا۔۔۔؟ یہ مجھے بتانے یا لکھنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ آپ صرف یہ جانیئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک نوجوان کو جو تعلیم فرمائی، وہ دل کو لگی تھی۔۔۔ اُس کے گمراہ کُن جذبات کو کس قدر حکمت اور نرمی سے تبدیل فرمایا۔۔۔ اُس کے دل کے تار کو چھیڑ کر جو جوار شاد فرمائے۔۔۔ اُس کی اثر پذیری صرف اُس نوجوان تک نہ رہی۔۔۔ بلکہ وہاں موجود آپ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس سے علم و حکمت کے انداز سیکھے۔۔۔ کہ بدترین سوال یا بدترین وقت میں اپنے ذہن اور اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھنا ہی علم اور حکمت کا اظہار ہے۔۔۔ اب آپ ایک اور حدیث پڑھتے ہوئے آگے بڑھیئے۔۔۔ اگرچہ یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق ہے لیکن تاقیامت اسلامی مملکت کے حکمرانوں کیلئے انعام اور سنگین سزا کا اعلان بھی ہے۔۔۔

اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں موجود تھے، اس حال میں فرمایا: اے اللہ! جس کے حوالے میری اُمت کی باگ ڈور کی جائے اور وہ میری اُمت پر سختی کرے، تو بھی اُس پر سختی فرما اور جس کے حوالے میری اُمت کی باگ ڈور کی جائے اور وہ میری اُمت پر نرمی کرے، تو بھی اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ فرما"۔ (مسند احمد بن حنبل)

اب میں یہ ایک واقعہ آپ کی خدمت میں پیش کر کے اپنے موضوع کا اختتام کرتا ہوں۔۔۔ یہ محض حیرت انگیز واقعہ ہی نہیں۔۔۔ بلکہ عدل کی انتہائی بلندیوں کو چھونے والا حقیقی احساس بھی ہے۔۔۔

یہودیوں کے ایک بڑے عالم زید بن سعنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے قرض کا بدترین الفاظ میں مطالبہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کی چادرِ مبارک اور قمیض کو پکڑ کر کھینچا اور غصیلے انداز میں کہا: عبد المطلب کی اولاد! تم لوگ ٹال مٹول کرنے والے ہو۔ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اُس کی طرف اس طرح دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں غصے کی شدت سے سُرخ ہو رہی تھیں اور گول گول گھومنا شروع ہو گئیں

Marfat.com

اور پھر کہا: اے اللہ کے دشمن! دور رہو، اور کہا اگر مجھے حضورِ اکرم ﷺ کا ادب مانع نہ ہوتا تو اسی وقت میں تیری گردن اُڑا دیتا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمر (رضی اللہ عنہ)! تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تمہیں تو چاہیے تھا کہ مجھے ادائے قرض کی ترغیب دیتے اور اسے نرمی سے تقاضے کا کہتے، اس طرح تم ہم دونوں کی مدد کرتے، پھر آپ ﷺ نے سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسے لے جاکر اس کا حق ادا کر دو اور کچھ زائد بھی دینا۔۔۔ پھر سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اُنہیں لے کر آئے اور اُن کے قرض کی کھجوریں دیں اور کچھ زائد بھی دیں تو اُنہوں نے کہا: زائد کیوں دیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تمہاری جانب گھور کر دیکھا تھا، اتنے میں اُنہوں نے سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: اے عمر (رضی اللہ عنہ)! مجھے جانتے ہو؟ میں زید بن سعنہ ہوں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہودیوں کا سب سے بڑا عالم؟ اُنہوں نے کہا: ہاں میں وہی ہوں، تب آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم نے ایسی حرکت کیوں کی؟ اُنہوں نے کہا: میں نے توریت میں ان کی تمام نشانیاں پڑھ لی تھیں، بس یہی نشانی باقی رہ گئی تھی کہ ان کا "حلم" جہالت پر حاوی ہو گا اور جس قدر اُن کے ساتھ جہالت کا مظاہرہ کیا جائے گا، اُن کا حلم بڑھتا ہی جائے گا، بس ان دو نشانیوں کا امتحان باقی تھا جس کا نظارہ میں نے کر لیا ہے، اب تم گواہ رہو، میں مسلمان ہو رہا ہوں۔ اس کے بعد وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (شعب الایمان)

میرے خیال میں اتنا ہی کافی ہے سمجھنے کیلئے۔۔۔ اور جو نہ سمجھے گا تو اُسے پھر اللہ تعالیٰ ہی سمجھائے۔۔۔ ورنہ کسی انسان میں طاقت نہیں کہ کسی کے دل کو حق کی جانب پھیر دے۔۔۔

Marfat.com

حضرت محمد ﷺ - معاشرے کے رہنما اُصول

انسانی معاشرے کی بہترین تشکیل اور اس کی فلاح کیلئے بتائے گئے اُصول تواتر کے ساتھ لکھ رہا ہوں۔۔۔ اس کو پوری توجہ کے ساتھ پڑھتے جایئے گا۔۔۔ ان اُصولوں پر عمل کر کے ہی یہ معاشرہ ایک فلاحی اور بنی نوع انسان کیلئے خیر کا معاشرہ بن سکتا ہے۔۔۔ ورنہ اگر ان سے ہٹ کر کوئی بھی کوشش کی جائے تو اس کے نتائج ہمیشہ برعکس ہوں گے۔۔۔ صرف اور صرف یہی 13 حدیثیں انقلابِ انسانیت کیلئے کافی ہیں۔۔۔ یہ چند احادیث ہیں جن میں نہ تشریح کی ضرورت ہے اور نہ وضاحت کی کہ کسی کو سمجھ میں نہ آئے۔۔۔ اب آپ یہ احادیث پڑھنا شروع کیجئے:

پہلی حدیث پڑھیئے:

1۔ لَا يَنْظُرُ أَحَدُكُمْ إِلَى مَنْ فَوْقَهُ فِي الْخَلْقِ أَوِ الْخُلُقِ أَوِ الْمَالِ. وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى مَنْ هُوَ دُونَهُ.

"تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ سے افضل کسی کو اخلاق، صورت یا مال میں نہ دیکھے بلکہ اپنے سے کمتر کی طرف دیکھے"۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند ابوہریرہ، رقم:7319)

دوسری حدیث پڑھیئے:

2۔ مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ. تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى.

Marfat.com

"مُسلمان باہم رحم دلی، محبت اور مہربانی میں ایک جسم کی طرح ہیں، جب ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے پورا جسم بے خوابی اور بخار محسوس کرتا ہے"۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب تراحم المؤمنین، رقم: 2586)

تیسری حدیث پڑھیے:

3۔ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ.

"جو اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اُسے چاہیے کہ اچھی بات کہے، یا پھر چُپ رہے"۔
(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب کف اللسان فی الفتنۃ، رقم: 3971)

اب چوتھی حدیث پڑھیے:

4۔ لاَ تَبَاغَضُوا وَلاَ تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا.

"آپس میں بغض نہ رکھو، باہمی منہ نہ موڑو اور اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ"۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب یاایہا الذین آمنوا اجتنبوا من الظن، رقم: 6066)

پانچویں حدیث پڑھیے:

5۔ إِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ. وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيقًا. وَإِنَّ الْكَذِبَ فُجُورٌ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ كَذَّابًا.

"سچائی اور راست بازی نیکی ہے اور نیکی جنت میں پہنچاتی ہے اور بے شک انسان برابر سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک "صدیق" لکھا جاتا ہے، جھوٹ برائی ہے اور برائی آگ میں پہنچاتی ہے اور بے شک انسان برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک "کذّاب" لکھا جاتا ہے"۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضلہ، رقم: 2607)

Marfat.com

اب چھٹی حدیث پڑھیے:

6۔ لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ.

"طاقتور وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ طاقتور تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے"۔(مصنف ابنِ ابی شیبہ، کتاب الادب، ماذکر فی یالغضب ممایقولہ الناس، رقم:25385)

ساتویں حدیث پڑھیے:

7۔ سَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَأَبْشِرُوا فَإِنَّهُ لَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ أَحَدًا عَمَلُهُ.

"راست روی اختیار کرو، باہم محبت بڑھاؤ اور لوگوں کو خوشخبریاں دو، تنہا عمل تو کسی کو بھی جنت میں نہ لے جائے گا"۔(صحیح مسلم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب لن یدخل احد الجنۃ بعملہ الخ، رقم:2818)

آٹھویں حدیث پڑھیے:

8۔ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللهُ بِهِ وَمَنْ رَاءَى رَاءَى اللهُ بِهِ.

"جو شہرت کیلئے کام کرے گا، اللہ اسے فضیحت (رسوائی) دے گا، جو ریا کیلئے کام کرے گا، اللہ اس کی اصل حقیقت لوگوں کو دکھادے گا"۔(صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقاق، باب من اشرک فی عملہ غیر اللہ، رقم:2986)

نویں حدیث پڑھیے:

9۔ إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلاَ تَجَسَّسُوا وَلاَ تَحَسَّسُوا وَلاَ تَنَافَسُوا وَلاَ تَحَاسَدُوا وَلاَ تَبَاغَضُوا.

"خبردار! بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی تو سب سے جھوٹی چیز ہے، بے بنیاد باتوں پر کان نہ لگاؤ، دوسروں کے عیب تلاش نہ کرو، آپس میں نہ جھگڑو، آپس میں حسد نہ کرو اور نہ آپس میں بغض رکھو"۔(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ماینہیٰ عن التحاسد والتدابر، رقم:6064)

Marfat.com

دسویں حدیث پڑھیے:

10۔ أَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمرِيْضَ وَفُكُّوا الْعَانِيَ.

"بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، بیماروں کی عیادت کرو اور اسیروں کو رہائی دلاؤ"۔ (صحیح بخاری، کتاب المرضیٰ، باب وجوب عیادۃ المریض، رقم:5649)

اب گیارہویں حدیث پڑھیے:

11۔ بَشِّرُوْا وَلا تُنَفِّرُوْا وَيَسِّرُوْا وَلا تُعَسِّرُوْا .

"لوگوں کو خوشخبری سناؤ، نفرت نہ دِلاؤ، اور اُن کیلئے آسانی پیدا کرو اور تنگی میں نہ ڈالو"۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند الکوفیین، رقم:19572)

بارہویں حدیث پڑھیے:

12۔ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ.

"دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی قدر اکثر لوگ نہیں جانتے، اوّل تندرستی اور دوئم فراغ دستی (فرصت)"۔ (سنن ابنِ ماجہ، کتاب الزہد، باب الحکمۃ، رقم:4170)

تیرہویں حدیث پڑھیے:

13۔ لا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ . إِمَّا مُحْسِنٌ فَلَعَلَّهُ يَزْدَادُ خَيْرًا . وَإِمَّا مُسِيءٌ فَلَعَلَّهُ يَسْتَعْتِبُ .

"تم میں سے کوئی موت کی خواہش نہ کرے، نیک آدمی ہے تو اس لئے کہ شاید وہ اور نیک کام کرلے، اور بد ہے تو اس لئے کہ شاید وہ معافی مانگ لے"۔ (صحیح بخاری، کتاب المرضیٰ، باب تمنی المریض الموت، رقم:5673)

پڑوسی

انسانی زندگی کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بنایا ہے کہ تنہا زندگی نہیں گزار سکتا۔۔۔ اُسے زندگی کے بہت سے مراحل طے کرنے کیلئے دیگر انسانوں سے تعلق قائم کرنا ہی پڑتا ہے۔۔۔ اور اسی تسلسل سے ایک معاشرہ تشکیل

Marfat.com

پاتا چلا جاتا ہے۔۔۔ ہماری عام زندگی میں ایک ایسا بھی کردار ہوتا ہے جس سے ہمیں دوسروں کی نسبت زیادہ سابقہ پڑتا ہے اور وہ ہے "پڑوسی"۔۔۔ یہ ایسا معاشرتی رشتہ ہے جس سے عام حالات میں کوئی بھی انسان انکار نہیں کر سکتا، اسی لئے اللہ کے نبی ﷺ کی رحمت بھری تعلیمات میں اس کے متعلق بھی نہایت واضح ارشادات و ہدایات موجود ہیں جن سے ہمیں اس مسئلے کی اہمیت و حساسیت کا بخوبی اندازہ ہو جانا چاہیے۔۔۔ بلکہ یہاں مجھے ایک حدیثِ مبارکہ یاد آگئی۔۔۔ بڑی اہم ہے۔۔۔ اسے پڑھ لیں پھر آگے بڑھیں گے۔۔۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے جبرائیل (علیہ السلام) پڑوسیوں کے بارے میں برابر وصیّت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے گمان ہونے لگا تھا کہ انہیں وراثت میں بھی حصہ ملے گا۔ (صحاح ستہ وغیرہ)

دیکھا آپ لوگوں نے۔۔۔! کس قدر اہم و قابل توجہ بات ہے۔۔۔ اب مزید احادیث پڑھیئے:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلجِيرَانُ ثَلَاثَةٌ. فَجَارٌ لَهُ حَقٌّ. وَهُوَ أَدْنَى الْجِيرَانِ. وَجَارٌ لَهُ حَقَّانِ. وَجَارٌ لَهُ ثَلَاثَةُ حُقُوقٍ. فَأَمَّا الَّذِي لَهُ حَقٌّ وَاحِدٌ فَجَارٌ مُشْرِكٌ. لَهُ حَقُّ الْجِوَارِ. وَأَمَّا الَّذِي لَهُ حَقَّانِ. فَجَارٌ مُسْلِمٌ. لَهُ حَقُّ الْإِسْلَامِ وَحَقُّ الْجِوَارِ. وَأَمَّا الَّذِي لَهُ ثَلَاثُ حُقُوقٍ فَالْجَارُ ذُو الرَّحِمِ. لَهُ حَقُّ الرَّحِمِ وَحَقُّ الْإِسْلَامِ وَحَقُّ الْجِوَارِ.

"پڑوسی تین قسم کے ہیں: ایسا پڑوسی جس کا ایک حق لازم ہے اور یہ آخری درجے کا پڑوسی ہے، ایسا پڑوسی جس کے دو حقوق لازم ہیں اور ایسا پڑوسی جس کے تین حقوق لازم ہیں۔ پس وہ پڑوسی جس کا ایک حق لازم ہے تو وہ مشرک پڑوسی ہے کہ اس کیلئے صرف حقِ ہمسائیگی ہے اور وہ پڑوسی جس کے دو حقوق لازم ہیں تو وہ مسلمان پڑوسی ہے کہ اس کیلئے حقِ ہمسائیگی کے ساتھ ساتھ اسلام کا حق بھی لازم ہے اور ایسا پڑوسی جس کے تین حقوق لازم ہیں تو وہ رشتے دار مسلمان پڑوسی ہے کہ اس کیلئے حقِ ہمسائیگی کے ساتھ ساتھ اسلام اور رشتے داری کے حقوق بھی لازم ہو جاتے ہیں"۔ (شعب الایمان للبیہقی، اِکرام الجار، رقم: 9113)

Marfat.com

اس حدیث کی روشنی میں ہر شخص اپنے اپنے عمل کا جائزہ لے۔۔۔اور دیکھے کہ کہیں وہ اپنے پڑوسیوں کے حقوق کو پامال تو نہیں کر رہا۔۔۔؟اگر خدانخواستہ ایسا ہو رہا ہے تو ابھی توبہ کر لے۔۔۔اپنے عمل کو درست کر لے۔۔۔اور آئندہ سے اپنے پڑوسیوں کے حقوق کا خاص خیال رکھے۔۔۔کیونکہ یہ حسنِ معاشرت کا حصہ ہے۔۔۔ان کے حقوق کا احترام کرنا معاشرتی خوبی کا حُسن ہے۔۔۔ لہٰذا ان کے حقوق کی ادائیگی میں اپنی مصروفیات۔۔۔اپنی ذاتیات۔۔۔اپنی انانیت کا رونا مت روئیں۔۔۔اپنی طاقت و قوت کا زور مت دکھائیں۔۔۔ کہ یہ سب چیزیں ختم ہو جائیں گی۔۔۔لہٰذا اپنے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کو پیشِ نظر رکھیں اور خود میں تبدیلی پیدا کریں۔۔۔جی چاہتا ہے کہ اس حوالے سے ساری کی ساری احادیث ہی لکھ ڈالوں لیکن موضوع بے حد طویل ہو جائے گا۔۔۔کتابوں کی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔۔۔چلیئے چند مزید احادیث اور پڑھ لیجئے:

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَهَا . ثُمَّ انْظُرْ بَعْضَ أَهْلِ بَيْتٍ مِنْ جِيرَانِكَ فَاغْرِفْ لَهُمْ مِنْهَا.

"جب تم میں سے کسی کے ہاں سالن پکے، تو اُسے چاہیے کہ شوربہ زیادہ کر لے، پھر اُس میں سے کچھ پڑوسی کو بھی بھیج دے"۔(سنن الدارمی، کتاب الاطعمہ، باب فی اکثار الماء فی القدر، رقم:2124)

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ الْمُسْلِمُ الَّذِي يَشْبَعُ وَيَجُوعُ جَارُهُ.

"وہ کامل مسلمان نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر سو جائے اور اس کے پہلو والا پڑوسی بھوکا رہے"۔
(الادب المفرد للبخاری، باب لا یشبع دون جارہ، رقم:112)

ہاں ایک اور بات۔۔۔جو آپ نے پڑوسی کے بارے میں پڑھی کہ اگر مشرک بھی ہو تو ایک حق اُس کا آپ کے ذمہ بھی ہے۔۔۔لہٰذا کوشش کیجئے کہ پاکستان میں رہنے والے اقلیتوں میں سے کوئی بھی آپ کے پڑوس میں ہو تو اُس کی دل آزاری نہ کیجئے بلکہ اُس کی دل جوئی کیجئے۔۔۔یہی ہمارے نبی ﷺ کی ہدایت ہیں۔۔۔

Marfat.com

آخر میں یہ احادیث جو پڑوسیوں کے براہِ راست حقوق ہیں، پڑھ لیجیے:

1۔ اگر پڑوسی بیمار ہو جائے تو اُس کی عیادت و خبر گیری کرو۔

2۔ اگر وہ انتقال کر جائے تو اُس کے جنازے کا ساتھ دو (یعنی تدفین میں شرکت کرو)۔

3۔ اگر وہ ضرورت مند ہو اور تم میں استطاعت ہے تو اُسے قرض دو۔

4۔ اگر وہ کوئی برا کام کر بیٹھے تو اُس کی پردہ پوشی کرو۔

5۔ اگر اُسے کوئی نعمت یا مال ملے تو مبارک باد دو۔

6۔ اگر اُس پر کوئی مصیبت آن پڑے تو اُس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرو۔

7۔ اپنے گھر کی عمارت اس طرح بلند نہ کرو کہ پڑوسی کے گھر کی ہوا بند ہو جائے۔

8۔ جب تمہارے گھر میں کوئی اچھا کھانا پکے تو کوشش کرو کہ تمہاری ہنڈیا کی مہک پڑوسی اور اُس کے بچوں تک نہ پہنچے لیکن اگر مہک کو روک نہیں سکتے تو پھر تھوڑا سا ہی سہی، اُس کے گھر بھی بھیج دو۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، رقم:2625)

Marfat.com

غلام

انسانی تاریخ گواہ ہے کہ غلاموں کے بارے میں کرۂ ارض پر کسی بھی جگہ ایسی کوئی تحریک نہیں تھی کہ ان پر ہونے والے غیر انسانی رویے اور تشدد کو روکا جاسکے۔ غلام کی خرید و فروخت صرف اس کی جسمانی خرید یا فروخت نہیں ہوتی تھی بلکہ یہ تصور بھی قائم تھا کہ خریدے جانے والے غلاموں کی رُوحیں تک اپنے آقا کی ملکیت ہیں۔ ان سے پیدا ہونے والے بچے بھی غلام ہی ہوں گے۔ غلاموں پر ہونے والا بہیمانہ تشدد حتیٰ کہ ان کا قتل تک جائز تھا۔ تمام اقوامِ عالم میں بلا تفریق ہزار ہا برس سے غلام رکھنا نہ صرف ایک ایسی ضرورت بن چکی تھی جس کے بغیر معاشرہ ایک پل بھی نہیں چل سکتا تھا بلکہ یہ انسانی اقدار کے ساتھ اس طرح چمٹ چکا تھا کہ کوئی صاحبِ حیثیت یا دولت مند اس سے جان چھڑانا بھی چاہے تو نہیں چھڑا سکتا تھا۔ غلامی کا پورا نظام ہر معاشرے میں رچ بس چکا تھا۔ خود کوئی غلام بھی یہ خیال نہیں کر سکتا تھا کہ اس پر ہونے والا یہ غیر انسانی رویہ ناجائز ہے۔ کیوں۔۔۔؟ وہ اس لئے کہ بتدریج انسانی تمدن ترقی کے منازل تو طے کرتا جارہا تھا۔۔۔ لیکن انسانی شعور اس نہج پر آ ہی نہیں سکا تھا کہ انسان کے انسان پر کیا حقوق ہوسکتے ہیں۔۔۔؟ انسانی حقوق کا سارا محور و مرکز صاحبِ اثر اور صاحبِ ثروت کے دائروں میں ہی گھومتا رہتا تھا۔۔۔ لہٰذا جب انسانی ادراک ان کیفیتوں پر متوجہ ہی نہیں ہو رہا تھا تو کوئی تحریک اس اہم مسئلے کی طرف چلتی بھی تو کیسے چلتی۔۔۔؟ آپ تاریخ اُٹھا کر دیکھیے۔۔۔! اللہ کی وحدانیت اور انسانی اخلاق کے بگڑتے ماحول کے ساتھ ساتھ غربت و افلاس جیسے معاملات پر انبیاء و رُسل علیہم السلام نے کس استقامت سے

Marfat.com

جدوجہد کی۔۔۔ کہ جس کی پاداش میں نہ صرف لوگ اُن کی جانوں کے دشمن ہو جاتے تھے بلکہ بیشتر انبیاء علیہم السلام کو تو بے دردی سے شہید کیا جاتا رہا۔۔۔ اب اگر وہ براہِ راست غلام کو آزاد کرنے کی بات بھی کرتے تو سوچیں کہ اُن کا کیا حال کیا جاتا۔۔۔؟ لیکن رسالت مآب ﷺ نے بے انتہا فہم و فراست سے انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلانے کیلئے ایسے شاندار قوانین بنا دیئے کہ آہستہ آہستہ انسان غلام ہو جانے کی لعنت سے ہی آزاد ہو گیا۔۔۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو خود کھاؤ وہ اپنے غلام کو کھلاؤ، جو خود پہنو وہ اپنے غلام کو پہناؤ، کام میں سختی نہ کرو، کام زیادہ ہو تو غلام کا ہاتھ بٹاؤ، غلام پر تشدد نہ کرو، دن میں غلام ستر بار غلطی کرے تو ستر بار معاف کرو"۔
(تاریخ طبری)

اس کے علاوہ ایک اور مقام پر غلام کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص اپنے غلام کو قتل کرے گا ہم اُس کو قتل کریں گے اور جو اپنے غلام کی ناک کاٹے گا ہم اُس کی ناک کاٹیں گے"۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الدیات)

اب آپ بتایئے۔۔۔! ان سہولتوں اور رحم و کرم کے بعد بھی کوئی غلام، غلام رہ سکتا ہے۔۔۔؟ ہر گز نہیں۔۔۔ اور یہ صرف وعظ و نصیحت نہیں تھی۔۔۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں یہ سب منظر عملی طور پر نظر آتے تھے۔۔۔ قدم قدم پر غلاموں سے حسنِ سلوک کے واقعات تاریخ میں بھرے پڑے ہیں۔۔۔ غلاموں کو آزاد کرنے کی ہر ہر قدم پر حوصلہ افزائی اور جنت کی بشارت نے غلاموں کو ہمیشہ کیلئے اس غلامی سے نجات کی نوید سنادی۔۔۔ کیا سیّدنا حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت نہیں پڑھی کہ۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہ کو فتحِ مکہ کے موقع پر خانۂ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دینے کا شرف کیسے بخشا گیا تھا۔۔۔ جب کہ عظیم المرتبت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تمام تر اکثریت وہاں موجود تھی۔۔۔ یہ ہے ایک غلام کی تکریم۔۔۔ حرمتِ آدمیت۔۔۔ اور پھر انسانیت کے

Marfat.com

مرتبے کا باضابطہ اعلان ہو رہا ہے کہ:

"کسی گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے"۔(تاریخ ابنِ ہشام)

یعنی پر ہیز گاری کے۔۔۔جان جایئے کہ۔۔۔اس طرح غیر محسوس طریقے سے۔۔۔نہایت آہستگی سے۔۔۔اور پاکیزگی سے۔۔۔انسانوں میں فطری انقلاب پیدا ہوا۔۔۔جس کے پھل سے انسانیت آج مستفید ہو رہی ہے۔۔۔کیا کبھی غلاموں کی آزادی کی تحریک اس طرح چلائی گئی۔۔۔؟میں قرآنِ مجید کی ایک آیتِ مبارکہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ﴾

[النساء:4: (92)]

"اور کسی مومن کو شایان نہیں کہ مومن کو مار ڈالے مگر بھول کر اور جو بھول کر بھی مومن کو مار ڈالے تو ایک مسلمان غلام آزاد کر دے"۔

دیکھا آپ نے۔۔۔!کہ اسلام میں غلاموں کی آزادی کو نیکی اور بڑی نیکی قرار دیا گیا ہے۔۔۔غلام کو آزاد کرنا نجات کا ذریعہ کہا گیا ہے۔۔۔جس غلامانہ دور کے خاتمے کو آج آپ دیکھ رہے ہیں۔۔۔یہ رحمت للعالمین ﷺ ہی کی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔۔۔ یہ اعزاز روئے زمین پر کوئی اور اپنے ماتھے پہ نہیں سجا سکتا۔۔۔

Marfat.com

حضرت محمد ﷺ - نام کی اہمیت

حضرت محمد ﷺ نے مسلمانوں کی تربیت میں جہاں اخلاق کی تمام کیفیتوں پر خصوصی توجہ مرکوز رکھی، وہیں ایک بنیادی معاملہ یعنی اولاد کے اچھے اور بامقصد و معنی خیز نام رکھنے کیلئے بھی واضح اور نصیحت آمیز ہدایات فرمائیں۔۔۔ زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب اور خصوصاً اہلِ مکہ میں فخر و مباہات پر مبنی نام رکھنا (مثلاً برۃ)۔۔۔ بتوں کے ناموں پر نام رکھنا (مثلاً عبد العزیٰ)۔۔۔ شجاعت اور بہادری کی بہترین صفت کیلئے بدتر الفاظ پر مشتمل نام رکھنا (مثلاً حمار)۔۔۔ آگ اور خون میں لپٹے لفظوں پر مبنی نام (مثلاً حرۃ) وغیرہ رکھنے کا بہت برا رواج تھا۔۔۔ حالانکہ اُس دور میں بھی بعض شرفائے مکہ نام کی اہمیت جانے بغیر اچھے نام رکھا کرتے تھے۔۔۔ لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے ناموں کی اہمیت کو مزید اہم اور پاکیزہ فریضہ بنا دیا۔۔۔ جب کوئی اسلام قبول کرتا تو آپ ﷺ اگر اُس کا نام مشرکانہ یا فخر و مباہات پر مشتمل دیکھتے تو پیار سے تبدیل فرما دیتے تھے۔۔۔ جیسا کہ امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش پر آپ رضی اللہ عنہ کا پہلا نام "حرب" یعنی جنگ رکھا تو آپ ﷺ نے تبدیل کر کے "حسن" رکھ دیا۔۔۔ جب سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی تو سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام پھر "حرب" رکھا تو آپ ﷺ نے بدل کر "حسین" رکھ دیا۔ اسی طرح سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا پہلا نام "برۃ" یعنی نیکوکار تھا جس سے فخر و مباہات اُجاگر ہو رہی تھی تو آپ ﷺ نے اُن کا نام بدل کر "زینب" رکھ دیا۔۔۔

Marfat.com

لہٰذا ہمیں آج بھی اسی احساس کے ساتھ نام رکھنے چاہئیں۔۔۔ اب تو تحقیق نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ نام انسان کی شخصیت پر براہِ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔۔۔ میں نے بہت سارے گھروں میں دیکھا ہے کہ وہ مختلف ماحول اور معاشرے سے بے حد متاثر ہو کر اپنے بیٹے اور بیٹیوں کا نام اُن کے ناموں پر رکھ دیتے ہیں۔۔۔ اگر معنی و مطلب سمجھ کر اچھا نام رکھ بھی لیں تو عرفیت میں کوئی نام رکھ کر پکارنا شروع کر دیتے ہیں اور یہ تصور کرتے ہیں کہ نام تو اچھا رکھا ہے، عرفیت سے کیا ہوتا ہے۔۔۔؟ ارے بھائی۔۔۔! بہت کچھ ہوتا ہے۔۔۔! بار بار ایک ہی لفظ دہرانے سے سامنے والے پر ہی نہیں، آپ پر بھی وہ لفظ اثر انداز ہوتا ہے۔۔۔!

امیر گھرانوں کی تو چھوڑیئے۔۔۔ اب تو غریب گھرانوں میں بھی فلموں اور ڈراموں کے ہیرو اور ہیروئین پر نام رکھے جا رہے ہیں۔۔۔ لیکن میری اس بات سے گمراہ مت ہو جایئے گا۔۔۔ آپ نام رکھیں۔۔۔ بے شک رکھیں۔۔۔ انگلش، ہندی اور فرانسیسی زبان کے نام بھی رکھ لیں۔۔۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔۔۔ بس اس بات کا خیال ضرور رکھیں کہ۔۔۔ کہیں ان ناموں کا معنی و مطلب فخر و مباہات۔۔۔ یا معاذ اللہ کفر و شرک والا تو نہیں ہے۔۔۔ لہٰذا اگر تو ان ناموں کے معنی و مفہوم اچھے ہیں۔۔۔ نیکی و اخلاقی تقاضوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔۔۔ ان میں جانوروں کی سی مناسبت نہیں ہے۔۔۔ تو پھر خواہ کسی بھی زبان میں نام رکھ لیں۔۔۔ کوئی حرج کی بات نہیں۔۔۔

آج سائیکاٹری (psychiatry)، مائنڈ سائنسز (mind sciences) اور میڈیکل سائنسز (medical sciences) نہ صرف تصدیق کر رہی ہیں۔۔۔ بلکہ تقاضہ کر رہی ہیں کہ اچھے نام رکھے جائیں۔۔۔ ورنہ انسان دوہری شخصیت کا شکار ہو جاتا ہے۔۔۔ 14 سو برس قبل کا حکمِ الٰہی اور ارشادِ نبوی ﷺ آج لوگوں کی سمجھ میں آ رہا ہے۔۔۔ تحقیقات ہو رہی ہیں۔۔۔ لیکن ثابت کیا ہو رہا ہے۔۔۔ ؟ بس۔۔۔! وہی باتیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے صدیوں پہلے بیان فرما دیں۔۔۔ آج بھی مسلمانوں کو اس کا علم ہونا چاہیے۔۔۔ 14 سو برس سے علم، آگاہی اور ہدایت موجود ہے اور دنیا کی کامیابی و فلاح بھی ان ہی تعلیمات میں مضمر ہے۔۔۔ اب اگر آپ لوگ میری بات سمجھ گئے ہیں تو بہت اچھا ہے۔۔۔! لیکن نہیں سمجھے تو انتظار کریں۔۔۔! آنے والا دور خود بخود سمجھا دے گا۔۔۔!

Marfat.com

عید کا تہوار

یہ بات آپ سب کو یاد رکھنی چاہیے کہ عیدُ الفطر نزولِ قرآن کی خوشی ہے اور عیدُ الاضحیٰ دین کی تکمیل کا دن ہے۔ اس آیتِ مبارکہ کو پڑھیئے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [المائدۃ5: (3)]

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کیا"۔

ایک دفعہ اسی آیتِ مبارکہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک یہودی عالم نے سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر ایسی آیت ہمارے مذہب میں نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کی یادگار میں عید مناتے۔ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم کو یادگار قائم کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ جس دن یہ آیت نازل ہوئی، اُس دن اللہ تعالیٰ کے بندے عرفات میں کھڑے تھے اور یہ دن ہمارے واسطے "جشنِ عید" کیلئے خاص ہو گیا۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ کی یہی مرضی تھی۔۔۔ یاد رکھیئے۔۔۔! یہ آیتِ مبارکہ خاص عرفات کے میدان میں حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔۔۔ اب آپ حضرات یہ فیصلہ کر لیں کہ عیدیں کیسے منائیں گے۔۔۔؟ اگر ادائے شکر سے منائیں تو یہ سب سے بہتر ہے۔۔۔ اور ادائے شکر کا پہلا انداز یہ ہو کہ۔۔۔ جو نادار، غریب، مفلس اور یتیم ہیں۔۔۔ اُنہیں اس میں شامل کر لیں۔۔۔ اور یہی بہتر ہے۔۔۔

Marfat.com

حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور عبادات

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دینِ اسلام میں عبادت کا ایک ایسا نظام تشکیل فرمایا تھا کہ جہاں ایک طرف اس میں انسان کی عبادات اعلیٰ وپاکیزہ مگر نہایت ہی آسان اور بغیر کسی پریشانی کے تھیں، دوسری طرف انہی عبادات نے انسانوں کو متوازن معاشی ڈھانچہ فراہم کیا تو تیسری طرف انسانی مخلوق کو اس قدر بلند مقام عطا کر دیا کہ احترامِ آدمیت ہی نہیں بلکہ بقاء انسانیت کی بنیاد بھی فراہم کر دی الغرض اس میں قانون سازی ہوئی تو ایک ایسا نظامِ عدل قائم ہوا جس سے اُس وقت بنی نوع انسان تقریباً ناواقف تھے یعنی بادشاہ یا سردار کا مزاج ہی قانون ہو جاتا تھا اور اس پر عمل کرنا عوام الناس کا مقدر تھا۔۔۔ اور انسانیت اس پر راضی بہ رضا تھی کہ۔۔۔ جزاء اور سزا کا تعلق بادشاہ اور سردار سے ہی وابستہ ہے اور رہے گا۔۔۔ اب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آمد نے انسان کو یہ شعور بخشا کہ۔۔۔ نہیں۔۔۔! حاکمیت بادشاہ اور سردار کی نہیں۔۔۔! بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔۔۔! اور قانون سازی بادشاہ اور سردار کا وصف نہیں۔۔۔! بلکہ حکمِ خداوندی میں ہی بنی آدم کی فلاح مضمر ہے۔۔۔ کسی کی بھی جان بادشاہ یا سردار کے رحم وکرم پر نہیں ہو گی۔۔۔ نہ ہی وہ کسی کی جان لے سکتا ہے۔۔۔ اور نہ ہی کسی مجرم کی جان بخش سکتا ہے۔۔۔ یہ ہے بنیادی نکتہ کہ وہ تمام تر اختیارات جس سے سرداروں اور بادشاہوں نے اپنی تلوار اور طاقت کے بل پر بنی آدم کو تقریباً غلام بنالیا تھا۔۔۔ اُس کو ختم کر کے رکھ دیا۔۔۔ اور وہ بھی اتنے سکون سے۔۔۔ آرام سے۔۔۔ بغیر کسی فتنہ وفساد کے۔۔۔ اور ان تمام معاملات کو عبادات میں ڈھال دیا۔۔۔ اور وہی طرزِ حکمرانی جو عوام الناس پر وبال اور عذاب کی طرح مسلط

Marfat.com

ہو چکی تھی۔۔۔اب اللہ تعالیٰ کے خوف اور اپنی خوشی سے فلاح و بہبود کے اقدامات کر رہی ہیں۔۔۔اور جہاں کہیں بھی کسی قانون سازی یا طرزِ حکمرانی میں خوفِ خدا شامل ہو گیا۔۔۔وہاں قومیں عروج کی منزلوں کی طرف رواں دواں ہیں۔۔۔اور جو اس کا انحراف کر رہی ہیں۔۔۔وہ پست سے پست تر ہوتی جا رہی ہیں۔۔۔

عبادت میں سختیاں

آیئے اب ہم اسلام کے نظامِ عبادت کے بارے میں قرآنِ مجید کی آیت کا مطالعہ کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ [البقرۃ2: (185)]

"اللہ تو تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا"۔

اسی طرح ایک حدیثِ مبارک میں ارشاد فرمایا گیا:

لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ.

"اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں ہے"۔(مسند ابنِ حنبل، ج5، ص266)

آپ ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی پوری اُمت کو یہ درس دے رہا ہے کہ اسلام جیسے مکمل اور جامع نظامِ حیات کے ماننے والوں کو رہبانیت جیسی بے جا مشقتیں برداشت کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ اس دنیا میں کاروبارِ زندگی کی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے بھی قربِ الٰہی کی منزل پا سکتے ہیں۔۔۔یہاں میں نے صرف ایک حکمِ خداوندی اور ایک حدیثِ نبوی ﷺ پیش کی ہے، اگر طوالت کا اندیشہ لاحق نہ ہوتا تو درجنوں آیات و احادیث اس موضوع پر آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا۔۔۔

انسانی تاریخ میں دنیا کا وہ واحد دین "اسلام" ہے جو قدیم و جدید تقاضوں سے نہ صرف ہم آہنگ ہے بلکہ عبادات کے معاملے میں بھی انسانوں کو راحت و سکون فراہم کرتا ہے۔ اسلام کی فرض عبادات میں سہولتیں انسانی

Marfat.com

فطرت کے تقاضوں اور انسانی صحت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عطا کی گئی ہیں۔۔۔یعنی مختصر الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ۔۔۔اسلام میں عبادت کا تصور انسانی معاشرے سے علیحدہ نہیں ہے۔۔۔اسلام رہبانیت یعنی ترکِ دنیا کے عمل سے اپنے آپ کو معاشرے اور خاندان سے جُدا کرنے کی سختی کے ساتھ مخالفت کرتا ہے۔۔۔

یاد رکھیئے۔۔۔!اسلام ہمیں کسی بھی لحاظ سے عبادات میں سختیاں برداشت کرنے اور ثواب کے حصول کیلئے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی اجازت نہیں دیتا۔۔۔اسی سبب یہ کہا گیا ہے کہ روزِ محشر ہر انسان سے اُس کے ایک ایک اعضاء کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور اُس انسان کو اس کا جواب دینا پڑے گا لہٰذا آپ کو اگر کوئی شخص خواہ کتنا ہی معزز کیوں نہ نظر آئے، وہ کسی وظائف، کسی عمل یا ذکر کیلئے جو مصیبت و پریشانی پر مبنی یا جان پر سختی لئے ہوئے ہو یا قطع رحمی کے ساتھ کسی بھی عبادت کی ترغیب دے تو آپ اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسالت مآب ﷺ کی تلقین کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کریں۔۔۔اب اس موضوع کو اس آیتِ ربّانی پر ختم کرتا ہوں:

﴿اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَ اللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ﴾ [المزمل 73: (20)]

”بے شک تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم کبھی دو تہائی رات سے کم اور کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات تک نماز پڑھتے ہو اور کچھ لوگ تمہارے ساتھ۔ اللہ ہی رات اور دن کا اندازہ کرتا ہے۔ اُس نے جان لیا کہ تم اس کو گن نہیں سکتے، تم پر اُس نے مہربانی کی، اب جتنا ہو سکے اتنا ہی قرآن نماز میں پڑھو، اُس نے جان لیا کہ تم میں بیمار بھی ہوں گے، مسافر بھی ہوں گے، جو خدا کی روزی ڈھونڈنے کو سفر کریں گے اور لوگ اللہ کی راہ میں سفر جہاد کریں گے، پس اب جتنا ہو سکے اتنا ہی پڑھو“۔

Marfat.com

اسلام کے بنیادی ارکان

نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے: 1۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، 2۔ نماز قائم کرنا، 3۔ زکوٰۃ دینا، 4۔ رمضان کے روزے رکھنا اور 5۔ بیتُ اللہ کا حج کرنا (اُس شخص کیلئے جو اُس تک جانے کی طاقت رکھتا ہو)''۔ (جامع الترمذی)

اب اسلام کے پانچوں بنیادی ارکان کو پڑھتے جایئے۔۔۔ اور پھر اس پر غور کرتے جایئے۔۔۔ تو آپ کو پتہ چلے گا کہ۔۔۔ یہ پانچوں بنیادی ارکان اپنے اندر نہ صرف عبادت میں پاکیزگی لئے ہوئے ہیں۔۔۔ بلکہ ایک بہترین معاشرے کی تشکیل بھی کرتے جارہے ہیں۔۔۔ جس میں پیار، محبت، رشتے، ناطے سب ایک ساتھ سموئے ہوئے نظر آتے ہیں۔۔۔ لیکن ایک انتہائی حیرت انگیز نکتہ جو ان عبادات میں سامنے آتا ہے کہ۔۔۔ یہ عبادات صرف معاشرتی کلیوں کو ہی بیان نہیں کر رہی ہیں۔۔۔ بلکہ احسن طریقے سے معاشی اُصولوں کو بھی بیان کرتی ہیں۔۔۔ جس میں بنی آدم کیلئے صرف فلاح ہی فلاح ہے۔۔۔

کلمہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه-

''نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے، محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں''۔

یہ وہ مقدس کلمہ ہے کہ جس کا اقرار کرکے اولادِ آدم میں سے کوئی بھی شخص دائرہ اسلام میں داخل ہو سکتا ہے۔۔۔ اور دنیا و آخرت میں فلاح پا سکتا ہے۔۔۔

نماز

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۵۳﴾

[البقرۃ 1: (153)]

Marfat.com

"اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعے (مجھ سے) مدد چاہا کرو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ (ہوتا) ہے"۔

بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ

"بندے اور کفر کے درمیان فرق نماز چھوڑ دینا ہے"۔ (صحیح مسلم، کتاب الإیمان:35)

نماز کیلئے عربی میں لفظ "صلوٰۃ" استعمال کیا گیا ہے۔ نماز کا شمار اسلام کی اہم ترین عبادت میں ہوتا ہے۔ دن و رات میں پانچ وقت کی فرض نمازیں جہاں مسلمانوں میں اطاعتِ خداوندی کے جذبات کو فروغ دیتی ہیں وہیں اُن میں معاشرتی ہم آہنگی اور یکجہتی کا ذریعہ بنتی ہیں اور معاشرتی برائیوں سے روکتی ہیں۔۔۔ نماز کو دِین کا ستون کہا گیا ہے۔۔۔ نماز وہ عبادت ہے۔۔۔ جس سے مسلم اور غیر مسلم کی پہچان ہوتی ہے۔۔۔ مومن کی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔۔۔ اور بندے کا اپنے رب سے براہِ راست تعلق قائم ہو جاتا ہے۔۔۔

روزہ

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٨٣﴾ ﴾ [البقرۃ 2: (183)]

"اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ"۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

"جس نے رمضان کے روزے ایمان اور خالص نیت کے ساتھ رکھے اُس کے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے"۔ (صحیح بخاری)

Marfat.com

روزے کو عربی میں "صوم" کہتے ہیں۔ یہ اسلام کا تیسرا رُکن ہے۔ روزے کے ذریعے انسان میں تزکیۂ نفس پیدا ہوتا ہے۔ روزہ گناہوں سے بچنے کیلئے ڈھال کا کام دیتا ہے۔ روزہ ہمیں غریبوں اور ناداروں کی بھوک پیاس کا احساس دلا کر اُن سے ہمدردی اور تعاون پر آمادہ کرتا ہے۔ روزہ عملی طور پر انسان کے سچے جذبوں یعنی رحمدلی، ایثار و قربانی، صبر کو زندہ کرنے کا سبب ہے۔ جنت میں روزہ داروں کیلئے ایک خاص دروازہ ہو گا جس کا نام "ریان" ہے۔

زکوٰۃ

﴿اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ﴾ [حج 22: (41)]

"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں"۔

یاد رکھیئے۔۔۔! جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ انسان کے بنائے ہوئے معاشرتی نظام میں تمام اکائیاں یا جزئیات متوازن رہ ہی نہیں سکتیں، جب بھی کوئی ایسا طریقہ جو فطرت کے خلاف ہو گا اور اُسے انسان کے معاشرتی نظام میں داخل کرنے کی کوشش ہو گی تو اُس سے نقصان ہر صورت میں اٹھانا پڑے گا۔ مثال کے طور پر سرمایادارانہ نظام اور سوشلزم (Socialism) یا مارکس اِزم (Marxism) میں انسانی محنت اور صلاحیت جو کچھ کمائے گی اُسے فرد اپنے قبضے میں لے لے گا یا ریاست کنٹرول کر کے پورے معاشرے میں برابر یعنی مساوات کی صورت میں تقسیم کرنے کی ذمہ دار ہو گی لیکن یہ ذہن میں رکھیئے کہ کارل مارکس کوئی پہلا فلسفی نہیں ہے جو اس قسم کے پراگندہ خیالی نظریات کا خالق ہے، اس سے بہت پہلے مزدک اور مانی نے بھی اپنے اپنے زمانے میں معاشی و معاشرتی مساوات کے نام پر زن، زر، زمین جیسے اخلاق باختہ فلسفے پیش کئے جو اخلاقیات اور معاشیات دونوں کو زد پر لے کر انسانوں پر مسلط ہوتے رہے۔ انہی کے فلسفوں کو مارکس نے اپنے خدوخال میں ڈھال کر پیش کر دیا، پھر فرائیڈ اور مکاؤلی جیسے مفکروں نے تو ان ظالمانہ نظاموں میں سے اِدھر سے کم اُدھر سے زیادہ لے دے کر چند اُصولوں کو روشناس کروا دیا۔۔۔ خیر، اس کتاب کا موضوع تو یہ نہیں پھر کبھی موقع ملا تو اس پر مکمل وضاحت، مشاہدے اور نتائج لکھوں گا۔۔۔ چلیئے اب

Marfat.com

موضوع کی طرف کہ۔۔۔یہ خواہ کتنا ہی خوش نما معاشی نظام ہو اس میں جبر کا عنصر شامل رہے گا اور اس کو جس قدر قوت سے نافذ کیا جائے گا، انسانی ذہنی نشوونما اُتنی ہی متاثر ہوتی جائے گی۔۔۔جیسے ایک کار کے کاربوریٹر میں کچرا آجانے سے کار بار بار ہچکولے کھاتی ہے مگر چلتی رہتی ہے اور پھر یکبارگی رُک جاتی ہے۔۔۔بالکل ایسے ہی ان معاشی فلسفوں سے پورا معاشرہ ہچکولے کھاتا رہتا ہے۔۔۔محنت کو دولت میں تبدیل کر کے جمع کرلیتا ہے۔۔۔اور انسان بس وہیں کا وہیں کھڑا منہ تکتا رہتا ہے۔۔۔غور سے نہیں، سرسری ہی جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ۔۔۔یہ دونوں نظام ایک دوسرے کی ضد ہیں۔۔۔اور دونوں اپنی اپنی انتہاؤں پر کھڑے ہیں۔۔۔اور اس کشمکش میں انسان پستا چلا جارہا ہے۔۔۔دوام دونوں ہی کو نہیں ہے۔۔۔اس لئے کہ یہ اپنے اندر توازن کو قائم رکھ ہی نہیں سکتے۔۔۔ان میں کوئی اخلاقی قدریں مشترک نہیں۔۔۔ان پر کوئی احتسابی عمل کا وجود نہیں۔۔۔ظلم ہے تو اپنے ہی بنائے ہوئے معاشرتی نظام کے لگے بندھے ذہنوں کا۔۔۔

دوسری طرف سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) کی سب سے بڑی خرابی اس کا سودی نظام ہے جو فرد، معاشرے اور قوموں کو غلامی کی زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہے اور انسانیت سود کے جبڑوں میں جکڑی سسک رہی ہے لیکن ان تمام کے برعکس اسلام کا معاشی نظام جو فطرت کے عین مسلّمہ اُصولوں کو نہ صرف بیان کرتا ہے بلکہ اس کے معاشی نظام نے تو برِاعظموں پر پھیلی وسیع و عریض سلطنت پر اس کامیابی سے حکمرانی کی ہے کہ آج تک ایسی فلاحی مملکت (Welfare State) قائم ہی نہیں ہو سکی۔۔۔کیوں۔۔۔؟ وہ اس لئے کہ اسلام کے معاشی نظام یعنی زکوٰۃ میں دولت کا بہاؤ تو ہو سکتا ہے۔۔۔یعنی دولت دائروں میں تو گھوم سکتی ہے۔۔۔لیکن دولت کا ارتکاز ہو جائے یہ ممکن ہی نہیں۔۔۔زکوٰۃ اس خوش اسلوبی سے دولت کی منصفانہ تقسیم کا سبب بن جاتی ہے کہ۔۔۔اس کو ادا کرنے والا خود کسی معاشی مسائل کا شکار نہیں ہو سکتا۔۔۔

﴿كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ﴾ [الحشر 59: (7)]

”تاکہ وہ تمہارے مال داروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے“۔

Marfat.com

اب تھوڑی ہی دیر کیلئے سہی۔۔۔ مسلم اور غیر مسلم کی بحث میں پڑے بغیر۔۔۔ فرض کرلیں کہ۔۔۔ اگر آج پوری دنیا میں زکوٰۃ کا نظام قائم کر دیا جائے۔۔۔ دولت کے ارتکاز اور تقسیم کے وہ سارے طریقے جو اسلام کے قائم کردہ ہیں۔۔۔ اُن پر عمل کرنا شروع کر دیا جائے۔۔۔ تو انسانیت کا بھلا ہی ہو گا۔۔۔ مثلاً ہر دولت مند اپنی سالانہ آمدنی کا ڈھائی فیصد ادا کرے۔۔۔ خیرات اور صدقات کو ایک طے شدہ مالیاتی نظام سے مربوط کر دیا جائے۔۔۔ تو پھر یہ ممکن ہی نہیں رہ جاتا کہ۔۔۔ انسان کسی کا محتاج ہو جائے۔۔۔ یا بھوکا سو جائے۔۔۔ دنیا کی تمام دولت یا چند بڑے دولت مندوں کی دولت کا ایک اندازہ لگاتے ہیں۔۔۔ مثال کے طور پر دنیا کے چند سو بڑے سرمایاداروں کی اگر آمدنی ایک ہزار کھرب ڈالر فرض کرلی جائے۔۔۔ تو اس کا ڈھائی فیصد 25 کھرب بنتا ہے۔۔۔ نیز زکوٰۃ تو ہر اُس فرد پر لاگو ہو جاتی ہے جس کے پاس ساڑھے سات تولے سونا اور ساڑھے باون تولے چاندی ہو۔۔۔ تو اب آپ اندازہ لگایئے کہ۔۔۔ اگر اس کو جمع کر کے منصفانہ اور شفاف طریقے سے تقسیم کر دیا جائے۔۔۔ تو کیا پھر انسانیت ایسی شرمناک بھوک و افلاس کا شکار ہو سکے گی۔۔۔؟ ہرگز نہیں۔۔۔ اس کے ساتھ ساتھ بدترین جرائم کی خود بخود بیخ کنی ہو جائے گی۔۔۔ پائیدار امن و امان قائم ہونے میں بھرپور مدد ملے گی۔۔۔

علمِ اقتصادیات یا پولیٹکل اکانومی کا فلسفہ ہو یا حکیم لقمان ہو یا افلاطون، ارسطو یا مارکس ہو یا یورپ کے نیشنلسٹ یا سوشلسٹ فلاسفر سب کا مسئلہ یہی رہا ہے کہ جملہ املاک و زر کو یکساں حق میں کس طرح تقسیم کیا جائے یا اسبابِ معیشت پر سے شخصی ملکیت کو قبضے میں لے کر کس بنیاد پر اُسے تقسیم کیا جا سکتا ہے۔۔۔ ذرا خود سوچیئے کہ۔۔۔ مالکان کو املاک کے حقِ ملکیت سے محروم کر دیا جانا عملاً ناممکن ہے۔۔۔ جسے دنیا میں کبھی تسلیم ہی نہیں کیا جا سکا۔۔۔ اسلام نے اس مسئلے کو کتنی خوبصورتی اور آسان طریقے سے حل کیا ہے۔۔۔ قرآن کا فیصلہ پڑھیئے:

﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴾ [النحل 16:(71)]

Marfat.com

"اور خدا نے رزق (و دولت) میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تو جن لوگوں کو فضیلت دی ہے وہ اپنا رزق اپنے مملوکوں کو تو دے ڈالنے والے ہیں نہیں کہ سب اس میں برابر ہو جائیں تو کیا یہ لوگ نعمت الٰہی کے منکر ہیں"۔

آگے بڑھتے جایئے۔۔۔! زکوٰۃ 02 ہجری میں مسلمانوں پر فرض ہوئی۔۔۔ حضور ﷺ کا حسنِ عمل تو پہلے ہی مسکینوں، یتیموں اور غریبوں پر رحم کرنے والا تھا۔۔۔ ایک عالمگیر سچائی کے لازمی عمل کا اظہار معاشیات کے زریں اُصولوں میں پنہاں ہے۔۔۔ اگر یہ ٹھیک ہو تو انسانی عمارت اپنی بنیادوں پر ٹھیک کھڑی رہے گی اور بوسیدہ نہیں ہونے پائے گی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام کا تیسرا اہم ترین رُکن اور فرض قرار دیا یعنی اس کے معنی یہ ہیں کہ زکوٰۃ درحقیقت اُس صفتِ ہمدردی اور رحم کے باقاعدہ نظام کا نام ہے جو انسان کے درمیان تعلق کے ساتھ قدرتاً فطرتاً قائم ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے والا ہمیشہ بخل اور کنجوسی جیسے عیبوں سے پاک رہتا ہے اور اس میں مال و دولت کے باعث غرور و تکبر پیدا نہیں ہوتا اور وہ غرباء و مساکین کو اپنا ہی ایک جزو سمجھتا ہے۔ دوسری طرف غرباء و مساکین اور ضرورت مند اُس دولت مند کی خیر خواہی کرتے رہتے ہیں کہ اُس کے مال و دولت میں اپنا ایک حصہ موجود سمجھتے ہیں یعنی اس طرح خود بخود ایک ایسا فنانشل پبلک لمیٹڈ ارادہ وجود میں آجاتا ہے جس میں ادنیٰ و اعلیٰ ایک دوسرے کے حصہ دار بن جاتے ہیں اور اس طرح مدت گزر جانے کے باوجود ان میں چڑچڑاپن جو فطری تقاضہ ہے، وہ نہیں آپاتا بلکہ یہ دل سے، خوشی سے اور عبادت سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے خاطر ہوتا رہتا ہے۔۔۔ اب آگے پڑھیئے۔۔۔! زکوٰۃ مختلف جنسِ تجارت، زراعت، مال و مویشی، نقد پر عائد ہوتی ہے لہٰذا اس کو کہاں اور کس پر خرچ کیا جائے کہ دولت کا توازن بقدرِ تناسب قائم رہے۔۔۔ یہ حیرت انگیز معاشی اور معاشرتی اُصول جو ایک دوسرے کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔۔۔ پڑھتے جایئے۔۔۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ ﴾ | التوبہ 8: (60) |

Marfat.com

''زکوٰۃ تو صرف اُن لوگوں کیلئے جو محتاج اور نرے نادار (مسکین) ہوں اور جو اس کی تحصیل پر مقرر ہیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے (اسلام کی طرف مائل کرنا ہو) اور (غلاموں کی) گردنیں آزاد کرنے میں اور قرض داروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کو، یہ ٹھہرایا ہوا (مقرر شدہ) ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ علم و حکمت والا ہے''۔

اس نظامِ زکوٰۃ کو چلانے کیلئے تنخواہیں ادا کی جائیں گی۔۔۔اور اُن لوگوں کیلئے جن کے دلوں کو خوش کرنا منظور ہو۔۔۔اور غلاموں کو آزادی دلانے کیلئے۔۔۔ ایسے قرض داروں کا قرضہ چکانے کیلئے جو قرض نہ اتار سکتے ہوں۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیگر کاموں کیلئے۔۔۔اور مسافروں کیلئے ۔۔۔ جن آٹھ مد پر زکوٰۃ تقسیم کرنے کا حکم دیا جارہا ہے، اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ۔۔۔زکوٰۃ کی فرضیت سے ملک و قوم اور افراد کی خدمت کس خوبی سے کی جارہی ہے۔۔۔

درجِ بالا آیات میں نومسلموں کی دل افزائی کیلئے جو طریقہ کار بتایا گیا ہے اگر کوئی مؤرخ یا تاریخ کا طالب علم اُسے پڑھ رہا ہے۔۔۔چلیئے ان کو تو چھوڑ یئے۔۔۔میں مذہبی پیشواؤں سے بھی پوچھتا ہوں کہ۔۔۔ کوئی نظیر لا کر بتائیں۔۔۔اسلام کے اس معاشی نظام۔۔۔زکوٰۃ کی۔۔۔

حج

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٧﴾﴾ [آل عمران 3: (97)]

''اور لوگوں پر خدا کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اُس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اُس کا حج کرے اور جو اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو خدا بھی اہلِ عالم سے بے نیاز ہے''۔

Marfat.com

Marfat.com

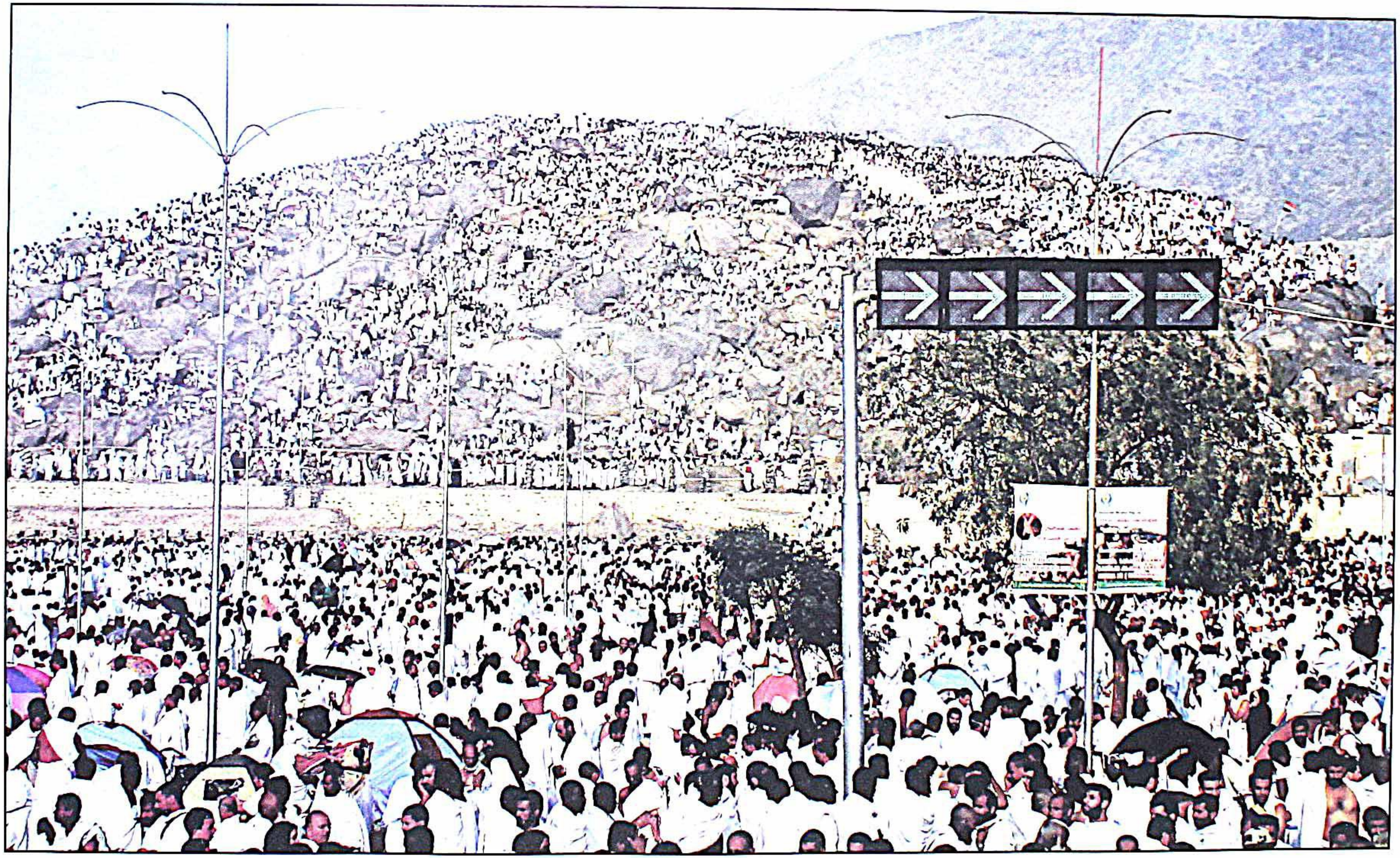

جبلِ رحمت۔ میدانِ عرفات کی تصویر (یہاں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت سیدہ حواء علیہا السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی)

عرفات کا میدان یعنی "وقوف عرفہ"۔ حج کے موقع کی تصویر

Marfat.com

ارکانِ اسلام کا آخری رُکن حج ہے۔ یہ فریضہ ہر اُس مسلمان پر عمر بھر میں ایک بار فرض ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔۔۔ حج مومن کی زندگی میں ایک عجیب انقلاب برپا کرتا ہے۔۔۔ مومن اُس گھر کی زیارت کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مرکزِ ہدایت بنایا ہے۔۔۔ اُس سرزمین کا مشاہدہ کرتا ہے جہاں سے وحی کی ابتداء ہوئی۔۔۔ جہاں رسالت مآب ﷺ کی پوری حیاتِ طیبہ گزری۔۔۔ سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سیّدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانیوں کو یاد کر کے اپنے اندر ایک نیا جذبہ، نیا ایمان محسوس کرتا ہے۔۔۔ نیز دُنیا کے ہر گوشے سے آئے ہوئے مختلف قومی و ثقافتی رنگ و نسل، علیحدہ علیحدہ زبانیں بولنے والے سب ایک ہی طرح اس عبادت میں شریک ہوتے ہیں۔۔۔ اور عالمی بھائی چارے کا ایک انتہائی حسین اور دل موہ لینے والا منظر سامنے آ جاتا ہے۔۔۔

Marfat.com

اُمّتی، اُمّتی

محمد رسول اللہ ﷺ کو ہر حال میں اپنی اُمت کی فکر دامن گیر رہتی تھی۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے تمام کناروں کو میری نگاہوں کے سامنے کر دیا، میں نے اُن کے مغرب و مشرق کو دیکھا، میری اُمت کی سلطنت ان تمام کناروں تک پہنچ جائے گی جو مجھے دکھائے گئے ہیں، مجھے سُرخ و سپید (سونا چاندی) دونوں خزانے دیئے گئے ہیں، میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ بارِ الٰہی! میری اُمت کو کسی عالمگیر قحط سے برباد نہ کرنا اور نہ اُن پر ان کے سوا کسی غیر دشمن کو مسلط کرنا۔۔۔ حکمِ باری تعالیٰ ہوا کہ میرے دربار میں فیصلے کی تبدیلی نہیں ہوتی، میں نے تمہاری دُعا قبول کی تو اب میری اُمت کو کوئی دوسرا تباہ نہ کرے گا بلکہ خود ایک دوسرے کو تباہ کریں گے۔۔۔

آپ ﷺ پر ایک رات ایسی آئی کہ رات کے ایک پہر دورانِ عبادت اس قدر رقت طاری ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنے لگے: ”اے اللہ! میری اُمت کو بخش دے، میری اُمت گناہگار ہو گی تب بھی بخش دے“۔۔۔ آپ ﷺ روتے جاتے۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے جاتے تھے۔۔۔ آپ ﷺ کی اس طرح بیتابانہ آہ و زاری سے عرش کانپنے لگا۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین علیہ السلام کو حکم دیا کہ ”جاؤ اور دیکھو میرے محبوب ﷺ کیا چاہتے ہیں؟“ جبرائیل امین علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ”آپ ﷺ کی اس آہ وزاری سے عرش پر بے چینی ہے اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ پوچھو میرے محبوب رسول ﷺ سے کیا

Marfat.com

چاہتے ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میں اپنی پوری اُمت کی بخشش کا اللہ سے وعدہ چاہتا ہوں"۔ جبرائیل امین علیہ السلام واپس ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کی درخواست پہنچائی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "ٹھیک ہے جاکر میرے محبوب ﷺ کو بتادو کہ آپ (ﷺ) کی اُمت میں جس نے شرک کیا سوائے اُس کے، ہر گناہ پر سزا دے کر اُسے جنت میں بھیج دوں گا"۔ آپ ﷺ کو جب جبرائیل امین علیہ السلام نے یہ خوشخبری سنائی تو آپ ﷺ اور زیادہ گریہ زاری کرنے لگے کہ "میری اُمت کو بس بخش دے"۔ یہ صورتحال جبرائیل امین علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے بیان فرمائی کہ "وہ اب بھی 'اُمتی، اُمتی' فرمارہے ہیں" تو اللہ کی محبوبیت کو جوش آگیا، کہا: "اچھا روزِ محشر جب سب اُمتوں کا فیصلہ ہو جائے گا تب آپ (ﷺ) کی اُمت کے حساب کتاب کے وقت "مقامِ محمود" بنا کر آپ (ﷺ) کو کھڑا کر دوں گا۔ میرے حکم سے آپ (ﷺ) کو اجازت ہو گی کہ جس اُمتی کو آپ (ﷺ) چاہیں جنت میں داخل کر دیں"۔۔۔ اللہ اکبر۔۔۔! اپنی اُمت سے اس طرح کا والہانہ پیار۔۔۔! ایسی محبت۔۔۔! کہ مانگتے جارہے ہیں تو اپنی اُمت کیلئے۔۔۔! رو رو کر ہلکان ہو رہے ہیں تو اپنی اُمت کیلئے۔۔۔! اُمّتی۔۔۔! اُمّتی۔۔۔! کر کے پورے عرش کو ہلا ڈالا۔۔۔! اب سوچیئے کہ۔۔۔ اپنے اسی پیارے رسول ﷺ سے محبت نہ کریں تو پھر اور کیا کریں۔۔۔؟ مقامِ محمود کا بھی سنتے جایئے کہ۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے اسرار، راز ہر ہر نبی اور رسول علیہم السلام پر عیاں ہوتے ہیں مگر جس قدر اجازت ہے اُسی قدر بتایا جاسکتا ہے۔۔۔ اس سے نہ کم اور نہ زیادہ۔۔۔ یعنی ایک نبی اور رسول کو بتادیا کہ یہ یہ کام ہیں اور یہ یہ ہدایت ہے۔۔۔ اسے ایسے سمجھیئے کہ دس احکامات سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دے دیئے کہ اُمت کو بتادو، پورے کریں گے تو جنت میں جائیں گے اور کمی کی تو جہنم میں جائیں گے۔۔۔ جو کہا گیا عمل کرو بس۔۔۔ لیکن یہاں رسالت مآب ﷺ پر۔۔۔ رعایت ہی رعایت۔۔۔ اور بڑی سے بڑی رعایت۔۔۔ پچھلی اُمتوں پر گناہ کا سوچنا گناہ لکھ لیا گیا۔۔۔ اور یہاں فرمایا کہ اے میرے محبوب ﷺ! تمہارا اُمّتی گناہ سوچے گا تو نہیں لکھا جائے گا۔۔۔ گناہ کا ارادہ کرے گا تو نہیں لکھا جائے گا۔۔۔ اور جب وہ گناہ کر چکے گا۔۔۔ تو صرف ایک گناہ لکھا جائے گا۔۔۔ اے میرے محبوب ﷺ! تمہارا اُمّتی نیک کام سوچے گا۔۔۔ تو نیکی لکھی جائیگی۔۔۔ ایک

Marfat.com

نیک کام کا ارادہ کرے گا۔۔۔ تو ایک نیکی لکھی جائیگی۔۔۔ اور اگر وہ نیکی کر گزرے گا۔۔۔ تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔۔۔ اسی طرح آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے ارشاد فرمایا: اے اللہ! پچھلی اُمتوں کی عمریں طویل تھیں، سیّدنا حضرت نوح علیہ السلام کی اُمت کی عمریں نو سو ساڑھے نو سو برس تھیں، میری اُمت کی عمر ساٹھ ستر برس ہے تو وہ اُمت تو تیری عبادت میں میری اُمت سے بڑھ جائے گی۔۔۔ اب محبوب کا جواب آیا محبوب ﷺ کیلئے۔۔۔ اے میرے محبوب ﷺ! سال میں ایک رات "لیلۃُ القدر" دے رہا ہوں جو رمضان کی پانچ راتوں میں موجود ہے، آپ (ﷺ) کا جو اُمّتی اس رات میری عبادت اور ذکر کرے گا، اس رات کی عبادت اجر و ثواب کے لحاظ سے ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہو گی۔۔۔ دیکھا آپ نے۔۔۔! اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کی کیسے ناز برداریاں فرماتا ہے۔۔۔ اِدھر مانگا اُدھر عطا کیا۔۔۔ ہاں تو مقامِ محمود کی بات مکمل کرتا ہوں۔۔۔ اب اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور حکم ہو گیا کہ میں روزِ محشر مقام محمود عطا کروں گا۔۔۔ تو وعدہ ہو گیا جو پورا ہو گا۔۔۔ لیکن حضور ﷺ نے یہ راز اُمت پر کھول دیا۔۔۔ اور فرمایا کہ ہر اُمّتی دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ مجھے "مقامِ محمود" پر کھڑا فرمادے۔۔۔ ایسا کیوں فرمایا۔۔۔؟ دعا کرنے کو کیوں کہا۔۔۔؟ ذرا غور کیجئے۔۔۔! ہم تو خود اگر بخشے گئے تو حضور ﷺ کی شفاعت سے ہی بخشے جائیں گے۔۔۔ یہ ایک ایسی عجب حکمت آپ ﷺ نے فرمادی کہ۔۔۔ جب آپ ﷺ مقامِ محمود پر کھڑے ہوں گے۔۔۔ اور دعا کرنے والا اُمّتی آپ ﷺ سے کہے گا کہ۔۔۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ ﷺ پر ایمان لایا تھا۔۔۔ اور اس مقامِ محمود کی دعا بھی کی تھی۔۔۔ تو آپ ﷺ کیلئے دفاع کا حق خود بخود بن جائے گا۔۔۔ اس کو ایک مثال کے ذریعے سمجھیئے کہ۔۔۔ جب ہم کسی عدالت میں پیش ہوتے ہیں۔۔۔ تو ہمارا وکیل ہمارا وکالت نامہ عدالت میں پیش کرتا ہے۔۔۔ اور عدالت اسے قبول کر لیتی ہے۔۔۔ اب اس کو آپ بڑے کینوس پر منتقل کر کے سوچیں۔۔۔ تو جواب آجائے گا۔۔۔ واہ۔۔۔! واہ۔۔۔! کیا ہم اور کیا ہماری حیثیت۔۔۔! ہمارے وکیل۔۔۔! رسالت مآب ﷺ۔۔۔! ہمارا مقدمہ لڑیں گے۔۔۔! تو ناکامی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔۔! کامیابی ہی کامیابی۔۔۔! اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ایسا ہی اچھا سلوک فرمائے۔۔۔! آمین۔۔۔!

Marfat.com

خوف کی تین کیفیات

اللہ تعالیٰ نے انسانی تخلیق کے وقت انسان میں تین خوف پیدا فرمائے یعنی ازل سے ابد تک انسانی زندگی انہی تین خوف کے گرد گھومتی رہتی ہے۔ میں نے خوف کو ان تین کیفیات کے علاوہ خوف کو بہت ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر ساری کوششوں کے باوجود دل اور ذہن ان ہی کیفیات پر آکر ٹھہر سا گیا ہے لہٰذا انہی کو مختصراً لکھ رہا ہوں:

موت کا خوف

انسان کی زندگی کے ساتھ موت ہر دم لگی رہتی ہے۔۔۔ اس کے خوف سے کوئی زندگی محفوظ نہیں۔۔۔ اُسے یقینِ کامل ہے کہ زندگی کا خاتمہ ہو گا۔۔۔ اور موت اُسے اپنی آغوش میں لے کر رہے گی۔۔۔ اس یقین کے باوجود اس سے بچنے کیلئے جتن کرتا ہے۔۔۔ یہاں تک کہ زندگی کے کچھ لمحات مل جانے کیلئے وہ زمانے کی ذلت تک گوارا کر لیتا ہے۔۔۔ یعنی موت کا خوف اگر بڑھ جائے تو۔۔۔ یہ خوف انسان کو بیمار کر دیتا ہے۔۔۔ وقت سے پہلے بوڑھا کر ڈالتا ہے۔۔۔ نفسیاتی طور پر مستقل مریض بنا کر ہی دم لیتا ہے۔۔۔

مستقبل کا خوف

انسان کو سب سے بڑا خوف اپنے آنے والے کل کے متعلق رہتا ہے۔۔۔ یعنی مستقبل کے بارے میں فکر مندی۔۔۔ یہ فکر ایک مستقل وبالِ جان بنی رہتی ہے۔۔۔ کل کیا ہو گا۔۔۔؟ اگر یہ ہوا تو کیا ہو گا۔۔۔؟ بچوں کا کیا ہو گا۔۔۔؟ اگر مر گیا تو پھر خاندان کا کیا ہو گا۔۔۔؟ وغیرہ وغیرہ۔۔۔ یہ خوف بھی انسان کو توڑ ڈالتا ہے۔۔۔

Marfat.com

کمزور وناتواں کر دیتا ہے۔۔۔ ذہنی مریض بنا دیتا ہے۔۔۔ اور بسا اوقات تو اس کی وجہ سے لوگ خود کُشی جیسے انتہائی غلط اقدام کو آسان سمجھ لیتے ہیں۔۔۔ اور کر گزرتے ہیں۔۔۔ الامان۔۔۔

خُدا کا خوف

اب دیکھئے۔۔۔! اس خوف یعنی اللہ تعالیٰ کے خوف کا عالم۔۔۔ یہی وہ خوف ہے جو اوپر دیئے گئے دونوں خوف کے اثر کو ختم کر دیتا ہے۔۔۔ خدا کا خوف انسان کو ذہنی وجسمانی طاقت فراہم کرتا ہے۔۔۔ روحانی طاقت کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ بھی یہی خوفِ خدا ہے۔۔۔ یہ خوف موت اور مستقبل کے خوف سے بچا کر آپ کو زبردست سکون اور اطمینان بخش دیتا ہے۔۔۔ آپ نے اکثر لوگوں کو کہتے ہوئے سنا ہو گا: "جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ پھر کسی سے نہیں ڈرتا اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ پھر ہر ایک سے ڈرتا ہے"۔

اس لئے یاد رکھیں کہ۔۔۔ علم کی بنیاد خوفِ خدا ہے۔۔۔ عدل کی بنیاد خوفِ خدا ہے۔۔۔ سکون واطمینان کی بنیاد خوفِ خدا ہے۔۔۔ اخلاق کی بنیاد خوفِ خدا ہے۔۔۔ غرض صرف ایک اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کر کے آپ اپنی ظاہری دنیا کو بہترین طریقے سے برتنا سیکھ سکتے ہیں۔۔۔ باطنی زندگی کے لطف کو بھی محسوس کر سکتے ہیں۔۔۔ اور آخرت میں عزت ومقام حاصل کر سکتے ہیں۔۔۔ اب آپ لوگ خود فیصلہ کریں کہ۔۔۔ کون سا خوف ہمارے لئے بہتر ہے۔۔۔ موت کا خوف۔۔۔ مستقبل کا خوف۔۔۔ یا پھر اللہ تعالیٰ کا خوف۔۔۔؟

اللہ تعالیٰ بے حد رحیم وکریم

اللہ تعالیٰ کو رحمت ومحبت بہت پسند ہے، اسی لئے اُس کے مبارک ناموں میں ہمیں "رحیم" اور "کریم" جیسے محبت بھرے نام نظر آتے ہیں۔۔۔ اسی طرح ربّ العالمین نے اپنے محبوب ﷺ کو بھی "رحمت و محبت" سے سرفراز فرمایا۔۔۔ بلکہ آپ ﷺ کو تو "رحمۃ للعالمین" کا اعزاز بھی عطا فرمایا ہے۔۔۔ ان باتوں سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ربّ العالمین خود بھی رحم وکرم کو پسند فرماتا ہے اور اپنے محبوب ﷺ کو بھی اسی بات کا حکم دیتا ہے۔۔۔ مجھے یہاں اللہ ربّ العالمین کے رحیم وکریم اور محبت فرمانے کے حوالے سے تھوڑی سی بات کرنی

Marfat.com

ہے۔۔۔میں بس ذرا سی بات پیش کروں گا۔۔۔باقی آپ لوگ خود اندازہ کرلیں گے کہ۔۔۔آپ کا۔۔۔ میرا۔۔۔بلکہ ساری کائنات کا پالنے والا۔۔۔اپنے بندوں سے کس قدر محبت فرماتا ہے۔۔۔تو میں نے چاہا کہ آپ کو بس ایک واقعہ پڑھواتا چلوں۔۔۔تو لیجئے۔۔۔اب پڑھیئے:

﴿ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ﴾ [الاعراف 39: (156)]

"اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے"۔

سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک موقع پر کچھ قیدی آئے، ان میں سے ایک عورت کو اس کا بچہ مل گیا۔۔۔جسے دیکھتے ہی ممتا تڑپ گئی اور اُسے سینے سے لگا کر دودھ پلانے لگی۔۔۔اپنے بچے کے مل جانے اور دودھ پلانے نے اُسے اس قدر مدہوش کر دیا تھا کہ اُسے ارد گرد کے ماحول کا خیال ہی نہ رہا۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیفیت دیکھ کر فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے، کیا یہ عورت اپنا بچہ آگ میں ڈالنے کیلئے تیار ہو جائے گی؟ ہم نے عرض کی: جب تک اس کی طاقت و قدرت میں ہے، کبھی نہیں ڈالے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ اپنے بندوں کیلئے اس سے زیادہ رحیم ہے، جتنی یہ عورت اپنے بچے کیلئے ہے"۔

دیکھا آپ نے۔۔۔! سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے محبت کو کیسی بہترین عملی مثال کے ذریعے بیان فرمایا۔۔۔واقعی اللہ تعالیٰ کی محبت کا اس سے زیادہ دل نشین بیان شاید ہی ممکن ہو سکے۔۔۔اب جبکہ اُس کی محبت اور رحمت کی بات چل ہی رہی ہے تو آیئے۔۔۔میں آپ کو "شہادت" کی روشنی میں مزید اُس کی رحمت و محبت کے چند نظارے کرواتا ہوں۔۔۔

Marfat.com

شہید

"شہادت" ایک بہت ہی عظیم وبابرکت مرتبہ ہے۔۔۔جس کا آسان سا مطلب ہم یوں سمجھ سکتے ہیں کہ۔۔۔ایک بندہ اپنی پیاری، قیمتی اور محبوب جان۔۔۔یعنی خود اپنا آپ۔۔۔اپنی خوشی ومرضی کے ساتھ۔۔۔ اپنے رب کے حکم پر قربان کر دیتا ہے تو اُسے "شہید" کہتے ہیں۔۔۔یاد رہے۔۔۔!کسی بھی انسان کو شہادت کا مرتبہ ومقام صرف بارگاہِ خداوندی سے ہی مل سکتا ہے۔۔۔ہم ازخود شہیدوں کے زمرے میں شامل نہیں ہوسکتے۔۔۔ ظاہری طور پر میدانِ جنگ میں شہادت اور حقیقی ودلی جذبے وخلوص کے ساتھ شہادت میں بہت فرق ہے۔۔۔ایک شخص میدانِ جنگ میں لڑتے لڑتے مرجاتا ہے تو ہم اُسے ظاہری طور پر تو شہید کہہ سکتے ہیں۔۔۔ لیکن واقعی وہ شہید تھا یا نہیں۔۔۔اس کا حتمی فیصلہ صرف اللہ ربّ العالمین ہی فرماتا ہے۔۔۔

شہادت کی یہ قسم بلاشبہ بہت عظیم اور اعلیٰ قسم کے زمرے میں آتی ہے۔۔۔لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اُس کے محبوبِ کریم ﷺ کی محبت ورحمت نے ہمیں شہادت کی مزید ایسی ایسی علامتیں بھی بطورِ نعمت عطا فرمادیں جن سے اب ہم ازخود اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ "شہید" ہے۔۔۔اگرچہ اس بارے میں بھی ہمارا علم حتمی نہیں ہو سکتا۔۔۔لیکن جس ہستی ﷺ نے ہمیں یہ راز کی باتیں بتائی ہیں۔۔۔اُن ﷺ کا علم تو حتمی ویقینی ہی تھا۔۔۔

Marfat.com

ہاں! ایک بات یاد رہے کہ۔۔۔ میدانِ جنگ میں اللہ تعالیٰ کی خاطر جان کی قربانی دینا شہادت کا سب سے بڑا درجہ ہوتا ہے۔۔۔ اور شہادت کی جو دیگر صورتیں ہیں۔۔۔ اُن کا مرتبہ اس کے بعد آتا ہے۔۔۔ اسی لئے پہلی قسم کو "حقیقی شہادت" اور اِسے "معنوی شہادت" کہا جاتا ہے۔۔۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا:

مَا تَعُدُّونَ الشَّهِيدَ فِيكُمْ ؟ قُلْنَا: مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ. قَالَ: إِنَّ شُهَدَاءَ أُمَّتِي إِذًا لَقَلِيلٌ. مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَهُوَ شَهِيدٌ. وَالْمُتَرَدِّي شَهِيدٌ. وَالنُّفَسَاءُ شَهِيدٌ. وَالْغَرِيقُ شَهِيدٌ. وَالسِّلُّ شَهِيدٌ. وَالْحَرِيقُ شَهِيدٌ. وَالْغَرِيبُ شَهِيدٌ.

"تم کسے شہید سمجھتے ہو؟" (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں) ہم نے عرض کی: جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جائے، (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا: پھر تو میری اُمّت کے شہید کم ہوں گے لہٰذا جو اللہ کی راہ میں مارا گیا وہ بھی شہید ہے، اُوپر سے گر کر مرنے والا شہید ہے، نفاس سے مرنے والی شہید ہے، ڈوب کر مرنے والا شہید ہے، سل (بیماری) سے مرنے والا شہید ہے، جل کر مرنے والا شہید ہے، سفر میں مرنے والا شہید ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فی بیان الشہداء، رقم:1915)

سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَوْتُ الغَرِيبِ شَهَادَةٌ.

"غریب الوطنی کی موت شہادت ہے"۔ (مسند ابو یعلیٰ، مسند ابنِ عباس، رقم:2381)

سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ.

Marfat.com

”جو اپنا مال بچانے میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو اپنے گھر والوں کو بچانے میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو اپنا دین بچانے میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنی جان بچانے میں مارا جائے وہ شہید ہے“۔(سنن النسائی، کتاب تحریم الدم، باب من قاتل دون مالہ، رقم:4095)

غور فرمایئے۔۔۔! مال بھی آپ کا۔۔۔! جان بھی آپ کی۔۔۔! اور گھر بھی آپ کا۔۔۔! محافظ بھی آپ خود ہی ہیں۔۔۔! اور ان سب کے تحفظ کیلئے آپ مارے جائیں۔۔۔ تو ”شہید“ جیسا بلند مرتبہ بھی آپ ہی پائیں۔۔۔

سیّدنا ربیعہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضورِ اکرم ﷺ نے میرے بھتیجے کی عیادت کی تو اُس کے گھر والے اس پر رونے لگے (کیونکہ اُس کی موت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے)، اُنہیں روتا دیکھ کر میرے بھتیجے نے کہا: رسول اللہ ﷺ کو اپنی آوازوں سے ایذاء نہ پہنچاؤ تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تک تم زندہ ہو انہیں رونے دو اور جب موت آجائے تو انہیں چاہیے کہ خاموش ہو جائیں۔ بعض لوگوں نے اُس سے کہا: ہم نہیں سمجھتے تھے کہ تمہاری موت بستر پر ہو گی بلکہ ہمارا تو یہ خیال تھا کہ تم رسولِ کریم ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید کئے جاؤ گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا شہادت صرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جانے کو کہتے ہیں؟ اس طرح تو میری اُمت میں شہداء بہت کم ہوں گے۔۔۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی راہ میں مرنا بھی شہادت ہے۔۔۔ پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہو کر مرنا بھی شہادت ہے۔۔۔ اور طاعون میں مبتلا ہو کر مرنا بھی شہادت ہے۔۔۔ اور دردِ زہ میں مبتلا ہو کر مرنا بھی شہادت ہے۔۔۔ اور جل کر مرنا بھی شہادت ہے۔۔۔ اور ڈوب کر مرنا بھی شہادت ہے۔۔۔ اور نمونیا میں مبتلا ہو کر مرنا بھی شہادت ہے۔۔۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب فی فضل من مات فی الطاعون، رقم:3111)

Marfat.com

معجزاتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

"معجزہ" کے لفظی معنی ہیں "عاجز کر دینا"۔۔۔یعنی ایسا محیّر العقول واقعہ یا حادثہ۔۔۔ جو کسی نبی اور رسول علیہم السلام کے حکم یا دُعا اور بد دُعا کے نتیجے میں ظہور پذیر ہو جائے۔۔۔اور وہ نبی یا رسول کی حقانیت کو ثابت کرنے کی سَند ہو۔۔۔ تاکہ ان معجزات کو دیکھ کر لوگوں کو یقین ہو جائے کہ۔۔۔یہ منجانب اللہ تعالیٰ ہی ہو سکتا ہے۔۔۔ نبی اور رسول کے علاوہ اسے کوئی ظاہر نہیں کر سکتا۔۔۔ معجزات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔۔۔اور اُسی کے حکم سے واقع ہوتے ہیں۔۔۔ نبیوں اور رسولوں سے ہی منسوب ہوتے ہیں۔۔۔اسی لئے معجزات کو رسول اور نبی کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے۔۔۔ان کے علاوہ کسی بھی انسان سے ان کا صدور محال ہے۔۔۔

لوگ عموماً ہر ایسے واقعے کو جو اُنہیں حیران و پریشان کر دے اور اُن کی عقلوں کو سمجھ نہ آ رہا ہو "معجزہ" قرار دینے لگتے ہیں جو قطعی غلط ہے، اسی طرح کئی لوگ دورانِ گفتگو معجزات، کرامات یا جادو جو آج کل ہم دیکھتے ہیں، سب کو ایک ہی انداز سے لیتے ہیں، یہ روش بھی غلط ہے کیونکہ صرف محیّر العقول ہونے سے ہی کوئی کام معجزہ نہیں بن جاتا۔۔۔لہٰذا یاد رکھیں کہ۔۔۔ معجزہ نبی کی صداقت کی دلیل۔۔۔اور کفر و شرک میں حدِّ فاصل ہے۔۔۔ یہ حقیقت پر مبنی ہوتا ہے۔۔۔جبکہ جادو ذاتی فائدے یا نمود و نمائش کی خواہش یا ایک دھوکے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔۔۔ جنہیں ذرا سی ریاضت سے سیکھا جا سکتا ہے۔۔۔لیکن معجزات بظاہر محیّر العقول ہوتے ہیں۔۔۔ حقیقت

Marfat.com

سے ان کا تعلق تو ضرور ہوتا ہے۔۔۔ مگر وہ مکمل ضابطۂ قدرت میں موجود اصل حقائق کے ساتھ ہوتے ہیں۔۔۔ مختصر یہ کہہ سکتے ہیں کہ۔۔۔ معجزات۔۔۔ کل کی عقیدت۔۔۔ اور آج کی حقیقت۔۔۔ دونوں کے معیار پر پوری حقّانیت کے ساتھ موجود ہوتے ہیں۔۔۔ یہ نہ کل جھٹلائے جاسکتے تھے۔۔۔ اور نہ آج جھٹلائے جاسکتے ہیں۔۔۔ کیونکہ معجزات نظمِ کائنات کا حصہ ہوتے ہیں۔۔۔ اس لئے اگر یہ انسان کی کم علمی کے باعث اُس کی سمجھ میں نہ آئیں۔۔۔ تو انتظار کرنا چاہیے کہ۔۔۔ آنے والے وقت میں علم، مشاہدے اور زمانے کے تجربات ان معجزات کی حقانیت کو ثابت کرتے چلے جائیں گے۔۔۔ آج کی جدید سائنس صدیوں بعد ان معجزات کی حقانیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔۔۔ ان معجزات کو چند سائنسی مثالوں کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔۔۔ آپ ان دلائل کی روشنی میں یقیناً کسی حتمی نتیجے تک ضرور پہنچ جائیں گے۔۔۔

پہلی مثال قرآنِ مجید میں ذکر کیا گیا بنی اسرائیل کا وہ مشہور واقعہ ہے کہ جب سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے راستے میں دریا آگیا اور آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر پانی پر اپنا عصاء مارا تو پانی دو حصوں میں ایک مخصوص وقت کیلئے تقسیم ہو گیا اور سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو لے کر دوسری جانب نکل گئے۔۔۔ یہ کل تک شاید صرف عقیدت ہی رہی ہو۔۔۔ لیکن آج کی حقیقت ہے۔۔۔ کہ سائنس کہتی ہے۔۔۔ پانی ایک مالیکیول (molecule) ہے۔۔۔ اور دو مالیکیول میں خلاء (gap) ہے۔۔۔ اگر چاہیں تو لیبارٹری (laboratory) میں اس خلاء کو کم یا زیادہ کر سکتے ہیں۔۔۔ اسی اُصول پر ایٹم (atom) کو تقسیم دَر تقسیم کرتے ہیں۔۔۔ اور جب مزید تقسیم نہیں ہو سکتا تو دھماکہ ہو جاتا ہے۔۔۔

اسی طرح سیّدنا حضرت سلیمان علیہ السلام چرند پرند کی زبانیں جانتے اور اُن سے باتیں کرتے تھے۔۔۔ یہ کل تک شاید صرف عقیدت ہی رہی ہو۔۔۔ لیکن آج کی حقیقت ہے۔۔۔ کہ تحقیق نے بتایا ہے۔۔۔ ہر چرند پرند حتیٰ کہ حشراتُ الارض کی اپنی اپنی بولیاں اور اشارے ہیں۔۔۔ جن کی مدد سے وہ اپنا تعلق قائم رکھتے ہیں۔۔۔ آپ نے مشاہدہ کیا ہو گا کہ بیشتر شکاری جب پرندوں کو پکڑنے کیلئے جال لگاتے ہیں تو مخصوص آوازیں نکال کر اُڑتے پرندوں کو جال کی جانب بلاتے ہیں۔۔۔ اور پرندے جال میں پھنس جاتے ہیں۔۔۔

Marfat.com

سیّدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کا سفر کیلئے قالین کا استعمال بھی ایک معجزہ ہے کہ وہ اُسے اُڑنے کا حکم دیتے تو وہ ''اُڑتا ہوا قالین'' حضرت سلیمان علیہ السلام کو صحیح سلامت مطلوبہ جگہ پر فوراً پہنچادیا کرتا تھا۔۔۔ یہ کل کی عقیدت ہے۔۔۔ اور آج کی حقیقت ہے ۔۔۔ کہ آپ، ہم اور سب فضائی سفر کرتے ہیں۔۔۔

سیّدنا حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں رہتے ہوئے پوری دنیا کا چکر لگانا اور پھر بھی زندہ رہنا یہ بھی ایک معجزہ تھا۔۔۔ یہ کل کی عقیدت تھی۔۔۔ اور آج کی حقیقت ہے۔۔۔ کہ آب دوزوں میں بیٹھ کر آپ سمندر کے اندر سفر ہی نہیں کرتے۔۔۔ بلکہ اس کے ذریعہ جنگ وجدل میں بھی کود پڑتے ہیں۔۔۔

سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ایک عظیم معجزہ ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے، اس معجزے کے بارے میں قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾﴾

[آل عمران 3: (59)]

''اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے کہ اللہ نے اُسے مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا''۔

یہ عظیم معجزہ۔۔۔ جو کل تک ایک عقیدت تھی۔۔۔ آج اس کی حقیقت جاننا چاہیں۔۔۔ تو ہمیں جدید انسانی حیاتیات کا بغور مطالعہ کرنا پڑے گا۔۔۔ ماہرینِ حیاتیات کی اس تحقیق سے کہ بغیر جوڑے کے حمل اور پیدائش کا عمل ممکن ہو سکتا ہے اور اس کے ممکنات اُنہیں واضح نظر آتے ہیں، اس معاملے پر مسلسل تحقیق تقریباً ہر جگہ ہو رہی ہے۔۔۔ بحث کی طوالت سے بچتے ہوئے کہتا ہوں کہ امکانات کی موجودگی ہی دلیل ہے یعنی وہ لوگ جو کل تک سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں یہ کہتے تھے کہ باپ کے بغیر بیٹا ہو ہی نہیں سکتا، آج خود لیبارٹریز میں ماہرینِ حیاتیات اسی موضوع پر تحقیق کر رہے ہیں۔ آج ہر ہر آیت پر سائنٹیفیک تحقیقات ہو رہی ہیں اور جواب میں یہی آرہا ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔۔۔ برحق ہے۔۔۔ اور کائنات کا پورا علم سمیٹے ہوئے ہے۔۔۔ مکمل دلیل کے ساتھ۔۔۔ ہاں اگر انسان کا علم ہی ناقص ہو تو اُس کا کیا کیا جا سکتا ہے۔۔۔

Marfat.com

بہر کیف معجزات پر بہت سی کتابیں ہیں جن میں اس بارے میں تفصیلی ذکر موجود ہے۔۔۔ میں تو آپ لوگوں کو صرف چند بنیادی باتیں بتا رہا تھا۔۔۔ آیئے۔۔۔!اب میں رسول اللہ ﷺ کے سینکڑوں معجزات میں سے دو ہی کا ذکر کرتا ہوں۔۔۔ ایک قرآنِ مجید۔۔۔ اور دوسرا معراج النبی ﷺ۔۔۔

قرآنِ مجید کا معجزہ جو بیک وقت عقیدت اور حقیقت کا محور ہے، روزِ اول سے جاری و ساری ہے۔۔۔ یعنی پہلی آیت کا نزول۔۔۔ اور عقیدت کے ساتھ ہی حقیقت کا انکشاف۔۔۔ اور قرآن کے احکامات کا قائم و دائم رہنا۔۔۔ اور وہ بھی بغیر کسی ردّوبدل کے۔۔۔ اور انتہا یہ کہ آج جب سائنس کے تمام شعبے اور عمرانیات کے فلسفے پوری آب و تاب سے موجود ہیں۔۔۔ تب بھی وہ قرآن کی ایک سطر کے دعوے کو بھی جھٹلانے سے عاجز ہیں۔۔۔ یہ ایک عظیم معجزہ ہے۔۔۔ جس کا مشاہدہ رسول اللہ ﷺ کے وقت میں دلیل و گواہی۔۔۔ اور تسلیم و رضا کے ساتھ موجود تھا۔۔۔ اور آج بھی اُسی گواہی اور دلیل کے ساتھ پوری توانائی سے موجود ہے۔۔۔

Marfat.com

قرآنِ کریم

آیئے۔۔۔!صحیفۂ کائنات یعنی "قرآنِ مجید فرقانِ حمید"۔۔۔جو قائم ودائم معجزہ ہی معجزہ ہے۔۔۔اس موضوع کو بڑی دلجمعی کے ساتھ پڑھتے ہیں۔۔۔ قرآنِ مجید یعنی اللہ تعالیٰ کا کلام جبرائیل امین علیہ السلام وقتاً فوقتاً تقریباً 23برس تک بذریعۂ وحی براہِ راست لاتے اور نبی کریم ﷺ تک پہنچاتے رہے۔۔۔اور آپ ﷺ اس عظیم کلام کو انسانوں تک پہنچانے کا صبر آزما فریضہ سرانجام دیتے رہے۔۔۔وحی کا یہ عمل تمام انبیاء اور رسولوں علیہم السلام کے ذریعے ہر ہر قوم اور ہر ہر زمانے میں انسانوں کی رہنمائی کیلئے اور علم کو منتقل کرنے کے مضبوط نظام کے طور پر جاری وساری رہا۔۔۔توریت،زبور،انجیل، صحائفِ آدم وابراہیم علیہما السلام اور دیگر الہامی کلام انبیاء ورُسل علیہم السلام کے ذریعے آتا رہا جو انسانی نشوونما کیلئے معاون ومددگار ہوتا رہا لیکن آہستہ آہستہ انسان نے اپنی ضروریات کے سبب اپنی قیادت وسیادت کو سامنے رکھتے ہوئے اس میں اس طرح ردّوبدل کیا کہ عام لوگ سمجھ ہی نہیں پاتے تھے کہ اس میں خدائی احکام کہاں ہیں اور نہ ہی وہ یہ سمجھ پاتے تھے کہ اس میں انسانی نظریات یا مفادات کی ملاوٹ کہاں کہاں کی گئی۔۔۔؟نتیجہ یہ ہوا کہ ہر زمانے میں بنی نوع انسان ٹھوکریں کھاتا رہا اور ان تحریف شدہ الہامی کُتب میں درج کئے گئے احکام کے باعث انسانیت بدترین مظالم کی چکی میں پسنے لگی اور تنگ آکر ان الہامی کُتب میں موجود بچے کھچے خدائی احکام سے بھی لاتعلق ہوتی چلی گئی چونکہ اللہ تعالیٰ کا وجود انسان کی فطرت میں ودیعت ہے، اس لئے پھر انسان کی بے چینی بڑھنی شروع ہو جاتی تھی لیکن خدا تک پہنچنے کیلئے عبادت کے طریقے بھول جانے پر وہ خود ہی نت

Marfat.com

نئے طریقے بنالیتے تھے یا پھر تھوڑی شُدبُد رکھنے والے مذہبی پیشوا رسم ورواج کا ڈھونگ رچا کر لوگوں کو گمراہ کرتے یا اُن کا مال و دولت، عزت و آبرو لوٹنے کا عمل شروع کر دیتے تھے، اس لئے بار بار اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں انبیاء اور رسولوں علیہم السلام کی آمد وقت اور حالات کے مطابق ہوتی رہی اور وحی اس سلسلے کا ایک اہم ذریعہ رہی۔۔۔ حتیٰ کہ آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث کئے گئے۔۔۔ اور ایک مکمل، مضبوط اور تمام علوم سے لبریز تحریر آخری کتاب قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی صورت میں آپ ﷺ کو عطا کر دی گئی۔۔۔ قرآنِ مجید کیلئے سب سے بڑا اہتمام اللہ ربّ العزت نے یہ فرمادیا کہ اسے قیامت تک کیلئے اس کے تمام حروف سمیت اپنی حفاظت میں رکھ لیا۔۔۔ اب قرآنِ مجید جو سو فیصد اللہ تعالیٰ کے کلام پر مشتمل ہے۔۔۔ وہ بنی نوع انسان کے سامنے ہے۔۔۔ ہر زمانے اور ہر دور میں۔۔۔ جبکہ علم اپنے بے پناہ عروج پر ہو گا۔۔۔ اس کے ماہرین اور دانشور بھی موجود ہوں گے۔۔۔ اور ایسے بھی ہوں گے جنہیں اپنے اپنے علم کا ملکہ حاصل ہو گا۔۔۔ اُن کے سامنے بھی قرآنِ مجید ان تمام علوم کا احاطہ کرتے ہوئے دلیل کی صورت میں موجود رہے گا۔۔۔

قرآنِ مجید قیامت تک آنے والوں کیلئے ہر زمانے میں "معجزہ" ہی رہا۔۔۔ اور۔۔۔ رہے گا۔۔۔ دنیا بھر کے اہلِ علم، اہلِ فن، جدید و قدیم علوم کے ماہرین اور دانشور۔۔۔ سب کیلئے۔۔۔ یہ قرآن ایک دعوت پیش کرتا ہے۔۔۔ کہ آؤ۔۔۔ مجھے پڑھو۔۔۔ سمجھو۔۔۔ غور و فکر کرو۔۔۔ اور پھر میرے بیانات کو غلط ثابت کر کے دکھاؤ۔۔۔ قرآن پوری انسانیت سے خصوصاً اسے نہ ماننے والوں سے خاص تقاضہ کرتا ہے کہ۔۔۔ اپنے علوم و فنون کے ذخائر سمیٹ لاؤ۔۔۔ اور مجھے تنقیدی نگاہوں سے بھی پڑھ کر دیکھ لو۔۔۔ اگر کہیں سقم ہو تو بتاؤ۔۔۔ اور یاد رہے۔۔۔! قرآنِ مجید نے یہ چیلنج صرف ایک زمانے، یا ایک قوم، یا کسی ایک خاص طبقے کو نہیں دیا۔۔۔ بلکہ وہ تو زبانِ حال سے کہتا ہے۔۔۔ سارے کے سارے جمع ہو جاؤ۔۔۔ ایک جگہ جڑ کر بیٹھ جاؤ۔۔۔ سر سے سر ملالو۔۔۔ اور میرا مقابلہ کرنے لگو۔۔۔ تو اگر ایسا کر بھی گزرو گے۔۔۔ تب بھی میرے مقابل کچھ نہیں لا سکو گے۔۔۔ میرے ایک حرف کو بھی غلط ثابت نہیں کر سکو گے۔۔۔

Marfat.com

آپ ذرا غور تو کریں۔۔۔! گزشتہ 14 سو برس سے ہر ایک دور میں بڑے بڑے غیر مسلم فلاسفر، مختلف علوم پر دسترس رکھنے والے دانشور حضرات ہر قوم میں پیدا ہوتے رہے ہیں۔۔۔ کیا وہ قرآنِ مجید کی کسی ایک سورت یا آیت پر بھی تنقیدی حرف تک اٹھا سکے ہیں۔۔۔؟ ہرگز نہیں۔۔۔ ہر ہر آیت اور ہر ہر سورتِ مبارکہ ہر زمانے میں ہونے والی ایجادات سے لے کر سائنسی تحقیقات کے نتیجے میں انکشافات پر دلیل ہی ثابت ہوتی رہی ہے۔۔۔ پچھلی صدیوں میں قرآنِ مجید کی تفسیر یا ترجمے میں اگر پوری وضاحت نہیں ہو سکی تو اس کی وجہ علماء و حکماء کی کم علمی ہو سکتی ہے جس کے باعث وہ قرآن کی علمیت کو سمجھنے سے قاصر رہے ۔۔۔ جبکہ ایک اور اہم وجہ اُن صدیوں میں اشیاء کے مکمل ظہور میں نہ آنا ہو سکتا ہے۔۔۔ انسانی ذہن اُن اشیاء کی ہیتِ ترکیبی یا مشاہدے میں نہ آنے والی باتوں کا ادراک کیسے کر سکتا ہے۔۔۔؟ اس کی کیا خوبصورت دلیل اور وضاحت کتنے آسان پیرائے میں سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جو قرآن کے بڑے جید عالم اور فقیہہ تھے، ذرا پڑھیئے۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کس قدر مکمل بات بیان فرمائی: ”قرآن کی تفسیر زمانہ ہے“۔۔۔ یعنی زمانے کا علم جو واقعی طے شدہ علم ہو گا وہ قرآنِ مجید میں موجود علم سے ہرگز متصادم نہیں ہو گا۔۔۔ دریافت ہونے والے علوم و آلات۔۔۔ خود قرآن کی تفسیر و تصدیق کرتے رہیں گے۔۔۔ یہ ہے قرآنِ مجید کی معجزانہ جہتوں میں سے صرف ایک جہت۔۔۔ اور میں یہاں قرآنِ مجید کی بے شمار معجزانہ جہتوں کا تو ذکر ہی نہیں کر رہا۔۔۔ کیونکہ بات بہت طویل ہو جائے گی۔۔۔ بلکہ زندگی ہی ختم ہو جائے گی۔۔۔ اور بات مکمل نہیں ہو سکے گی۔۔۔

صحیفۂ کائنات یعنی قرآنِ مجید کا علم نہ صرف اس پوری کائنات کا علم اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔۔۔ بلکہ پہلے اور بعد کی مکمل خبر بھی رکھے ہوئے ہے۔۔۔ لہٰذا اُسے بیک وقت کسی حد تک سمجھنا ہو اور آج کے دور میں اس کی تفسیر لکھنی ہو تو دینی علوم پر دسترس رکھنے والوں کے ساتھ ساتھ ماہرِ فلکیات، ماہرِ طبعیات، ماہرِ کیمیاء، ماہرِ طب، ماہرِ عمرانیات، ماہرِ نفسیات، ماہرِ تاریخ، ماہرِ آثار قدیمہ، ماہرِ قانون اور دیگر علوم کے ماہرین کا بورڈ بنا کر اس کی تفسیر لکھنے کی ضرورت ہے تب کسی حد تک ہم اپنے دور میں کچھ نہ کچھ بہترین انداز سے نتائج حاصل کر لیں گے ورنہ

Marfat.com

قرآنِ مجید خود تہذیب و اخلاق کے ایک بہت بڑے ذخیرے کے طور پر تو موجود ہی ہے اور اس سے پوری دنیا کے انسان فیض اٹھا ہی رہے ہیں اور اٹھاتے رہیں گے۔۔۔ قرآنِ مجید کی حقانیت کے حوالے سے صرف ایک انتہائی اہم حقیقت جو انسانی فہم و ادراک سے ہمیشہ ماوراء رہی ہے، اسے بیان کرتا ہوں۔۔۔ یاد رکھیئے۔۔۔! جوں جوں زمانے میں تبدیلی و ترقی ہوتی گئی۔۔۔ نت نئی ایجادات اور مشاہدات آتے گئے۔۔۔ ایک ایک کر کے قرآنِ مجید کے اعلانات کی تائید ہوتی چلی گئی۔۔۔ چلیئے دلیل پڑھیئے۔۔۔ ماں کے پیٹ میں بچے کی تخلیق کے مراحل اور اس کا علم۔۔۔ تو اس علم کی باضابطہ ایجاد اور مشاہداتی دریافت ابھی چند دہائیوں سے زیادہ پرانی نہیں۔۔۔ جسے میڈیکل سائنس میں ایمبریولوجی (embryology) کہا جاتا ہے۔۔۔ اس علم سے آج کی دنیا اِسی صدی میں باضابطہ طور پر متعارف ہوئی۔۔۔ لیکن قرآنِ مجید کا معجزہ دیکھیں کہ۔۔۔ اس نے اس کے بارے میں ایک نہیں کئی آیات۔۔۔ اور وہ بھی واضح طور پر بیان فرمائیں۔۔۔ جس انداز میں قرآنِ مجید نے اس پوشیدہ راز کی تفصیلات سے 14 سو برس پہلے آگاہ کیا تھا۔۔۔ آج کے سائنسی آلات نے جب دیکھا تو بالکل ویسا ہی بیان دیا جیسا کہ قرآنِ مجید پہلے بتا چکا ہے۔۔۔ لہٰذا اگر کسی کتاب میں۔۔۔ کسی شخص کے پاس۔۔۔ کسی اور مقام پر۔۔۔ قرآنِ مجید کی مکمل وضاحت نہیں مل سکی۔۔۔ تو اس سے نعوذ باللہ قرآنِ مجید میں کمی کا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔۔۔ کیونکہ کمی انسانی علم میں تو یقینی طور پر ہو سکتی ہے۔۔۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری حتمی کتاب میں کوئی کمی و سقم موجود ہی نہیں۔۔۔

قرآنِ مجید کی ایک کے بعد ایک آیت یا سورتِ مبارکہ کا متواتر 23 برس تک وحی کی صورت میں آہستگی سے نزول ہونا اور حضور نبی کریم ﷺ کا اسے اس طرح بیان کرنا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ کیلئے حفظ کر لیں۔۔۔ یہ بذاتِ خود ایک بہت بڑی خوبی ہے۔۔۔ پھر ان آیات اور سورتوں کا لب و لہجہ۔۔۔ اس کے مضامین کی کشش۔۔۔ خوشخبری پر الفاظ کا دلنشین چناؤ۔۔۔ اور ڈر سنانے میں الفاظ کا زیر و بم۔۔۔ نعمتوں پر شکر کی تلقین اور ناشکر گزاری پر عذاب کی وعید۔۔۔ یعنی ہر ہر لفظ موتیوں کی لڑی میں پرویا ہوا۔۔۔ ہر آیت اور ہر سورت مکمل آہنگ اور ردھم میں روانی کے ساتھ بہتی چلی جا رہی ہے۔۔۔ ہر ہر جگہ اپنی معنی اور مطالب میں

Marfat.com

فصاحت وبلاغت کا اس قدر شاندار مظاہرہ ہے کہ عقل حیران رہ جائے۔۔۔ہر ہر آیت اور ہر ہر سورت سادگی کا پیکر لئے ہوئے ہے۔۔۔ لیکن معنی دیکھو تو علم کا پورا سمندر سموئے ہوئے ہے۔۔۔ چاہو تو اخلاق کی عظمتوں کو ڈھونڈلو۔۔۔ کردار کی اعلیٰ مثال بن سکتے ہو تو بن جاؤ۔۔۔ دل گداز ہے تو رحم وکرم کا پیکر بن جاؤ۔۔۔ اور علم کے پیاسے ہو تو یہ پیاس اس طرح بجھاتا ہے کہ بڑے بڑے دانشور تمہارے قدموں میں بیٹھے ہوئے ہوں گے۔۔۔ اور کچھ نہ کرو تو صرف ہاتھ میں اسے پکڑو پھر برکت ہی برکت ۔۔۔پڑھو تو فیض ہی فیض۔۔۔ یعنی شفاء ہی شفاء۔۔۔ اور کیا کیا لکھوں۔۔۔ کہ کلام اللہ پر کیا لکھا جائے۔۔۔ میں نے تو جب بھی پڑھا۔۔۔ علم ہی علم ملا۔۔۔ نصیحت ہی نصیحت ملی۔۔۔ اور سب سے بڑھ کر خوفِ خدا ملا۔۔۔ اور جسے خوفِ خدا ملا۔۔۔ اُسے دونوں جہاں ملے۔۔۔ اور کیا چاہیے انسان کو اپنے فائدے کیلئے۔۔۔ بس رہے نام اللہ تعالیٰ کا۔۔۔

قرآنِ کریم۔۔۔ جو معجزہ در معجزہ ہے۔۔۔ اور کبھی نہ ختم ہونے والے معجزات کا ایسا تسلسل قائم ہوتا چلا جارہا ہے کہ۔۔۔ انسان ششدر رہ جاتا ہے۔۔۔ میں اکثر کہتا ہوں کہ کاش مسلمانوں میں باہمی کشمکش نہ ہوتی تو مسلمان علمِ فلکیات میں اس قدر عبور حاصل کر چکے تھے کہ وہ ایک ہزار برس قبل ہی چاند اور مریخ ہی نہیں کائنات کے بیشتر سیاروں پر جاچکے ہوتے۔۔۔ آیئے۔۔۔!اب قرآنِ حکیم کی قبولِ عام اور اثر پذیری سے بھی لطف اٹھاتے ہیں۔۔۔ ایک واقعہ آپ کے گوش گزار کرتا ہوں کہ عرب کے سالانہ میلوں میں سے ایک میلہ ”سوقِ عکاز“ کے نام سے کافی مقبول تھا، اس میں کھیل کود اور تماشہ ہی نہیں ہوتا بلکہ ادبی اور علمی ماحول کیلئے شعراء اور ادیب وغیرہ بھی شریک ہوتے، بڑے بڑے قصہ گو آتے اور دنیا کے جھوٹے سچے واقعات میں مرچ مصالحہ لگا کر اس طرح بیان کرتے کہ لوگوں پر سکتہ طاری کر دیتے تھے، شعراء کے کلام کا مقابلہ ہوتا تو بہترین شاعر کے بہترین کلام کو عزت واحترام اس طرح دیا جاتا تھا کہ اُس کا منتخب کلام خانۂ کعبہ کی دیواروں پر آویزاں کر دیا جاتا۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے ”سورۂ کوثر“ جو تین آیات پر مشتمل ہے، اسے خانۂ کعبہ کی دیوار پر آویزاں کر دیا۔۔۔ پھر کیا تھا۔۔۔ ایک طوفان مچ گیا۔۔۔ شعراء اور ادیب میں کھلبلی مچ گئی کہ۔۔۔ یہ کون سا کلام آگیا

Marfat.com

ہے۔۔۔ بڑے بڑے شعراء جو سوقِ عکاز میں موجود تھے۔۔۔ لفظ اور معنی کی بندشوں پر یکتائے زمانہ تھے۔۔۔ اوراس پر وہ ایسا فخر کرتے تھے کہ غیر عرب کو عجمی یعنی گونگا کہتے تھے۔۔۔ لیکن سورۂ کوثر کی ان آیات نے جیسے اُنہیں مبہوت کر دیا۔۔۔ اور اُن کے سب سے بڑے شاعر حضرت لبید رضی اللہ عنہ (جو بعد میں مسلمان ہو گئے) نے سورۂ کوثر کو پڑھتے ہی فرمایا کہ۔۔۔ "یہ انسان کا کلام ہر گز نہیں"۔۔۔ پڑھا آپ نے۔۔۔! شعرائے جاہلیت کا اس نفیس اور قدوسی کلام کے بارے میں تبصرہ۔۔۔! چلیئے اب قرآنِ مجید کا ایک اور علمی پہلو دیکھیئے۔۔۔

قرآنِ مجید کا اعجاز، اس کا آہنگ، اس کا ردھم مکمل اخلاقی و علمی مضمون لئے ہوئے ہے اور پھر صوتی اثرات پورے وجود کو ہلا کر خدائے وحدہٗ لاشریک کے سامنے لرزتا ہوا کھڑا کر دیتے ہیں۔۔۔ قرآنِ مجید جو عربی زبان میں ہے۔۔۔ یہ زبان بااعتبارِ لغت سب سے وسیع زبان ہے جس میں ایک ایک شے کا اظہار درجنوں بلکہ سینکڑوں ناموں سے کیا جا سکتا ہے۔۔۔ تو ایک دلچسپ بات آپ کو بتاتا چلوں کہ معجزاتی طور پر قرآنِ مجید قواعدِ زبان (گرامر) بھی ہے اور عرب ممالک میں غیر مسلم عربی اپنے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیز میں اپنی عربی زبان کو بہتر بنانے کیلئے قرآن کی سورتیں بطور نصاب پڑھتے ہیں تاکہ گرامر سیکھ سکیں۔۔۔ صحیفۂ کائنات یعنی قرآنِ مجید فرقانِ حمید الہامی علم و ادب کا ایک ایسا شاہکار ہے۔۔۔ جس کا کوئی مثل نہیں۔۔۔ قرآنِ مجید الہامی صفت کے ساتھ اپنے مخاطب کو خواہ اُس کے عقائد کتنے ہی غلط، بوسیدہ ہوں اور وہ اس پر جان دینے یا لینے سے بھی دریغ نہ کرتا ہو۔۔۔ اُس کے باطلانہ عقائد تبدیل کر کے اُسے اس طرح راہِ حق پر لے آتا کہ وہ اس پر جم بھی جائے۔۔۔ یہ اعجاز قرآنِ مجید ہی کا ہے۔۔۔ آپ قرآنِ مجید کو تسلیم کریں۔۔۔ نہ کریں۔۔۔ لیکن اگر متوجہ ہوں گے۔۔۔ تو فیض ہی فیض۔۔۔ علم ہی علم۔۔۔ انعام ہی انعام۔۔۔ ضرور ضرور ملتا رہے گا۔۔۔

Marfat.com

معراجِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا معجزہ اور سائنسی تحقیقات

معراجِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا من و عن واقعہ اس سے قبل مکمل تحریر کی صورت میں بیان کر چکا ہوں، اس لئے یہاں اُسی میں سے لئے گئے واقعات کو سائنسی اُصولوں کے ساتھ بیان کر رہا ہوں۔۔۔ یاد رکھیئے۔۔۔! علم اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔۔۔ اور یہ سب کیلئے ہے۔۔۔ علم کو کسی بھی مذہب سے مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حدیثِ مبارکہ ہے:

اَلْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ اَیْنَمَا وَجَدَھَا اَخَذَھَا.

"علم مومن کی میراث ہے، اسے جہاں سے ملے لے لے"۔(ترمذی، ابواب العلم، حدیث نمبر:268)

واقعۂ معراج انسانی تاریخ کا ایسا شاندار اور چمکتا دمکتا معجزہ ہے کہ ہر گزرتے وقت اور بے پناہ علم کے اضافے کے ساتھ ساتھ اس کی حقیقت ثابت ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ویسے تو حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذاتِ اقدس خود اللہ تعالیٰ کا معجزاتی انعام ہے لیکن پے در پے ظہور پذیر ہونے والے معجزات علم و فضل پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ بنی نوع انسان کو علم کی طرف رغبت دلاتے اور فلاح کے راستوں کو بھی استوار کرتے ہیں۔۔۔ میں یہاں واقعۂ معراج کو موضوعِ تحریر بنانے جا رہا ہوں کہ نبوت کے ابتدائی دور میں یہ معجزہ ظہور پذیر ہوا جس نے دعوت و تبلیغ کی راہیں مزید مستحکم کر دیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مقام و مرتبہ بھی اہلِ انصاف پر عیاں ہو گیا۔۔۔

Marfat.com

واقعہ یوں ہے کہ۔۔۔ نبی کریم ﷺ سیّدہ اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں رات کے وقت آرام فرما رہے تھے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی: اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کو آسمانوں میں طلب فرمایا ہے۔۔۔ آپ غور کیجیئے۔۔۔! اللہ تعالیٰ کی اپنے محبوب ﷺ سے محبت تو دیکھیئے۔۔۔!

حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے جبرائیل (علیہ السلام) مکہ کے قریب پہاڑ ابو قبیس پر لے گئے، وہاں ایک براق سواری کیلئے موجود تھا، جبرائیل (علیہ السلام) نے مجھے ایک روحانی لباس پہنایا اور کہا: براق پر سوار ہو جائیں، جب براق پر سوار ہوا تو براق نے شوخی دکھائی جس پر جبرائیل (علیہ السلام) نے اُس کے منہ پر اپنا پَر مارا اور کہا: دیکھتا نہیں ہے کہ تجھ پر کون سوار ہے۔۔۔؟ (تاریخ طبری)

اب اس حصے پر بحث کرتے ہوئے آگے چلتے ہیں۔۔۔ اور اس بات کو جدید سائنس کی روشنی میں ثابت کرتے ہیں کہ۔۔۔ نبی کریم ﷺ کی معراج سو فیصد جسمانی تھی۔۔۔ عربی میں "براق" ماخوذ ہے "برق" سے اور برق کے معنی ہیں روشنی و توانائی چونکہ آپ ﷺ کا سفر جبلِ ابو قبیس سے لامکاں تک تھا، اس لئے سفر کی سواری بھی روشنی و توانائی والی تھی۔۔۔ یعنی ایک جسم کو تیز رفتار روشنی (ایک لاکھ، چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ) پر سوار ہونا تھا۔۔۔ لہٰذا آپ ﷺ کو محفوظ رکھنے کیلئے نورانی لباس پہنایا گیا۔۔۔ یعنی ایک قسم کا خاص سفری لباس۔۔۔ اس کو اس طرح سمجھیئے کہ آج کل خلانورد خلا میں یا چاند پر جاتے ہیں تو مخصوص لباس پہنتے ہیں جس سے اُن کا بدن آکسیجن اور کششِ ثقل کے دباؤ سے محفوظ رہتا ہے۔۔۔ نیز جب ساکت جسم کسی تیز رفتار عنصر پر منتقل ہوتا ہے تو فزکس (physics) کی رُو سے اُسے زبردست جھٹکا لگتا ہے۔۔۔ گویا جب آپ ﷺ براق پر بیٹھے ہوں گے تو ایسا ہی ہوا ہو گا۔۔۔ جسے براق کی شوخی سے تعبیر کیا گیا۔۔۔

حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے جو نورانی لباس پہنایا تھا، اُس سے آپ ﷺ اُن تمام باتوں سے محفوظ ہو گئے جو اس عظیم ترین سفر کیلئے روشنی و توانائی کے سبب ہو سکتی تھیں۔۔۔ آپ پڑھ رہے ہیں نا۔۔۔! کتنے مکمل اور

Marfat.com

جامع سائنسی نکات حدیث میں بیان ہو رہے ہیں۔۔۔اور یہ واقعہ 70 یا 80 برس پہلے کا نہیں۔۔۔بلکہ 14 سو برس پہلے کا ہے۔۔۔کہ جب ان علوم کا حصول تو چھوڑیئے۔۔۔انسانی شعور بھی ان علوم کے قریب نہیں پہنچا تھا۔۔۔ آئنسٹائن (Albert Einstein) اپنی تھیوری آف لائٹ میں کہتا ہے: روشنی کی رفتار ایک لاکھ، چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے، اگر اس رفتار میں کوئی عنصر شامل ہو تو وہ روشنی یا توانائی میں تبدیل ہو جاتا ہے اور اپنا وجود ہی نہیں کھوتا بلکہ وقت کی قید سے بھی آزاد ہو جاتا ہے۔۔۔یعنی اُس عنصر کا وقت رُک جاتا ہے، تھم جاتا ہے۔۔۔لہٰذا حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی جانب سے آپ ﷺ کو پہنائے گئے نورانی لباس میں قدرت کے ان تمام حساب و کتاب اور غیر مرئی اُصول پر مبنی ان قوتوں سے مدافعت کا پورا اہتمام رکھا گیا تھا اور براق پر سواری کے وقت بدن کی مکمل حفاظت، سانس لینے کی دشواری اور برسہا برس کے سفر کو وقت کی قید سے آزاد رکھنے کے تمام لوازمات عقلی و سائنسی اُصول کے مطابق کئے گئے تھے۔۔۔اب حدیثِ مبارکہ کا اگلا حصہ پڑھیئے:

نبی کریم ﷺ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سفر کا زمینی مشاہدہ کرتے جا رہے ہیں۔۔۔اور پھر مسجدِ اقصیٰ سے آسمانوں کا سفر شروع ہوا۔۔۔اس کی تفصیل اور براق کے قدم کا ٹھیک ٹھیک منزلوں پر پڑتے رہنا۔۔۔عالمِ بالا کی ایک ایک جزئیات کا مشاہدہ کرنا۔۔۔وہاں انبیاء و رُسل علیہم السلام سے ملاقات اور گفتگو۔۔۔جنت و دوزخ کے نظام کا مشاہدہ۔۔۔ سارے نظام کی تفصیلات کا پیش کیا جانا۔۔۔جزاء اور سزا کی صورتیں۔۔۔یعنی پورے عالمِ بالا میں ایک مربوط عالم کا موجود ہونا۔۔۔ابتداء سے آفرینش تک آپ ﷺ کا احاطۂ علم۔۔۔وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ۔۔۔اور پھر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کا یہ کہنا: اس جگہ سے ایک قدم بھی آگے بڑھا تو میرے پَر جل جائیں گے۔۔۔

آپ آگے چلیئے۔۔۔! نبی کریم ﷺ اب سسٹم کو محسوس کر رہے ہیں۔۔۔حضرت جبرائیل امین علیہ السلام پھر کہتے ہیں: حضور (ﷺ)! یہاں سے آپ (ﷺ) اور آگے تشریف لے جائیں۔۔۔پھر آپ ﷺ مکاں کی حد کو پار کرتے ہوئے لامکاں کی طرف بڑھتے ہیں۔۔۔وہاں ایک سواری "رف رف" موجود ہوتی ہے۔۔۔وہ آپ ﷺ کو لے کر آگے اُس مقام پر پہنچتی ہے جو آپ ﷺ کے علاوہ کسی کی معراج نہیں۔۔۔بلکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے

Marfat.com

میرے محبوب (ﷺ)! اور آگے آیئے۔۔۔ پھر آواز آتی ہے: اور آگے آیئے۔۔۔ پھر اس کے بعد کیا ہوا۔۔۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کا محبوب ﷺ جانیں۔۔۔ اس مقام پر عرشی و فرشی سب حیران ہیں۔۔۔ بس حیران۔۔۔ ہمارے لئے اس سے بڑا انعام اور فخر کیا ہو گا کہ۔۔۔ ہم رسول اللہ ﷺ کو مانتے ہیں۔۔۔ اور وہ ہمیں جانتے ہیں۔۔۔ کل روزِ حشر جب آپ ﷺ مقامِ محمود پر فائز ہوں گے۔۔۔ تو وہاں ہماری کوتاہیوں اور خامیوں کی بخشش کروائیں گے۔۔۔ اور جب وہ ہماری خاطر ایک لفظِ شفاعت ادا کریں تو صرف بخشش ہی نہیں ہو گی۔۔۔ بلکہ انعام و فضل ہو گا۔۔۔ اور ہم جیسے خطاکار بھی جنّت الفردوس میں جا سکیں گے۔۔۔ انشاء اللہ۔۔۔!

اب حدیث کے اس حصے پر غور کیجیئے: وقت کا تھم جانا۔۔۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: جب میں گھر پہنچا تو دروازے کی کنڈی ہل رہی تھی اور میرا بستر گرم تھا۔۔۔ یعنی معراجِ نبوی ﷺ کا پورا سفر سائنسی توجیہہ کے مطابق وقت کی قید سے باہر طے ہوا۔۔۔ یعنی وقت تھم گیا۔۔۔ پڑھا آپ لوگوں نے۔۔۔! کس قدر عقل کو حیران و خیرہ کر دینے والا معجزہ ہے۔۔۔! اب اس معجزے کی تصدیق سنیئے جو فوری قبول اور اثر پذیر ہوئی۔۔۔ قریش کے سرداروں نے طنز کرتے ہوئے سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: تمہارے دوست محمد (ﷺ) یہ کہتے ہیں کہ وہ راتوں رات مسجدِ اقصیٰ اور پھر آسمانوں پر گئے اور وہاں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر کے آئے ہیں۔۔۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن سرداروں کو بے ساختہ جواب دیا: اگر یہ محمد ﷺ نے فرمایا ہے تو بے شک یہ سب کچھ سچ ہے۔۔۔

قریش کے لوگوں نے پھر نبی کریم ﷺ سے اس واقعے کی صداقت جاننے کیلئے یوں کہا: آسمانوں کی باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں لیکن آپ (ﷺ) نے مسجدِ اقصیٰ کو دیکھا ہے تو ہمیں ذرا اس کے بارے میں بتائیں کہ وہ کیسی ہے کیونکہ ہم نے اسے دیکھ رکھا ہے؟ اس سوال کے دوران اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے مسجدِ اقصیٰ کو آپ ﷺ کے سامنے کر دیا اور آپ ﷺ نے اُسے دیکھتے ہوئے کفارِ قریش کے سوالات کے مکمل جوابات دیئے۔۔۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے دورانِ سفر مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ کے درمیان مکہ مکرمہ سے پندرہ دن کی مسافت پر ایک قافلہ دیکھا ہے اور یہ قافلہ ٹھیک پندرہ دن کے بعد ہی مکہ مکرمہ

Marfat.com

میں داخل ہوا۔۔۔ پڑھا آپ نے۔۔۔! معجزے پر معجزہ۔۔۔! مسجدِ اقصیٰ کا نبی کریم ﷺ کی آنکھوں کے سامنے اس طرح آجانا کہ دیکھ کر سب سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے۔۔۔ یہ کل تک تو شاید کسی ذہن میں عقیدت کی صورت میں موجود ہو۔۔۔ لیکن آج کی سائنسی حقیقت بھی اس کو ثابت کر رہی ہے۔۔۔ آپ روزانہ سیٹلائیٹ سے ٹیلی وژن پر ایک سکینڈ میں دنیا کے دوسرے کونے کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔۔۔ لیکن یہ مشاہدہ معجزہ نہیں ہے۔۔۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کل اس سے بڑھ کر کوئی اور ٹیکنالوجی آجائے۔۔۔ جو اس کو یا تو رد کر دے یا اس سے بڑھ جائے۔۔۔ معجزہ تو ایسا ہوتا ہے کہ۔۔۔ انسان کا علم و شعور جتنا بھی بڑھ جائے۔۔۔ جتنا بھی وسیع ہو جائے۔۔۔ معجزے کو نہ تو جھٹلا سکتا ہے۔۔۔ نہ اس سے بڑھ سکتا ہے۔۔۔

Marfat.com

کشف و کرامات

اب جبکہ وحی اور معجزات کے بارے میں تھوڑا ہی سہی مگر لکھ دیا ہے تو ایک تشنگی سی محسوس ہو رہی ہے کہ کرامات اور کشف پر بھی کچھ لکھ دوں تا کہ معجزات اور کشف و کرامت میں فرق واضح ہو جائے۔۔۔ عموماً لوگ معجزات اور کشف و کرامت کے فرق کو نہ سمجھنے کے باعث آپس میں خلط ملط کر دیتے ہیں۔۔۔ یہ بات بڑی مضبوطی کے ساتھ دل اور ذہن میں رکھنی چاہیے کہ۔۔۔ معجزات سب سے بڑے درجے پر فائز ہیں۔۔۔ یہ براہِ راست انبیاء اور رسولوں کیلئے مخصوص ہیں۔۔۔ ان کے علاوہ اس منصب پر کوئی بھی عبادت گزار خواہ کچھ بھی کر گزرے، کسی بھی طرح نہیں پہنچ سکتا۔۔۔ لیکن پہلے یہ سمجھ لیں کہ کرامت اور کشف حاصل کیسے ہوتے ہیں۔۔۔؟ اس کا سادہ سا بیان یہ ہے کہ۔۔۔ اولیاء اللہ جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حبِ رسول ﷺ سے سرشار ہو کر خالصتاً اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل کرنے کیلئے اپنے آپ کو یکسو کر لیتے ہیں۔۔۔ یعنی ذہن اور دل ذکرِ الٰہی میں مسلسل مشغول رہتا ہے۔۔۔ تو اتفاقاً اُنہیں اس عالم میں کچھ ماورائی قوتوں کا ادراک ہونا شروع ہو جاتا ہے۔۔۔ اور ماضی حال و مستقبل پر کچھ دسترس حاصل ہو جاتی ہے۔۔۔ یا کچھ نگاہوں سے پردے ہٹ جاتے ہیں۔۔۔ اور وہ یہ باتیں جان کر بیان کر دیتے ہیں۔۔۔ یا کسی کے حق میں دعا کر دیں تو اللہ تعالیٰ اُن کی دعا قبول کر لیتا ہے۔۔۔ اس کو کشف یا کرامت کہتے ہیں۔۔۔ لیکن یہ اچھی طرح جان لیجیئے کہ اگر کوئی شخص محض کشف اور کرامات کے حصول کیلئے عبادت کرے تو یہ براہِ راست شرک اور کفر ہو گا۔۔۔ اور یہ بھی یقین رکھیئے کہ اولیاء کرام قطعی طور پر کشف

Marfat.com

اور کرامت کے حصول کیلئے عبادت نہیں کرتے، وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے زہد و تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور اگر اُنہیں کشف و کرامت کا عرفان حاصل ہو جائے تو چھپاتے پھرتے ہیں۔۔۔ لہٰذا اگر آپ کسی ایسے شخص کو جانتے ہوں جو احکامِ الٰہی کا پابند نظر آتا ہو، روزہ نماز اُس کی زندگی کا معمول ہو لیکن وہ کرامت کے نام پر خود نمائی کرے یا دنیا سے داد طلب کرے تو جان جایئے گا کہ وہ ڈھونگی ہے، یہ جادو ٹونے کا اثر یا آنکھ کے دھوکے کا کمال یا پھر ایسا ہی کچھ ہو سکتا ہے۔۔۔ تو ایسا شخص سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں ہو سکتا۔۔۔ اللہ تعالیٰ بچائے ایسے لوگوں سے۔۔۔

اب آپ نے طے کر لیا ہو گا کہ۔۔۔ معجزات برحق ہیں۔۔۔ اور اُن پر ایمان لانا برحق۔۔۔ انکار کرنا کفر ہے۔۔۔ جبکہ کرامت کو ماننا نہ تو فرض ہے اور نہ ہی اس سے ایمان پر کوئی فرق پڑتا ہے۔۔۔ چلیئے کشف و کرامت کے چند واقعات بھی پڑھ لیجیئے تاکہ یہ موضوع آپ کے ذہن میں اور واضح ہو جائے۔۔۔ کشف و کرامت کے یہ واقعات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منسوب اور مستند ہیں۔۔۔

سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کشف و کرامت

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے:

سیّدنا حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بیس وسق (یعنی پانچ من) کھجوریں جو درختوں میں لگی تھیں، ہبہ کی تھیں اور پھر اپنی وفات سے پہلے فرمایا: اے میری پیاری بیٹی! مال و دولت کے باب میں مجھے تم سے زیادہ کوئی پیارا نہیں اور مجھے تمہاری حاجت مندی بھی پسند ہے، بلاشبہ بیس وسق کھجوریں میں نے تمہیں ہبہ کی تھیں، اگر تم نے اُنہیں توڑ کر اکٹھا کر لیا ہوتا تو وہ تمہاری ملکیت ہو جاتیں لیکن اب وہ مال تمام وارثوں کا ہے جس میں تمہارے دو بھائی اور تمہاری دو بہنیں شریک ہیں لہٰذا اُن کھجوروں کو تم قرآن کے احکام کے مطابق تقسیم کر لو۔۔۔ جس پر سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ابا جان! اگر زیادہ بھی ہوتیں تو تب بھی میں اس ہبہ سے دستبردار ہو جاتی لیکن یہ فرمایئے کہ میری بہن تو صرف اسماء ہے، یہ دوسری کون ہے؟ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: بنتِ خارجہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ میں مجھے لڑکی دکھائی دے رہی ہے۔

Marfat.com

سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کر جانے کے بعد واقعی ایسا ہی ہوا کہ اُن رضی اللہ عنہا کے بطن سے اُمِ کلثوم بنتِ ابو بکر رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔۔۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صاحبِ "کشف و کرامت" تھے۔۔۔

سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی کشف و کرامت

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قَدْ كَانَ يَكُونُ فِي الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ مُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَإِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهُمْ

"پہلی اُمتوں میں ایسے لوگ تھے جن کے دل میں اللہ کی طرف سے باتیں القاء کی جاتی تھیں (یعنی الہام ہوتا تھا) اور میری اُمت میں اگر کوئی ایسا شخص ہے تو وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہے"۔ (صحیح مسلم، 6204)

سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

امیر المؤمنین سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے سیّدنا ساریہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جہاد کی غرض سے لشکر "نہاوند" روانہ فرمایا۔ سیّدنا حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ایک دن دورانِ خطبہ اچانک فرمانے لگے: اے ساریہ (رضی اللہ عنہ)! پہاڑ کی طرف، آپ رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ اسی طرح فرمایا۔ تھوڑے دنوں بعد جب اُس فوج کا قاصد آیا اور سیّدنا حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اُس لڑائی کا حال پوچھا تو قاصد نے عرض کی: اے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! ایک دن شکست کھانے والے تھے لیکن ہمیں ایک آواز سنائی دی جیسے کوئی پکار کر کہہ رہا ہو کہ اے ساریہ (رضی اللہ عنہ)! پہاڑ کی طرف ہٹ جا، اس آواز کو ہم نے تین مرتبہ سنا پھر ہم نے پہاڑ کی طرف پیٹھ کر کے سہارا لیا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن مشرکین کو شکستِ فاش دی۔۔۔ سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: جبھی تو آپ رضی اللہ عنہ دورانِ خطبہ یہ فرما رہے تھے۔

سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

سیّدنا حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے اُس کا نام دریافت کیا، اُس نے کہا: جمرہ (بمعنی چنگاری)، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے استفسار کیا کہ تمہارے باپ کا نام؟ اُس نے جواب دیا: ابنِ شہاب (بمعنی شعلہ)، پھر پوچھا: تم کس قبیلے کے فرد ہو؟ اُس نے کہا: حرقہ (بمعنی سوزش)، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تمہاری بود و باش کی جگہ کہاں ہے؟ اُس نے جواب دیا:

Marfat.com

حرہ (یعنی آگ و گرمی) اور دوبارہ دریافت پر کہ "حرہ" کے کس حصے میں سکونت پذیر ہو، اُس شخص نے کہا: ذات نطی (بمعنی شعلہ والے مقام) میں۔ اس پر سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: جا! اپنے کنبے کی خبر لے کہ وہ سب جل کر سوختہ ہو گئے۔۔۔ چنانچہ اُس آدمی نے لوٹ کر اپنے کنبے والوں کو دیکھا تو وہ سب جل کر خاک ہو چکے تھے۔۔۔

سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی کشف و کرامت

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع کے اُس حصہ میں تشریف لے گئے جو "حشِ کوکب" کہلاتا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں کھڑے ہو کر ایک جگہ پر یہ فرمایا: عنقریب یہاں ایک مردِ صالح دفن کیا جائے گا۔ (ازالۃ الخفاء، مقصد 2، ص 227)

چنانچہ جب سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اور باغیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے جنازے کو نہ تو مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں روضۂ منورہ کے قریب دفن ہونے دیا اور نہ ہی جنت البقیع کے اُس حصے میں جہاں جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مدفون تھے تو آپ رضی اللہ عنہ کو اسی "حشِ کوکب" کے مقام پر دفن کیا گیا۔ اس جگہ کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی قبر بنے گی کیونکہ اُس وقت تک وہاں کوئی قبر تھی ہی نہیں۔

سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی کشف و کرامت

امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابنِ ملجم کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ! یہ شخص مجھے قتل کرے گا، اس پر لوگوں نے کہا: اس کے قصاص کے بارے میں کیا چیز مانع ہے (یعنی ابھی اسے پکڑ کیوں نہیں لیتے)؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نے ابھی تک مجھے قتل نہیں کیا ہے، اس لئے قصاص لینا جائز نہیں ہے۔

آخر کار جیسا سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا، ویسا ہی ہوا اور اسی ابنِ ملجم بدبخت نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔

Marfat.com

دیکھا آپ نے۔۔۔!صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو الہامی کشف ہوا کرتا تھا جو ان حضرات کی کرامات ہیں۔۔۔میں یہاں پر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ان کشف وکرامت کے واقعات پر اپنی بحث اور اس کتاب کو ختم کر دیتا مگر دل نے چاہا کہ کیوں نہ سیرتِ طیبہ ﷺ کا علمی و عملی عکس خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سیرت میں دیکھا جائے۔۔۔پھر اپنا آپ پرکھا جائے کہ۔۔۔ہم اور آپ کہاں کھڑے ہیں۔۔۔!ابھی مت سوچیئے۔۔۔!پہلے ذرا محبوبِ کائنات ﷺ کے محبوب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں مختصراً پڑھ لیجیئے۔۔۔!

Marfat.com

عشرۂ مبشرہ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد پڑھیے:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبۃ9:(100)]

"اور سب میں پہلے والے مہاجر اور انصار اور وہ جنہوں نے بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے راضی، اور اللہ نے ان کے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں ہی رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے"۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهَ اللهَ فِي أَصْحَابِي اللهَ اللهَ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ وَمَنْ آذَى اللهَ يُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ.

"لوگو! میرے صحابہ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے بعد ان کو نشانہ نہ بناؤ، جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس

Marfat.com

نے در حقیقت مجھ سے بغض رکھا، جس نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اور جس نے مجھ کو اذیت پہچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی اور جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی قریب ہے کہ اللہ تعالی اس کو پکڑ لے"۔(جامع ترمذی:3797)

ایک اور حدیث مبارکہ جو سیّدنا عبد الرّحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيدٌ فِي الْجَنَّةِ وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ

"ابو بکر جنّتی ہیں، عمر جنّتی ہیں، عثمان جنّتی ہیں، علی جنّتی ہیں، طلحہ جنّتی ہیں، زبیر جنّتی ہیں، عبد الرّحمٰن بن عوف جنّتی ہیں، سعد جنّتی ہیں، سعید (بن زید) جنّتی ہیں اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم جنتی ہیں"۔(جامع ترمذی)

رسالت مآب ﷺ کی پوری حیاتِ طیبہ میں جتنے بھی افراد آپ ﷺ پر ایمان لائے، اُن کے تزکیۂ نفس، عبادت، اخلاق اور علم و عمل کی تعلیم و تربیت جس طرح آپ ﷺ نے فرمائی، اُس کی مثال نہیں ملتی۔۔۔ حالانکہ آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کی بہت بڑی تعداد کی عمریں تیس تیس برس سے زائد تھیں اور اُنہوں نے جاہلیت کے دور اور بُت پرستی کے مشرکانہ ماحول میں اچھا خاصہ وقت گزارا تھا لیکن حق و صداقت پر یکبارگی اس طرح تبدیل ہوئے کہ پھر زمانے کی گردشیں اُنہیں متزلزل نہ کر سکیں۔۔۔ آپ ﷺ کی تربیت کے نتیجے میں وہ عزم و حوصلے کی ایسی مضبوط چٹان بن گئے تھے کہ پھر اُن کے پائے استقلال میں کبھی جنبش نہ آئی۔۔۔ قول و فعل اور کردار کے شاہکار۔۔۔ علوم کے سمندر۔۔۔ توحید پر یقینِ کامل۔۔۔ محبتِ رسول ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان۔۔۔ ان تمام کے بدلے میں جو چاہا تو بس۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اُس کی رضا۔۔۔ دوسری طرف حضور ﷺ کی محبت اور شفقت نے اُنہیں دنیا اور آخرت کی پہچان کرا دی۔۔۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایسی تربیت اور ایسی محبت کہ جس کی مثال نہیں۔۔۔ ہمیں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ جب جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑے گئے تو کسی ایک مقام پر اُن کی زبانوں سے ناشکری یا

Marfat.com

رنجش کا کوئی کلمہ نکلا ہو۔۔۔ ایسا آپ کو کہیں نہیں ملے گا۔۔۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بڑی تعداد اُن لوگوں کی تھی جنہوں نے اسلام کی ابتداء اور اس کا عروج دیکھا۔۔۔ اسلام کی فتح و کامرانی میں شریک ہونے کے مواقع ملے۔۔۔ لیکن اُنہوں نے نرم گرم بستروں پر آرام کی بجائے تلواروں کے سائے میں، تھکن سے چُور ہو کر میدانِ جنگ میں اپنی جانوں کے نذرانے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کئے۔۔۔ غزوۂ اُحد میں سیّدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ زخموں سے چُور چُور تھے، آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کوئی وصیّت کرنی ہو تو کرو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام پہنچا دینا اور قوم سے کہنا: اسلام کی راہ میں جانیں نثار کرتے رہیں۔۔۔ سیّدنا عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ زخموں سے چُور نزع کی حالت میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کوئی آرزو ہو تو کہہ دو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے زخمی بدن کو گھسیٹ کر قریب کر دیا اور اپنے سر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمِ مبارک پر رکھ دیا اور کہا: اگر کوئی آرزو تھی، تو بس یہی تھی۔۔۔ اے کاش! میں بھی وہاں ہوتا اور ایسا ہی کرتا جیسا سیّدنا عمارہ رضی اللہ عنہ نے کیا۔۔۔!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ جو یہاں موجود سن رہے ہیں وہ اُن کو پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔۔۔ لہٰذا خدا کے یہ محبوب بندے یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس مشن کو لے کر نکلے اور اپنی زندگیاں وقف کر کے ان فرائض کو سرانجام دیا۔۔۔ عشرۂ مبشرہ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جن میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں ان کا تعارف پیش کرتا ہوں تاکہ تشنگی نہ رہ جائے نیز ان چاروں قدوسی صفت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے نام یہاں لکھ رہا ہوں، مزید تذکرہ اور تفصیل آپ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے موضوع میں ہی پڑھ لیجیئے گا۔۔۔

1۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
2۔ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
3۔ سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
4۔ سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

Marfat.com

یہ چھ اکابرینِ صحابہ رضی اللہ عنہم جو عشرۂ مبشرہ میں شامل ہیں پہلے میں ان کے نام اور تعارف تحریر کر دیتا ہوں:

5۔ سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ
6۔ سیّدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ
7۔ سیّدنا عبد الرّحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ
8۔ سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
9۔ سیّدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ
10۔ سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ

عشرۂ مبشرہ کا مختصر تعارف

سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا نام "طلحہ" جبکہ کنیت "ابو محمد" تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام "عبید اللہ" اور والدہ کا نام "صعبہ" تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب قرشی تیمی چونکہ "مرہ بن کعب" حضورِ اکرم ﷺ کے اَجداد میں سے ہیں، اس لئے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا نسب ساتویں پشت میں سرورِ کائنات ﷺ سے مل جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے والے پہلے آٹھ افراد میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار رسول اللہ ﷺ کے ان دس صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جنہیں حضور ﷺ نے نام لے کر جنتی ہونے کی بشارت دی۔ غزوۂ اُحد اور جنگِ جمل میں آپ رضی اللہ عنہ کا خاص کردار رہا، آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت جنگِ جمل میں ہوئی۔

سیّدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

سیّدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا نام "زبیر" جبکہ کنیت "ابو عبد اللہ" اور لقب "حواریِ رسول اللہ" تھا۔ نبی کریم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے داماد تھے۔ ہجرت سے 28 برس قبل پیدا ہوئے، 16 برس کی عمر میں اسلام قبول کیا، پہلے حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ غزوۂ بدر میں بڑی جانبازی سے لڑے، اس کے علاوہ دیگر غزوات میں بھی شجاعت دکھائی۔ فتحِ مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ کے ذاتی

Marfat.com

دستے کے علمبردار تھے۔ "جنگِ فسطاط" میں سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے چار افسروں کی معیت میں چار ہزار مجاہدین کی کمک مصر روانہ کی، ان میں سے ایک افسر سیّدنا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے نیز اس جنگ کی فتح کا سہرا آپ رضی اللہ عنہ کے سر ہے، اسی اثناء میں مخالفینِ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میں سے ایک شخص نے حالتِ نماز میں آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ سے بے انتہا قربت رکھنے کے باعث بے شمار احادیث جانتے تھے لیکن بہت کم بیان فرمائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک بڑے عالم، حد سے زیادہ شجاع اور دلیر، مستقل مزاج اور مساوات پسند تھے۔ تاجر ہونے کی وجہ سے کافی دولت مند تھے، اس کے باوجود بہت سادہ لباس پہنتے اور سادہ غذا کھاتے تھے البتہ میدانِ جنگ میں ہمیشہ اعلیٰ قسم کے عمدہ لباس پہن کر جاتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار رسول اللہ ﷺ کے ان دس صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جنہیں حضور ﷺ نے نام لے کر جنتی ہونے کی بشارت دی۔

سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

سیّدنا عبد الرّحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جلیل القدر اور قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام زمانۂ جاہلیت میں "عبد عمرو" یا "عبد الکعبہ" تھا جسے آپ ﷺ نے تبدیل فرما کر "عبد الرّحمٰن" رکھ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ "عشرۂ مبشرہ" میں بھی شامل ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں 32 ہجری میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر 75 برس کے قریب تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پڑھائیں چنانچہ وصیت کے مطابق امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور "جنت البقیع" میں سپردِ خاک کیا گیا۔

سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا نام "سعد" اور کنیت "ابو اسحاق" تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کے قبیلہ "بنو زہرہ" سے تھا جو رسالت مآب ﷺ کا ننھیالی خاندان ہے، اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ رشتے میں حضور ﷺ کے ماموں زاد بھائی

Marfat.com

بھی تھے، سیّدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی والدہ آپ رضی اللہ عنہ کی سگی پھوپھی تھیں۔ ہجرتِ مدینہ سے 24 برس قبل پیدا ہوئے۔ اعلانِ نبوت کے ساتویں روز سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ترغیب دلانے پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور عمر بھر حضور ﷺ کے محافظِ خصوصی کے فرائض انجام دیئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کیلئے ہی آپ ﷺ نے اپنے والدین کو ایک جملے میں جمع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: "تیر چلاؤ اے سعد (رضی اللہ عنہ)! میرے ماں باپ تم پر قربان"۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث: 3524)

تمام غزوات میں آپ ﷺ کے ہمراہ رہے اور بدر کے میدان میں بطورِ خاص جوانمردی کے جوہر دکھائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا وصال مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان "وادیِ عقیق" میں 55 ہجری میں ہوا، اُس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر 79 سال کے قریب تھی بعد ازاں آپ رضی اللہ عنہ کے جنازے کو "مدینہ منورہ" میں لاکر دفن کیا گیا۔

سیّدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

سیّدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا نام "عامر" تھا لیکن آپ رضی اللہ عنہ اپنی کنیتِ مبارک "ابو عبیدہ" سے ہی مشہور تھے جنہیں دربارِ رسالت ﷺ سے "امین الاُمۃ" کا خطاب ملا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ قبیلہ "فہر" سے تعلق رکھتے تھے، ہجرتِ مدینہ کے وقت عمر 40 سال تھی، آپ رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، اعلانِ نبوت ﷺ کے ابتدائی ایام میں ہی ایمان لے آئے اور آپ ﷺ کے ساتھ رہے، دیگر مسلمانوں کی طرح ابتداء میں قریش کے مظالم کا شکار ہوئے، حضور ﷺ سے اجازت لے کر ہجرتِ حبشہ کر گئے لیکن مکی دور ہی میں واپس لوٹ آئے پھر آپ ﷺ سے اجازت لے کر مدینہ کی طرف ہجرت کی اور حضور ﷺ کی آمد تک قباء میں قیام کیا۔ تمام غزوات میں شریک رہے، غزوۂ اُحد میں جس وقت لوگوں میں اضطراب تھا، اُس وقت بھی آپ رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہونے کے باوجود ثابت قدم رہے۔ طاعون میں مبتلا ہو کر 18 ہجری میں وصال فرمایا۔ وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر 56 برس کے قریب تھی ۔ یہ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے جن صحابہ رضی اللہ عنہم کو دنیا میں جنت کی بشارت دی، آپ رضی اللہ عنہ اُن میں سے ایک ہیں۔

Marfat.com

سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ

سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا نام "سعید" اور کنیت "ابو الاعور" تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام "زید بن عمرو" تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ بھی قدیم الاسلام صحابیٔ رسول ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کے اعلانِ نبوت فرمانے کے ساتھ ہی ایمان لے آئے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی مؤاخات سیّدنا رافع بن مالک زرقی رضی اللہ عنہ سے فرمائی۔ حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ اور سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو بدر کے معرکے سے قبل قافلے کی تلاش میں بھیجا تھا، اسی وجہ سے یہ حضرات غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے لیکن رسول اللہ ﷺ نے انہیں بدری شمار کیا اور مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر کے علاوہ تمام تر غزوات میں شریک رہے اور اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے روز 51 ہجری میں مکہ مکرمہ اور مدینہ کے درمیان "وادیِ عقیق" میں وصال فرمایا اور مدینے میں تدفین ہوئی۔ وصال کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک 70 سال سے زائد تھی۔

پڑھا آپ نے۔۔۔! عشرۂ مبشرہ کا مختصر احوال۔۔۔ یہ ہیں وہ برگزیدہ ہستیاں جنہیں اللہ ربّ العزت نے دنیا میں ہی جنت کی خوشخبری رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ پہنچائی۔۔۔ جب اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں گواہی دے رہے ہیں تو ہم کون ہوتے ہیں اس بارے میں بحث ومباحثہ کرنے والے۔۔۔؟ اُن کی عظمت کیلئے یہی بہت کافی ہے کہ اُن کے حق میں اللہ رب العزت اور رسالت مآب ﷺ کی حمایت ونصرت موجود ہے۔۔۔

Marfat.com

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝﴾ [النور 24: (55)]

”تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل صالح کیے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک میں اقتدار بخشے گا جیسا کہ ان لوگوں کو اقتدار بخشا جو ان سے پہلے گزرے اور ان کے اس دین کو متمکن کرے گا جس کو ان کے لیے پسندیدہ ٹھہرایا اور ان کی اس خوف کی حالت کے بعد اس کو امن سے بدل دے گا۔ وہ میری ہی عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اس کے بعد کفر کریں گے تو درحقیقت وہی لوگ نافرمان ہیں“۔

اب آیئے اس موضوع پر کہ۔۔۔ خلفائے راشدین کا ہونا کیوں ضروری تھا۔۔۔؟ جب توحید، رسالت اور قرآن کی تعلیمات نے بنی نوع انسان میں حق، سچ اور برائیوں سے پرے ایک مسلم معاشرہ قائم کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اُسے ایک مکمل ضابطۂ حیات قرار دے کر رُشد و ہدایت کی ذمہ داری اُس پر ڈال دی۔۔۔ اب چونکہ رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ بھی منقطع ہونا تھا تو ضروری تھا کہ ان تمام قدوسی تعلیمات جنہیں بڑی مضبوط بنیادوں پر قائم کر دیا گیا تھا۔ اب ضرورت اس بات کی تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ درمیان میں بظاہر موجود نہ ہوں تو یہ قدریں اُسی نپے تلے متوازن نظام کے ساتھ آگے بڑھیں۔

رسالت مآب ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں اللہ تعالیٰ کی براہِ راست رہنمائی بذریعۂ وحی ہوتی رہتی تھی اور آپ ﷺ خود فہم و فراست کا ایک مکمل پیکر تھے اس لئے آنیوالے وقتوں میں اہلِ جہل یہ سوال اٹھا کر مسلمانوں کو زچ کرتے کہ اُس وقت ایک عظیم اولوالعزم پیغمبر ﷺ موجود تھے اس لئے ہر چیز ہر جگہ پر ٹھیک تھی۔ لہٰذا آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرما دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ عظیم الشان صحابۂ کرام نے اس معاشرے اور ریاست کی ذمہ داریاں اس خوبی سے سنبھالی کہ دنیا آج تک حیران ہے۔ حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے حاصل کی گئی تعلیم و تربیت کا عکس ان صحابۂ کرام کی عملی زندگیوں میں جگہ جگہ نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ جو توازن اور اعتدال کا شاندار مظہر تھے یعنی کسی بھی شعبہ ہائے زندگی میں ٹھہراؤ، آہستگی، تحمل اور عاجزی کا دامن تھامے نظر آتے ہیں اور یہی اوصاف اپنے بہترین معلمِ اعظم ﷺ کی حیثیت سے صحابۂ کرام میں بھر دیئے تھے لہٰذا اس خلافت راشدہ نے بنی نوع انسان کیلئے طرزِ حکمرانی میں شریعت، سیاست اور ریاست کا ایک ایسا حسین امتزاج پیدا کر دیا کہ وہ اپنی مثال آپ بن گیا۔ خلفائے راشدین ان ہی اوصاف کی بنیاد پر فتوحات حاصل کیں۔ عوام الناس پر رحمدلی اور خوش خلقی سے خلافت کی جس کو مسلمان ہی نہیں بنی نوع انسان آج بھی تسلیم کرتی ہے۔۔۔ آیئے اب مختصر سا تعارف خلفائے راشدین کا کرتے چلیں تا کہ باقی تشنگی بھی دور ہو جائے۔

Marfat.com

خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

پیدائش: خلیفۂ رسول سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ 573ء میں بمطابق تین عام الفیل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔

نام: ماں باپ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام "عبد الکعبہ" (کعبہ کا بندہ) رکھا، قبولِ اسلام کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام بدل کر "عبد اللہ" (اللہ کا بندہ) رکھا۔

والد: سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد کا نام "عثمان بن عامر" تھا اور کنیت "ابو قحافہ" تھی، اُنہوں نے ہجرت کے آٹھویں سال فتحِ مکہ کے بعد 90 برس کی عمر میں اسلام قبول کیا اور 14 ہجری میں 97 سال کی عمر میں وفات پائی۔

والدہ: سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام "سلمٰی بنتِ صخر" تھا اور کنیت "اُم الخیر" تھی۔

کنیت: آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابو بکر" تھی، اسلام لانے سے پہلے بھی لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو "ابو بکر" کہتے تھے اور اسلام لانے کے بعد بھی "ابو بکر" ہی کہلائے۔۔۔ یاد رہے۔۔۔! سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کسی بیٹے کا نام "بکر" نہیں تھا، آپ رضی اللہ عنہ کی اچھی عادتوں اور نیکی کے کاموں میں آگے آگے رہنے کی وجہ سے لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابو بکر" رکھ دی تھی کیونکہ "بکر" کے ایک معنی "پہل کرنے یا آگے آگے رہنے" کے بھی ہیں تو اس طرح "ابو بکر" کا مطلب ہوا "نیکی کے کاموں میں پہل کرنے والا یا آگے آگے رہنے والا" اور یہ کنیت اس قدر مشہور ہوئی کہ یہی نام بن گئی۔

Marfat.com

لقب: آپ رضی اللہ عنہ کا سب سے مشہور لقب "صدیق" ہے، صدیق سے مراد وہ شخص ہے جو نہایت سچا ہو اور ہر معاملے میں سیدھا اور صاف راستہ اختیار کرے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے واقعۂ معراج سنتے ہی کہا تھا: "یہ بالکل سچ ہے"۔ اسی موقع پر آپ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو "صدیق" کے لقب سے نوازا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا دوسرا لقب "عتیق" ہے، اس کا مطلب ہے "آزاد"۔ رسولِ کریم ﷺ نے ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا: "تم اللہ کی طرف سے دوزخ سے آزاد ہو"۔ اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ کا لقب "عتیق" ہو گیا۔ اس لقب کی کچھ اور وجوہات بھی بیان کی جاتی ہیں جن میں سے ایک وجہ یہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ نہایت خوبصورت تھے، اس وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ "عتیق" کے لقب سے مشہور ہوئے جبکہ کچھ کا کہنا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا حسب و نسب بے عیب تھا، اس لئے آپ رضی اللہ عنہ کو "عتیق" کا لقب ملا تھا نیز آپ رضی اللہ عنہ کا لقب "یارِ غار" بھی ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ غارِ ثور میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے تھے۔

سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اُن سردارانِ قریش میں سے ایک تھے جن کا شمار مکہ مکرمہ کے حکمرانوں اور صفِ اوّل کے معززین میں ہوتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ صاحبِ ثروت تو تھے ہی، اس کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہ بڑے بامروّت، حق پسند اور حق پرور شخصیت کے مالک بھی تھے، آپ رضی اللہ عنہ رسالت مآب ﷺ کے انتہائی قریبی دوست اور خاص احباب میں سے تھے، یہ آپ ﷺ کی دوستی اور حق و صداقت سے اس قدر متاثر تھے کہ جب حضورِ اکرم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دی تو بغیر حیل وحجت کے اسلام قبول کیا، آپ رضی اللہ عنہ مردوں میں پہلی ہستی تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ سے نسبی قربت بھی حاصل تھی، آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب یوں ہے:

عبد اللہ بن ابو قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرّہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر (قریش) یعنی آپ رضی اللہ عنہ کا نسب "مرہ" پر جا کر حضور ﷺ کے نسب سے مل جاتا ہے، اس میں ایک اور سعادت کی بات یہ ہے کہ جتنی پشتیں آپ ﷺ کو "مرہ" سے ملاتی ہیں، اُتنی ہی پشتوں میں آپ رضی اللہ عنہ "مرہ" سے مل جاتے ہیں۔

Marfat.com

سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تعلق قریشی قبیلے کی شاخ "بنو تیم" سے تھا، اس قبیلے کے ذمہ خون بہا اور تاوان و قصاص کا فیصلہ کرنا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ جو فیصلہ صادر کرتے، تمام قریش اُسے بے چوں وچراں مان لیتے تھے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے فیصلے حق وانصاف پر مبنی ہوا کرتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں آپ رضی اللہ عنہ بہت با اثر اور معزز ہستی مانے جاتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا اور اسی خصوصیت کی بنا پر آپ رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے مکہ مکرمہ کی امیر شخصیت سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، سیّدنا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسی با اَثر، سیّدنا ابو عبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ جیسی ذہین اور مدبر، سیّدنا طلحٰہ رضی اللہ عنہ جیسی بہادر اور سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ جیسی مہمان نواز شخصیات حلقۂ اسلام میں داخل ہوئیں اور یہی نہیں بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کے اثر و رسوخ اور فراخ دلی کی یہ کیفیت تھی کہ غلاموں میں سیّدنا حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ، سیّدنا عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کو بھاری قیمت فدیہ میں دے کر ان کے آقاؤں سے آزاد کروایا تھا۔

قبولِ اسلام

خلیفۂ اوّل سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لانے والوں میں اُم المؤمنین سیّدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا، امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بعد چوتھے شخص ہیں۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اعزازات میں سے ایک بڑا اعزاز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کرنا تھا، اسلام کے اس تاریخی و مقدس سفر میں رسالت مآب ﷺ کی ہمراہی نے آپ رضی اللہ عنہ کو منفرد مقام و مرتبہ کا حامل بنا دیا جب "غارِ ثور" میں آپ ﷺ کے ساتھ تین دن گزار کر مکہ سے چار سو پچپن کلو میٹر کے فاصلے پر "مدینہ منورہ" تک کے پُر خطر حالات کا سفر طے کیا۔

نبی کریم ﷺ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بے انتہا محبت فرماتے اور اہم مواقع پر آپ رضی اللہ عنہ سے صلاح و مشورے بھی فرماتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کے کئی مشوروں کی موافقت میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی کا نزول ہوا۔ قرآنِ پاک میں سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسولِ اکرم ﷺ کا ساتھی فرمایا گیا اور کئی آیات میں

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ کی شان اور نیکیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو رسالت مآب ﷺ کے سُسر ہونے کا شرف بھی حاصل ہے کیونکہ اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ہی کی صاحبزادی تھیں۔

سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اسلام پر صبر واستقامت اس قدر مضبوط تھی کہ اس راہ میں مصائب وآلام کو کبھی خاطر میں نہ لائے اوروقت پڑنے پر اپنا سارا مال ومتاع حضور نبی کریم ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں آپ ﷺ کے ہمراہ شریک رہے۔ آپ ﷺ مسلمانوں کے معاملے میں رات رات بھر سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورے فرمایا کرتے تھے۔ احادیث کی تقریباً کتابوں میں سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایات شامل ہیں۔

رسولِ پاک ﷺ فرمایا کرتے تھے:

"جان ومال کے لحاظ سے مجھ پر ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ کسی کا احسان نہیں"۔ (جامع ترمذی، رقم:3432)

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

"وہ (ابو بکر رضی اللہ عنہ) حوضِ کوثر پر میرے ساتھ ہوں گے"۔ (الاِصابۃ فی معرفۃ الصحابہ)

سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ہمارے سردار ابو بکر (رضی اللہ عنہ) ہم سب میں بہتر اور رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارے ہیں"۔

(جامع ترمذی، رقم:3429)

سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اُمتِ محمدی میں پہلے "خلیفۂ رسول" کے مقام و مرتبے پر فائز ہوئے۔ مختلف تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب مسجدِ نبوی ﷺ میں منبر پر بیٹھ کر بیعتِ عام لی تو 33 ہزار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ کر جانے کے باعث مسلمانوں میں ایک زبردست ہیجان، غم وصدمے کی تمام کیفیتیں، پریشانیوں کا ایک ایسا طوفان اُمڈ آیا جس نے ہر مسلمان کو دہلا کر رکھ دیا تھا لیکن اس موقع پر سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جس جوانمردی اور

Marfat.com

صبر و استقامت کے ساتھ دُور اندیشی کے فیصلے کئے، وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ مسلمانوں کے حوصلوں کو اس حد تک قائم و دائم رکھ کر اندرونی خلفشار، فتنے، جھوٹے مدعیانِ نبوت اور ارتداد کے بھڑکتے شعلوں پر نہ صرف مضبوطی کے ساتھ قابو پایا بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں میں اس قدر عزم بھر دیا کہ اب وہ اسلامی فتوحات کیلئے پوری ایمانی قوت کے ساتھ اطراف کی قوتوں کو زیر و زَبر کرنے لگے۔ 11 ہجری تک کے مختصر عرصے میں نہ صرف تمام فتنوں کا قلع قمع کیا بلکہ عرب سے لے کر بحرِ قُلزم اور عراق سے لے کر افریقہ تک اسلامی حکومت قائم کر کے اپنے منصب کی ذمہ داری کا عملی مظاہرہ فرمایا۔

سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک اہم ترین کارنامہ آج تک ہماری نظروں کے سامنے ہے اور وہ یہ کہ یوں تو قرآنِ مجید رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں لکھا جا چکا تھا، نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق سورتوں کی ترتیب بھی مقرر فرما دی تھی، اب صورتحال یہ تھی کہ بے شمار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآنِ مجید زبانی یاد کر لیا تھا لیکن بعض سورتیں کاغذ پر لکھی ہوئی تھیں، بعض چمڑے کے ٹکڑوں پر، بعض پتھروں پر، بعض شانے کی چوڑی ہڈیوں اور بعض کھجور کی چھال وغیرہ پر۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآنِ مجید کو ایک جگہ جمع کر کے کاغذ پر لکھوا لیا پھر حافظِ قرآن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بلا کر اس تحریر شدہ نسخے کو جانچا گیا تاکہ کسی قسم کی غلطی نہ رہ جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ عظیم الشان کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔

ہجرت کے 13 ویں سال 22/ جمادی الآخر بروز پیر سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مغرب اور عشاء کے درمیان اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے، وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمرِ مبارک 63 سال تھی جبکہ خلافت کی مدت دو سال، تین مہینے اور گیارہ دن ہے۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اُن عشرۂ مبشرہ میں سے ایک تھے جنہیں نبی کریم ﷺ نے زندگی ہی میں جنت الفردوس کی بشارت فرما دی تھی۔

Marfat.com

خلیفۂ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم امیر المؤمنین سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا نام "عمر" جبکہ لقب "فاروق" تھا، یہ لقب آپ رضی اللہ عنہ کو رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ سے عطا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام "خطاب" تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ عرب کے مشہور قبیلے "بنی عدی" سے تعلق رکھتے تھے، یہ قبیلہ مکہ مکرمہ میں سفارت کے کام انجام دیا کرتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب والدہ کی طرف سے چھٹی پُشت اور والد کی طرف سے ساتویں پُشت میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے جا ملتا ہے، شجرۂ نسب اس طرح ہے:

عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک۔

حضرت کعب کے دو بیٹے ہوئے: عدی اور مرہ، حضرت مرہ دراصل حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جدِ امجد ہیں۔

حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اعلانِ نبوت کے وقت سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی عمر 27 برس تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ عمر میں حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے 13 برس چھوٹے تھے۔ لڑکپن میں آپ رضی اللہ عنہ اونٹ چرایا کرتے تھے اور بڑے ہوئے تو تجارت کا پیشہ اختیار کیا جس کے سبب مقامی اور غیر ملکی سفر بھی کئے۔ ایک روایت ہے کہ رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اعلانِ نبوت کے وقت مکہ مکرمہ میں صرف 17 آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ اُنہی میں سے ایک تھے۔ پہلوانی، فنِ سپہ گری اور فنِ خطابت جیسے شعبوں کے ماہر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے مشہور میلے "عکاز" میں اپنی

Marfat.com

پہلوانی کے جوہر دکھاتے اور کُشتی لڑا کرتے تھے۔ گُھڑ سواری میں اس قدر مہارت تھی کہ اُچھل کر گھوڑے کی پیٹھ پر جم کر بیٹھ جاتے تھے۔ فنِ خطابت، فصاحت و بلاغت، حق گوئی اور بے باکی پر مشتمل ایسے شاندار جملے ادا کرتے کہ سننے والوں کو مزا آجاتا تھا۔ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ توحید ورسالت قبول کرنے سے قبل اسلام کے سخت مخالف تھے چونکہ بہادر اور جری و بے خوف انسان تھے لہٰذا اسلام کی تبلیغ واشاعت کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے یہاں تک کہ اپنی ایک کنیز کو جو مسلمان ہوگئی تھیں، اُنہیں اس قدر مارا کہ بے ہوش ہو گئیں، اسی طرح جس نو مسلم پر بھی زور چلتا اُسے خوب زدوکوب کرتے تھے۔۔۔ نبوت کے چھٹے سال تک صرف 39 مرد اور 11 عورتیں اسلام میں داخل ہوئی تھیں۔۔۔ یہ سب چُھپ کر نماز ادا کرتے تھے۔۔۔ یہ وہ وقت تھا جب نبی کریم ﷺ سیّدنا ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر سے تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔۔۔ سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کے چند روز بعد رسالت مآب ﷺ نے ایک روز بارگاہِ الٰہی میں دعا کی:

"یا ربّ العالمین! عمر بن ہشام (ابو جہل) یا عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) میں سے ایک کو مسلمان کر دے جس سے اسلام کو تقویت حاصل ہو"۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول فرمائی اور اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ "دُعائے رسول" کہلائے۔۔۔ اب اس دعا کی قبولیت کا انداز پڑھیے۔۔۔

سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہاتھ میں ننگی تلوار لئے، غیظ و غضب کی حالت میں دارِ اَرقم کی طرف روانہ ہوئے، راستے میں آپ رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے اس حالت میں دیکھ کر پوچھا: اے عمر (رضی اللہ عنہ)! کہاں جارہے ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "محمد" (ﷺ) کو قتل کرنے جارہا ہوں تاکہ قریش کی مصیبت ختم ہو جائے اور جھگڑا ہی مٹ جائے، یہ سُن کر اُس شخص نے کہا: محمد (ﷺ) کا قتل کوئی آسان کام نہیں، تم بنی ہاشم کے انتقام سے نہیں بچ سکو گے، سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے، کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور لگتا ہے کہ تم بھی اُنہی کے ساتھی ہو، چلو میں پہلے تم سے ہی نمٹ لیتا ہوں، اُس شخص نے کہا: مجھ سے اور

Marfat.com

"محمد" (ﷺ) سے تو بعد میں نمٹنا، پہلے اپنے گھر کی خبر لو، تمہاری بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے جسم میں آگ سی لگ گئی، غصے کی حالت میں بہن کے گھر پہنچ کر کہا: معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے آبائی دین سے پھر گئے ہو، یہ کہہ کر بہنوئی کو زمین پر گرا دیا اور بری طرح پیٹنے لگے، بہن درمیان میں آئیں تو اُنہیں بھی مارا جس سے اُن کا خون بہنے لگا، اس پر وہ بھی طیش میں آ گئیں، پھر بہن تو آخر بہن ہے اور وہ بھی سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہی کی، پس جرأت و بہادری سے کہنے لگیں:

"ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے، جو تیرے دل میں آئے وہ کر لو، ہم بھی اسلام چھوڑنے والے نہیں"۔

جب یہ جرأت مندانہ جواب سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سنا تو مبہوت ہو کر رہ گئے۔ اپنی بہن کو خون میں لت پت دیکھ کر دل اس قدر پسیج گیا کہ پشیمانی میں پوچھنے لگے: اچھا سناؤ تو سہی، تم لوگ کیا پڑھتے ہو۔۔۔؟ فرمائش کا یہ انداز دیکھیے۔۔۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ کی بہن نے سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی چند آیات پڑھ کر سنائیں۔۔۔ اب ملاحظہ فرمایئے۔۔۔! حضورِ اکرم ﷺ کی دعا کی قبولیت کا اثر۔۔۔ کہ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دل میں انقلاب پیدا ہو گیا۔۔۔ بے تابی سے حضورِ اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں "دارِ اَرقم" پہنچے۔۔۔ اور اسلام قبول کیا۔۔۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انتہائی مسرت کے عالم میں نعرۂ تکبیر بلند کیا۔۔۔

سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بے خوفی نے، جو آپ رضی اللہ عنہ کی بہادری اور شجاعت کا حصہ تھی۔۔۔ اس موقع پر ایک انقلابِ آفریں قدم اُٹھایا۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی: جب اسلام سچا مذہب ہے تو ہم دب کر کیوں رہیں۔۔۔؟ کیوں نہ خانۂ کعبہ میں جا کر نماز ادا کریں۔۔۔؟ چنانچہ مسلمان دو گروہوں میں بیتِ اَرقم سے خانۂ کعبہ گئے۔۔۔ سب نے نماز کی نیت باندھی۔۔۔ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تلوار میان سے نکال کر مشرکوں اور کافروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: کون ہے جو آج اپنی بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کرنا چاہتا ہے۔۔۔؟ یہ پہلی نماز تھی جو اعلانیہ طور پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک ساتھ خانۂ کعبہ میں ادا کی۔۔۔ اور جماعت کے اس اہتمام کی سعادت آپ رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی۔۔۔

Marfat.com

دوسری طرف کفار اور مشرکینِ مکہ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے پر کہا کرتے تھے کہ آج مسلمانوں نے ہم سے پورا بدلہ لے لیا ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے جب مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رات کی تاریکی میں اور بعض دن کی روشنی میں چُھپ چُھپا کر سفر کرنے لگے۔۔۔ لیکن سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سفرِ ہجرت اس انداز سے شروع کیا کہ۔۔۔ مسلح ہو کر گھر سے نکلے۔۔۔ ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں تیر و کمان سنبھالا۔۔۔ پہلے خانۂ کعبہ کا طواف کیا۔۔۔ مقامِ ابراہیمی پر دو رکعت نماز ادا کی۔۔۔ پھر قریشِ مکہ جو ٹولیوں میں وہاں بیٹھے تھے، اُن سے غصے میں کہنے لگے: تمہارا ستیاناس ہو، اب میں کھلے بندوں جا رہا ہوں، جس نے اپنے بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ بنانا ہو وہ باہر کھلے میدان میں آکر میرا مقابلہ کرے۔۔۔ اور مجھے روک کر دکھائے۔۔۔

کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ ایک لفظ بھی منہ سے نکال سکے۔۔۔ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اس جرأت و دلیری کا یہ فائدہ ہوا کہ مکہ مکرمہ میں موجود کمزور مسلمان جو کفار سے ڈرتے تھے، وہ سب کے سب سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ خیریت سے مدینہ منورہ پہنچے۔

سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں جس قدر لکھا جائے کم ہے، آپ رضی اللہ عنہ کی رحمدلی کے متعلق بے شمار واقعات تاریخ میں ملتے ہیں، یہاں آپ کی خدمت میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔۔۔ اسے پڑھیئے۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہ جب قبیلۂ بنی مرہ پہنچے تو دیکھا کہ مسلمانوں نے چند عیسائیوں کو دھوپ میں کھڑا کر رکھا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں اور ان پر کیوں سختی کی جا رہی ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ باج گزار ہیں اور خراج کی رقم ادا نہیں کرتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"انہیں چھوڑ دو اور ان کے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آؤ، سختی خدا کو بری معلوم ہوتی ہے، مسلمانوں کا یہ وطیرہ نہیں ہونا چاہیے"۔

Marfat.com

چنانچہ عیسائیوں کو اُسی وقت چھوڑ دیا گیا اور وہ دعائیں دیتے ہوئے چلے گئے۔ عجز و انکساری سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی، فتحِ بیتُ المقدس آپ رضی اللہ عنہ کی عجز و انکساری کی سب سے بہترین مثال ہے۔ سیّدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اسلامی لشکر نے بیتُ المقدس کا محاصرہ کیا، لڑائی طویل ہوئی اور محاصرے نے طول کھینچا تو محصورین نے صلح کی درخواست اس شرط پر پیش کی کہ ہماری کتابوں میں اُس شخص کا حلیہ لکھا ہے جو بیتُ المقدس فتح کرے گا، شہنشاہ (خلیفہ) کو بلا لو، اگر وہی ہیں تو ہم قلعہ بغیر کسی مزاحمت کے اُن کے حوالے کر دیں گے۔ اس مرحلے پر امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خود جانے کا مشورہ دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور خود بیتُ المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔۔۔ اسلامی دنیا کے عظیم المرتبت خلیفہ روانہ ہوئے۔۔۔ نہ نقّارے تھے۔۔۔ نہ لاؤ لشکر تھا۔۔۔ نہ ڈیرے تھے۔۔۔ نہ خیمے۔۔۔ بس اک تھیلا تھا جس میں تھوڑی سی کھجوریں اور ستو تھا۔۔۔ اور ایک لکڑی کا پیالہ۔۔۔ ایک غلام آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا جو اس سفر میں باری باری سوار ہو کر چلتا، جب وہ سوار ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ اونٹ کی مہار پکڑ کر چلتے اور جب آپ رضی اللہ عنہ سوار ہوتے تو غلام اونٹ کی مہار پکڑ لیتا تھا۔۔۔ جب سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیتُ المقدس کے قریب "جابیہ" کے مقام پر پہنچے تو رومیوں نے مسلمانوں سے درخواست کی: اپنے شہنشاہ کو قریب لاؤ تاکہ ہم اُنہیں دیکھ لیں، آپ رضی اللہ عنہ اُسی وقت کھڑے ہوئے، بکری کی اُون کا جُبہ پہنے ہوئے تھے جس میں 14 پیوند لگے تھے اور اکثر پیوند چمڑے کے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے ہمراہ سیّدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو لے کر چلے، جب رومیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو اُن کے مذہبی پیشوا نے کہا: یہی وہ شخص ہے جو بیتُ المقدس فتح کرے گا، مشرق و مغرب تک ہماری کتابوں میں اسی کا تذکرہ ہے، جس قدر جلد ممکن ہو سکے قلعے کے پھاٹک کھول دو؛ یہ کہہ کر اُنہوں نے سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے امان طلب کی تو آپ رضی اللہ عنہ یہ کیفیت دیکھتے ہی اونٹ پر سجدے میں جُھک گئے اور پھر صلح نامہ لکھوایا۔۔۔ یہ صلح نامہ پڑھیئے:

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هذا ما أعطى عبد الله عمر أمير المؤمنين أهل إيلياء من الأمان، أعطاهم أماناً لأنفسهم وأموالهم، ولكنائسهم وصلبانهم، وسقيمها وبريئها وسائر ملتها، أنّه لا تسكن كنائسهم ولا تهدم، ولا ينتقص منها ولا من حيزها، ولا من صليبهم، ولا من شيء من أموالهم، ولا يكرهون على دينهم، ولا يضار أحد منهم، ولا يسكن بإيلياء معهم أحد من اليهود، وعلى أهل إيلياء أن يعطوا الجزية كما يعطي أهل المدائن، وعليهم أن يخرجوا منها الروم واللصوت، فمن خرج منهم فإنه آمن على نفسه وماله حتى يبلغوا مأمنهم، ومن أقام منهم فهو آمن، وعليه مثل ما على أهل إيلياء من الجزية، ومن أحب من أهل إيلياء أن يسير بنفسه وماله مع الروم ويخلي بِيَعهم وصلبهم فإنهم آمنون على أنفسهم وعلى بيعهم وصلبهم، حتى يبلغوا مأمنهم، ومن كان بها من أهل الأرض قبل مقتل فلان، فمن شاء منهم قعدوا عليه مثل ما على أهل إيلياء من الجزية، ومن شاء سار مع الروم، ومن شاء رجع إلى أهله فإنّه لا يؤخذ منهم شيء حتى يحصد حصادهم، وعلى ما في هذا الكتاب عهد الله وذمة رسوله وذمة الخلفاء وذمة المؤمنين إذا أعطوا الذي عليهم من الجزية شهد على ذلك خالد بْن الوليد، وعمرو بْن العاص، وعبد الرحمن بْن عوف، ومعاوية بْن أبي سفيان وكتب وحضر.

”اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر نے ایلیا والوں کو امان دے دی ہے۔ اُن کو اُن کی جانوں اور مالوں کی امان دی گئی ہے، اُن کے عبادت خانے، صلیبیں، بیمار اور تندرست اور تمام مذاہب والے باشندے امان میں رہیں گے۔ اُن کے گرجاؤں کو کوئی (مسلمان) رہائش کیلئے استعمال نہیں کرے گا، نہ اُن کو منہدم کیا جائے گا اور نہ ہی اُن کی عمارت یا زمین میں سے کمی کی جائے گی، اور نہ ہی اُن کی صلیب اور مال میں کمی کی جائے گی۔ اُن پر اُن کے دین کے مطابق جبر نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اُن کے کسی فرد کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا۔ اور ایلیا میں اُن لوگوں کے ساتھ کسی یہودی کو رہنے کی اجازت نہیں ہوگی، ایلیا کے باشندوں کیلئے دوسرے شہروں کے لوگوں کی طرح جزیہ کی ادائیگی لازم ہوگی۔ اُن پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ رومیوں کو اور اسی طرح چوروں کو ایلیا سے نکال دیں، اُن کے

Marfat.com

لوگوں میں سے جو کوئی وہاں سے نکلے گا تو اُس کی حفاظت اُس کے امن کی جگہ تک پہنچنے تک کی جائے گی اور جو یہاں پر قیام کرنا چاہے گا تو اُس کی بھی حفاظت کی جائے گی اور اُس پر ایلیاوالوں کی طرح جزیہ کی ادائیگی لازم ہو گی۔ مزید بر آں یہ کہ اگر ایلیاوالوں میں سے کوئی بذاتِ خود اپنے مال کو لے کر اپنی صلیبوں اور دینی سامان کے ساتھ رومیوں کے ہمراہ جانا چاہے، تو اُس کی جان و مال اور سامان بھی امن میں ہو گا حتیٰ کہ وہ اپنی امن والی جگہ تک پہنچ جائے اور اُن لوگوں میں سے جو فلاں شخص کے قتل سے پہلے ہی زمیندار تھے، تو اب اُن کی مرضی ہے کہ چاہیں تو ایلیاوالوں کی طرح وہ بھی جزیہ ادا کریں اور اگر چاہیں تو روم والوں کے ساتھ وہ بھی جا سکتے ہیں اور جو اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹنا چاہے تو اس کی بھی اجازت ہے، اس لئے کہ اُن زمینداروں سے اُن کی فصل کی کٹائی آنے سے قبل کوئی ٹیکس وغیرہ نہیں لیا جائے گا، جو کچھ بھی اس معاہدے میں تحریر کیا گیا ہے، یہ اللہ، اُس کے رسول اور خلفاء اور مؤمنوں کی ذمہ داری میں ہے، جبکہ یہ لوگ اپنے واجب شدہ جزیہ کی ادائیگی کریں۔ اس معاہدے کے گواہ سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، سیّدنا عبد الرّحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہیں"۔ (تاریخ طبری)

سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیتُ المقدس تشریف لائے، محرابِ داؤدی کے پاس پہنچ کر آیاتِ قرآنی کی تلاوت کی اور سجدہ کیا پھر نمازِ مغرب کا وقت آیا، کہا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ یہیں نماز پڑھ لیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ مناسب نہیں، ایسا نہ ہو کہ بعد میں مسلمان اس جگہ آکر نماز پڑھنا شروع کر دیں۔

ایک روز امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیّدنا حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ سے (جو شام ہی میں رہائش پذیر ہو گئے تھے) اذان دینے کی درخواست کی اگرچہ سیّدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اذان دینا بند کر دی تھی لیکن فرمایا: امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! اگرچہ میں عزم کر چکا ہوں کہ اب اذان نہیں دوں گا لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی تعمیل میں آج دیتا ہوں چنانچہ سیّدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے اذان دینا شروع

Marfat.com

کی، تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حضورِ اکرم ﷺ کا عہدِ مبارک یاد آگیا اور سب پر بے حد رقت طاری ہو گئی، سیّدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روتے روتے بے حال ہو گئے اور خود امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بھی ہچکیاں بندھ گئیں۔

سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی عظمت و بزرگی کے متعلق حضور ﷺ کی بے شمار احادیث موجود ہیں۔۔۔ اس سے بڑھ کر بھلا اور کیا سَند ہو سکتی ہے۔۔۔؟

اکثر مواقع پر سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی رائے کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا اور بذریعۂ وحی اس کی تائید میں آیات کا نزول ہوا۔ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسالت مآب ﷺ سے والہانہ محبت کرتے تھے اور وہ مشہور واقعہ کہ رسول اللہ ﷺ کی جدائی اور وصال کا لفظ سننا بھی آپ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اور نڈر صحابی کیلئے ناقابلِ برداشت ہو گیا تھا۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہ کا دل یہ ماننے کیلئے تیار ہی نہ تھا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ اب دنیا سے رُخصت ہو گئے ہیں۔۔۔ عشق کے انتہائی جذبات کے باعث تلوار میان سے نکال کر فرمانے لگے: "جو یہ کہے گا کہ محمد ﷺ انتقال کر گئے اُس کا سر تن سے جدا کر دوں گا"۔

نبی کریم ﷺ بھی سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اپنے بے حد قریب رکھا کرتے تھے نیز اہم مواقع پر آپ رضی اللہ عنہ سے رائے اور مشورے بھی لیا کرتے تھے۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے "خلیفۂ ثانی" تھے۔۔۔ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت فرمائی اور آپ ﷺ کے ہمراہ رہے۔۔۔ اپنی بہادری اور جاں نثاری کے جوہر دکھائے۔۔۔ صلحِ حدیبیہ، بیعتِ رضوان اور فتحِ مکہ جیسے اہم ترین مواقع پر آپ رضی اللہ عنہ کی جرأت، شجاعت، علم و دانائی اور بے باکی نے مسلمانوں کو تقویت پہنچائی۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد کمال درجہ پر پہنچا ہوا تھا۔۔۔

سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا:

عمر (رضی اللہ عنہ) کا اسلام لانا مسلمانوں کی "فتح"، اُن کی ہجرت (ایک طرح کی) "نصرت" اور اُن کی خلافت اللہ کی "رحمت" تھی۔

Marfat.com

امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت مسلمانوں کی عظیم الشان فتح مندی کا دور ہے۔۔۔ ایک طرف پورا عرب جبکہ دوسری طرف مصر، شام، بیتُ المقدس، ایران، طرابلس، مکران، بلخ، آذر بائیجان اور دیگر اہم ترین علاقے نہ صرف فتح ہوئے بلکہ عدل و انصاف کا وہ دور شروع ہوا کہ گویا شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پینے لگے۔۔۔ یہ محاورہ آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت پر صادق آتا ہے۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہ کے طرزِ خلافت یعنی طرزِ حکمرانی نے انسانیت کے سنہری اُصول روشناس کرائے۔۔۔ حقوقِ انسانیت کا چارٹر ہو، یا عدل وانصاف کیلئے وضع کئے گئے سنہری اُصول۔۔۔ یہ تاریخ کے اہم اقدامات تھے جو آج تک جاری وساری ہیں۔۔۔

سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مارکیٹ کمیٹی، محکمہ قضاء، پولیس، جیل خانہ جات، محکمۂ انسدادِ بے رحمی جانوراں، محکمۂ عمارات، محکمۂ ڈاک، محکمۂ مردم شماری اور دیگر محکمے اتنی مضبوط بنیادوں پر قائم کر دیئے کہ رعایا کو امن و امان اور فوری انصاف میسر آنے لگا۔ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا نظامِ حکومت ایک تجرباتی عمل نہیں تھا بلکہ روزِ روشن کی طرح بائیس لاکھ مربع میل زمین پر مختلف مذاہب و عقائد، مختلف تہذیب و تمدن پر مشتمل لاکھوں انسانوں پر جاری وساری تھا۔

سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے 26/ ذی الحجہ 23 ہجری کو حسبِ معمول فجر کی نماز پڑھانے کیلئے جیسے ہی تکبیر بلند کی، ایک مجوسی غلام ابو لُولُو نے آپ رضی اللہ عنہ پر خنجر کے پے دَر پے وار کئے، وار کرنے کے بعد وہ بھاگ نکلا۔۔۔ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انتہائی بے تابی سے سیّدنا عبد الرّحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر مصلّے پر کھڑا کر دیا اور خود زخموں کی تاب نہ لا کر فرش پر گر پڑے۔۔۔ سیّدنا عبد الرّحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دو چھوٹی سورتیں سورۂ عصر اور سورۂ کوثر پڑھ کر نماز مکمل کی۔۔۔ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں گھر لایا گیا۔۔۔ اُس وقت آپ رضی اللہ عنہ بے ہوشی کی حالت میں تھے۔۔۔ ہوش میں آنے کے بعد اسی حالت میں آپ رضی اللہ عنہ نے لیٹے لیٹے نماز ادا کی اور پوچھا: میرا قاتل کون ہے؟ عرض کیا گیا: مجوسی غلام ابو لُولُو ہے۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہ کے روئے اَنور پر بشاشت طاری ہوئی اور فرمایا: الحمد للہ! میرا قاتل کوئی کلمہ گو نہیں ہے۔۔۔

Marfat.com

زخم دیکھنے کے بعد طبیب نے کہا: جانبر ہونے کی اُمید کم ہے۔۔۔یہ سنتے ہی سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جاکر اجازت طلب کرو: "عمر کی خواہش ہے کہ اُسے اپنے دو پیشروؤں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مل جائے" اور ساتھ ہی تاکید بھی کر دی کہ اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے مجھے "امیر المؤمنین" نہ کہنا، بلکہ صرف "عمر" کہنا۔۔۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہا اس دل سوز واقعے پر رو رہی تھیں، آپ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خواہش پیش کی گئی تو آپ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: یہ جگہ تو میں نے اپنے لئے رکھی تھی لیکن میں عمر (رضی اللہ عنہ) کو اس معاملے میں خود پر ترجیح دیتی ہوں۔۔۔ یہ خوشخبری جب سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو سنائی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الحمد للہ! یہ میری بڑی خوش نصیبی ہے۔۔۔ پھر فرمانے لگے: میرے انتقال کے بعد جنازہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے سامنے رکھ دینا اور پھر اجازت طلب کرنا، اگر اجازت مل جائے تو اندر لے جانا۔۔۔ چنانچہ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے باہر پہنچا دیا گیا اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اجازت کے بعد سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سیّدنا عبد الرّحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی اس عظیم ہستی کو رسول اللہ ﷺ اور خلیفۂ رسول سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ سیّدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی۔ وصال کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمرِ مبارک 63 برس تھی۔ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اُن عشرۂ مبشرہ میں سے ایک تھے جنہیں نبی کریم ﷺ نے زندگی ہی میں جنت الفردوس کی بشارت فرمادی تھی۔

سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کی مدت دس سال، چھ مہینے اور چار دن ہے۔۔۔ اس عرصے میں انسانی زندگی کا ایسا کوئی شعبہ نہیں جس میں سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اصلاحات و خدمات

Marfat.com

موجود نہ ہوں جبکہ بعض شعبہ جات میں تو آپ رضی اللہ عنہ کو ہی اوّلیت حاصل ہے۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے شب و روز کا ٹائم ٹیبل اسکندریہ کے قاصد کے سامنے یوں بیان فرمایا:

"اگر میں دن کو آرام کروں تو لوگوں کا نقصان ہو گا اور اگر رات کو آرام کروں تو میرا اپنا نقصان ہو گا"۔

میں یہاں پر سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسی جملے پر آج کے صاحبانِ اقتدار اور صاحبانِ اختیار کو اپنے اپنے شیڈول کو دوبارہ ترتیب دینے کی دعوت دیتا ہوں کہ وہ ان کلماتِ مبارکہ پر غور کریں اور زندگی کو مخلوقِ خدا کی بھلائی میں صَرف کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخروئی نصیب ہو سکے۔

Marfat.com

خلیفۂ رسول ﷺ امیر المؤمنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

خلیفۂ سوم امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ صحیح روایت کے مطابق عام الفیل کے چھ سال بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، ایک اور روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت شہرِ طائف میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ عمر میں رسول اللہ ﷺ سے تقریباً پانچ چھ سال چھوٹے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام "عفان بن ابو العاص" اور والدہ کا نام "اروٰی بنتِ کریز" تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والدین نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام "عثمان" رکھا اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔ قبل از اسلام آپ رضی اللہ عنہ کو "ابو عمرو" کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی دوسری کنیت "ابو عبد اللہ" تھی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہ کو "ابو عبد اللہ" ہی کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب بھی حضورِ اکرم ﷺ سے جا کر مل جاتا ہے، شجرۂ نسب یوں ہے:

عثمان بن عفان بن ابو العاص بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب۔

نبی کریم ﷺ کے والد سیّدنا حضرت عبد اللہ اور امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی نانی اُمِ حکیم جڑواں پیدا ہوئے تھے۔ اُمِ حکیم کی صاحبزادی بی بی اروٰی حضورِ اکرم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن اور سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ اس رشتے سے سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے بھانجے تھے۔

Marfat.com

سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے والد ظہورِ اسلام سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے جبکہ والدہ نے اسلام قبول کیا اور آپ رضی اللہ عنہ ہی کے دورِ خلافت میں وفات پائی تھی۔ اسلام قبول کرنے سے قبل ہی آپ رضی اللہ عنہ کا شمار قوم کے بہترین افراد میں ہوا کرتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ مال دار، شیریں کلام اور شرم وحیا کے پیکر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ظاہری اور باطنی پاک دامنی کا یہ حال تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے نہ ہی کسی بُت کو سجدہ کیا، نہ بے حیائی کا کوئی کام اور نہ ہی کبھی شراب پی بلکہ آپ رضی اللہ عنہ تو زمانۂ جاہلیت میں بھی اس کی مذمت کیا کرتے تھے۔

سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو عرب کے قدیم علوم جیسے انساب، امثال اور تاریخ وغیرہ پر عبور حاصل تھا۔ اپنے والد کے پیشے کے مطابق تجارت میں خوب ترقی کی اور جلد ہی بنو اُمیہ کے مالداروں میں آپ رضی اللہ عنہ کا شمار ہونے لگا۔ قریش میں آپ رضی اللہ عنہ کی انتہائی تعظیم اور قدر ومنزلت تھی، قریش سے آپ رضی اللہ عنہ کی محبت کا ایک انوکھا واقعہ پڑھ لیجئے۔۔۔ ایک عرب خاتون اپنے بچے کو لوری دیتے ہوئے کہہ رہی تھی:

أُحِبُّكَ وَالرَّحْمَنِ حُبَّ قُرَيْشٍ عُثْمَانَ. (معجم ابن الاعرابی، باب الباء، رقم: 878)

"رحمٰن کی قسم! میں تجھ سے اس طرح محبت کرتی ہوں جس طرح قریش، عثمان سے محبت کرتے ہیں"۔

آپ رضی اللہ عنہ کی عمرِ مبارک جب 34 برس تھی تو سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوتِ اسلام پر بغیر لیت ولعل کے لبیک کہا اور اسلام قبول کیا۔ اس طرح روایت کے مطابق سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بعد مردوں میں اسلام قبول کرنے والے چوتھے فرد تھے۔

ذرا یہ واقعہ بھی پڑھ لیجئے۔۔۔ جو سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو سنایا تھا۔۔

سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

"اے اللہ کے رسول ﷺ! میں حال ہی میں ملکِ شام سے آیا ہوں، جب ہم "مَعان" اور "زرقہ" کے درمیان تھے تو آرام کیلئے اُترے اور ابھی نیم خوابیدگی ہی میں تھے کہ کسی نے آواز

Marfat.com

دی: اے سونے والو! بھاگو، مکہ میں احمد کا ظہور ہو چکا ہے۔ ہم یہاں آئے تو آپ ﷺ کے بارے میں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرمایا ہے"۔

سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سنجیدہ اور خاموش طبع شخصیت کے حامل تھے۔ صبر و رضا کے پیکر اور سخاوت و حیاء جیسی صفات سے متصف تھے، نیک سیرت اور رحمدل تھے۔ انہی اعلیٰ اوصاف کے ساتھ اسلام کے پیغام کو پھیلاتے رہے اور مخلوقِ خدا کی خدمت کرتے رہے یہاں تک کہ ایک مضبوط رہنما کی حیثیت سے مسلمانوں کے خاص و عام میں مقبول ہوتے چلے گئے۔ غریبوں کی غمخواری اور ضرورتمندوں اور کمزوروں کی مدد تو جیسے آپ رضی اللہ عنہ کا مقصدِ حیات بن چکا تھا۔

سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شخصیت سازی اور کردار کو باوقار بنانے میں رسالت مآب ﷺ کی صحبتِ مبارک کا ہی فیض تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں مقامات پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے، مکہ مکرمہ میں جہاں اور مسلمانوں کے اوپر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے، وہیں سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے چچا حکم بن ابو العاص بن اُمیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو باندھ دیا اور کہا: تجھے اپنا آبائی دین چھوڑنے کی جرأت کیسے ہوئی، میں تجھے اُس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک محمد (ﷺ) کا دین ترک نہیں کرے گا؟ یہ سُن کر آپ رضی اللہ عنہ نے بھی اُسی لہجے میں جواب دیا: اللہ کی قسم! یہ ممکن ہی نہیں کہ میں اس دینِ حق کو چھوڑ دوں۔

سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی نبی کریم ﷺ سے بے پناہ محبت اور عقیدت ضرب المثل تھی۔۔۔ اس ضمن میں ایک واقعہ پڑھتے چلیئے۔۔۔ جس سے سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت کا احساس مزید اُجاگر ہو گا۔۔۔

رسول اللہ ﷺ نے اعلانِ نبوت سے پہلے اپنی دو صاحبزادیوں یعنی سیّدہ رُقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کر دیا تھا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ "سورۂ لہب" نازل ہوئی جس میں

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ابو لہب اور اُس کی بیوی کی مذمت اور ذِلت کا اعلان فرمایا تھا چنانچہ ابو لہب اور اُس کی بیوی نے انتقام لینے کیلئے اپنے بیٹوں سے کہا: محمد (ﷺ) کی بیٹیوں کو طلاق دے دو۔۔۔ لہٰذا اُنہوں نے طلاق دے دی۔۔۔ اس سے اُن کا مقصود یہ تھا کہ آپ ﷺ کو اس طرح اذیت پہنچائیں گے۔۔۔ لیکن جیسے ہی یہ خبر سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سنی تو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں رشتے کی درخواست پیش کر دی جسے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے قبول فرمالیا اور یوں سیّدہ رُقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دیا گیا۔۔۔ اور دامادِ رسول ﷺ ہونے کا یہ عظیم اعزاز آپ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔۔۔ اُم المومنین سیّدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا نے سیّدہ رُقیہ رضی اللہ عنہا کو رخصت کیا۔۔۔ یہ دونوں میاں بیوی ایسے خوبصورت و باکمال تھے کہ اس مبارک جوڑے کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا گیا:

أَحْسَنُ زَوْجَيْنِ رَآهُمَا إِنْسَان رُقَيَّةُ وَزَوْجُهَا عُثْمَان

"انسانی آنکھ نے جو خوبصورت ترین جوڑا دیکھا، وہ سیّدہ رقیہ اور اُن کے شوہر عثمان کا جوڑا ہے"۔

سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ایک اور اعزاز بھی پڑھیئے جو ایک طرف عطائے خداوندی تھا تو دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کی آپ رضی اللہ عنہ سے محبت والفت کا واضح اظہار تھا۔ سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زوجہ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد رسالت مآب ﷺ نے اپنی ایک اور چہیتی بیٹی سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ فرما دیا تھا۔۔۔ مزید پڑھیئے۔۔۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ مسجد کے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر فرمانے لگے:

"يَا عُثْمَانُ! هَذَا جِبْرِيلُ أَخْبَرَنِي أَنَّ اللهَ قَدْ زَوَّجَكَ أُمَّ كُلْثُومٍ بِمِثْلِ صَدَاقِ رُقَيَّةَ عَلَى مِثْلِ صُحْبَتِهَا"۔ (سنن ابن ماجہ، فضل عثمان، رقم: 110)

"اے عثمان (رضی اللہ عنہ)! یہ جبرائیل (علیہ السلام) ہیں جنہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُمِّ کلثوم (رضی اللہ عنہا) کا نکاح تم سے کر دیا ہے، رُقیہ والا حق مہر مقرر کیا ہے اور انہی جیسا سلوک کرنے کی تاکید کی ہے"۔

Marfat.com

شادی کے تین دن بعد رسول اللہ ﷺ اپنی صاحبزادی سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور دریافت فرمایا: پیاری بیٹی! تمہیں اپنا شوہر کیسا لگا؟ آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: بہت اچھے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیوں کے یکے بعد دیگرے سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آنے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ "ذوالنورین" کہلائے۔ اسی طرح یہ اعزاز بھی آپ رضی اللہ عنہ ہی کے حصے میں آیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دنیا میں کسی نبی یا رسول علیہم السلام کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ایک ہی شخص کے نکاح میں نہیں آئیں۔ اب سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی عظمت و بزرگی اور رسالت مآب ﷺ کی آپ رضی اللہ عنہ سے والہانہ محبت کا اظہار ایک مرتبہ اور پڑھ لیجئے کہ سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا بھی وصال فرما گئیں اور آپ رضی اللہ عنہ پریشان و غمگین تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اس صدمے کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا:

لَوْ كَانَتْ عِنْدِيْ ثَالِثَةٌ لَزَوَّجْتُكَهَا.

"اے عثمان (رضی اللہ عنہ)! اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو میں اُسے بھی تمہارے نکاح میں دے دیتا"۔ (تاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس)

سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی کن کن خصوصیات کو بیان کیا جائے۔۔۔ سخاوت دیکھو! تو اپنی مثال آپ۔۔۔ حیاء دیکھو! تو لاجواب۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کی تجارت اور سرمائے میں بے تحاشہ برکت عطا فرمائی۔۔۔ اور آپ رضی اللہ عنہ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے لٹاتے ہی چلے گئے۔۔۔ کبھی فقر کا خدشہ محسوس ہی نہیں کیا۔۔۔ ایک دو مثالیں پڑھتے جایئے۔۔۔

مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کا ایک ہی کنواں تھا اور مسلمان مہنگے داموں پانی خرید اکرتے تھے، یہ کنواں جسے "بئرِ رُومہ" کہتے ہیں، اُس کا مالک بنو غفار کا ایک شخص تھا، آپ ﷺ نے اُس سے فرمایا:

بِعْنِيهَا بِعَيْنٍ فِي الْجَنَّةِ

"کیا تم جنت کے ایک چشمے کے بدلے اسے فروخت کرو گے"؟

Marfat.com

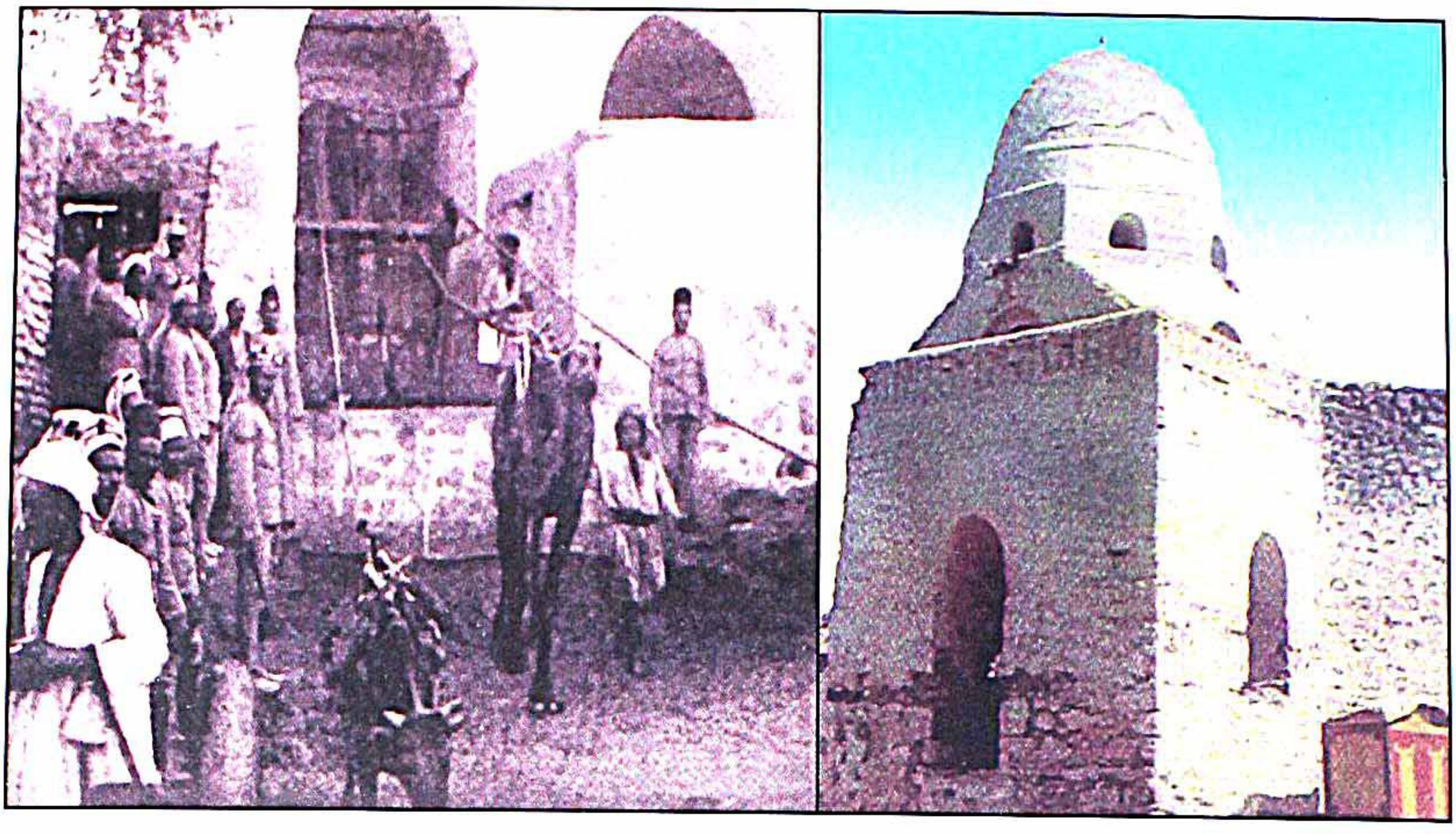

اَریس کا وہ کنواں جس میں حضور ﷺ کی وہ انگوٹھی گر گئی تھی جو مہر لگانے کے کام آتی تھی۔ خلیفہ اوّل سیدنا ابوبکر صدیق، خلیفہ دوم سیدنا عمر بن خطاب اور خلیفہ سوئم سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم اس انگوٹھی کو بطور مہر استعمال کرتے تھے لیکن یہ انگوٹھی (مہر) مبارک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اس کنویں میں گر گئی۔ بہت ڈھونڈا لیکن یہ انگوٹھی نہیں مل سکی۔ عثمانی دورِ خلافت میں اس یادگار کنویں پر عمارت قائم کی گئی تھی۔

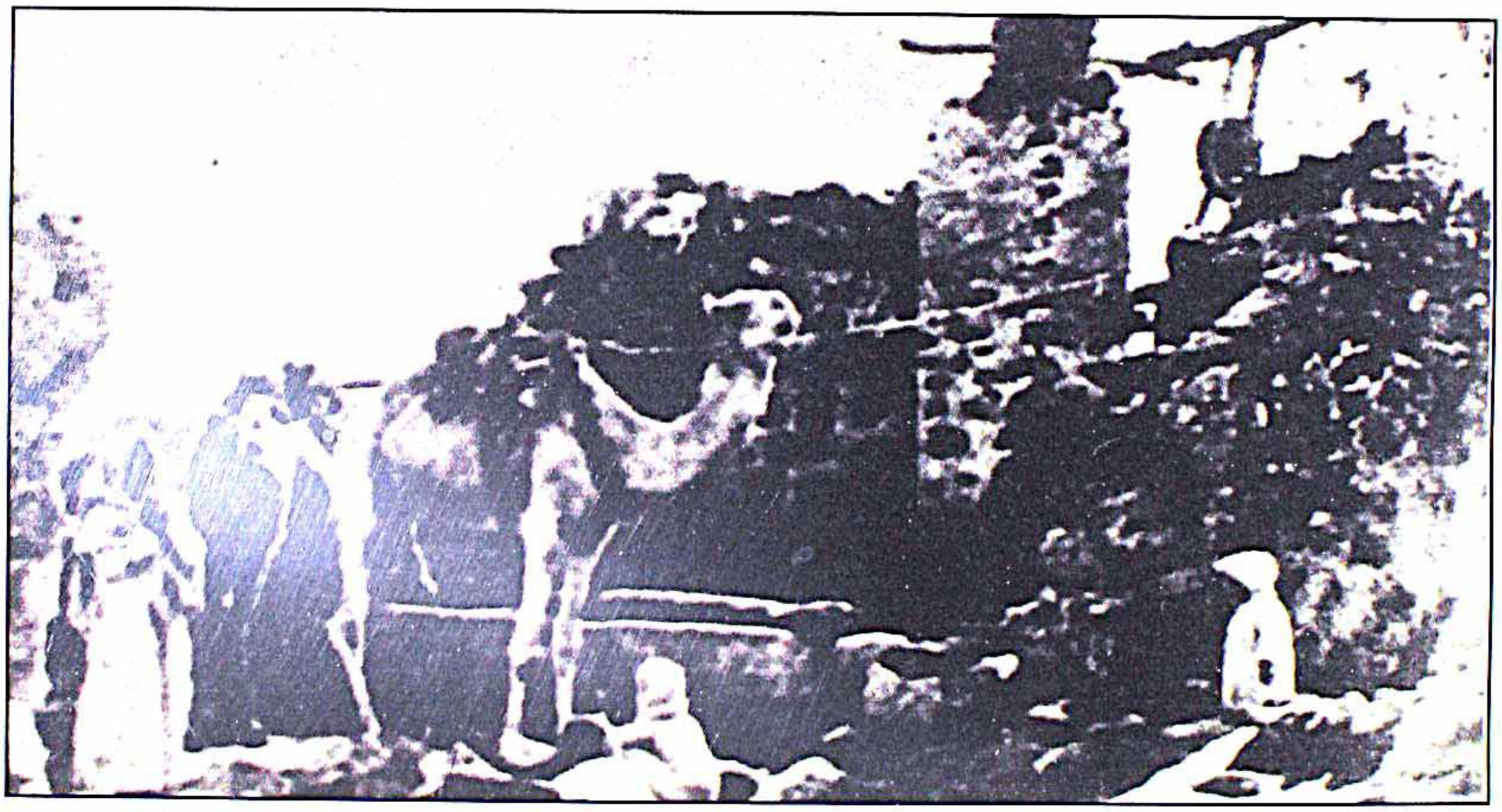

رومہ کنویں کی یادگار تاریخی اور قدیم تصویر۔ یہ کنواں رومہ خلیفہ سوئم سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار یا پینتیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔

Marfat.com

اُس نے کہا: اللہ کے رسول (ﷺ)! میرے خاندان کیلئے یہ واحد ذریعۂ آمدنی ہے۔

سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کنواں 35 ہزار درہم کے عِوض خرید کر حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کنویں کی جو قیمت آپ ﷺ اُسے مرحمت فرما رہے تھے، کیا اُسی قیمت (جنت میں ایک چشمے کے بدلے) میں مجھ سے خریدیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول ﷺ! میں اُسے مسلمانوں کیلئے وقف کرتا ہوں جبکہ ایک اور روایت میں ہے کہ اس کنویں کا مالک ایک یہودی تھا اور مسلمانوں کو پانی بیچا کرتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کنواں 20 ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا۔ (معجم کبیر طبرانی، رقم:1226)

سخاوتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی ایک اور مثال پڑھیے۔۔۔ حضورِ اکرم ﷺ نے مسجدِ نبوی ﷺ کی توسیع کیلئے ملحقہ زمین خرید کر مسجد میں شامل کرنے کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا:

مَنْ يَشْتَرِي بُقْعَةَ آلِ فُلَانٍ فَيَزِيدَهَا فِي الْمَسْجِدِ بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ

”کون ہے جو آلِ فلاں کی زمین خرید کر مسجد میں شامل کرے، اللہ اُسے جنت میں اس سے بہتر زمین عطا فرمائے گا“۔ (جامع الترمذی، رقم: 3703)

یہ سنتے ہی سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور وہ قطعۂ زمین 20 یا 25 ہزار درہم میں خرید لیا، اس طرح آپ رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی ﷺ کو مسلمانوں کیلئے وسیع کر دیا۔۔۔ اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ سے راضی ہو۔۔۔

غزوۂ تبوک کا بھی ایک واقعہ پڑھتے جایئے۔۔۔ سیّدنا عبد الرّحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں اُس مجلس میں موجود تھا جب رسول اللہ ﷺ تبوک کے لشکر کیلئے خرچ کرنے کی ترغیب دلا رہے تھے، سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی خاطر دو سو اونٹ ساز و سامان سمیت پیشِ خدمت ہیں، آپ ﷺ نے پھر ترغیب دلائی تو سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ دوبارہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں تین سو اونٹ ساز و سامان سمیت پیش کرتا ہوں پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر سے نیچے اُترتے ہوئے دیکھا اور آپ ﷺ کی زبانِ مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے:

Marfat.com

مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ . مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ .

”آج کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) کا کوئی عمل اُسے نقصان نہیں دے گا، آج کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) کا کوئی عمل اُسے نقصان نہیں دے گا“۔ (جامع ترمذی، فی مناقب عثمان، رقم: 3701)

حضرت عبد الرّحمٰن بن ثمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

تبوک کے لشکر کی تیاری والے دن سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپڑے میں ہزار درہم لیکر حاضر ہوئے جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک میں اسلامی لشکر کیلئے 940 اونٹ، 60 گھوڑے دینے کے ساتھ ساتھ 10 ہزار دینار لاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیناروں کو اپنے دستِ مبارک سے اُلٹ پلٹ رہے تھے اور زبانِ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الفاظ جاری تھے:

مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ .

”آج کے بعد عثمان کا کوئی عمل اُسے نُقصان نہیں دے گا“۔ (جامع ترمذی، فی مناقب عثمان، رقم: 3701)

سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی پوری حیاتِ طیبہ ایسی ہی جود و سخا سے بھری ہوئی ہے۔۔۔ مدینہ منورہ کی اس جدید سلطنت کیلئے سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جس فراخدلی سے سرمایہ کاری کی وہ قیامت تک یاد رکھی جائے گی۔۔۔ ایک اور ذرا حیران کر دینے والی بات پڑھیئے۔۔۔! مجھے مدینہ منورہ میں ایک سے زائد افراد نے یقین سے بتایا ہے کہ سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی 14 سو برس قبل جو جائیدادیں تھیں وہ مسلمانوں کیلئے وقف کر دی گئی تھیں۔۔۔ اُن کی آمدنی آج تک مدینہ منورہ کے بینکوں میں سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نام کے اکاؤنٹ میں آرہی ہے اور جمع ہو رہی ہے۔۔۔ سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشوروں میں بھی شریک رہتے تھے۔۔۔ غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ رہتے تھے۔۔۔ البتہ غزوۂ بدر میں جب آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں اور آپ رضی اللہ عنہا کا مرض شدت اختیار کر گیا تھا تو

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ رسالت مآب ﷺ کی ہدایت پر سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری میں مشغول رہے لیکن آپ ﷺ نے سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بدری شمار کر کے مالِ غنیمت میں سے باقاعدہ حصہ بھی عنایت فرمایا۔

اسلام کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ بیعتِ رضوان ہے، یہ بیعت بھی سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کیلئے ہی منعقد ہوئی تھی کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی طرف سے کفارِ مکہ سے بات چیت کیلئے تشریف لے گئے اور اسی اثناء میں اسلامی لشکر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس تناظر میں ایک درخت کے نیچے "بیعتِ رضوان" لی گئی جس میں تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لینے کے بعد آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بلند کیا اور فرمایا:

هَذِهِ يَدُ عُثْمَانَ

"یہ عثمان کا ہاتھ ہے"۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عثمان، رقم: 3698)

یہ فضیلت سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ دونوں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں اہم صلاح و مشورے اور دیگر معاملات میں شریک رہا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر ایک روایت میں ہے کہ سنِ ہجری کا آغاز محرم الحرام سے شروع کرنے کا مشورہ آپ رضی اللہ عنہ ہی نے دیا تھا۔ اسی طرح مالی وسائل کا ریکارڈ یعنی رجسٹر بنانے کی تجویز شورائی اجلاس میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ ہی نے دی تھی جسے منظور کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں کی خیر خواہی کیلئے جس قدر کام ہو سکتے تھے وہ آپ رضی اللہ عنہ نے کئے، گورنروں کے اوقاتِ کار مقرر فرمائے، حجاج کرام کی سہولتوں کا انتظام غرض اُمورِ مملکت کیلئے بہترین انتظامات کئے گئے، فتوحات کا سلسلہ جاری رہا جس میں بہت سے صوبے اور شہر فتح ہوئے اور مملکتِ اسلامیہ وسیع سے وسیع ہوتی چلی گئی۔

سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا اُمت پر ایک احسان جو تسلیم کیا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی تدوین ہوئی۔ یہ بات قطعی ہے کہ قرآنِ مجید اپنی ترتیب کے ساتھ ٹھیک

Marfat.com

اُسی طرح ہے، جس طرح نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آخری بار جبرائیل امین علیہ السلام سے قرآن دہراتے ہوئے سنا اور سنایا۔ پھر متفرق چیزوں پر لکھا ہوا یہ قرآن خلیفۂ اول سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حفاظت میں رہا، آپ رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفۂ ثانی امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تحویل میں چلا گیا اور پھر سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اُم المؤمنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ یہ مصاحف ہمیں بھیج دیں، ہم انہیں مزید صحیفوں میں نقل کر کے آپ رضی اللہ عنہا کو واپس بھیج دیں گے۔ اُم المؤمنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحائف بھیج دیئے۔ سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، سیّدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عبد الرّحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے قریش کی لغت کے مطابق اُسے نقل کیا اور اس کے کئی نسخے تیار کئے پھر سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا دیا ہوا نسخہ آپ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیا اور نقل ہو جانے والے نسخوں کو اسلامی علاقوں میں بھجوا دیا گیا۔ اس طرح مختلف علاقوں میں لب و لہجے اور بیان کے باعث جو اُلجھنیں پیدا ہو رہی تھیں اُن کا خاتمہ ہو گیا۔

شہادتِ سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہمراہ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اُحد پہاڑ پر موجود تھے کہ پہاڑ میں حرکت ہوئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

اسْكُنْ أُحُدُ أَظُنُّهُ ضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ فَلَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ. وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ.

"اُحد! ٹھہر جا (راوی اپنا خیال بیان کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پہاڑ پر اپنا پاؤں مارا تھا)، تجھ پر ایک نبی (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم)، ایک صدیق (رضی اللہ عنہ) اور دو شہید (رضی اللہ عنہما) (موجود) ہیں"۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عثمان، رقم: 3699)

اس حدیثِ مبارکہ کی موجودگی سب سے بڑی سَند ہے کہ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنی شہادت کا پورا یقین تھا کیونکہ یہ فرمان رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا تھا اور یہ گفتگو ان

Marfat.com

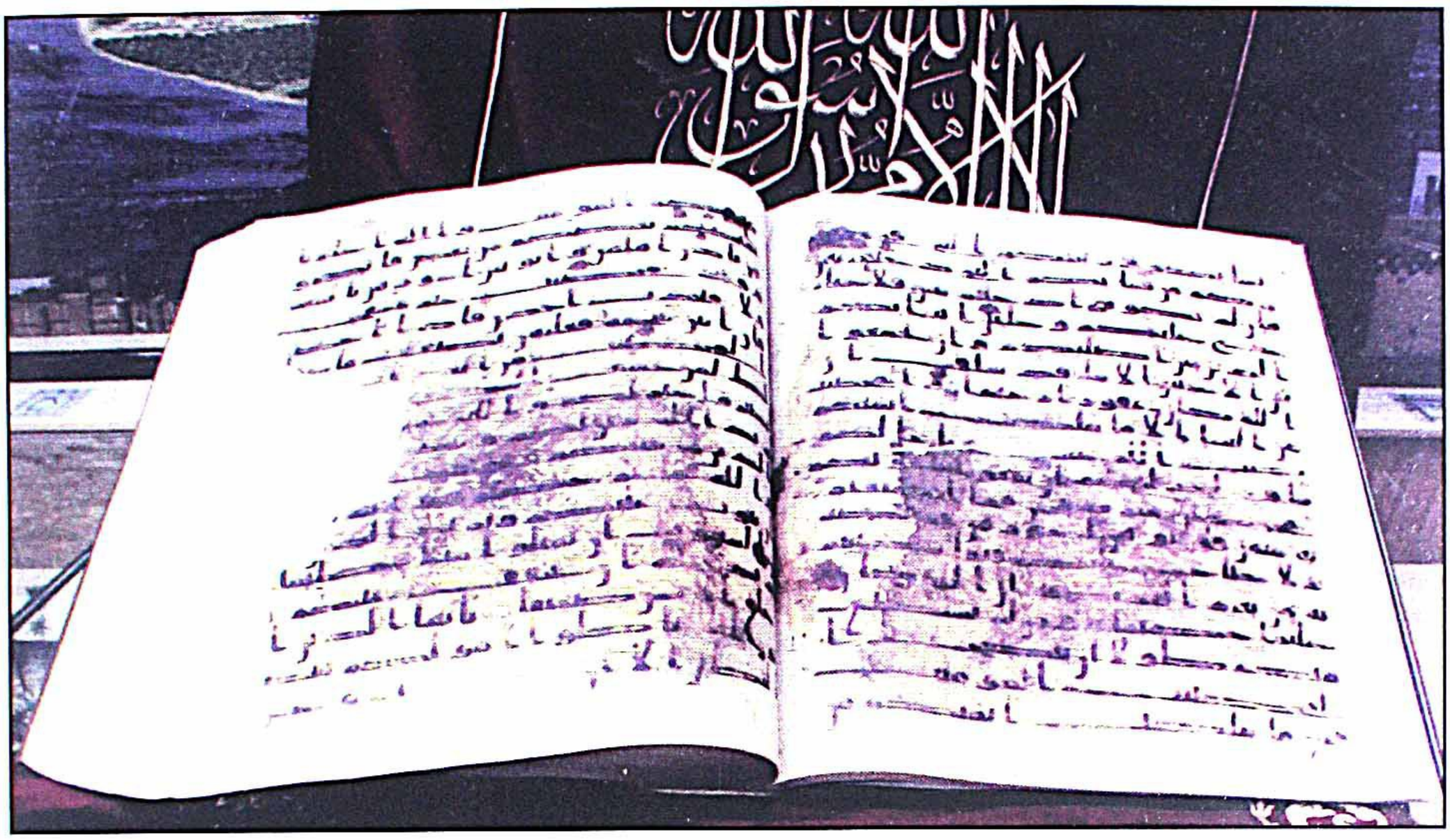

سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا قرآن مجید جس کی تلاوت کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں شہید کیا گیا۔
آپ رضی اللہ عنہ کے خون مبارک کے نشانات نظر آرہے ہیں۔توپ کاپی میوزیم میں قرآن مجید موجود ہے

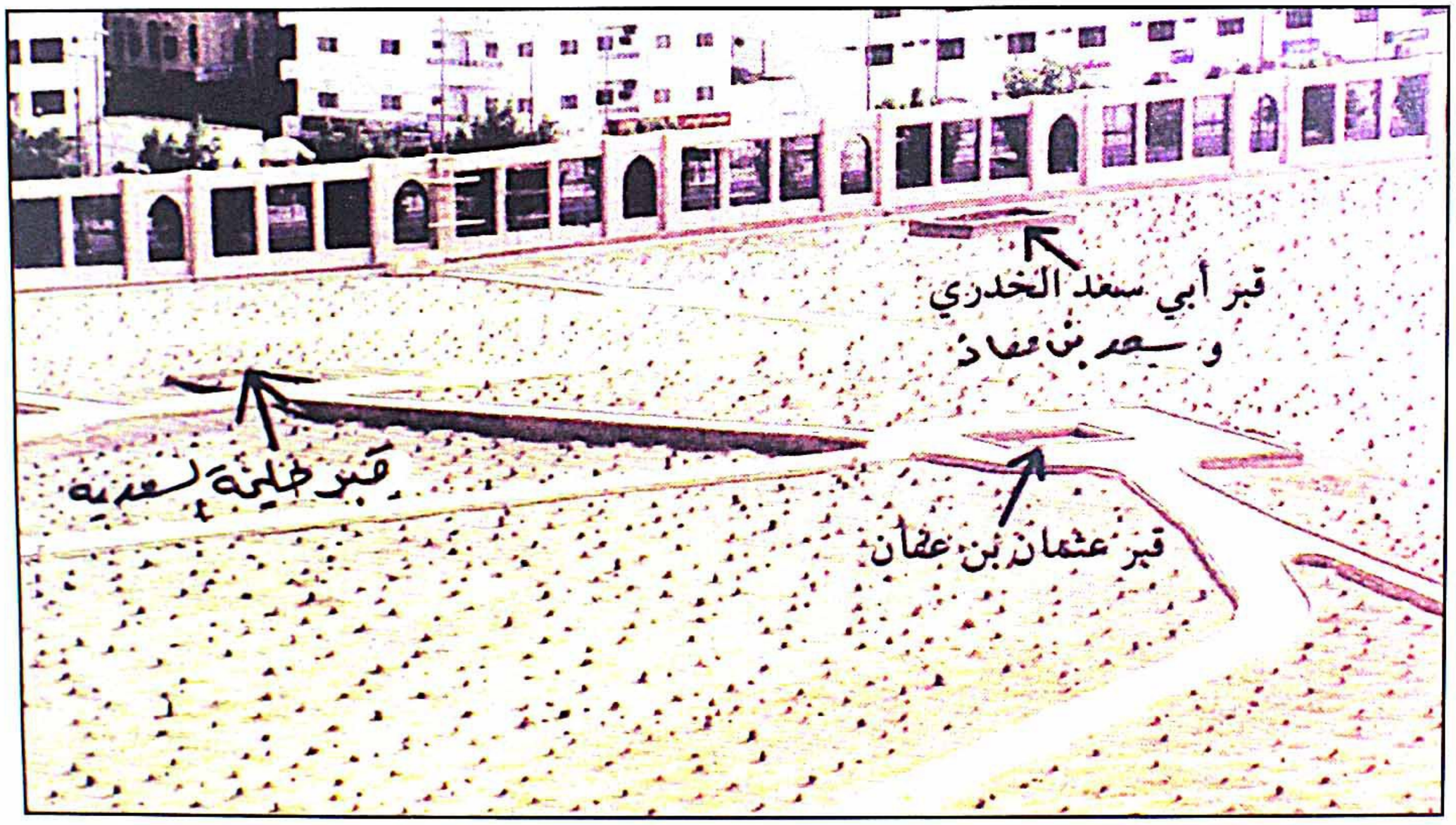

جنت البقیع جہاں حضرت سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا سعد بن معاذ، سیدنا ابی سعد الخدری رضی اللہ عنہم اور سیدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا مدفون ہیں۔
(جنت البقیع میں تقریباً دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدفون ہیں)

Marfat.com

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہما کے سامنے ہی ہوئی تھی لہٰذا سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث کے مطابق طبعی وفات پائی اور سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کے منصب پر فائز کیا۔

سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک فتنے کا ذکر فرما رہے تھے، اسی دوران ایک آدمی گزرا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

يُقْتَلُ هَذَا الْمُقَنَّعُ يَوْمَئِذٍ مَظْلُومًا

''یہ نقاب پوش آدمی اُس دن مظلوم شہید ہو گا''۔ (فضائل الصحابہ للامام احمد، رقم: 724)

سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے غور سے دیکھا تو وہ سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔

اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اُدْعُوا لِي بَعْضَ أَصْحَابِي

''میرے کسی ساتھی کو بلاؤ''۔

میں نے پوچھا: ابو بکر رضی اللہ عنہ کو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، میں نے کہا: عثمان رضی اللہ عنہ کو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، پھر آپ رضی اللہ عنہ آگئے تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا: تم اُدھر چلی جاؤ، پھر آپ ﷺ سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سرگوشیاں کرنے لگے، سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا رنگ رہ رہ کر بدل رہا تھا۔ چنانچہ جس دن آپ رضی اللہ عنہ کو نظر بند کیا گیا تو ہم نے پوچھا: امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! کیا آپ لڑائی نہیں کریں گے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! اس لئے کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا، میں اُس عہد کی پوری پاسداری کروں گا۔ (فضائل الصحابہ، للامام احمد، رقم: 804)

ان احادیث کی وضاحت کے بعد کیا کسی گمان کی گنجائش باقی رہتی ہے۔۔۔؟ بالکل نہیں رہتی۔۔۔ چلیئے۔۔۔! ایک اور حدیث مضبوط دلیل کی صورت میں پیش کرتا ہوں۔۔۔ پڑھیئے۔۔۔

Marfat.com

وَإِنْ سَأَلُوكَ أَنْ تَنْخَلِعَ مِنْ قَمِيصٍ قَمَّصَكَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فَلَا تَفْعَلْ.

"اگر وہ لوگ تم سے وہ خلعت اتارنے کا مطالبہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے تم کو پہنائی ہے تو اُسے ہر گز نہ اُتاریئے گا"۔(مسند الحمیدی، احادیث عائشہ، رقم: 270)

یہ حدیث واضح طور پر بتارہی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک دن خلیفہ بنیں گے، جس پر فتنے بھی ہوں گے، آپ رضی اللہ عنہ سے کی جانے والی سرگوشیاں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ راز تھے جس کی آپ رضی اللہ عنہ نے پوری طرح حفاظت کی حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر بھی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو دے دی تھی۔ یہی وجوہات تھیں جس کے باعث آپ رضی اللہ عنہ نے آخری ایام میں خلافت سے نہ ہی علیحدگی اختیار کی اور نہ ہی جنگ وجدل کی اجازت دی، بڑے بڑے عظیم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے قیصر وکسریٰ جیسی ناقابلِ تسخیر قوتوں کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا تھا، وہ اپنے خلیفہ سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کیلئے چند سو فسادیوں کو ٹھکانے لگانے میں کتنی دیر لگاتے۔۔۔؟ سب سے بڑھ کر سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سیّدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے بہادر، شجاعت کے پیکر جن کی تلواروں نے عرب اور عجم کے بڑے بڑے سورماؤں کو روند ڈالا تھا اور اگر انہیں موقعہ واجازت ملتی تو ان چند سو فسادیوں کو یہ اکیلے ہی روند ڈالتے لیکن خلیفۂ رسول امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی جانب سے اجازت نہ ملنے پر یہ لوگ مجبوراً خاموش ہوگئے کیونکہ اطاعت کرنا ہی ان کا شعار رہا تھا۔ سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لڑائی کے مطالبے پر لڑنے سے منع کرنے کا حکم سختی سے جاری کرتے رہے، آپ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد معروف ہے: "میں نہیں چاہتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء میں سے وہ پہلا شخص بنوں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا خون بہائے"۔

سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مظلومیت کے باوجود عزم وہمت اور شجاعت کا عظیم پیکر نظر آتے ہیں۔ محاصرے کے آخری دنوں میں جب آپ رضی اللہ عنہ صبح بیدار ہوئے تو لوگوں کو بتایا: آج یہ لوگ مجھے شہید کر دیں گے، پھر فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے، نبی

Marfat.com

کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھ سے فرمایا:

يَا عُثْمَانُ! أَفْطِرْ عِنْدَنَا

"اے عثمان! آج ہمارے ہاں افطار کرو"۔(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الایمان والرؤیا، رقم: 30511)

اس خواب کو دیکھنے کے بعد سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا۔۔۔اور اُسی روز آپ انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیئے گئے۔۔۔اور آپ رضی اللہ عنہ نے اُس دن کا روزہ اپنے محبوبوں کے ہمراہ جنت میں افطار فرمایا۔۔۔یہ سانحہ 35 ہجری کو پیش آیا۔۔۔اُس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک 82 سال تھی، آپ رضی اللہ عنہ کو "حشِ کوکب" میں دفن کیا گیا، مدتِ خلافت تقریباً 12 برس ہے۔ سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اُن عشرۂ مبشرہ میں سے ایک تھے جنہیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے زندگی ہی میں جنت الفردوس کی بشارت فرمادی تھی۔

Marfat.com

خلیفۂ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم امیر المؤمنین سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ 600 یا 601 عیسوی میں ہجرتِ رسول ﷺ سے 23 برس قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد کی مشہور کنیت "ابو طالب" جبکہ نام "عبدِ مناف" تھا، انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام "علی" رکھا جبکہ روایتوں میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام "اسد" یا "حیدر" رکھا تھا پھر "علی" نام پر آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ اور والد دونوں کا اتفاق ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کو "علی" کے نام سے ہی پکارا کرتے تھے۔ سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابو الحسن" اور "ابو تراب" مشہور و معروف ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے القابات میں "اسد اللہ"، "مرتضیٰ" اور "حیدر" زیادہ معروف ہیں۔

سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ابو طالب سے نہ صرف لکھنا سیکھا بلکہ ہتھیار چلانے اور دشمن سے لڑنے کا ڈھنگ بھی سیکھ لیا تھا۔ سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ہر دُکھ سکھ، تنگی و آسانی میں ساتھ رہے۔ شعبِ ابی طالب میں پورے خاندان کو محصور ہونا پڑا جن میں سیّدنا حضرت ابو طالب، سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ سمیت خاندان کے تمام افراد شامل تھے اور ان اہلِ بیت نے بڑی پریشانیاں برداشت کیں، مصائب و آلام کے یہ تین برس مکہ کی چلچلاتی دھوپ اور گرم لُو کے درمیان بڑے صبر و حوصلے کے ساتھ گزارے۔ شعب ابی طالب کا یہ دورِ ابتلاء جب ختم ہوا تو سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی عمرِ مبارک 19 سال

Marfat.com

ہو چکی تھی۔۔۔ بچپن، لڑکپن بے داغ اور پاکیزہ تھا۔۔۔ بڑے شہ زور، بہادر نوجوان تھے۔۔۔ کسی کا بازو پکڑ لیتے تو وہ چھڑا نہیں سکتا تھا۔۔۔ سپہ گری کے تمام اصولوں اور قاعدوں سے واقف تھے۔۔۔ کُشتی میں بڑے بڑے پہلوانوں کو لمحوں میں پچھاڑ کر رکھ دیتے۔۔۔ صرف یہی خوبیاں نہیں۔۔۔ بلکہ بہت بڑے دانا، عقلمند اور عالم تھے۔۔۔ علم کا بے کراں سمندر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔۔۔ بڑے سے بڑا علمی اور فقہی سوال کا جواب آپ رضی اللہ عنہ کی نوکِ زباں ہوا کرتا تھا۔۔۔ بے انتہا سادہ زندگی گزارتے تھے۔۔۔ محنت و مزدوری سے کبھی جھجک نہ کی۔۔۔ خود فاقہ کر لیتے لیکن کسی محتاج اور سوال کرنے والے کو کبھی خالی ہاتھ نہ جانے دیتے۔۔۔ اتنے نرم دل تھے کہ دشمن پر قابو پا کر اس کو معاف کر دیا کرتے تھے۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی بے حد عبادت گزار ہستی تھے۔۔۔ رسالت مآب ﷺ کی ہجرت کی رات آپ ﷺ کے مکان اور بستر پر بے خوف ہو کر سوتے رہے۔۔۔ جبکہ معلوم تھا کہ اہلِ مکہ کی تلواریں اُس رات کسی بھی وقت اسی بستر پر چلنے والی ہیں۔۔۔ یہ شجاعت کا وصف سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہی کو زیب دیتا تھا۔۔۔

سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے بعد تقریباً 35 برس کا عرصہ مدینۂ منورہ میں گزارا۔۔۔ مسجدِ نبوی ﷺ کی تعمیر میں حضورِ اکرم ﷺ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہ کیلئے دربارِ نبوی ﷺ سے بے شمار عطا ہونے والے اعزازات میں سے ایک اعزاز یہ بھی تھا کہ مدینہ میں آپ ﷺ نے برادری کا ایک رشتہ قائم کیا تھا جن میں ایک مکی صحابی رضی اللہ عنہ اور ایک مدنی صحابی رضی اللہ عنہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا گیا تھا۔۔۔ لیکن سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کسی انصاری کا بھائی نہیں بنایا گیا۔۔۔ جس پر سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے میرا کسی سے بھائی چارہ نہیں کرایا؟ اس پر نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو“۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی پیاری اور چہیتی صاحبزادی سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شادی فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو دنیا کی مال و دولت سے بالکل پیار نہ تھا۔ اب ایک واقعہ دل تھام کر پڑھیئے۔۔۔ اور یہ سوچئے کہ ہم خود آج کہاں کھڑے ہوئے ہیں۔۔۔؟ واقعہ پڑھیئے۔۔۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ ایک دن سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ کو اور آپ رضی اللہ عنہ کے دونوں بچوں (سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ) کو نہ پا کر سیّدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: سب کہاں ہیں؟ سیّدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ابا جان! آج صبح ہمارے گھر میں کھانے کیلئے کوئی چیز نہ تھی۔۔۔ علی فلاں یہودی کی مزدوری کیلئے چلے گئے۔۔۔ اور جاتے وقت بچوں کو ساتھ لے گئے۔۔۔ تاکہ بچے بھوک سے پریشان نہ ہوں۔۔۔ رسولِ کریم ﷺ بھی یہ سُن کر اُس جانب تشریف لے گئے۔۔۔ دیکھا کہ دونوں بچے ایک طرف کھیل رہے ہیں۔۔۔ اور اُن کے پاس چند کھجوریں رکھی ہیں۔۔۔

آپ ﷺ نے سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو آواز دی: اے علی! اس سے پہلے کہ دھوپ تیز ہو جائے، ان بچوں کو واپس گھر لے جاؤ، آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آج گھر میں کھانے کیلئے کچھ بھی نہیں، آپ ﷺ تھوڑی دیر تشریف رکھیں، میں کچھ کھجوریں فاطمہ کیلئے بھی چُن لوں۔۔۔ چنانچہ آپ ﷺ تھوڑی دیر رک گئے، اتنے میں سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کچھ اور کھجوریں چُن کر کپڑے میں ڈالیں اور چل پڑے۔۔۔ بچوں میں سے ایک کو رسولِ پاک ﷺ نے اُٹھایا۔۔۔ اور ایک کو سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اور اسی طرح سب گھر پہنچے۔۔۔

سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں شریک رہے۔۔۔ شجاعت اور بہادری کے وہ تاریخی کارنامے انجام دیئے کہ مسلمان تو کیا دشمن تک آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت، بہادری اور دلیری کے قائل تھے۔۔۔ غزوۂ خیبر میں آپ رضی اللہ عنہ کو "فاتح خیبر" کا لقب عطا فرمایا گیا۔۔۔ بے حساب مالِ غنیمت حاصل ہوتا تھا اور سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا غریبوں، محتاجوں اور ضرورتمندوں میں سب کچھ تقسیم فرما دیا کرتے اور خود فاقہ اختیار کرتے۔۔۔

سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کاتبِ وحی تھے۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کمالِ عقل و دانائی عطا فرمائی تھی۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہ کسی معاملے میں کوئی رائے یا مشورہ دیتے تو آپ ﷺ اُسے قبول

Marfat.com

فرماتے تھے۔۔۔ خلفائے راشدین سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کی رائے اور مشوروں کو خاص اہمیت دیا کرتے تھے۔۔۔

سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی عظمت و بزرگی کا اس سے بڑھ کر اعزازوں میں سے یہ اعزاز کس قدر بڑا ہوا ہے کہ رسالت مآب ﷺ کے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ ہی نے حضورِ اکرم ﷺ کو غسل دیا اور اُس وقت آپ ﷺ کو اپنے سینے سے لگائے رکھا۔۔۔ پھر دوسروں کے ساتھ مل کر نبی کریم ﷺ کو لحدِ مبارک میں بھی آپ رضی اللہ عنہ نے ہی اُتارا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیت تو بے مثال ہی ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی لختِ جگر اور جنتی عورتوں کی سردار سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا آپ رضی اللہ عنہ کی زوجۂ محترمہ ہیں جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کے دونوں صاحبزادے سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ خود عشرۂ مبشرہ میں شامل ہیں۔

سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ”میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے“۔۔۔ بس سمجھ لیجئے کہ ۔۔۔! امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا علم میں کیا مقام اور عروج ہو گا۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہ سے یہودی جو اہلِ کتاب تھے اور بڑے بڑے عالم اُن میں موجود تھے، اکثر و بیشتر عجیب و غریب سوالات کرتے رہتے تھے اور وہ سوالات بھی نہایت پیچیدہ ہوتے تھے لیکن سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا یہ عالم کہ۔۔۔ برجستہ جواب دیتے۔۔۔ اور ایسا جواب دیتے کہ۔۔۔ اس میں دلیل بھی ہوتی۔۔۔

ایک دفعہ یہودی عالم نے آپ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے طنزاً کہا:

ہم یہودی جب عبادت کرتے ہیں تو ہمارے ذہنوں میں اُلٹے سیدھے خیال نہیں آتے ہیں اور نہ ہی شیطان قریب آتا ہے لیکن ہم نے سنا ہے کہ جب آپ مسلمان نماز پڑھتے ہیں تو اُلٹے سیدھے خیالات اور شیطان بھی اُکسانے آجاتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ نے برجستہ جواب دیا: "بتاؤ کوئی چور چوری کرنے کسی دولت مند کے گھر جائے گا یا غریب کی جھونپڑی میں؟" اس یہودی نے جواب دیا: دولت مند کے گھر، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بس یہی بات ہے، شیطان تم لوگوں کو کیوں گمراہ کرے گا؟ وہ تو مسلمانوں کو گمراہ کرنے آتا ہے"۔

سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خلافت کے دوران مملکتِ اسلامیہ کا دارالخلافہ کوفہ کو بنا دیا تھا اور وہیں آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اندوہناک سانحہ پیش آیا، مسجد میں ابنِ ملجم نے خنجر سے وار کر کے آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا جس سے آپ رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہو گئے۔ سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سن 40 ہجری میں شہادت پائی۔

Marfat.com

Marfat.com

478-a

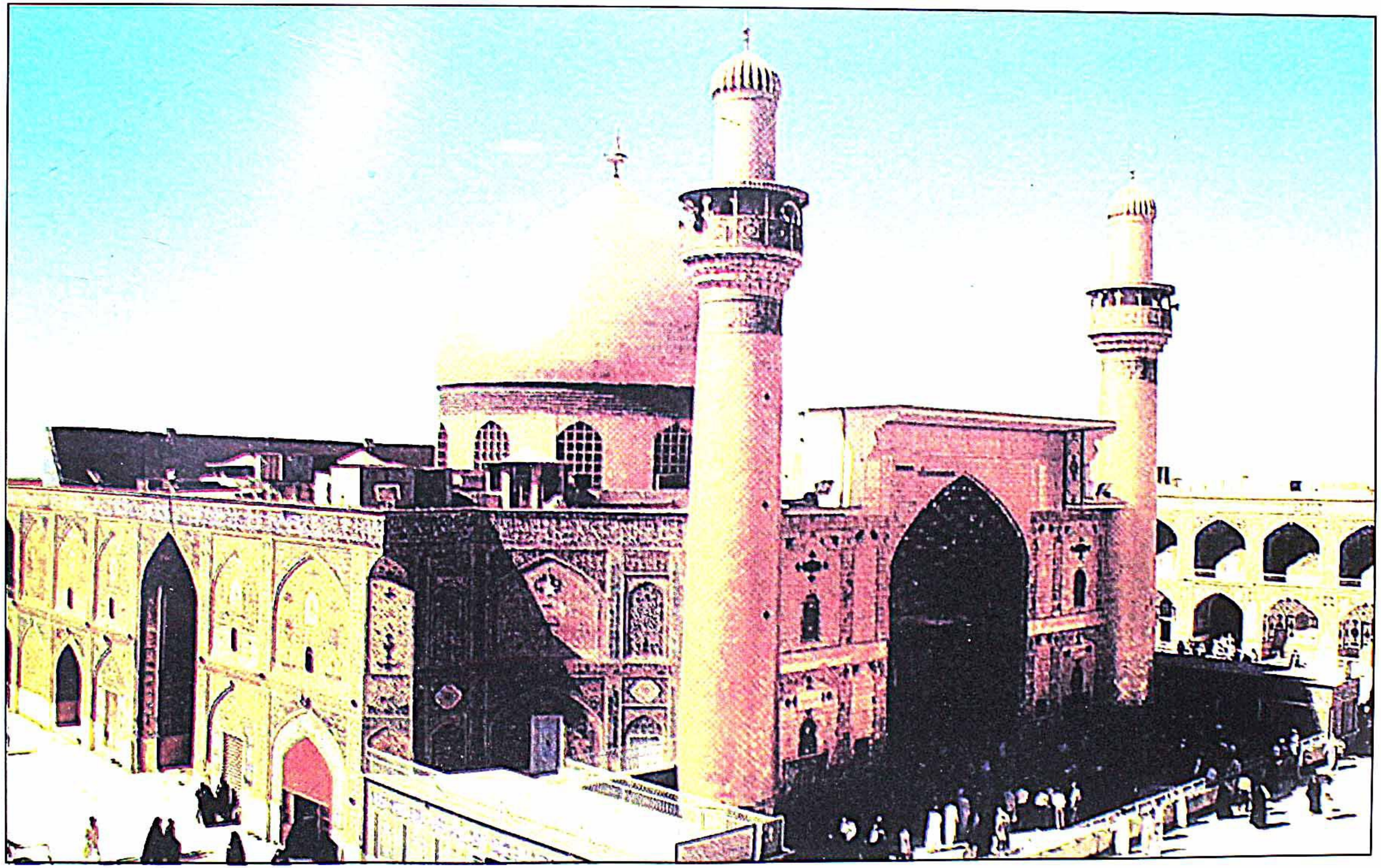

سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا روضہ مبارک

68ھ کے دور کا سکہ

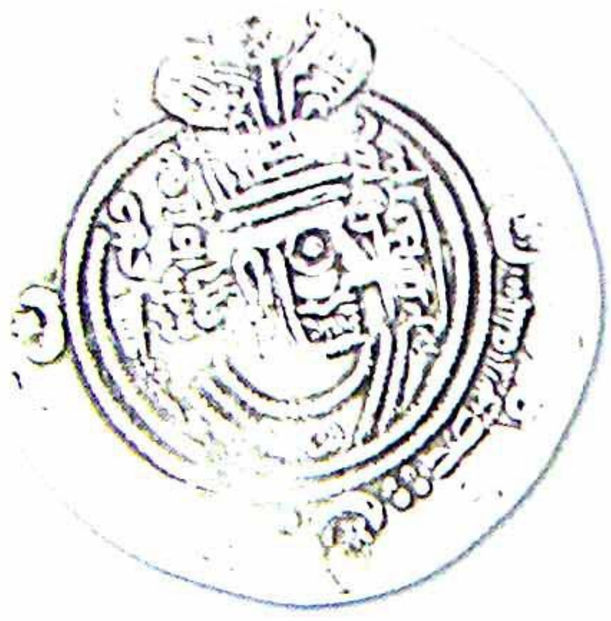

56ھ کے دور کا سکہ

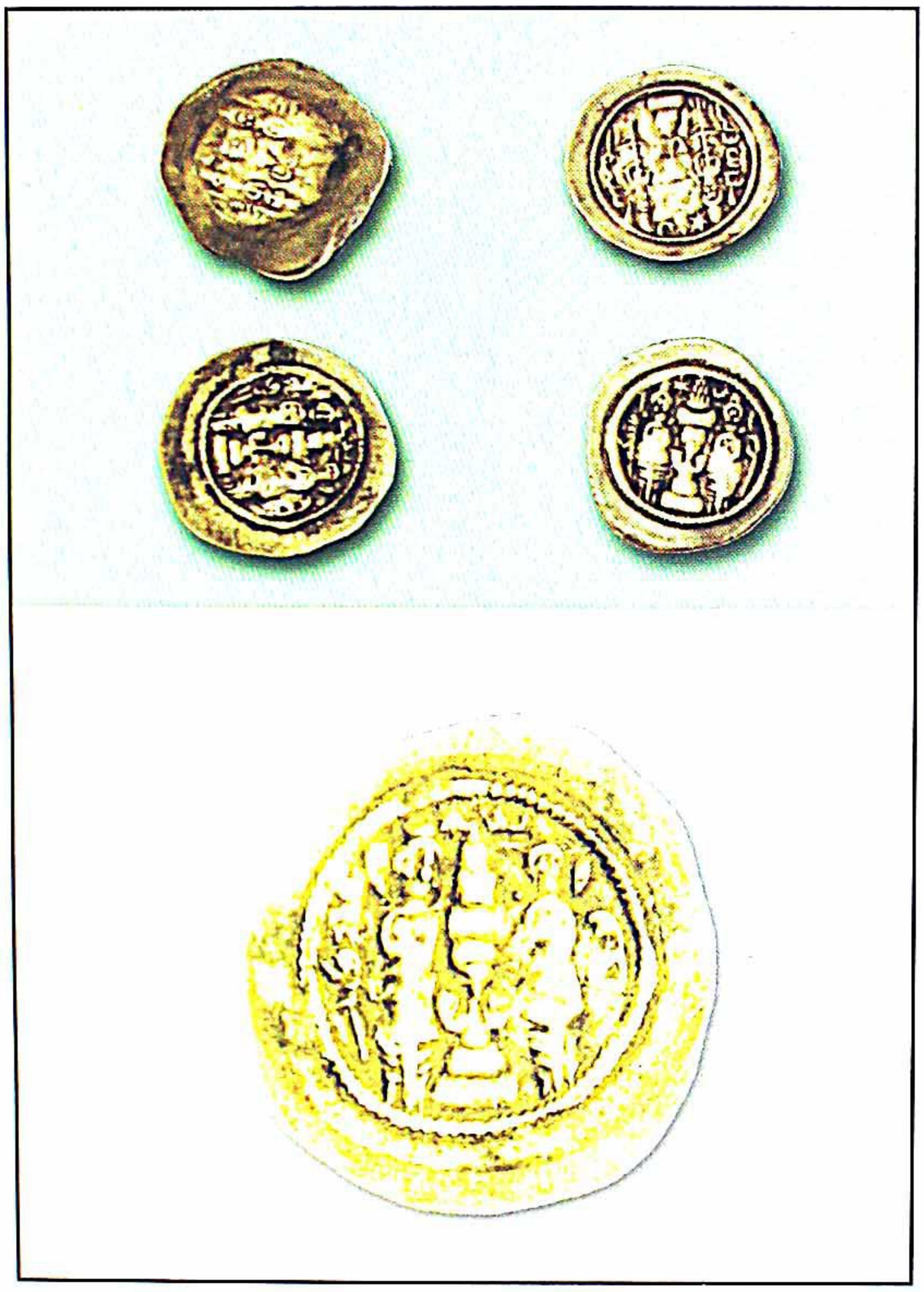

عہد نبوی ﷺ اور عہد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور کے سکے (فارسی اور رومی سلطنت)

478-b

Marfat.com

عدل

آپ کسی بھی قوم وملک اور معاشرے کی انسانی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو قوموں کا بے انتہاء عروج اور تادیر قائم و دائم رہنا یا اُس قوم کا زوال اور زوال بھی ایسا کہ پستی کی گہرائیوں میں یوں معدوم ہو جانا کہ نام و نشاں تک باقی نہ رہے، کوئی معمولی بات نہیں۔۔۔ آخر قدرت کا وہ کونسا کلیہ ہے۔۔۔ جس کے تحت عروج و زوال ایک ہی کیفیت میں واقع ہوتا ہے۔۔۔ اور ایک ہی طرح سے ہوتا ہے۔۔۔ تو اس کا آسان سا جواب ہے "عدل"۔۔۔ لہٰذا جب عدل ہو گا تو عدالت قائم رہے گی۔۔۔ انصاف۔۔۔ پسند اور ناپسند سے بالاتر ہو گا تو۔۔۔ قوم اور معاشرہ ترقی کرے گا۔۔۔ لیکن اس کے برعکس وہ اسی تیزی سے تنزلی کا شکار بھی ہو سکتا ہے جس قدر عدل وانصاف کمزور سے کمزور ہوتا جائے گا۔۔۔ یہ فطرت کا طے شدہ قانون وکلیہ ہے۔۔۔ جو انسانوں کے درمیان گھومتا رہتا ہے۔۔۔ عدل کرنا ایک خوبی ہے۔۔۔ جو انسان میں ودیعت کی گئی ہے۔۔۔ لہٰذا انسان عدل سے محبت کرتا ہے۔۔۔ اس کی طرف لپکتا ہے۔۔۔ جبکہ باطل حالتِ جمود میں رہتا ہے۔۔۔ اس سے روشنی کی کرنیں کبھی نہیں پھوٹتی ہیں۔۔۔ اسی لئے باطل "ظلم" کی کیفیت کا دوسرا نام ہے۔۔۔ دنیا میں آنے والے ہر نبی اور رسول علیہم السلام نے عدل کو ہی قائم رکھنے کی جدوجہد کی ہے۔۔۔ میں اکثر کہتا رہتا ہوں بلکہ لکھ بھی دیتا ہوں کہ۔۔۔ عیسائیت کی بنیاد محبت پر قائم ہے۔۔۔ یہودیت کی اساس نسل پرستی پر۔۔۔ جبکہ ہندومت قصے کہانیوں کی بنیاد پر ہے۔۔۔ لیکن اسلام کی اساس

Marfat.com

"عدل" پر قائم ہے۔۔۔ تو آیئے۔۔۔!اس پر بھی اپنے ذہن کے گوشوں کو وا کرتے ہیں کہ عدل کی بنیاد کیا ہے۔۔۔؟بس جان لیں کہ عدل کی بنیاد "خوفِ خدا" پر قائم ہے۔۔۔ نبی آخرُ الزمان ﷺ چونکہ قیامت تک کے لئے رسول ہیں اور بنی نوع انسان میں اب روزِ آخر تک کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔۔۔ لہٰذا آپ ﷺ نے عدالت کو مضبوط اور مستحکم کرنے کیلئے اس کے چھوٹے چھوٹے حصوں کو بھی اپنی رہنمائی اور ہدایت سے خالی نہیں چھوڑا۔۔۔ اپنی حیاتِ طیبہ ﷺ میں فیصلے کرنے کے طریقے۔۔۔ فیصلہ کرنے والے کی حیثیت۔۔۔ اس پر کاربند رہنے والے کے انعام کی خوشخبری۔۔۔ اور عدالت کے نظام میں "قانونِ شہادت" اور اس کا مکمل چارٹر مرتب فرمادیا۔۔۔ آیئے۔۔۔!اس سلسلے میں قرآن وحدیث کا مطالعہ کرتے ہیں۔۔۔ اس کیلئے میں پہلے آپ لوگوں کے سامنے چند آیاتِ قرآنی پیش کرتا ہوں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾

[المائدہ5: (8)]

"اے ایمان والو! اللہ کے حکم پر قائم ہو جاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے اور تمہیں کسی قوم کی عداوت اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو، وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ جانتا ہے، جو کچھ تم کرتے ہو"۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝١٣٥ ﴾ [النساء4: (135)]

"اے ایمان والو! انصاف پر قائم ہو جاؤ اللہ کیلئے گواہی دیتے ہوئے، خواہ اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا، اگر وہ دولت مند ہے یا محتاج ہے، تو اللہ تم سے زیادہ اُن کا خیر خواہ ہے،

Marfat.com

تو تم انصاف کرنے میں اپنے نفس کی خواہش کی پیروی نہ کرو، اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو تو اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھتا ہے"۔

﴿ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ ﴾ [المائدہ5: (42)]

"اور اگر تم ان میں فیصلہ کرو، تو انصاف سے فیصلہ کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔

اب فیصلہ کرنے کا طریقہ پڑھیے جو اللہ کے نبی کریم ﷺ نے مقرر فرمایا تھا:

آپ ﷺ نے یمن کیلئے پہلا قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا۔۔۔ اب گفتگو ملاحظہ فرمایئے۔۔۔!

رسول اللہ ﷺ: اے معاذ! فیصلے کس طرح کیا کرو گے؟

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں قرآن سے دیکھ کر فیصلے کروں گا۔

اب سنیے! دوسرا سوال، صاحبِ قرآن ﷺ کا:

رسول اللہ ﷺ: اے معاذ! اگر تمہیں قرآن میں وہ مسئلہ نہیں ملا تو کیا کرو گے؟

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ: میں آپ ﷺ کی سنت کو سامنے رکھ کر فیصلے کروں گا۔

اب سنیے! تیسرا سوال:

رسول اللہ ﷺ: اے معاذ! اگر تمہیں سنت میں سے کوئی فیصلہ نہ ملا تو؟

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ: پھر میں حق کو سامنے رکھ کر اَز خود فیصلہ کروں گا۔

یہ سنتے ہی آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو سینہ مبارک ﷺ سے لگایا اور دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے علم میں اضافہ فرمائے۔۔۔ دعائیں لے کر سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے دو چار قدم ہی واپسی کیلئے بڑھائے تھے کہ آپ ﷺ کی آوازِ مبارک آئی۔۔۔ اے معاذ! ذرا ٹھہرو، سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مڑے تو حضور ﷺ کو اپنی طرف متوجہ پایا۔۔۔ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

"اے معاذ! میں تمہیں قاضی بنا کر بھیج رہا ہوں، جلّاد بنا کر نہیں بھیج رہا"۔

یہ ارشادِ نبوی ﷺ پڑھ لیا آپ نے ۔۔۔ ہمیشہ کیلئے ذہن کے خانوں میں محفوظ بھی کر لیجئے ۔۔۔ اور خاص طور پر ۔۔۔ جج صاحبان اور وکلاء صاحبان ۔۔۔ آپ کے بہت کام آئے گا ۔۔۔

اُس وقت سے آج تک قانون کی کتابوں میں جج یا قاضی کو بتایا جاتا ہے کہ اُن کا پہلا اُصول یہ ہونا چاہیے: "How to Pardon" ۔۔۔ معاف کیسے کیا جائے ۔۔۔؟ آیئے، آگے بڑھتے ہیں کیونکہ یہ بہت ہی اہم موضوع ہے ۔۔۔

ایک اور ارشادِ مبارک ﷺ پڑھیئے ۔۔۔ خاص طور پر جج صاحبان اور وکلاء ۔۔۔ اسے ضرور یاد رکھیئے ۔۔۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّينٍ

"جسے لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے والا (جج) مقرر کیا گیا، اسے (گویا) بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا"۔ (سنن ابن ماجہ)

نبی کریم ﷺ کا اب ایک اور ارشاد پڑھیئے ۔۔۔ بہت غور سے پڑھیئے ۔۔۔ دل کی گواہی کے ساتھ پڑھیئے ۔۔۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ وَاثْنَانِ فِي النَّارِ فَأَمَّا الَّذِي فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضَى بِهِ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِي الْحُكْمِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ قَضَى لِلنَّاسِ عَلَى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ قَالَ أَبُو دَاوُد وَهَذَا أَصَحُّ شَيْءٍ فِيهِ يَعْنِي حَدِيثَ ابْنِ بُرَيْدَةَ الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ

"قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں: جن میں سے دو جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا۔ پہلا وہ جو حق کو حق جان کر اس پر فیصلہ کرے گا، خواہ اس میں وہ غلطی ہی کر جائے، جنت میں جائیگا۔ دوسرا وہ جو غصے میں ناحق فیصلہ کرے گا، جہنم میں جائے گا، تیسرا وہ جو اپنی قوم کی محبت میں جان بوجھ کر حق کے خلاف فیصلہ کرے گا، جہنم میں جائے گا۔ (سنن ابی داؤد)

Marfat.com

واہ میرے اللہ واہ۔۔۔!میرے پیارے رسول ﷺ نے کیسا ڈر سُنایا۔۔۔ اور کیسی اچھی خوشخبری سُنائی۔۔۔مبارک ہو۔۔۔ !پہلے قاضی (جج) کو۔۔۔!کہ زندگی ہی میں براہِ راست جنت کی خبر سُن لی۔۔۔ لیکن یہ بھی جان رکھیئے کہ جنت جیسا بڑا، ہمیشہ رہ جانے والا اور نعمتوں سے بھرا انعام ہے۔۔۔لہٰذا حق کے فیصلوں پر جم جانے کیلئے سودوزیاں کی فکر نہ کیجئے گا۔۔۔ وہ ہی ہے اللہ تعالیٰ جو مددگار ہے۔۔۔ جو تنگی کے بعد آسانی پیدا کرتا ہے۔۔۔ کبھی ڈر کر فیصلہ مت کیجیئے گا۔۔۔ کبھی دباؤ میں آکر ناحق فیصلہ مت کیجئے گا۔۔۔۔کہ اگر حق پر قائم رہنے سے تباہی وبربادی کا خوف لاحق ہو جائے تو ایسا بالکل نہیں ہو سکتا۔۔۔کیونکہ پھر نعوذ باللہ خدا کی خدائی پر حرف آجائے گا۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ جو قادرِ مطلق ہے۔۔۔ وہ ایسا ہونے نہیں دے سکتا۔۔۔ جم جایئے حق پر۔۔۔ کہ تقدیر کبھی بھی بزدلوں پر مہربان نہیں ہوا کرتی ہے۔۔۔

اب عدالت کے اس موضوع میں خلفائے اسلام رضی اللہ عنہم کی عدالتوں میں ہونے والے کچھ مقدمات کا احوال بھی جانتے جایئے کہ یہ عدالتیں اور ان کے فیصلوں نے آج تک عدالتی نظام کو قائم ودائم رکھا ہوا ہے۔۔۔عدالتوں کا یہ موجودہ نظام خلیفۂ رسول سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اور اس کے بعد امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اور اس کے بعد امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی محنتِ شاقہ کے ساتھ قائم کیا گیا تھا۔۔۔ یہاں ایک دو واقعات عدالتوں کے پڑھ لیجیئے۔۔۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب قاضی القضاۃ تھے تو مقدمہ پیش ہوا۔۔۔ کس کے خلاف۔۔۔؟ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خلاف۔۔۔اور پیش کرنے والی خاتون کون؟ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی۔۔۔ مقدمہ یہ تھا کہ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے جو انہی خاتون سے تھے، آپ رضی اللہ عنہ پر خاتون نے دعوی دائرہ کیا کہ ماں ہونے کی حیثیت سے اس بیٹے کو میری پرورش میں دیا جائے جبکہ سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دعویٰ تھا کہ میں باپ ہوں اور بیٹے پر میرا حق زیادہ ہے۔۔۔اب قاضی القضاۃ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عظیم الشان فیصلہ پڑھیئے۔۔۔

Marfat.com

"چونکہ بچہ معصوم ہے لہٰذا ماں سے چھڑایا نہیں جاسکتا، پس بالغ ہونے تک بچہ ماں کے پاس ہی رہے گا"۔

پڑھا آپ نے یہ فیصلہ۔۔۔!عدالت کی عظمت۔۔۔!پڑھی شان و عظمت۔۔۔ سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عدل کی۔۔۔! محسوس کیا سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عدالتی حکم پر سرِ تسلیم خم کر دینے کی ادا کو۔۔۔؟

ایک اور واقعہ پڑھیے۔۔۔ امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک مقدمے میں عدالت میں پیش ہوتے ہیں۔ خلیفۂ وقت، جلیل القدر صحابیٔ رسول ﷺ، عشرۂ مبشرہ میں شامل۔۔۔ فیصلہ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے خلاف ہوتا ہے۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہ قبول فرماتے ہیں۔۔۔ عدالت ختم ہوتی ہے تو قاضی سے فرماتے ہیں:

"میں کوڑا رکھ کر لایا تھا کہ اگر عدالت میں مدعی کے ساتھ مجھے کھڑا نہ کیا ہوتا اور خلیفہ کی حیثیت سے عدالت میں امتیاز برتا گیا ہوتا تو میں تمہیں کوڑے لگاتا"۔

جج صاحبان۔۔۔! پڑھ رہے ہیں توجہ سے۔۔۔! آگے پڑھیے:

جج یعنی قاضی کا جواب۔۔۔ اپنے وقت کی سب سے عظیم سلطنت کے خلیفہ کو جواب۔۔۔

"اے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! یہ دیکھیں، میں نے بھی کوڑا رکھا ہوا تھا اور عہد کر رکھا تھا کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ نے عدالت میں خلیفہ کا احترام (پروٹوکول) طلب کیا تو میں آپ رضی اللہ عنہ کو دُرّے لگانے کا حکم جاری کر دیتا"۔

جج صاحبان۔۔۔! سوچتے رہیے کہ۔۔۔ کون سا قاضی جنت میں جائے گا۔۔۔ اور کون سا جہنم میں۔۔۔ حضور ﷺ نے تو دونوں مقامات کا کلیہ بتا دیا ہے۔۔۔

آیئے۔۔۔! ایک اور واقعہ کی طرف چلتے ہیں۔۔۔ امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، دامادِ رسول ﷺ، کاتبِ وحی، عشرۂ مبشرہ میں شامل، فاتحِ خیبر، عدالت میں دعویٰ دائر کرتے ہیں: فلاں یہودی کے پاس

Marfat.com

جو زِرہ بکتر ہے، وہ میری ہے، گم ہوگئی تھی۔۔۔ قاضی نے یہودی کو طلب کیا اور عدالت لگ گئی۔۔۔ قاضی نے یہودی سے پوچھا: تمہارے پاس یہ زِرہ بکتر کہاں سے آئی؟ اُس نے جواب دیا: میں نے خریدی ہے۔۔۔ اب قاضی متوجہ ہے سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے۔۔۔ اے علی رضی اللہ عنہ! آپ نے جو دعویٰ دائر کیا ہے تو بارِ ثبوت آپ رضی اللہ عنہ پر ہے، ثبوت پیش کریں یا گواہ۔۔۔ سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قاضی کے سامنے اپنے خادم یعنی غلام کو پیش کیا۔۔۔ قاضی نے کہا: اے علی رضی اللہ عنہ! یہ آپ کا غلام ہے، آپ رضی اللہ عنہ کے زیرِ اثر ہے، اس کی گواہی تسلیم نہیں کر سکتا کوئی اور گواہ پیش کریں۔ سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عدالت میں اپنے دونوں بیٹے رضی اللہ عنہما۔۔۔ جلیل القدر عظیم بیٹے رضی اللہ عنہما۔۔۔ سچے اور پیارے بیٹے رضی اللہ عنہما پیش کئے۔۔۔ اور فرمایا کہ اچھا! غلام کی گواہی تسلیم نہیں تو میرے گواہ یہ دونوں بیٹے رضی اللہ عنہما ہیں، تصدیق کر لیجئے۔۔۔ قاضی نے پھر فرمایا: یہ دونوں رضی اللہ عنہما آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں اور مقدمے میں بطور گواہ قبول نہیں کر سکتا۔۔۔ (تاریخ الخلفاء)

اب سنیئے۔۔! اس سے آگے کا مکالمہ جو آپ کو اور ہم سب کو مبہوت کر ڈالے گا۔۔۔

سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قاضی (جو خود صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) کو مخاطب کیا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں سنی کہ یہ دونوں (امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما) جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں، آپ ان کی گواہی تسلیم نہیں کر رہے۔۔۔ اب سنیئے قاضی کا جواب: اے علی رضی اللہ عنہ! بخدا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیثِ مبارک خود سنی ہے کہ یہ دونوں رضی اللہ عنہما جنت میں نوجوانوں کے سردار ہیں، میرا یقین بھی یہی ہے اور ایمان بھی۔۔۔ لیکن مجھے فیصلہ یہاں زمین پر کرنا ہے ۔۔۔ لہٰذا ان رضی اللہ عنہما کے علاوہ کوئی اور گواہ ہو تو پیش کریں۔۔۔ امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے علاوہ میرے پاس اور کوئی گواہ نہیں۔۔۔

اب قاضی کا فیصلہ سنیئے۔۔۔! مقدمہ خارج کیا جاتا ہے۔۔۔ اور زرہ بکتر یہودی کو واپس کر دی گئی۔۔۔ یہودی ساری کارروائی اور گفتگو کو بغور سن رہا تھا۔۔۔ عدالت سے باہر آتے ہی سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھوں کو چوما اور مسلمان ہو گیا۔۔۔

Marfat.com

پڑھا آپ حضرات نے۔۔۔! آپ لوگ کس منزل اور کس مقام پر فائز ہیں۔۔۔! پہچانیئے۔۔۔! اپنے مرتبے کو۔۔۔ !میں بخدا بچپنے سے آج تک خواہ اقتدار کے سنگھاسن پر بیٹھا رہا ہوں۔۔۔ یا گھر کے ایک کمرے میں۔۔۔ یا چھوٹی بڑی عدالت میں۔۔۔ ہر لمحہ ایسی ہی عدالت کو سوچتا رہا ہوں اور دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔ اور میری حب الوطنی مجھ سے تقاضہ کرتی ہے کہ کچھ ہو یا نہ ہو، خوش گمان ضرور رہنا چاہیے کہ قضاء وقدر کا فیصلہ ہو گا۔۔۔ پاکستان میں عدل و انصاف قائم ہو گا۔۔۔ اور پھر عروج کا دور شروع ہو گا۔۔۔ ضرور ہو گا۔۔۔ انشاء اللہ ہو گا۔۔۔

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قاضیوں (ججوں) کیلئے خط

روئے زمین پر پھیلی ہوئی عدل وانصاف سے بھرپور قیام کیلئے کی جانے والی کوششوں کا جیتا جاگتا نمونہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔۔۔ وُکلاء اور جج صاحبان خصوصی طور پر پڑھیں۔۔۔ اور غور کریں۔

"حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ فیصلہ ایک اہم فرض اور پیروی کئے جانے کے لائق سنت ہے۔

خوب سمجھ لو! جب جھگڑا تمہارے پاس لایا جائے تو ایسا فیصلہ قطعی بے سود ہے جسے نافذ نہ کیا جا سکے، اپنے سامنے اپنی مجلس میں اور اپنے انصاف میں لوگوں میں برابری کا خیال رکھو تاکہ امیر تمہاری بے جا حمایت کا لالچ نہ کرے اور غریب تمہارے انصاف سے نااُمید نہ ہو۔ مدعی کے ذِمے ثبوت ہے اور مدعی علیہ (جس پر دعوی کیا جائے) کے ذِمے قسم۔ مسلمانوں میں صلح جائز ہے، بجز اُس صلح کے جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دے۔ اگر تم کل کوئی فیصلہ کر چکے ہو اور آج اس میں غور کر کے تم نے حق پہچان لیا ہے تو کل کا فیصلہ تمہیں حق کی طرف لوٹنے سے رکاوٹ نہ بنے کیونکہ حق قدیم زمانے سے چلا آتا ہے اور باطل پر جمود (ڈٹے رہنے) سے حق کو اختیار کرنا بہت بہتر ہے۔ جو چیز تمہیں قرآن وسنت میں نہ ملے اور وہ تمہارے دل میں کھٹکتی ہو تو اُس کے اَمثال ونظائر میں غور کرو اور اُس پر قیاس کر کے فیصلہ کرو۔ اگر کوئی مدعی کسی غیر موجود حق کا یا کسی معیاری ثبوت کا دعویدار ہو تو مقدمے کی تاریخ ڈال دو۔ اگر وہ ثبوت لے آئے تو اُس کا حق اس کے حوالے کر دو۔ ورنہ اس

Marfat.com

کے خلاف فیصلہ کر دو کیونکہ شک دُور کرنے اور اِبہام کو مٹانے کی اس سے بہتر کوئی صورت نہیں۔ مسلمان آپس میں عادل ہیں، سوائے اُس شخص کے جس پر حد جاری ہو چکی ہو یا جس کی جھوٹی شہادت ثابت ہو چکی ہو یا وہ نسبتِ ولاء میں متہم ہو، اللہ تعالیٰ نے "قسم" سے حق ساقط قرار دیا اور "ثبوت و دلائل" سے بحال رکھا ہے۔ خبر دار! مقدمات کے فیصلوں میں پریشانی اور اُکتاہٹ نہ آنے دینا اور جھگڑنے والوں کو اُف نہ کرنا کیونکہ حق کو اُس کی جگہ رکھنے سے اجرِ عظیم ملتا ہے اور یہ ذکرِ جمیل کا باعث ہے، والسلام"۔

اب آپ لوگ امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا عدالت اور قاضیوں کے نام ہدایت نامہ پڑھیں۔

سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک بار خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے میں وسعت (کشادگی) ہے اور جسے انصاف کرتے ہوئے تنگی محسوس ہو، اُسے ظلم کی صورت میں اور زیادہ تنگی محسوس ہو گی"۔

اسی طرح ایک اور فرمان میں یہ ہدایات موجود ہیں:

"جس محاسبہ میں اور تنقید میں رضائے الٰہی مقصد ہو، اُس کو قبول کیا جائے، حاکم یا قاضی پر کسی فرد کو اعتراض ہو تو چاہیے کہ اُس کے اعتراض کو سنے، اگر اعتراض صحیح ہو، تو اس کو قبول کرتے ہوئے اس کی اصلاح کرے اور سنتِ فاروقی پر عمل کرتے ہوئے اعتراض کرنے والے کیلئے دعا کرے اور اگر اعتراض صحیح نہیں تو اُس کی وضاحت کرے"۔

اور یہ فرمان بھی سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ہے:

"لوگوں میں عدل وانصاف کرنے والے پر واجب ہے کہ دوسروں کے واسطے وہی چیز پسند کرے، جسے وہ خود پسند کرتا ہے"۔ (تاریخِ دمشق)

Marfat.com

سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اس نصیحت میں حکام اور قاضیوں پر اعتراض کرنے کو توہینِ عدالت قرار نہیں دیا گیا۔۔۔نہ ہی اس میں اعتراض کرنے پر توہین کی سزا کا ذکر فرمایا گیا۔۔۔اس سے معلوم ہوا کہ حکام میں سے کسی حاکم یا جج پر اعتراض کرنا توہین عدالت نہیں ہے۔۔۔اور نہ ہی ایسے اقدام میں جج و حاکم کی توہین ہوتی ہے۔۔۔بلکہ یہ ایک دینی خیر خواہی اور حاکم و جج کیلئے ناصحانہ عمل ہے۔۔۔لہٰذا ایسی خیر خواہی کرنے والا تو اَجر کا مستحق ہوتا ہے نہ کہ سزا کا۔۔۔نیز تنقید اور محاسبہ کو قبول کرنے والا بھی لائقِ تحسین ہوتا ہے۔۔۔لیکن اُس وقت جب وہ صحیح رہنمائی کو قبول کرے۔۔۔

آپ لوگوں نے پڑھ لیا اور جان بھی گئے کہ۔۔۔حضور ﷺ نے عدالت کی بنیاد جن ستونوں پر قائم کی تھی۔۔۔خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے انہیں بامِ عروج پر پہنچا دیا۔۔۔اور عروج بھی ایسا کہ مغرب و مشرق کی عدالتیں آج بھی انہی ستونوں پر قائم ہیں۔۔۔وہ غیر مسلم کسی کو تسلیم کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں۔۔۔اس پاکیزہ نظامِ عدالت کو تسلیم کرتے ہیں۔۔۔کیونکہ اسلام کا یہ نظام "فطرت" کے مطابق ہے اور فطرت میں تبدیلی کسی کے بس میں نہیں۔۔۔

Marfat.com

شریعت، خلافت و سیاست

شریعت و خلافت

﴿ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ﴾ [الشوریٰ 42: (38)]

"اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں"۔

میرے محترم قارئینِ کرام۔۔۔! "سیرتِ خیر البشر ﷺ" کے آخر میں میری خواہش ہے کہ آپ چند مزید صفحات پڑھ لیجئے۔۔۔ کیا ہم محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے جلیل القدر اصحاب رضی اللہ عنہم کی طرزِ حکمرانی اور طرزِ سیاست سے ہدایات و رہنمائی نہیں لے سکتے۔۔۔! جبکہ ایک بھرپور اور مکمل نظامِ سیاست ہم مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔۔۔ سیاست جب خوفِ خدا کے ساتھ کی جائے تو "شریعت" بن جاتی ہے۔۔۔ اور حکومت خوفِ خدا کے ساتھ ہو تو "خلافت" میں تبدیل ہو جاتی ہے۔۔۔ سیّدنا حضرت داؤد علیہ السلام اور سیّدنا حضرت سلیمان علیہ السلام زبردست سلطنت کے مالک تھے۔۔۔ ارشادِ ربّانی ہے:

﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴾ [الانبیاء 21: (105)]

"اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے"۔

Marfat.com

اب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان یعنی آیتِ مبارکہ کو اس کی فصاحت و بلاغت کو ذرا غور سے پڑھیئے تو آپ کو شریعت، ریاست اور سیاست سمجھنے میں آسانی ہو گی۔۔۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاجعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلطَانًا نَّصِيرًا﴾ [بنی اسرائیل 80:17]

"اے اللہ! اپنی جانب سے ایسا اقتدار عطا فرما جو ہمارے کام میں ہمارا مددگار ہو"۔

رسالت مآب ﷺ نے جب اسلامی ریاست قائم کر دی اور اس میں شرعی احکام و قوانین اور سیاسی مسائل نہایت پختگی کے ساتھ نافذ کئے گئے جس سے معاشرے میں فلاح داخل ہو گئی اور پھر لگاتار خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اس پر توجہ مرکوز رکھی تو خلافت کا ریاستی دائرہ کار بڑھتے بڑھتے برِ اعظموں تک پھیل گیا۔۔۔ طاقت میں اضافہ ہوتا گیا۔۔۔ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بعد جب آہستہ آہستہ خلافت اپنے ایک اہم حصے یعنی شرعی احکام و قوانین سے خالی ہو کر صرف سیاسی حکومت میں تبدیل ہوئی تو اس کے نتائج پھر آپ کے سامنے ہیں۔۔۔

خلیفۂ رسول سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو اپنے پہلے خطبے میں فرمایا:

يا ايها الناس، لقد وليت عليكم ولست بخيركم

"اے لوگو! میں تمہارا ذمہ دار بنا دیا گیا ہوں حالانکہ میں تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں"۔

الضعيف فيكم قوي عندي حتى آخذ له حقه، والقوي ضعيف عندي حتى آخذ منه الحق إن شاء الله تعالى

"تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک طاقتور ہے جب تک کہ میں اُس کا حق نہ دلا دوں، اور جو طاقتور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے جب تک کہ میں دوسروں کا حق اُس کے پاس سے لے نہ لوں، اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت شاملِ حال رہی"۔

Marfat.com

امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیّدنا زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو عراق کی اَمارت سے معزول کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے سیّدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہٹائے جانے کی وجہ پوچھی: اَمیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! آپ نے مجھے معزول کیا ہے تو اس کی وجہ نا اہلیت ہے یا غداری و خیانت؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: میں نے تمہیں ان میں سے کسی بات کی وجہ سے بھی معزول نہیں کیا لیکن مجھے یہ بات اچھی معلوم نہ ہوئی کہ تمہاری غیر معمولی ذہانت اور تیزی لوگوں پر لاد دُوں۔

امیر المؤمنین سیّدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے محاصرے کے دوران صرف اور صرف مسلمانوں میں اختلاف کے خوف سے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے حق میں تلوار کھینچنے سے منع فرما دیا تھا۔

امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی جب شروع میں بیعت کی گئی تو سیّدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو رائے دی کہ سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ، سیّدنا اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو ان کے عہدوں سے اُس وقت تک معزول نہ کریں کہ جب تک تمام لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کر لیں، اس طرح مسلمانوں میں اتحاد باقی رہے گا اور شیرازہ نہ بکھرے گا، اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ جو چاہیں، ویسا کریں۔۔۔ سیاست کا یہی تقاضہ ہے۔۔۔ لیکن سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو ماننے سے انکار کر دیا۔۔۔ دوسرے روز سیّدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ حاضر ہو کر سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے عرض کی: کل میں نے اپنی رائے پر غور کیا تو ظاہر ہوا کہ میری رائے خلافِ حق تھی۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہ کی رائے صحیح تھی۔۔۔ تو سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! بلکہ مجھے یقین ہے کہ تمہاری کل والی رائے خیر خواہی پر تھی اور آج کی رائے مناسب نہیں۔۔۔ لیکن تمہاری کل والی رائے پر عمل کرنے سے مجھے دین نے روک دیا۔۔۔ اگرچہ سیاست وہی چاہتی تھی۔۔۔

دیکھا آپ نے۔۔۔! صحابۂ کرام اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم دین اور دُنیا کو کس طرح سمجھتے تھے اور شریعت اور سیاست پر خوفِ خدا کے ساتھ کس طرح عمل کیا کرتے تھے۔۔۔

Marfat.com

شریعت اور سیاست کا پس منظر

انسانی معاشرہ آپس کے تعاون اور مدد کے بغیر ہر گز چل نہیں سکتا اور اس معاشرے کو چلانے کیلئے ہمیشہ ایک سربراہ کی ضرورت ہوتی ہے جو اُسے ایک دستور کے مطابق چلائے تا کہ وہ معاشرے کی اجتماعی ضروریات کو پورا کر سکے۔ زیادہ تر مفکروں، فلسفیوں اور دانشوروں نے مذاہب سے کچھ کچھ لے کر سیاسی نظام بنانے کی جتنی دفعہ بھی کوششیں کیں، وہ زمانوں کی تبدیلیوں کا ساتھ نہ دے سکی اور اس طرح بنایا گیا کوئی بھی نظام بنی نوع انسان کے کام نہ آسکا۔

چونکہ انسان کا ناقص علم مکمل ضابطۂ حیات قائم کرنے سے قاصر ہے کیونکہ طاقت کا زعم اُسے ہمیشہ شر کی طرف ہی لے جاتا ہے، انسان کی اس مشکل کو حل کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ انسان کے خیر و شر کے تمام معاملات میں فرق واضح کرنے کے واسطے انبیاء و رُسل علیہم السلام بھیجے جنہوں نے انسانوں کو ایسا دستور دیا جو دیرپا اور قابل عمل بھی تھا۔

سیاست - ضرورت و اہمیت

سیاست اچھی ہوتی ہے جب تک کہ وہ شریعت کی رُوح سے متصادم نہ ہو۔ ہر نیا معاملہ ہو یا زمانے کے حالات خواہ کتنے ہی جدید ہوں لیکن اس کا بنیادی انحصار قیامت تک انسان کی فلاح، خیر کی تمنا، عدل کی ضرورت ہی رہے گی۔

چونکہ سیاست کا مقصد معاشرتی اصلاح ہے اور مذہب کا تعلق دنیا اور آخرت کے دونوں رُخوں سے ہے یعنی دنیا کے معاملات اور دین کے معاملات کا آخر کار حساب کتاب تو زندگی کے خاتمہ کی صورت میں دینا ہی پڑے گا لہٰذا دنیاوی زندگی کا تعلق آخر کار آخرت کی زندگی سے جا کر جُڑ جاتا ہے۔ اس لئے سیاست اور مذہب دونوں لازم و ملزوم ہیں بلکہ یہ کہنا زیادہ حق بجانب ہے کہ مذہب انسانی معاشرے میں فلاح کیلئے کلیدی کردار ادا کرتا ہے اور اس طرح سیاست ہمیشہ اُس کی معاون و مددگار رہتی ہے۔

Marfat.com

سیاست اور مذہب الگ الگ۔۔۔؟

تمام الہامی و غیر الہامی مذاہب میں انسان کی دخل اندازی کی وجہ سے معاشرے میں سدھار کی بجائے بگاڑ پیدا ہونا شروع ہوا تو اس سے حد درجہ تنگ آکر متنفر مذہبی اور مغرب زدہ فلسفوں میں رچے بسے افکار کو ماننے والے سیاسی لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ مذہب کو سیاست سے بے دخل کر دیا جائے یا حکومت کی تقویت کیلئے مذہب کا ایک جزو تو قبول ہے۔۔۔ مکمل نہیں۔۔۔ چونکہ ان فلسفوں میں مذہب سے کچھ حصے اور باقی اپنی ذہنی اختراع کو ملا کر بنایا گیا نظام فلاح کے بجائے بدترین ظلم و جبر کے نظاموں میں تبدیل ہوتا رہا لہٰذا اس فلسفیانہ کھچڑی سے بار بار مذہبی اور سیاسی حلقوں کی ریشہ دوانیاں شروع ہو گئیں جس نے عوام الناس کی زندگیوں کی زندگیاں ہی برباد کر ڈالیں۔۔۔ ان فلسفوں نے بنامِ فلاح۔۔۔ انسانوں پر اس قدر تجربات کئے ہیں کہ۔۔۔ الامان۔۔۔!

اب آیئے شریعت کی طرف جس میں احکامِ الٰہی اور اس میں پنہاں سیاست نے انسانوں کی فلاح و بہبود، عدل و انصاف اور عبادت و اخلاق سے مزین ایسی قانون سازی کی کہ جس میں بہتری کے تمام امکانات مستقل بنیادوں پر موجود ہیں اور اس میں سب سے اہم نکتہ کہ فتنہ و فساد کے ذریعے انسان خود کو تباہ و برباد نہ کر بیٹھے، اس کا اہتمام بھی رکھا گیا ہے چونکہ احکام الٰہی خالصتاً متوازن اور قابلِ عمل قوانین فطرت (شریعت) پر مشتمل ہوتے ہیں اس لئے وہ ہمیشہ کامیاب رہتے ہیں۔ اسلام حاکمیتِ اعلیٰ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو قرار دیتا ہے کہ بے شک وہ تمام جہانوں کا مالک ہے۔ اللہ کو حاکمِ اعلیٰ مانتے ہوئے سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اُس کی دی ہوئی شریعت کو سامنے رکھتے ہوئے نظام ترتیب دیا جائے۔۔۔ اگر آخرت کا تصور ہی نہ ہو۔۔۔ اور نہ اللہ کے سامنے جوابدہی کا خوف۔۔۔ تو پھر انسان میں نیک عمل کا جذبہ پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔۔۔ یہ ہمیشہ سے ہی رہا ہے کہ مذہب کو یا تو سیاست سے دور رکھا گیا یا پھر مذہب کو سیاست کے تابع کر دیا گیا ہے۔۔۔ تاریخ میں مثالیں دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بڑی بڑی سلطنتیں، تہذیبیں اور بظاہر ناقابلِ تسخیر قومیں فلاح، خیر اور عدل میں توازن نہ رکھنے کے باعث ختم ہی نہیں ہوئیں بلکہ صفحۂ ہستی سے ہی معدوم ہو گئیں ہیں۔۔۔

Marfat.com

حکمرانوں نے ہمیشہ یہ چاہا کہ وہ ہر سیاہ و سفید کے مالک بن جائیں لہٰذا مذہب جو اُن کی اس خواہش کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنتا ہے اور یہ کہہ کر کہ ''دین کا سیاست میں کیا کام ہے، دین کسی فرد کا ذاتی معاملہ ہے'' اُسے رد کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ اس کی سب سے بڑی دلیل مغرب کی دیتے ہیں کہ اُنہوں نے مذہب کو جب سیاست کے درمیان سے نکال دیا تو وہ دنیا میں ہر ہر میدان میں ترقی و کمالات کے عروج تک پہنچ گئے ہیں۔ اُن کے مطابق اُن کی ذہنی نشوونما میں مذہبی رنگ سب سے بڑی رکاوٹ تھا جس سے اُنہوں نے جان چھڑا کر اپنی ذہنی استطاعت کو بڑھایا اور ترقی حاصل کر لی اور کون سا ایسا شعبہ ہے جہاں اُنہوں نے کامیابی و کامرانی کے جھنڈے نہیں گاڑے وغیرہ وغیرہ۔۔۔

لیکن دیکھنا یہ ہو گا کہ وہ مذہب جس سے وہ معاشرہ یا قوم بے زار ہو کر علیحدہ ہو گئی وہ ہے کیا۔۔۔؟ اُس قوم اور معاشرے کا مذہب اپنے ماننے والوں سے طلب کیا کر رہا ہے۔۔۔؟ اگر وہ مذہب اپنے انبیاء اور رسولوں کی الہامی اصولوں پر زندگی گزارنے کا طلبگار ہے تو اس میں رکاوٹ کیا ہے۔۔۔؟ ان کے مذاہب میں تبدیلیوں کی ایک بڑی وجہ اور خواہش نے بادشاہوں اور صاحبِ اثر و رسوخ کے علاوہ مذہبی پیشواؤں کو وہ مقام دے ڈالا کہ اُن کے ہر ہر ظلم کو عبادت کا درجہ دے کر نہ صرف جائز قرار دیا حتیٰ کہ اُن لوگوں کی پرستش تک کرا دی گئی۔۔۔ میرے اس بیان کی تصدیق کیلئے روم اور یونان کے فلسفیوں کا تاریخی یا ادبی لٹریچر پڑھ لیجئے۔ ایشیاء میں بھی مذہبی تاریخی افسانوں کی شکل میں جو آج بھی موجود ہیں۔۔۔ لیکن ان سب باتوں سے قطع نظر کہ ان بے شمار مذاہب میں انسان نے کیسی کیسی دراندازی کی ہے، ان کا ایک ایک معاملہ انسانی اختراع کے باعث ذرا سی تحقیق یا سائنسی علوم کے کلیہ سے ''جھوٹ'' ثابت ہوتا چلا آرہا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ کا کلام اور انبیاء اور رسولوں کے ذریعے جو محفوظ طریقے سے پہنچا ہو اور نعوذ باللہ وہ پہلے ہی مرحلے میں یا تحقیق پر جھوٹا نکلنے۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔ بالکل نہیں۔۔۔ کیونکہ انبیاء اور رسول تو خیر اور فلاح کے علاوہ کوئی ایسا کام اپنے ماننے والوں پر نہیں لادتے جو انسان کی زندگی کو اجیرن کر دے۔ لہٰذا اُن کی شعوری نشوونما کی تباہی کی وجہ مذہب نہیں بلکہ اُن کے

Marfat.com

مذہب میں شامل کردہ انسانی آمیزش تھی جس کی وجہ سے وہ انسان کی رہنمائی کرنے سے قاصر تھے۔ وہ اقتدار اور اختیار کو عبادت کا درجہ دے کر ظالمانہ رسم و رواج خود ہی بنالیتے تھے جو ہر تھوڑے عرصے میں بے کار اور ناکارہ ہو جاتے۔۔۔ تو یہ اس میں مزید اضافہ کر دیتے۔۔۔ اس طرح وہ قوانین اور بھی سخت و بھیانک ہوتے جاتے ۔۔۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ قومیں مذہب سے دور ہوتی گئیں۔۔ اور اب جب مذہب سے دور ہوئیں تو ٹھوکر کھا کر پھر دوسری انتہاؤں پر پہنچ گئیں مثلاً:

1۔ مثال کے طور پر اپنے ملک میں اُنہوں نے فلاح و خیر اور عدل کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا لیکن دوسری قوموں اور ممالک میں ظلم و استبدار کا وہ بازار گرم کر رکھا ہے جس سے انسانیت شرما رہی ہے۔ دوسری جنگِ عظیم میں ہٹلر نے تقریباً یورپی ممالک کو فتح کر لیا تھا، انگلینڈ، امریکہ اور یہودی اس سے شدید نفرت کرتے تھے مگر امریکہ کے دو ایٹم بم جاپان کے شہروں پر برستے ہیں اور لاکھوں انسان ایک لمحے میں جل کر راکھ ہو جاتے ہیں مگر ہٹلر کا دارالخلافہ برلن یا کوئی یورپی شہر ان ایٹمی حملوں کا شکار نہیں ہوتا۔ یورپ اور امریکہ دوسری جنگِ عظیم میں جنگ نہ لڑنے کا معاہدہ کر لیتے ہیں لیکن تیسری دنیا کے تمام ممالک اور اقوام کو میدانِ جنگ بنا لیتے ہیں۔ بربریت کے رونگٹے کھڑے کر دینے والے سانحات اور المیے ہر روز آج تک جنم لے رہے ہیں۔

2۔ سیّدہ حضرت مریم علیہا السلام کا بغیر مرد سے حاملہ ہو جانا پھر سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا بڑے معجزوں میں سے ایک معجزہ تھا، اس میں حیلہ بہانہ کر کے اس سارے عمل کو ہر ایک کیلئے جائز قرار دے کر کتنا بڑا ظلم کیا اپنے معاشرے پر۔

3۔ سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دورانِ تبلیغ یہ قول کہ ”گنہگار پر پہلا پتھر وہ مارے جس نے زندگی میں کوئی گناہ نہ کیا ہو“ سیاق و سباق سے ہٹ کر اپنے معاشرے میں بدترین گناہوں کو قانونی تحفظ دے ڈالا۔

4۔ سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دورانِ تبلیغ آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے اور دنیا میں چونکہ آپ علیہ السلام نے شادی نہیں کی لہذا ازدواجی زندگی گزارنے کے کوئی رہنما اصول ان کے پاس نہیں تھے لہٰذا بغیر شادی کا ساتھ رہنا، بچے پیدا کرنا یہ

Marfat.com

سب جائز قرار دے کر اپنے معاشرے میں خاندان کی بنیادوں ہی کو بکھیر کر رکھ دیا۔ پھر شادی کے اصول خود ہی بنالئے تو اپنی دانست میں شادی کو محفوظ بنانے کیلئے یہ شرط عائد کر دی کہ طلاق کی صورت میں جائیداد آدھی آدھی تقسیم ہو گی۔۔۔ چلیئے۔۔۔ جان ہی چھوٹی۔۔۔ نہ شادی کرو۔۔۔ نہ جائداد تقسیم ہو گی۔۔۔ لہٰذا معاشرے کا یہ حسین بندھن یعنی شادی کو مشکل سے مشکل تر بناڈالا۔۔۔ اور اب خود ہی اسے ٹھیک کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔۔۔ اب اور کیا کیا مثالیں دوں آپ کو۔۔۔؟ اب سمجھ میں آیا کہ ان فاتح اور مہذب قوموں کے ذہنوں کی نشو و نما میں مذہب سے دوری رکاوٹ نہیں ہے بلکہ مذہب میں شامل وہ ظالمانہ طور طریقے جو ڈال دیئے گئے تھے، اُس سے بیزار ہو کر اُنہوں نے مذہب کو انفرادی فعل قرار دے دیا اور اس میں وہ حق بجانب بھی تھے۔۔۔

شریعت اور سیاست

ایک آیتِ مبارکہ پڑھیئے۔۔۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ [الحدید:57 (25)]

”ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور اُن کے ساتھ کتاب یعنی میزان اتارا تاکہ لوگ انصاف قائم کریں“۔

اب آیئے۔۔۔! اللہ تعالیٰ کا کلام جو پوری کائنات اور تمام مخلوق کی تخلیق اور وہ بھی تمام نقائص سے مبرا ہو۔۔۔ ہر روز ہمارے مشاہدے میں آرہی ہوں۔۔۔ سائنس کے ہر کلیے پر کھری اترتی چلی آرہی ہو۔۔۔ اور اس کا سب سے بڑا اور فیصلہ کُن ثبوت قرآنِ مجید فرقانِ حمید جو انسانوں کے سامنے ہے۔۔۔ دیکھ لیجئے۔۔۔ پڑھ لیجئے۔۔۔ تمام علوم کے کلیے کی روشنی میں جب جب بھی اُسے پرکھنے کی کوشش کی گئی۔۔۔ وہ سچ۔۔۔ بالکل سچ۔۔۔ اور حق برحق ثابت ہوا ہے۔۔۔ اب اسلام بطور شریعت یا سیاست۔۔۔ اس کی طرف چلتے ہیں۔۔۔ اسلام اور

Marfat.com

مسلمانوں کی طرف۔۔۔جن کا اسلام بطور دین۔۔۔ اور دین بطور سیاست و ریاست۔۔۔اوروہ ریاست جو برِاعظموں تک پھیلی ہوئی تھی ، دنیا نے اس سے قبل اور نہ اسکے بعد اتنی بڑی فلاحی ریاست (Welfare State) دیکھی۔۔۔اس کا طرزِ حکمرانی۔۔۔عدل وانصاف، اخلاق و کردار، تہذیب و تمدن، دینی عبادت، مساوات جیسی اعلیٰ انسانی قدریں اسی شریعت کی موجودگی میں ہی پروان چڑھیں۔۔۔ سائنس، فلکیات، ریاضی ، کیمیاء، جغرافیہ اور عمرانیات ، طب اور نہ جانے کون کون سے علوم کے بابائے دانش اور موجد بھی پیدا ہوتے رہے تھے۔ مسلمانوں کی ہزار برس سے زائد ترقی اور عروج و کمال کی تاریخ میں تو مذہب رکاوٹ نہیں بنا۔۔۔ان تمام علوم کے موجد اور اساتذہ۔۔۔ پانچوں وقت کے نمازی۔۔۔اور اکثر حد درجہ متقی و پرہیز گار افراد تھے۔۔۔ لہٰذا اس خیال کو ذہین سے جھٹک کر آگے بڑھیئے کہ مذہب انسان کی ترقی میں رکاوٹ ہے بلکہ اسلام تو وہ واحد دین ہے جو علم کو فرض اور تسخیرِ کائنات کی دعوت ہی نہیں دیتا بلکہ ہر ہر مرحلے پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔۔۔اب یہ طے ہوا کہ علم کی روشنی ہی انسان کو ترقی کے مدارج طے کراتی ہے۔

Marfat.com

اُمتِ مُسلمہ کے معاشرتی زوال کے اسباب

سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر تھے کہ حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا وَقَعَتْ فِيكُمْ خَمْسٌ . وَأَعُوذُ بِاللهِ أَنْ تَكُونَ فِيكُمْ أَوْ تُدْرِكُوهُنَّ:

1. مَا ظَهَرَتِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ يُعْمَلُ بِهَا فِيهِمْ عَلَانِيَةً . إِلاَّ ظَهَرَ فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ فِي أَسْلافِهِمْ .
2. وَمَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكَاةَ إِلاَّ مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ . وَلَوْلا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا .
3. وَمَا بَخَسَ قَوْمٌ الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلاَّ أُخِذُوا بِالسِّنِينَ وَشِدَّةِ الْمئونَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ .
4. وَلا حَكَمَ أُمَرَاؤُهُمْ بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلاَّ سَلَّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوَّهُمْ وَاسْتَفْقَدُوا بَعْضَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ .
5. وَمَا عَطَّلُوا كِتَابَ اللهِ وَ سُنَّةَ رَسُولِهِ إِلاَّ جَعَلَ اللهُ بِأَسَهُمْ بَيْنَهُمْ .

”تم لوگ اُس وقت کیا کرو گے جب پانچ چیزیں ظاہر ہوں گی اور میں اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہتا ہوں کہ وہ تم میں ہوں یا تم اُنہیں پاؤ۔

Marfat.com

1۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی قوم میں خواہش (بدکاری وگناہ) کا ظہور اس حد پر پہنچ گیا ہو کہ لوگ اِعلانیہ ان کا اِرتکاب کرنے لگیں اور اس قوم میں طاعون اور بیماریوں کا ظہور نہ ہوا ہو جو ان کے باپ دادا میں موجود نہ تھیں۔

2۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی قوم نے اپنے اَموال میں سے زکوٰۃ دینا بند کیا ہو اور اُسے آسمان سے ہونیوالی بارش سے محروم نہ کر دیا گیا ہو پس اگر بہائم (چوپائے) نہ ہوتے تو (ایسوں کیلئے) بارش بالکل روک دی جاتی۔

3۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی قوم نے ناپ تول میں کمی شروع کی ہو اور اُس قوم کو قحط سالی، سختیوں اور حکمرانوں کے ظلم نے گرفت میں نہ لیا ہو۔

4۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی قوم کے حکمرانوں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکامات) کے خلاف فیصلے کرنے شروع کر دیئے ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر انہی کے دشمن کو مسلّط کر دیا ہو جس نے اُنہی کے ہاتھوں کا مال اُن سے چھین لیا ہو۔

5۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی قوم نے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اپنے رسول کی سنت کو معطل کر رکھا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے درمیان باہمی فسادات کو پیدا نہ کر دیا ہو۔" (شعب الایمان للبیہقی، التشدید علی منع زکاۃ المال، رقم:3043)

پڑھا آپ نے۔۔۔! اب بتایئے، کیا ہمارے زوال کا سبب دشمنانِ اسلام کی سازشیں ہیں یا ہم خود اس زوال کا سبب ہیں۔۔۔؟ فیصلہ آپ کریں۔۔۔!

میں سوچتا ہوں، چاہتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔۔۔! اب ایک اہم معاملے پر آپ سب سے توجہ چاہتا ہوں۔۔۔ اور وہ یہ کہ اب آگے بڑھتی ہوئی زندگی کیسے گزاری جائے۔۔۔؟ دنیا کے نہ ختم ہونے والے مسائل اور وسائل کی ناہمواریاں۔۔۔ جس نے اس پورے کرۂ ارض میں بسنے والے انسان کو ہر لحاظ سے خواہ وہ معاشرتی، معاشی، جغرافیائی، سماجی یا پھر مذہبی و ثقافتی معاملات ہوں، پریشان کُن حالات سے دوچار کر رکھا ہے۔۔۔ عدم تحفظ کے احساس میں ہر ہر قوم نے اپنا دفاعی نظام اس حد تک خوفناک کر لیا ہے کہ کسی بھی مہم جو کی کسی ایک حرکت پر بنی نوع انسان کی اس زمین پر بقا ہی خطرے میں پڑ سکتی ہے لہٰذا اس کے تدارک اور مداوے کیلئے ضروری ہے کہ

Marfat.com

قومیں اپنے اجتماعی اتحاد کی طرف بڑھیں۔ اُن کے دانشور، فلسفی اور صاحبِ اقتدار اور ہر ہر قوم کے معززین آگے بڑھ کر ایک بڑے پیمانے پر اجتماعی نظام ترتیب دیں جس میں ہر قوم کے وہ تمام معاملات جو نزاعی صورت اختیار کر چکے ہیں، اُسے خوش اسلوبی سے حل کریں۔ میں اس موضوع پر ذرا تفصیل سے بحث کرنا چاہ رہا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ نہایت ہی آسان طریقے سے اپنی بات پیش کر سکوں تا کہ آج کے نوجوان بھی سمجھ سکیں اور اہلِ علم کو اگر اس میں سے کچھ حاصل ہو جائے تو بہتر ہو جائے گا۔۔۔ اللہ تعالیٰ میرے لفظوں اور جملوں میں آسانی عطا فرما دے۔۔۔ آمین۔۔۔!

انسان کی تخلیق اور وقت کی تخلیق کا آگے پیچھے ظہور پذیر ہونا قدرت کا ایک ایسا بے نظیر اظہار ہے جس کے باعث ہر ہر شے اپنے اپنے مقام کی طرف مقررہ راستے پر چلتی جا رہی ہے۔۔۔ کسی کو دوام نہیں ہے۔۔۔ ٹھہراؤ نہیں ہے۔۔۔ بس حرکت ہے۔۔۔ اور یہ حرکت کا قانون کائنات کے ہر ذرے ذرے میں موجود ہے۔۔۔ انسان میں یہ بدرجۂ اتم موجود ہے۔۔۔ انسانی جسم کی مثال سامنے ہے۔۔۔ پیدا ہونا۔۔۔ بچے سے جوان ہونا۔۔۔ پھر بڑھاپا۔۔۔ اور پھر مر جانا۔۔۔ یعنی ”بقا سے فنا“ حرکت کے قانون کا ہی نتیجہ ہے۔۔۔ اسی طرح انسانی معاشرہ بھی اسی قانون کے تحت بنتا اور بگڑتا ہے، وقت کے ساتھ وسائل کی کمی و بیشی معاشروں پر براہِ راست اثرات پیدا کرتی رہتی ہے لیکن یاد رکھیئے معاشرہ تشکیل پا ہی نہیں سکتا جب تک کہ اُس معاشرے کے لوگوں میں ایک متحدہ احساس، خیال اور ارادہ ہی موجود نہ ہو۔ اگر ایسا نہیں ہو گا تو حرکت کا قانون یعنی تغیراتی تبدیلی اُسے ختم کر دے گی۔ معاشرہ حالتِ جمود میں کبھی رہ ہی نہیں سکتا۔ لوگوں کے باہمی مفادات، خیالات اور ارادوں میں یکسانیت ہو تب بھی زیادہ عرصے تک اُسے حالتِ سکون میں نہیں رکھا جا سکتا جب تک ان خیالات اور ارادوں کے ہمراہ کوئی مذہب درمیان میں نہ ہو۔ اب یہ مذہب خود ساختہ ہو تو معاشرہ جلد اس کے اثر سے نکل جائے گا اور الہامی ہو مگر اس میں انسانی ردوبدل شامل ہو تو اس میں بغاوت کو تھوڑا عرصہ زیادہ لگ جاتا ہے لیکن معاشرے میں تغیرات ہوتے رہنا ”امرِ ربی“ ہے۔ فطرت کا تقاضہ ہے کہ اگر تغیرات نہ ہوتے رہیں تو اس کائنات کا حسن ہی ختم

Marfat.com

ہو جائے۔ ''بقا اور فنا'' ہی وقت کے پھیرے میں آکر اس کائنات کو رنگینی بخشتا ہے لہٰذا طے ہوا کہ معاشرہ بننا امرِ الٰہی ہے۔ یہ انسان ہو، حیوانات ہوں، نباتات یا اللہ تعالیٰ کی ہر تخلیق میں جس میں ہم آہنگی اور مماثلت ہو وہ معاشرت تشکیل دے دیتی ہے خواہ وہ حکمِ ربی کے اٹل فیصلے کے مطابق ہو یا دیا گیا انسانی اختیار اور فہم ہو۔

ایک دو مثالیں دے کر آگے بڑھتا ہوں مثلاً اگر جنگلوں یا افریقہ کے بڑے سفاری پارک میں دیکھیں کہ ہر جانور اپنی ہم آہنگ نسلوں کے درمیان میں ہی رہتا ہے، حشرات الارض کو دیکھیں وہاں بھی یہی کلیہ نظر آئے گا۔ معدنیات ہیں تو وہ بھی ایک ترتیب سے جگہ جگہ جمع ہیں اور اپنے خواص ترکیبی سے وہ اپنا وجود قائم کئے ہوئے ہیں۔

اب آپ نے یہ مختصر کلیہ پڑھ لیا ہے جس میں بہت تفصیلی بحث و مباحثہ ہو سکتا ہے لیکن یہاں آپ کو میں اس سیاسی نظام کی طرف لے جانا چاہتا ہوں جس کی ضرورت ہر لمحہ بڑھتی جا رہی ہے یعنی ایک نئے ''ورلڈ آرڈر'' کے خدوخال کی طرف جو آج کے جدید ترین دور کے جدید تقاضوں کے ہمراہ انسانی معاشروں کو قریب سے قریب کرتا جائے ورنہ بدقسمتی تو انسان کے پیچھے پڑی ہی ہوئی ہے۔ انسان ذہنی کوششوں اور دی ہوئی عقل سے اپنے معاملات سدھارلے جس کا اختیار اللہ تعالیٰ نے اُسے دے رکھا ہے۔ اگر وہ خود ایسا نہیں کرے گا تو نظام ہر حالت میں تبدیل ہو گا کہ۔۔۔یہی کلیہ فطرت ہے۔۔۔ لیکن جب قدرت اس تبدیلی کیلئے فیصلے کرے گی تو بس۔۔۔ ''رہے نام اللہ کا''۔۔۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴾ [الانبیاء، 21: (11)]

''اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ستمگر تھیں، ہلاک کر مارا اور ان کے بعد اور لوگ پیدا کر دیئے''۔

میں مسلمانوں کی اس قدر ابتری، ذلت و توہین، غلامی خواہ ذہنی ہو یا ثقافتی یا علمی میدان میں، اُس کی اس خاموشی پر کڑھتا رہتا ہوں۔۔۔امریکہ، یورپ درجنوں دفعہ گیا۔۔۔ ملکوں ملکوں کام کی غرض سے آتا جاتا رہا ہوں۔۔۔ ہر دفعہ واپسی پر ایک غم دل میں چھپائے آتا تھا کہ ہم مسلمانوں میں کیا کمی ہے۔۔۔؟ ذہنی اور علمی میدان میں ہم کہاں کہاں ٹھوکر کھاتے رہے ہیں کہ آج اس بے چارگی اور لاچارگی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔۔۔؟

Marfat.com

جواب آیا "آرام پسندی، عیش و عشرت" ان دونوں وجوہات کے باعث دنیا سے خوف، اور اپنے حالات اور مصیبتوں پر اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے ذہن اور علم کو چھوڑ کر سوچنے کا کام بھی دوسروں کے سپرد کر دیا ہے۔۔۔ یاد رکھیئے۔۔۔ !برائی بری اس لئے ہے کہ محدود ہے اور تھوڑی دیر میں بہت بڑا نقصان کر دیتی ہے۔۔۔ اور نیکی اچھی اس لئے ہے کہ لا محدود ہے اور ہمیشہ کیلئے ہے۔۔۔ تھوڑی سی ہو کر بھی بڑا فائدہ دیتی ہے۔۔۔ پر ہمارے ساتھ کیا ہوا۔۔۔؟ ہم کسی قوم کی بہادری یا شجاعت کے باعث مغلوب نہیں ہوئے بلکہ ہم مسلمان تو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے قریب ترین دور تک خود ہر ہر محاذ پر خواہ وہ علمی، سائنسی، جغرافیائی، ثقافتی یا معاشرتی غرض ہر لحاظ سے باصلاحیت قوم تھے۔۔۔ ہم کیسے ڈوب گئے۔۔۔؟ دینے والے ربِ کریم نے سب کچھ دے ڈالا۔۔۔ ہم ہی تھے ناشکر گزار۔۔۔ ناشکری کی سزا تو بھگتنی پڑے گی۔۔۔ اور وہ بھی نسل در نسل۔۔۔ اور جب تک ہم اپنی اخلاقی پاکیزگی کی طرف نہیں لوٹیں گے تب تک یہ سزا چلتی رہے گی۔۔۔ ابھی اپنی اولاد اور آنیوالی نسلوں کی غلامی کا تصور کرتے رہیئے۔۔۔ غم کھاتے رہیئے۔۔۔ !ابھی تو مسلمانوں کے پاس لٹانے کیلئے بہت کچھ باقی ہے۔۔۔ !ابھی ہم نے تو اپنے پاس سے تھوڑا سا لٹایا ہے۔۔۔ ! خدانخواستہ ابھی کافی تقسیم ہونا باقی ہے۔۔۔ ! خدانخواستہ ابھی تو صرف مسلمانوں کو تقسیم کی بنیاد پر جان سے مار مار کر ان کی تعداد کم کر رہے ہیں۔۔۔ !خدانخواستہ ابھی تو آپس کے خاندانوں کو بھی تہہ تیغ کرنا باقی ہے۔۔۔ ! خدانخواستہ ابھی تو مزید فرقوں میں تقسیم ہونا باقی ہے۔۔۔ !لیکن اس طرح طوقِ غلامی کا عرصہ اور بہت طویل ہو جائے گا۔۔۔ !چلیئے۔۔۔ آگے چلتے ہیں۔۔۔ !

آپ نے شروع سے تو پڑھ لیا ہے۔۔۔ اس میں میرے جذبات کو رکھیئے ایک طرف۔۔۔ اس سے کیا فائدہ ہو گا کسی کو۔۔۔ لیکن یہ ضرور مانتے جایئے کہ مسلک و فقہ کا بہت احترام کریں۔۔۔ ہر مسلک و فقہاء کے اکابرین کا احترام کریں۔۔۔ ہر گفتگو اور مباحثہ دلنشین انداز سے کیجئے۔۔۔ دل آزادی کرنا عیب ہے۔۔۔ ایک دوسرے پر ظلم حرام ہے۔۔۔ قتل کر دینا حرام اور جہنم کو یقینی بنا دیتا ہے۔۔۔ دعوت و تبلیغ کا جو طریقہ رسالت مآب ﷺ

Marfat.com

نے اپنایا تھا وہی طریقہ نتائج دیتا ہے۔۔۔ یعنی بہترین اخلاق اور دلنشین انداز۔۔۔ اس سے ہٹ کر ہر طریقہ تباہی و نقصان کا باعث ہو گا۔۔۔ جان جایئے کہ۔۔۔ گولی اور گالی کبھی بھی دلیل نہیں بن سکتی۔۔۔

اب اس تمام تحریر کے مقصد و خلاصہ کے بعد اس جدید نیو ورلڈ آرڈر کی طرف آتا ہوں کہ وہ کیا ہونا چاہیے۔۔۔؟ اس نیو آرڈر کو کس طرح کام کرنا چاہئے لیکن مسلم ورلڈ آرڈر سے گفتگو شروع کرتا ہوں کہ پہلی ذمہ داری تو اپنوں ہی کیلئے ہوتی ہے۔۔۔

جب ہم رسالتِ مآب ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور اس کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے طرزِ حکمرانی پر نظر ڈالتے ہیں اور پھر تاریخی حقائق سامنے رکھتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ سے پہلے تقریباً مکمل جہالت پر بنائے گئے قوانین سے معاشرتی نظام چلایا جاتا تھا۔ اخلاقی پستی، گروہی اختلافات اور مذہب کے مشرکانہ طور طریقے رائج تھے، اس لئے ایسے معاشرے کو تو نیست و نابود ہونا ہی تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے رسالت مآب ﷺ کو نبوت اور رسالت سے مبعوث فرمایا تو معاشرے کی از سر نو تشکیل ہونا شروع ہوئی۔۔۔ یہ تمام تفصیل تو آپ پڑھ چکے ہیں اور بحیثیتِ معلم رسول اللہ ﷺ نے جس قدر تربیت اور نفس کی پاکیزگی کے ساتھ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تیار کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ کی رہنمائی کے صدقے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے نظامِ معاشرت کا وہ شاندار نمونہ قائم کر دیا جو اس سے قبل بنی آدم نے کبھی قائم ہوتا نہیں دیکھا تھا۔۔۔ اب جب ہم اتنی عظیم مملکت یا سلطنت کو اور طرزِ حکمرانی کے ٹھوس اُصول جس میں عدل و انصاف سرِ فہرست ہے، قائم ہوتے دیکھ چکے ہیں اور آج کہیں کہیں ہم مختلف حکومتوں میں ان کی چند ہی جزئیات پر عمل درآمد ہوتے دیکھتے ہیں اور اس کے اچھے نتائج بر آمد ہوتے دیکھتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ پورا کا پورا ہی نظام نافذ ہو سکتا ہے۔۔۔

یاد رکھیئے۔۔۔! تین باتوں کے علاوہ ہر چیز میں تغیر باقی رکھا گیا ہے۔۔۔ انسان کی پیدائش اور موت۔۔۔ انسان کی بھوک۔۔۔ اور انسان کیلئے عدل و انصاف۔۔۔ باقی تمام ضرورتوں میں تغیر و ترقی ہر لمحہ ہوتی رہتی ہے۔۔۔ اس لئے اب ہم یہ کوشش کر سکتے ہیں کہ اُن تمام اسباب کو جو پہلے سے دستیاب ہے اُنہیں یکجا کر کے

Marfat.com

آسانی سے ایک بہترین نظامِ معاشرت قائم کرلیں حالانکہ اس نظام کے قیام کیلئے رحمۃ للعالمین ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تو بڑی مشقت، سختی، ظلم و جبر سہنا پڑا تھا۔۔۔ یہ قدوسی معاشرہ تقریباً عدم سے وجود میں آیا تھا، ہمیں تو اس سیرتِ طیبہ ﷺ کے اُن نکات کو جو آپ پڑھتے چلے آئے ہیں، اپنے آپ پر، خاندان پر، محلے، شہر اور ملک پر خود ہی نافذ کرنا ہو گا۔۔۔ تو آسمانوں سے اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کا۔۔۔ رحمتوں کا۔۔۔ اور سکونِ قلب کا نزول ہونا شروع ہو جائے گا۔۔۔!

آخر میں صرف دعا۔۔۔ اور جب کچھ نہ کر سکیں تو دعا ضرور کر لیا کریں۔۔۔ اس میں بہت طاقت ہے۔۔۔ دعا خالقِ کائنات کے دربار میں جاتی ہے۔۔۔ وہی قادرِ مطلق ہے۔۔۔ وہی بہتر کرتا ہے۔۔۔ اور اگر کچھ نہ بھی ہوا تو کم اَز کم اس دربار میں ہماری دعائیں گواہ کے طور پر تو موجود رہیں گی کہ۔۔۔ ہم مسلمانوں اور انسانیت کیلئے خیر کی کوشش کرتے رہے تھے۔۔۔ اللہ تعالیٰ روئے زمین کا ورلڈ آرڈر جو "سیرتِ خیر البشر ﷺ" کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔۔۔ یہی سیرتِ طیبہ ﷺ ہمارے لئے معلم ہے۔۔۔ یہی کافی ہے۔۔۔ ہم سب کو اپنے محبوب رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، خیر البشر ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے مطابق زندگی و بندگی کے طریقوں کو استوار کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔۔۔ آمین۔۔۔!!!

اللہ آپ کا نگہبان ہو۔۔۔!!!

Marfat.com

"سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر فکری و شعوری تحریر"

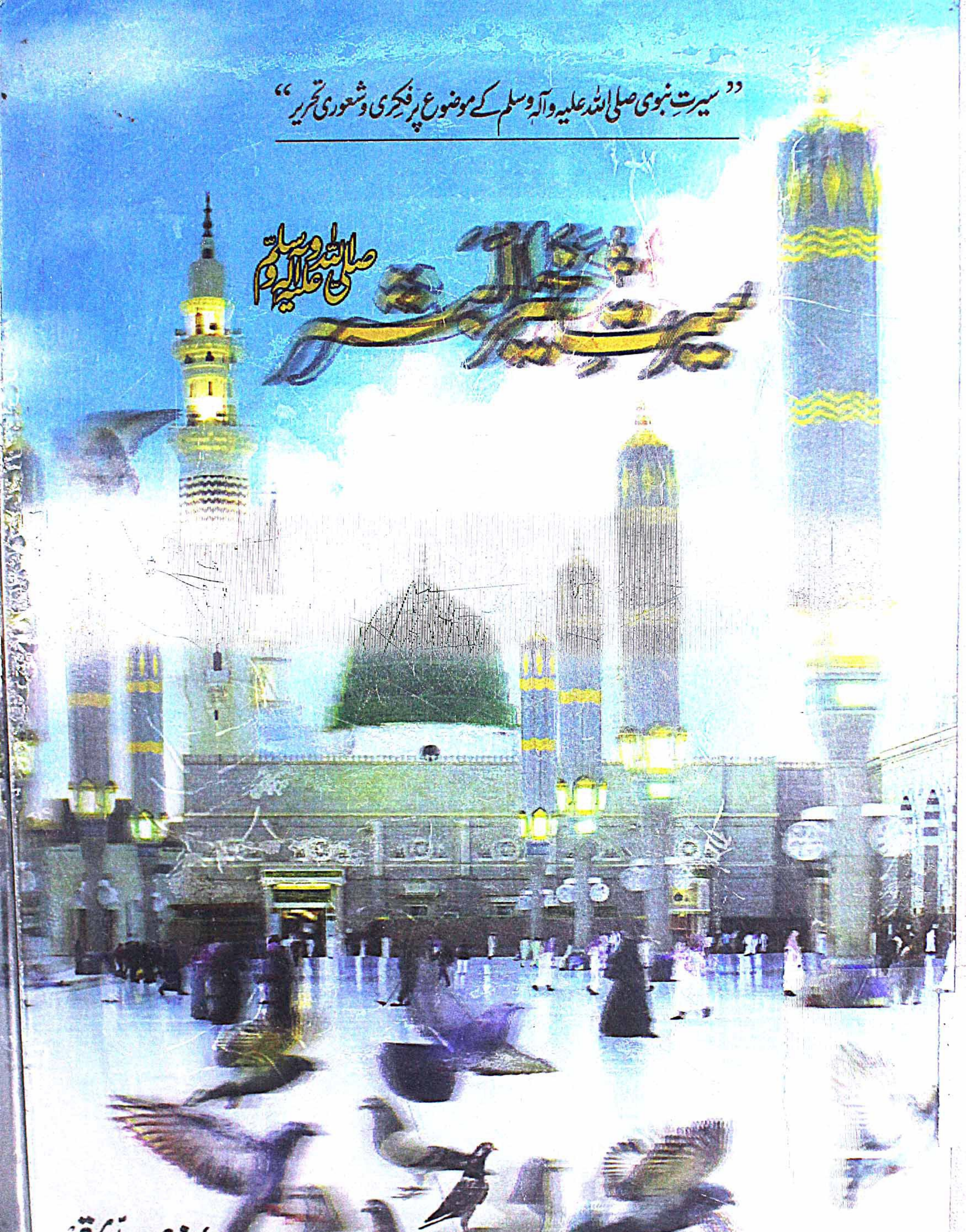

Marfat.com